

۲۶

رفع الحجاب عن فصل الخطاب

مؤلفه

بندوغا جزاً امیدوار حست ایزدی رشقا عت مصطفوی بتوانے مرتدی همراه بیکل نیره
جناب مولانا مفتی عمارت احمد صاحب مخور کا کورسی، مصنف تاریخ حسیب الدین طلب الصید وغیره۔

گذارش

ناظرین سے استدعا ہے کہ اولاً کتاب مستطاب ”احسن الاتخاب فی ذکر معيشۃ سیدنا ابی تراب“ ملاحظہ فرمائیں پھر ”فصل الخطاب“ پھر ”رفع الحجاب“ کا بغور مطالعہ کریں تاکہ اصل کتاب کی حقیقت اور مفترض صاحب کی لغویت اور اس بندہ عاجز کے ایرادات و جوابات بخوبی ذہن نشین ہو سکیں۔

اگر کوئی طباعت کی غلطی معلوم ہو تو معاف کریں۔ حتی الامکان کاپی و پروف کی صحیح کافی طور پر کی گئی۔ مگر پھر بھی سہو کا ہو جانا تقاضاً بشریت سے بعید نہیں۔

”والعذر عند کرام الناس مقبول“

محمد ابوب احمد کمل
گوٹھہ

۲۱ رمضان المبارک یہم دو شنبہ

۱۴۳۵ھ

فہرست مضمون کتاب رفع الْجَاب

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عائش کی بحث اُنہیں اُولیٰ اہل بیت المہاروئے کی حیثیت۔	۷۵	دیباچہ۔	۱۵۵
دھرم اپنے ختنیں صرفت علی۔	۷۸	حضرت شفیعؑ کے سب (شفیع، ابو زادہ) اور احادیث کے احادیث۔	۱۶
مؤلف فصل اخلاق کا تائیق و موصب اور اس کا ثبوت۔	۷۹	تعريف اسمی، رفضی، تفضیل (شیدہ)۔	۱۹
(۱) واقعہ غزودہ توکوک۔	۸۰	تفصیلی و تفہید کئے والوں کے اقوال کی حیثیت	۱۹
معیار اُولیٰ مخت موصب دربارہ غزودہ توکوک۔	۸۰	ان پر کس حد تک استدلال جائز ہے۔	۲۰
(۲) واقعہ سینبلہ۔	۸۲	لعلہ شفیعؑ کا نائل اخلاق۔	۲۱
معیار اُولیٰ مخت موصب در بارہ وحدت سینبلہ۔	۸۳	حضرت حسن بن ابریوشؑ پیغمبر مسیحؐ کی تفتکار اور	۲۱
و غلطیاں جن کے علامہ مرحوم ہوئے ہیں۔	۸۴	حضرت حسن بن ابریوشؑ کا قاتل رسول اللہ کریمؐ کو حمد و شکر	۲۲
(۱) آیات و احادیث کے خاط محتانی و مفاتیحہ	۸۵	یا ان کرنے کی وجہ۔	۲۲
یعنی کرنا۔ اس کی مثالیں۔	۸۵	قبیحیں امیر محادیہ و اُولیٰ اہل ورثتی حدیث اور اُنکی وجہ۔	۲۲
(۱) آیت و احادیث کی تحقیق و مسلک اُولیٰ مخت	۸۶	حدیثیں جو حضرت کی کی جیں۔	۲۲
و اجماع اور بارہ آیت۔	۸۶	ناصبوں کا حضرت شفیعؑ کو حضرت علیؓ کے	۲۵
(۲) غیر حضرت کتب اور مجموعہ روواۃ اپر استدلال	۸۷	متقابل لائے کی وجہ۔	۲۶
اور اس کی مثالیں۔	۸۷	فصل اخلاق کی تالیف کے اساتذہ۔	۲۶
کتب غیر معتبر۔	۸۹	اول پہلوی الف حضرت مؤلف احسن الاتخاب۔	۹۰
مجموعہ روواۃ۔	۹۰	مؤلف اصل اخلاق کی دیانت در بارہ حدیث	۹۱
تحفیظ متعلق حدیث صدیق حضرت ابن حیان	۹۱	متعلق بر شراب قوشی امیر محادیہ۔	۹۱
رسنی اللہ عنہ۔	۹۱	حدیث شفیعؑ بہ الامانیۃ التعلم و علی باہمہ۔	۹۲
(۳) جامیں تواریخ عالمیہ و مفاتیح اور غیر محققان	۹۲	مؤلف اصل اخلاق کی دیانت صداقت۔	۹۲
طریق استدلال اور اس کی مثالیں۔	۹۲	مؤلف اصل اخلاق کی علی و ادبی کارنائے۔	۹۲
(۴) مدلیں و اقتراط میں اور اس کی مثالیں	۹۷		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱	(۵) صحیح و تحریک سے کتاب نہ کھدا اور اس کی تالیف۔	۱۱۱	مقولہ شاہ عید المعزیز صاحب حدیث و ملوی دربارہ افضلیت۔
۷۲	آغاز کتاب	۱۱۲	صحیح حدیث ظفح و پایہ روادۃ حدیث۔
۷۳	بیش از خلیل اور اس کی صحیح اور اس کی تسمیں۔	۱۱۳	صحیح سلطن حدیث مردی میرزا بن العالی
۷۴	مولف فصل الخطاب نے ہن عہدوں کو افضلیت کی مثال کیا ہے بدوران کی اصطیلت۔	۱۱۴	دربارہ حضرت ابو کمر صدیق و پایہ روادۃ حدیث (س) افضل الخطاب۔
۷۵	صحیح ظفح ایسی تحریک تر ساز کا پتہ۔	۱۱۵	صحیح متعلق پر حدیث مردی حضرت عائیہؓ دربارہ امامت حضرت ابو کمر صدیق و پایہ روادۃ حدیث در مارے ترمذی دربارہ حدیث (س) افضل الخطاب۔
۷۶	صحیح متعلق پر حدیث مخدوم الملک۔	۱۱۶	امامت دل افضلیت و مکنی ہے یا نہیں۔
۷۷	للخلق عالمة و لا ہی مکر خاصۃ۔	۱۱۷	صحیح متعلق پر حدیث مردی حضرت یحییٰ بن مسلم (س) افضل الخطاب۔
۷۸	صحیح متعلق پر عمارت خییل الطالین۔	۱۱۸	صحیح متعلق پر حدیث کھولت و پایہ روادۃ راسک ترمذی دربارہ حدیث (س) افضل الخطاب۔
۷۹	ظفار اور بیرون کے ارشادات کس حدیث کیست۔	۱۱۹	افضلیت میں فضل کن کچھ جائے کیا ہے۔
۸۰	صحیح متعلق پر حدیث من کذب علی متصدقاً للبيهقي مقدمة في النار۔	۱۲۰	صحیح متعلق پر حدیث کھولت و پایہ روادۃ
۸۱	مقولہ خسر و روی کی شرح عقائد دربارہ افضلیت۔	۱۲۱	حضرت علیؓ
۸۲	متولہ علامہ فتحی از افغانی دربارہ افضلیت۔	۱۲۲	صحیح متعلق پر حدیث مردیہ ابن ابی زردارہ فضیل (س) افضل الخطاب۔
۸۳	مقولہ رسول اللہ ﷺ حلال الدین و دوائی دربارہ افضلیت۔	۱۲۳	محدثین کی مارے اس حدیث کے مکر ہوئے کے متعلق۔

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بیکث متعلق پر بکتب امام رضا (ع) و کیفیت استدال لما سر برائی (صفحہ ۲۰۳ فصل الخطايب)۔	۱۷۲	حدیث مردیاں ان غیر مکول ریاض المطہرۃ۔	۱۷۲
تحقیق متعلق پر ارشاد حضرت علی مرضی کرم احمد و جہود پاپ رواۃ (صلوٰۃ الرضیٰ فصل الخطايب)۔	۱۷۴	تحقیق متعلق پر ارشاد حضرت علی مرضی کرم احمد و جہود پاپ رواۃ (صلوٰۃ الرضیٰ فصل الخطايب)۔	۱۷۶
متعددان الخ و کیفیت استدال علامہ متعلق متعددان الخ و کیفیت استدال علامہ متعلق حدیث نکوکر۔	۱۷۶	ارشادات حضرت ابو حمید صدیق (رض) در بارہ افتسلیت حضرت علی۔	۱۷۸
تحقیق متعلق پر آیہ ۹۰ پر بخصوص الطعام علی سب سکھیا و یہیما و اسرائیل و کیفیت اختراض علامہ برخلاف اسن الخطاب در بارہ آیہت نکوکر۔	۱۷۸	ارشاد حضرت عمر فاروق (رض) در بارہ حضرت علی۔	۱۷۹
تحقیق متعلق پر آیہ ۹۰ پر بخصوص الطعام علی سب سکھیا و یہیما و اسرائیل و کیفیت اختراض علامہ برخلاف اسن الخطاب در بارہ آیہت نکوکر۔	۱۷۹	شان نزول ارشادات حضرت علی در بارہ حضرات شخیчин۔	۱۸۰
ازلیہ الخا کی ان تین عبارتوں کی تحقیق جو علامہ نے ص ۲۰ فصل الخطايب پر درج فرمائی ہیں۔	۱۸۰	ازلیہ الخا کی ان تین عبارتوں کی تحقیق جو علامہ نے ص ۲۰ فصل الخطايب پر درج فرمائی ہیں۔	۱۸۱
بیکث متعلق پر تردید حدیث مخلص و تحقیق اختراض علامہ برخلاف اسن الخطاب۔	۱۸۲	تحقیق متعلق پر عذرالت صواعق حضرت (ص ۲۰ فصل الخطايب)۔	۱۸۲
ترجح حدیث مخلص مروی سلمان از امام زاده شارخ مجیع سلم۔	۱۸۳	اضمیت کاظمی ہونا اور قاطی ہونا۔ اس کی ترجح اور تحقیق۔	۱۸۳
ترجح حدیث تلقین از رسولوی محمد سعین سعدی ترجح حدیث از رسولوی دحید الزمان اسحاق صلح و زیر مجیع سلم۔	۱۸۴	بیکث متعلق پر ترجح عہد ولزاق صاحب مهنف (ص ۲۰ فصل الخطايب)۔	۱۸۴
ارشادات شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب محبت ولادی اسی بارہ میں کہ حدیث تلقین میں تلقین ہائل سے اسی بیان المهاجر اور اسی۔	۱۸۵	بیکث متعلق پر عمارت شرح عقاید ائمی (ص ۲۰ فصل الخطايب)۔	۱۸۵
بیکث در بارہ استدال علامہ در بارہ حدیث ذکر میں ارشادات حضرت شاہ عبد العزیز صاحب۔	۱۸۶	محبت سے تحریر افضلیت ہونے کی بیکث۔	۱۸۶
تحقیق متعلق پر ارشاد امام گلشن (ص ۲۰ فصل الخطايب)۔	۱۸۷	تحقیق متعلق پر ارشاد امام گلشن (ص ۲۰ فصل الخطايب)۔	۱۸۷
حضرت مجدد (ص ۲۰۳ فصل الخطايب)۔	۱۸۸	تحقیق متعلق پر استدال علامہ برکتوب	۱۸۸
اویت خلاصت اور افضلیت کافر قاروی نے تحسیں بیان کیا۔	۱۸۹	اوریت خلاصت اور افضلیت کافر قاروی نے تحسیں بیان کی بیکث۔	۱۸۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۳	بحث بارہ استعمال لفظ نہ بکوال خوب سیر و شرح طایجی۔	۱۷۸	بحث متعلق بر اجر طلب کروں آنحضرت صلیع۔
۱۵۴	تحقیق حدیث مطالعہ باکد پوچیے حدیث	۱۷۹	تحقیق حدیث مردیہ حضرت اتن عباس بن عبد اللہ درون کرده علامہ اسکنی دریزان الاعتراف۔
۱۵۵	برداشت حاکم (ص ۲۶۷ فصل الخطاب) پوچیے حدیث دپایے رواۃ۔	۱۸۰	تحقیق حدیث مردیہ ابو ہریرہ (ص ۳۲۳ و ۳۲۴ فصل الخطاب) پوچیے حدیث دپایے رواۃ۔
۱۷۰	تحقیق حدیث مردیہ ابو ہریرہ (ص ۳۲۳ و ۳۲۴ فصل الخطاب) پوچیے حدیث دپایے رواۃ۔	۱۷۱	نیز بحث بارہ استعمال لفظیں۔
۱۷۱	حقیقت ارشاد امام احمد (ص ۳۲۳ و ۳۲۴ فصل الخطاب)۔	۱۷۲	استدلال علامہ و اختلاف شاه ولی اللہ صاحب در شیدا لفظیں۔
۱۷۲	استدلال علامہ و اختلاف شاه ولی اللہ صاحب در شیدا لفظیں۔	۱۷۳	حقیقت افتراض عالمہ بر مؤلف اسن الاتخاب دربارہ قدیس و عالمہ دربارہ اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب از شاد امام احمد (ص ۳۲۳ و ۳۲۴ فصل الخطاب)۔
۱۷۳	اویں علامہ در بارہ استعمال لفظ صدیق ہے حضرت علی مرتضی کرم اللہ عزیز۔	۱۷۴	اویں علامہ در بارہ استعمال لفظ صدیق ہے حضرت علی مرتضی کرم اللہ عزیز۔
۱۷۴	تحقیق متعلق بر آئینہ (و) قوہم الیہم مسولون ہے۔	۱۷۵	تحقیق متعلق بر شان نزول آیہ (فَلَمَّا أَسْلَكُمْ علیه اجرأ الْمَرْوَدَةَ فِي الْمَرْبَى لَهُمْ
۱۷۵	تفویت المزاج ایام علامہ در بارہ آپی ذکور۔	۱۷۶	حقیقت استدلال علماء است کیجی اونے پر اطلاق آپ متعلق ایل بیت الہمار از شاد عبد
۱۷۶	ارشادات شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب در بارہ آپی ذکور۔	۱۷۷	العزیز صاحب۔
۱۷۷	یکٹ متعلق بر فروع الانوار دریں۔	۱۷۸	بحث متعلق بر لفظ قربی در بارہ استگرد و سنتی
۱۷۸	تحقیق حدیث "الاممیۃ العلام و علوی بابہا"۔	۱۷۹	لفظ قربی و کیفیت لغوت استدلال و اعتماد علامہ۔
۱۷۹	ان اقوال کی تحقیق جن کو علامہ نے ص ۵۳ و ۵۴ پر اس حدیث کے موضوع ہونے کے متعلق درج کئے ہیں۔	۱۸۰	اویں علامہ در بارہ استعمال لفظ قربی۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۲	اماء گرائی ان غلام کے جھوٹ سے اس حدیث کو ثابت کیا ہے۔	۱۹۳	شیعیت ضد صدیق و مصلحت نہیں۔
۱۸۳	علماء کے ۴۵ جو حسن ہونے کے قائل ہیں شنودی اللہ صاحب کا ارشاد اس حدیث کے تعلق۔	۱۹۲	اقوال محدثین غسل بن دکین۔
۱۸۴	حدیث (اللهم ابن الاشعاع) (طریق دوم) کی بحث اور علماء کے فریب کی کثیریت۔	۱۹۳	حدیث کو ثابت کیا ہے۔
۱۸۵	حدیث (اللهم ابن الاشعاع) (طریق دوم) کے دردانا کے آلقی ہام اور ان کی کثیریت۔	۱۹۴	بیت مخلق پر "صاحب الفی صدری شیخ لا رخصہ فی صدر ابی بکر"
۱۸۶	تحفیظ مخلق پر حدیث حضرت ارشد۔	۱۹۵	اور علماء کے اقوال اس کے موقوفہ ہونے کے تعلق۔
۱۸۷	اقوال محدثین علی ابن زید اتنے چدعاں۔	۱۹۶	اویل خامہ ذیکری یا بت علی اہن زید اہن چدعاں۔
۱۸۸	کثیریت تقویت اعراف علامہ کرد ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے: یا ان حدیث سے رواۃ۔	۱۹۷	تحفیظ مخلق پر آیت تطہیر۔
۱۸۹	اقوال علما: مفسرین الائمه مت و الحجامت ہوں اس اسر کے قائل ہیں کہ یہ آیت الحسن اہل بیان کے قسم میں باندھ ہوئی ہے۔	۱۹۸	بیت مخلق پر حقیقت و دارث۔
۱۹۰	اور شادی ای اللہ صاحب، ریارہ و صایحت و دراثت۔	۱۹۹	کثیریت تقویت اعراف علامہ بر مولف
۱۹۱	ارشاد دشیدہ محدثین۔	۲۰۰	احسن الاتخاب در پارہ تنتیع روافض۔
۱۹۲	کثیر مخلق پر حضرت طبری در بارہ شہادت حضرت امام حسنؑ کی کثیریت رواۃ۔	۲۰۱	ترفیح حدیث غریب اور بحث اس کی کہ کس حدیث حدیث غریب ہامل استدال
۱۹۳	اقوال محدثین علی بن حسین الرازی۔	۲۰۲	ہے اور ترمذی کا لفظ غریب لکھنا منافی بحث حدیث نہیں۔
۱۹۴	اقوال علی بن محبود رازی کی کثیریت۔	۲۰۳	بحث مخلق محمد بن عثمان۔
۱۹۵	بیت مخلق شاہزادہ حضرت امام حسنؑ۔	۲۰۴	تحفیظ مخلق پر حدیث (اللهم ابن الاشعاع)
۱۹۶	ثار بیکی شہادت اس اسر کے تعلق کے حضرت امام حسنؑ کو زہر احمد معاویہ کے ایجاد و اشارہ سے دیا گیا۔	۲۰۵	(طریق اول)
۱۹۷	فرق شیعیت بالغلو و سب و شیعیت پتلہ و سب۔	۲۰۶	بیت مخلق پر قائل بن دکین۔

صفحہ	مضبوط	صفحہ	مضبوط
۲۰۵	بیٹھ تھوڑی بے کوت لسان دربارہ صحابہ سیار شاہ عبد العزیز صاحب دیگر علماء حقائق پر سکت لسان۔	۲۱۶	ماں ایں اشتر کو شہید کرائے۔ شہادت احمدی کی تبریز مکمل دان۔
۲۰۶	ارشادات شاہ عبد العزیز صاحب و صاحب سخاوت الکوئین مولوی اکرم الدین نبیرہ شیخ عبد الرحمن محمد دہلوی و صاحب تنبیہ عوارف لاش شہاب الدین سیدوددی و صاحب انتیاب (علامہ ایں عبد البر)۔ بیٹھ تھلکی پر تعریف لفاظ صحابی۔	۲۱۷	حضرت امام حسن کو احادیث نبیل کی صریح ماغفت میں شہید کروانا۔ حضرت علی مرتضیٰ نکرم اللہ وجہ کی سبب کرنا با وجود اس صریح ماغفت کے جو احادیث ہنسے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے جنگ کرنا با وجود ماغفت احادیث۔
۲۰۹	عام تعریف صحابی کی۔ واقعی تعریف صحابی کی۔	۲۱۹	حضرت شمار ایں یا سرگی شہادت کے تھوڑی تادیل کرنا۔ سو لوگوں کا جائز سمجھنا اور اس قسم کا لیٹن وین کرنا بدر یا کی حد میں ہو۔
۲۱۰	ایمان کی تعریف از روئے احادیث اور اس کے ضروری اجزا اقرار بالسان تصدیق پلٹکب دل پال رکان۔	۲۲۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفاظ صحابی کو سد و معانی اور دازدہ میں استعمال فرمانا اور اس کے تھلک علماء کے قول۔
۲۱۱	تمدین یا لفظ کی چائی نص اور افعال۔ امیر معاویہ کے مختصر احوال جو تمدین پلٹکب کے منافی ہیں۔	۲۲۱	"ان فی اصحابی متفقین ظالموں یا رب اصحابی فیقول" الخ کے ارشاد کی وجہ اور اس کی بحث۔
۲۱۲	امیر معاویہ کا مذکورۃ القلوب میں ہوتا۔	۲۲۲	امیر معاویہ کی تھیثت۔
۲۱۳	مزلفۃ القلوب کی تعریف۔	۲۲۳	امیر معاویہ کے تعلق صدر ایں العاصم کی وابستہ۔
۲۱۴	میسونت بولنا اور قشی ایں سدھ کے تھوڑی بزرگی بیعت لئی۔	۲۲۴	امیر معاویہ کے تعلق صدر ایں العاصم کی وابستہ۔
۲۱۵	میسونت بولنا اور قشی ایں سدھ کے تھوڑی بزرگی بیعت لئی۔	۲۲۵	امیر معاویہ کے تعلق صدر ایں العاصم کی وابستہ۔
۲۱۶	و عباد ارجمن ایں خالد ایں ولید و	۲۲۶	= سعد ایں وقاریں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۹	امیر معاویہ کے طلب قصاص کے متعلق مولوی نعیم الدین صاحب ندوی مؤلف خلافاء ارشاد ان کی رائے۔	۱۷۹	ارٹیکل اس سرقة اُن جنگل = سن بصری۔
۲۲۹	=	۲۲۹	مقول معاویہ بن یزید بن امیر معاویہ
۲۲۹	امیر معاویہ کی واقعی حیثیت اور اس پر بھل بجھ۔	۲۳۱	= صاحبیہ ہدایت = انصانگ کا لی۔
۲۲۹	امیر معاویہ کی جلالت قدر اور اس کی مفصل بجھ۔	۲۳۲	ان سماں یہ دنایاں دفعہ تائیں دیکھ دین د مورخین و علماء کی فہرست جو امیر معاویہ کو گمراہ کیتے تھے۔
۲۳۲	علماء کی رائے ان احادیث کے متعلق جو امیر معاویہ کی جلالت قدر کے ثبوت میں پہلوں کیجاں ہیں۔	۲۳۲	وہ صحتیں جو معرفین و تسبیحین امیر معاویہ نے امیر معاویہ کی قائم کی ہیں۔
۲۳۲	امیر معاویہ کا کاچب آنحضرت صلم ہوا اور کتابت کا بہالت قدر سے تعلق۔	۲۳۲	(۱) صحابی اور اسی کے متعلق بجھ۔ (۲) بجهد اور اسی کے متعلق بجھ۔
۲۳۲	امیر معاویہ کی بخاتون اس کے کتابت کا تعلق مولانا ہاجا جاتی کی رائے اور علماء کی اصلاح جو انہوں نے مولانا ہاجا کوئی کہوئی ہے اور ان کی بجھ بحوالہ کھوب بخت نہ ہو۔	۲۳۲	خطاء اجتہادی کی تعریف اور اس کے ضروری اجزاء۔
۲۳۲	تجھے شاہ عبدالعزیز صاحب کی بخاتون کے امیر معاویہ کی بخاتون کا ثبوت۔	۲۳۲	امیر معاویہ کی بخاتون اور خطا اجتہادی کی بجھ اور ان کی بخاتون کے متعلق علماء کی را�۔
۲۳۲	علماء کے قول امیر معاویہ کی بخاتون کے متعلق۔	۲۳۲	بجهد کی تعریف اور امیر معاویہ کے بجهد ہوئے کی بخاتون اور اس کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب و ملا ظہام الدین صاحب فرمی محلی کی رائے۔
۲۳۲	بجھ متعلق پر مشاہدہ بچک مسلمین ہائج	۲۳۲	بجھ متعلق پر مشاہدہ بچک مسلمین ہائج جل۔
۲۳۲	امیر معاویہ کا طلب قصاص شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ حافظ صاحب کا سلک امیر معاویہ کے بخاتون کے متعلق۔	۲۳۲	امیر معاویہ کا طلب قصاص حضرت علیان اور اسی مفصل بجھ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۷	کی بحث اور ان کے تصریف کرنے والے اور ان کی تحریک پر اسلامی کتب کا جائز ہے اس کی بحث۔	۲۶۸	عبارت کا معاذ نہ اور اس کی بحث کے قابل میں سمجھی شاہ صاحب نے امیر معاویہ کی حیثیت و عقائد کی ہے جو قادی میں سبب۔
۲۶۹	حضرت مسیح پر حیات تھے (اب دا زدہم مقدمہ ششم) جس پر ملاس نے خطاء اجتہادی کیلئے استدلال کیا ہے۔	۲۷۰	عبارت متعلق پر حیات تھے (اب دا زدہم مقدمہ ششم) جس پر ملاس نے خطاء اجتہادی کیلئے استدلال کیا ہے۔
۲۷۱	امیر معاویہ کی سچی حیثیت شاہ عبد العزیز	۲۷۲	حضرت مجدد کے مکہ بات کا پراز الہاق و تحریف ہونا اور اس کی بحث اور مذاہلیں۔
۲۷۳	امیر معاویہ کی تحریر سے اور امیر معاویہ اور ان کی بحث کا فرق۔	۲۷۴	امیر معاویہ کا جاتاب امیر کی سبب کرتا اور اس کا ثبوت اور امیر معاویہ کی اسلامی حیثیت پر سبب کرنے کا اثر اور اس کے متعلق علماء کی رائے۔
۲۷۵	امیر معاویہ کے سبب کرنے کی تاویل اور اس تاویل کے متعلق شاہ عبد العزیز	۲۷۶	امیر معاویہ کی بحث کے متعلق اسلامی کی رائے۔
۲۷۷	امیر معاویہ کے متعلق اسلامی کی رائے۔	۲۷۸	مسٹرین حضرت علی مرقسی کرم اللہ وہی کی اسلامی حیثیت اور ثبوت احادیث اور امیر معاویہ پر ان احادیث کا اخلاق۔
۲۷۹	امیر معاویہ کے متعلق اسلامی کی رائے۔	۲۸۰	امیر معاویہ کے متعلق اسلامی حیثیت شاہ عبد العزیز صاحب کی تحریر سے۔
۲۸۱	امیر معاویہ کی بحث کے متعلق اسلامی حیثیت شاہ عبد العزیز	۲۸۲	امیر معاویہ کی بحث کے متعلق اسلامی حیثیت شاہ عبد العزیز

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۹	بیٹھ مخلق پر ہمارتہ بوقن الازہر۔	۲۸۹	امیر معاویہ کی شہادت کے متعلق قول
۲۸۱	مر بخوبی اور قول مخصوص۔	۲۹۰	امیر معاویہ کی شراب نوشی فتن اور مصیبت
۲۸۲	علامہ کے استدلال "یاد رہئے کہ ایک طرف تو وہ لوگ جو حوت فتنے والے دھرمت ہو رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کے ایمان پا فراز ان کا بھی خاتمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول مertil نے اپنے شاگردوں کا تجلیہ اور تخلیہ کر دیا ہے اور ان کے گلوب پاک ہو گئے کی خوبیت پر ایک نظر۔	۲۸۳	علامہ کے استدلال "اگر امیر معاویہ کی خطاوے مکر تھی تو ان سب صحابہ کی بھی تھی جو آپ کی صیبت میں تھے خواہ بقول آپ کے وہ پیغمبر رضیٰ کے حقیقی مخالف کیوں نہ ہوں یا یہ سب صحابہ کے زمرہ سے خارج کر دیجئے جائیں گے" کی تحریث اور اس کی تحقیقت پر ایک تقدیمی نظر۔
۲۹۰	امیر معاویہ اور ان کے قبیلین کی بیت کافر ق	۲۹۱	اوہ اس کا نتیجہ۔
۲۹۱	جگ جمل وجگ مسلمین کا فرق۔	۲۹۲	تعقیب پر متعلق ہے حدیث "من رأى منكم منكر الشع" (مفہوم قتل الخطاب)۔
۲۹۲	حضرت علی مرتفعی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فضلی و فضل معاویہ کلامہما فی الجدید" کے واقعی محتوى اور امیر معاویہ پر اس ارشاد کا اثر پڑنے کی بحث۔	۲۹۳	علامہ کے استدلال "علوم نجیس حضرت علام اس بحاست صحابہ کی شان میں کیا فرمائیں گے جو جانشین (علیٰ و معاویہ) میں سے کسی طرف سے تھے بلکہ متوفی تھے اگر امیر معاویہ کی پیغمباری مکر تھی تو مکروہ کیوں کر صحابہ کا توفیق نہیں پڑے۔ کیا ان معاویہ نے حدیث نبوی نجیس کی تھی "من رأى منكم منكر الشع" الخوبیت پر ایک نظر۔
۲۹۴	حضرت امام حسنؑ کی شہادت اور امیر معاویہ کی اس میں شرکت پر ایک تقدیمی نظر	۲۹۵	بیٹھ مخلق پر ایضاً امیر معاویہ فتنے والے
۲۹۵	بیٹھ مخلق پر ایضاً امیر معاویہ فتنے والے	۲۹۶	بیٹھ مخلق پر ایضاً امیر معاویہ فتنے والے
۲۹۷	بیٹھ مخلق پر ایضاً امیر معاویہ فتنے والے	۲۹۸	بیٹھ مخلق پر ایضاً امیر معاویہ فتنے والے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۵	بیکث متعلق شراب و خوار اس بحث کا شوت لطفاً شراب اس وقت بھی موجود رہے گا اور میں متعلق تھا اور شراب اس وقت بھی رام بھی جائی تھی۔	۳۰۱	و عاء بد در حق امیر معاویہ ”و تربت بعینک و عقری حلقوں ”اور ”لا ایش الله بعله“ کافر۔
۳۶۶	شراب و شراب شام و شراب ملٹش کا فرق اور اس کی بیکث کہ متعلق شراب شام حلال نہیں۔	۳۰۲	امیر معاویہ کی ”ابن“ ہوتے پر ایک تھیڈی نظر۔
۳۶۷	علماء کے استدلال کی تقویت کا شوت خود امیر معاویہ کے جواب سے۔	۳۰۳	حقیقی متعلق یہ حدیث عبد اللہ ابن بیدہ
۳۶۸	علماء کے استدلال ”شراب مکر جرام انداز ہے اس کو مت خوان پر ملی الاعلان اس وقت کس کی ہست تھی کہ چیز“ کی حقیقت۔	۳۰۴	بادشاہ شراب لوثی امیر معاویہ۔
۳۶۹	علماء کے قریب دھرم کار پیئے کی کیفیت۔	۳۰۵	حقیقی متعلق پر دو احادیث توکر۔
۳۷۰	حسن ابن داود مردوزی کی حیثیت اور ان کے مدلیں کے اقوال۔	۳۰۶	عبد اللہ ابن بیدہ کی حیثیت اور ان کے محلیں کے اقوال۔
۳۷۱	حسن ابن داود مردوزی کی حیثیت اور ان کے مدلیں کے اقوال۔	۳۰۷	حسن ابن داود مردوزی کی کیفیت۔
۳۷۲	علماء کا استدلال کہ ”ذکر حضرت بریڈہ“ کو درد سکر کی عالت پر ایک نظر۔	۳۰۸	بڑ جانی کی عالت پر ایک نظر۔
۳۷۳	تو آپ چیزیں طلب الفقدر حمالی ... کیا امیر معاویہ کے نقش میں وہ بھی شریک ہو گئے“ کی تقویت۔	۳۰۹	بیکث متعلق یہ جرح و تحریک۔
۳۷۴	علماء کا استدلال اور کیا یہ ممکن ہے کہ امیر معاویہ جو بقول مصنف بلاسٹے حماہی رہ چکے پھر بھی اور اسیں اکتب بعد کتاب اللہ خواری و مسلم اور دیگر احادیث کی کتب میں اُن اہم امور شریعت کے روایتی ہوں جن پر نہ ہب اہل سنت والجماعت کا دار و دار ہے ”کی تقویت۔	۳۱۰	قدرتیہ الرادی کی عبارت پر علماء کا غلط استدلال۔
۳۷۵	منہدم امام احمد بن حنبل کی حیثیت اور علماء کے اس امراض کی تقویت کہ یہ حدیث اس لئے قابل تقبل نہیں کہ منہدم امام احمد بن حنبل حنبل میں واقع ہے۔	۳۱۱	منہدم امام احمد ابن حنبل کے متعلق علماء کی روایت۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۱	امیر حاویہ کو چاہئے کی آخوند اور سب سے زائد پرواز تک روشن اور اس کی حقیقت تحقین متعلق حدیث ام ہائی (س ۱۸۷)	۳۲۰	سحاویہ کو زادہ عطا کرنے کی وجہ اور اس پر علاس کا غلط استدلال۔
۳۲۲	مشاجرات صحابہ میں کافی سان کے عکم کی عملت اور تغییل و تشتہت سے اس کا حل۔	۳۲۱	صاحبہر کو فضیلت اور تشتہت کا معیار قرار دیا جاسکتا ہے یا انہیں اس کی بحث۔
۳۲۳	احادیث حضرت ابن عباس مردیہ خواری (س ۲۰۰) فعل الخطاب کی بھگتی۔	۳۲۳	عبداللہ بن مبارک کے مقول کا حلیل غبیوم اور علاس کا اس پر غلط استدلال۔
۳۲۴	لطفیت کے معانی و ملکیم حدیث دوم میں اور لطفیت کے معانی اور اس کے علائق شاہد (س ۱۱۰) فعل الخطاب۔	۳۲۵	عبد الرحمن صاحب کا ارشاد۔
۳۲۵	پایہ رواۃ حدیث اول۔	۳۲۵	تحقین متعلق پر حدیث اول "اللہم علمنا الحساب الكتاب وقه العذاب" جس کا اس کھنکہ پر جوالہ ہے۔
۳۲۶	پایہ رواۃ حدیث دوم۔	۳۲۶	تحقین متعلق پر حدیث ابو اوریس خوانی مردیہ ترمذی (س ۲۰۰) فعل الخطاب
۳۲۷	پایہ رواۃ حدیث۔	۳۲۷	تحقین متعلق کے علائق حدیثین کی رائے۔
۳۲۸	ال حدیث کے علائق حدیثین کی رائے۔	۳۲۸	حضرت ابو موسیٰ ابی حیثون کی حیثیت اور اس کی بحث کہ کس حدیث کی اس پر استدلال چاہئے۔
۳۲۹	تغییر الہمان کا پایہ اور اس کی حیثیت اور اس پر کس حدیث کی استدلال چاہئے۔	۳۲۹	کھوش و ملاوی کی رائے اس حدیث کے حل۔
۳۳۰	عوف بن ابی کے مقولے متعلق تغییر الہمان کی عبارت اور ملاس کی پر کدوی بحث۔	۳۳۰	صوات عزق کی عبارت کی واقعیت اور تحقیقت پر ایک بخشنہ بحث (س ۱۱۲ و ۱۱۳) فعل الخطاب۔
۳۳۱	تحقیق مال نیستہ ہے غزوہ حسین اور اسی صاحب کی عبارت پر استدلال کس حدیث	۳۳۱	بجٹ اس امر کی کہ تقدیم شاہد اصریح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۲	کی اجازت دینے کی اصل وجہ۔ علام کی اس رائے پر کہ بخاری اور مسلم کی احادیث پر بخشن اس وجہ سے تحقید نہیں کرتے چاہے کہ وہ بخاری اور مسلم میں ہیں ایک نظر اور حقائق علماء کا اس مسئلے کے حقوق طریقہ۔	۳۶۳	اور اس کیلئے کون شرائط کی پاندھی ضروری ہے۔ جن مصنفوں کو علماء نے تحدی کے عوالہ سے ہجروح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے سماں کی رائقی دلیلیت۔ (۱) خطبہ خوارزم احمد بن محمد موفق الدین خطیب۔
۳۶۳	علماء مولیٰ اہم جواہر کے حقوق علماء جزو و تحلیل کی رائے۔	۳۶۴	(۲) ابن تیجیہ صاحب معارف۔ (۳) وشام الگنی۔
۳۶۴	(۲) بحث تحلیل پر غزوہ توبک اور علام کے اعتراض کی تحریکت۔	۳۶۵	(۴) سعوی۔ (۵) ظہبی۔
۳۶۵	معیار فر اصبہ پڑا غزوہ توبک اور علام کی تحریر اور اس معیار میں مشاہدہ۔ والغزوہ توبک کا حضرت جناب امیر علماء السلام کی تفصیل سے گمراحتی سی واقعہ حضرت موئی وہارون۔	۳۶۶	(۶) دینی۔ (۷) صاحب روضۃ الانباب۔ (۸) خطیب۔
۳۶۶	علام کے لئے اعتراض کا جواب خواہ حضرت صلیم کے زبان نیشن بر جان سے۔	۳۶۷	(۹) اہن عساکر۔
۳۶۷	(۳) بحث تحلیل پر تبلیغ سورہ نور وہاد و تحریکت اعتراض ملام۔	۳۶۸	(۱) بحث تحلیل پر سالیمانی فی الاسلام اور علام کے اعتراض (تسبیح روافض) کی تفصیل۔
۳۶۸	روافض اور اسلام ملت و اجتماعات کے سلسلے کا فرق اس والحدہ کے تحلیل۔	۳۶۹	حضرت علی سرفی کرم اللہ وجہ کے سابق الاسلام ہونے کے حقوق علماء کے توہان۔
۳۶۹	(۵) بحث تحلیل پر والغزوہ سدۃ النباب اور علام کے اعتراض (تسبیح روافض) کی تفصیل۔	۳۷۰	(۲) بحث تحلیل پر والغزوہ سدۃ النباب اور علام کے اعتراض (تسبیح روافض) کی تفصیل۔
۳۷۰	حضرت علی کرم اللہ وجہ کا دووازہ پندت کرنے اور آپ کو سجدہ شیب باش ہونے	۳۷۱	حضرت علی کرم اللہ وجہ کے سابق الاسلام ہونے کے حقوق علماء کے توہان۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷۵	صاحب کی شرائط۔	۲۸۷	فرق مائن افضلیت و خلافت پلا فعل
۳۷۶	(۹) بحث متعلق پر القسم فتوح طاس =	۲۸۷	(اویت خلافت)
۳۷۷	بحث متعلق دلیل فوک و نسبت اخراج علامہ	۲۸۷	اویت بالحرف، اویت بالجس کا فرق اور اس
۳۷۸	سلک و فرض متعلق و اخراج فوک۔	۲۸۸	کی بحث کہ بحث افضلیت میں یہ دونوں
۳۷۹	بحث متعلق پر بیعت سیدنا بنی ساعدة اور علامہ کے اخراج کی تعریف۔	۳۹۰	وقعہ جو الداع کے متعلق شاہ عبد العزیز
۳۸۰	عہارت فعل الخطاب اور احسن الاتکاب کاموازت۔	۳۹۱	صاحب کی رائے اور اعلیٰ منصب و اجماعات کا مسلک۔
۳۸۱	(۶) بحث متعلق پر القسم مبالغہ و لغویت اخراج علامہ۔	۳۹۲	(۷) بحث متعلق پر القسم مبالغہ و لغویت اخراج علامہ۔
۳۸۲	بحث متعلق پر اخراج علامہ کے حضرت علی مرتفع کرام اللہ، جوہ بھی قلم جنگیر و عین آنحضرت مکفر خلافت میں دوڑا ڈوب پر فرمادے ہیں (ص ۲۴۳ فعل الخطاب)	۳۹۳	معیار رواصم متعلق پر آئی مبالغہ اور علامہ کی تحریر اور اس معیار کا تحقیق۔
۳۸۳	علامہ کے اول اخراج کی تعریف۔	۳۹۴	(۸) بحث متعلق پر آیت قطبیر و لغویت
۳۸۴	= = = = =	۳۹۵	اخراج علامہ سلک اعلیٰ منصب و اجماعات و اقوال علماء دربارہ ارزوال اس آیت کے۔
۳۸۵	ماں و میر کی رہامت اوس وقت کے واقعات پر ایک اچھا نظر۔	۳۹۶	بک شفیق، آفت علی خبر و انت على مسلمک۔
۳۸۶	جاتب ایک اور حضرت ابو گردیز کی مفتکو جو بیعت کے وقت اکابرین صحابہ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں ہوئی تھی	۳۹۷	بحث متعلق پر عہارت شہادت نامہ حافظ شاہ علی اور قلندر جس پر عالم نے استدلال فرمایا ہے اور کیفیت لغویت استدلال علامہ سلک حافظ شاہ علی اور قلندر متعلق پر آیت قطبیر۔
۳۸۷	اخراج علامہ پر عہارت احسن الاتکاب (ص ۲۷۶-۲۷۷ اور اس کی تعریف۔)	۳۹۸	(۸) بحث متعلق پر آیت مودت و لغویت

صفحہ	مضبوط	صفحہ	مضبوط
۳۰۴	استدال اخلاق ہے۔	۲۹۷	کی وعید کا اطلاق صحابہ پر نہیں، وہ اس کی بحث اور ان دو مقولوں کی حشیثت جن پر اس بحث میں ملاستہ استدال اخلاق ہے۔
۳۰۵	(۱) استیصال کی روایات اور جس واقعہ سے پیدا ہتھیں ہے۔ اس کی حیثیت۔	۲۹۸	بھارتی امارتی اور قل مقول۔
۳۰۶	(۲) علامہ کے اس اجتہاد کی تقویت کہ بیعت و درجیہ واقع ہوئی تھی اول خفیہ تھی اور درجیہ تھی عام تھی۔	۲۹۹	علامہ کے اس اجتہاد کی تقویت کہ بیعت و درجیہ واقع ہوئی تھی اول خفیہ تھی اور درجیہ تھی عام تھی۔
۳۰۷	علامہ کی عقلي دليل (منف ۱۳۹ فصل اخلاق)	۳۰۸	کیا "حضرت علی کرم اللہ عزوجل" یہ کہتے تھے کہ چونہین سب جمود و محبت ناز شہوت میں حضرت ابو بکر کے پیچے نہ شریک ہوئے ہوں واثق رہے کہ خیر القردان میں دو جمود میں شرف نہ ہوئی تا نامنکانات سے تھا" کی تقویت۔
۳۰۹	امیر محاویہ کی سب میں مشغول رسمیت کے تعلق طامہ کا قبل۔	۳۱۰	امیر محاویہ کو ان احادیث کی وضیہ سے پچائے کی کوشش ہو تھیں پرستہ صحابہ و اور ہوئی ہیں اور علامہ کی عقلي دليل دروازہ کار ہدیہ کی حیثیت۔
۳۱۱	فصل اخلاق صفحہ ۱۵۵ پر علامہ کی رائے اور دین کی جیسی احادیث کی ملی میثیت۔	۳۱۲	(۱) امیر محاویہ صحابی شے اور سنت لسان کے اصول کے مباحثت ان کی سب کرنے پر تقدیر کرنا چاہئے اس کی وجہ۔
۳۱۲	علامہ کی رائے اور دین کی جیسی احادیث کی ملی میثیت۔	۳۱۳	(۲) احادیث تعلق پر سب صحابہ اور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
خَامِدًا لِلْكُفَّارِ مُصْلِيًّا وَمُسْلِمًا

حضرت علی کرم اللہ و جہکا جعلی اسلام اور مسلمانوں سے ہے وہ ایسا نہیں کہ جو کسی فرد سے پوشیدہ ہو اور برواتیازی اور انحصاری شان آپ کو ہمیلت اظہار دا جلد صاحبہ میں حاصل ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں آپکے فضائل اور مناقب میں جواہار دشیج ہیں وہ کتب احادیث میں بھی موجود ہیں۔ ارشاد امام احمد و شافعی وغیرہ:

ما جاء لاحد من اصحاب رسول الله صلى الله وسلم من الفضائل ما جاء
على بن ابى طالب رضى الله عنه
آخر ستر صلى الله عليه وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے اس قدر نظر انہیں آئے جتنے کہ
حضرت علیؑ کے

میر امداد ان طروہ کے لکھنے سے یقین ہے کہ میں بھی کچھ لکھ کر اپنا نام مصطفیٰ کے زمرہ میں لکھوادیں ہاں اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ حضرات جو اپنے آپ کو نی طاہر کرتے ہیں اور جنہوں نے اپنے کسی ہونیکا معاشر تنقیص جتاب امیر والہیت اطہار متقد کر رکھا ہے اگلی خدمت میں یہ گزارش کروں کہ وہ اس فعل مذہوم سے باز آئیں اور اپنے آپ کو اس قابل تو سمجھیں کہ انہی شور و حساب امت محمدیہ میں ہو سکا اس لئے کہ حضرت علی کی تنقیص کنارِ حقیقت آنحضرت علی اللہ عالیہ وسلم کی تنقیص کرتا ہے حضرت علی سے بعض رکناء علماء نقاق سے ہے اور آپ کو تکلیف دیوار رسول اکرمؐ کو تکلیف دیتا ہے ملا طاہر ہوں۔ یہ چرا ہادیث:

(١) حدیث شغل پرست: - من سب علیاً فقد صبئی و من صبئی فقد سبَ الله
آخر جده احمد من ام سلمة والحاکم صححه (١) (کنز الدالین ۴۵۲).

۱۔ جس نے علی کو گافی دی اس نے مجھ کو گالی دی؛ وہ جس نے مجھ کو گالی دی اس نے اندھ کو گافی دی۔

(۲) حدیث سلطان پر ناق : - قال لعلی لا يعجك الامر من و لا يعجوك الا

منافق (۱) (ترمذی و سنائی و ابن ماجہ برداشت احمد بن حنبل و تبریز جلد ۱ ص ۱۵۸، ۱۶۸)

کما نعرف المخالفین ببغضهم علیہا (۲) (ترمذی برداشت ابو حیان خدیجی و ابن حجر و رضا قب برداشت حضرت جامہ ریاض انصار ۲ ج ۲ ص ۲۳۷)۔

(۳) حدیث متعلق بادالت : - من آذی علیا فقد آذالی و من آذانی فقد آذی الله (۳) (کنز الہمال برداشت احمد و مسلم ج ۲ ص ۱۰۶)

ان احادیث سے صاف پڑھا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کا مرتبہ گھٹائے والا اور ان کو برائی کرنے اور اذیت دینے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

بنی امیہ کے دور حکومت میں امیر معاویہ نے شرائط بیعت میں پیش رکھیں کہ جناب امیر علیہ السلام پرست کیا جائے (صلح الفرید ج ۲) اسکے بعد زدیک بغیر اس کے بیعت مستند اور قابل جنت نہیں ہو سکتی تھی امیر معاویہ نے حضرت محمد انہی وقار سے بھی یہ فرمائیں کہ تو (ما منعک ان تسب ابا تراب (۴)) ابو تراب پرست سے تم کو کس نے منع کیا (سلم شریف) بنی امیہ کے دور حکومت میں ہماری یہ صورت حضرت عمر بن عبد العزیز کے وقت تک جاری رہی (تاریخ اندیشہ دریہ) پھر ان جملہ ادل اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام وہ لوگ جو کسی طریق پر بھی بنی امیہ کے ذریعہ شرعاً منصب میں سے بھتے تھے اور ایک بعد کی تلوں میں بھی بھی جذبہ کام کرتا رہا اور ان لوگوں نے تمام ایسے لوگوں کی تردید و مخالفت کو اپنا فرض مخصوص سمجھا جنہوں نے ذریعہ اپنی زبان یا قلم سے جناب امیر یا اہلیت اہلیاً کے متعلق کوئی حق بات کہنے یا لکھنے کی حرمت کی جانتا تھے یا وہ جو احمد اور ماذاب بھی ایسے نقوش موجود ہیں کہ جو اس جذبہ سے متاثر ہو کر معیار مسیحی ترقیں حضرت علیؑ اہلیت اہلیاً رکھتے ہیں۔

۱۔ اسے علیؑ کی نسبت دکھی کچھ پوری اور قسم سے بغض کیا گیا مانیں۔

۲۔ مذاہلین کی شاعت ہم حضرت علیؑ کے لفظ سے کرتے ہیں۔

۳۔ جس نے علیؑ کا وصیت دی اس نے بھکرا ایسے دی اور جس نے بھکرا ایسے دی اسے اللہ کو ایسے دی۔

۴۔ ابو تراب پرست سے تم کو کس نے منع کیا۔

جناب امیر کے تعلق حقیقت میں سات گروہ تھے گریٹس نے ان میں سے عین گروہ سے لئے ہیں جن کا اس کتاب سے تعلق ہے۔

اب۔ ایک گروہ وہ تھا جو امیر معاویہ کا قیام ہوا اور جناب امیر کے پرانے کمپنے کو اپنا فرض نہ ہبی سمجھا یہ گروہ ناصی کے نام سے مشہور ہوا۔

۲۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو جناب امیر کو تمام صحابہ سے افضل سمجھ کر فضلہم علی ترتیب الخلافۃ (۱) کا قائل تھا حضرات شیخین و حضرت عثمانؓ کی مدح و شاکریتا اور ان کے فضائل و کمالات کا صرف تھا یہ گروہ تفضل یا شیعہ کے نام سے مشہور ہوا۔

س۔ تیسرا گروہ وہ تھا کہ جو حضرات شیخین اور حضرت عثمانؓ کی تعمیص کرتا اور ان پرست و شرم جائز سمجھتا تھا یہ گروہ روا فضل کے نام سے مشہور ہوا۔

ان میں سے اول و سوم گروہ کے اقوال و افعال قائل جنت و مندیں سمجھے جائے گردوسرے گروہ کے لوگوں کے اقوال و افعال تعالیٰ اسناد ایں اور بحث ہیں جب تک انکی اقراء و تقریبہ ثابت نہ ہو جس سے مصنف یا نورخ کا شمار گروہ اول یا گروہ ثالث میں ہو جائے اس وقت تک اس کے تسانیف اور اقوال سے سند لی جاسکتی ہے اور یہی معیار حقیقت ملادہ اور بحدیث کا معلوم ہوتا ہے۔

احادیث میں جس قدر احتیاط برتنی گئی ہے وہ ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے کہ جو عدول و صدق و ثقہ نہ ہو راویت حدیث کا شمار نہیں بھی گئی اور جس حدیث کے رواۃ میں کوئی ایسا شخص آیا ہے اس کی روایت کو قبول کرنے سے علاء و عدالت نے گریز کیا ہے۔

اس بحث کی توجیح صرف دو مثالوں سے اس وقت کی جائی ہے عذری اہن نایت و اہن اہن تخلیب کوئی کا شمار شد حضرات میں تھا مگر حدیث اہن نایت سے شعبہ نے (جو مشارک سیار اہل حدیث سے گذرے ہیں جن کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا خطاب دیا گیا تھا) روایت حدیث کی پہاہان اہن تخلیب سے امام احسان بن طبل و اہن نیشن اور ابو حاتم کی ایسی مقدار سنتیوں نے روایت حدیث کی ہے اگر تفضیلی عقاوہ کو رکھتے والوں پر صدق و عدل اور ثقہ کے الفاظ کا اطلاق کچھ معنوں

۱۔ تفضل بر ترتیب طاف۔

میں ہو سکتا ہے تو پھر کون ایسی بیچ مانع ہے کہ دوسرے شعبوں میں ان جرأت کے اقوال پر استدلال نہ کیا جائے۔

شیخہ کا لفظ جس پر آج بہت سے وہ حضرات جو طالبان سنت ہونے کے مدغی ہیں بکھر گئی کرتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک اتنا واقع تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو انہیں ہمیجیان اولیٰ کے طبق میں شمار کیا ہے۔ (تحدا شاہ فرید)

اگرچہ سرمیر سب کرنا عمر انہیں عبدالعزیز کے وقت سے موقوف ہو گیا تھا مگر مداراث الہبیت اور جنات امیر کے خلاف بولنا قائمی امیر نے مکدر کر دی تھی اس کا اثر خلافتے ہیں یہاں کے دور حکومت میں بھی تمباہ تھا اور اب بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ سوراں ہیں اسیہ بلا تال اس شخص پر جو قائم جناب امیر میں مشکوں نظر آتا ہو شیخہ کے لفظ کا اطلاق کر دیتے ہیں اور اس لفظ کو فرض کے ہم معنی اور ہم پایہ سمجھ کر اپنے نزدیک اس کی تقریر و تحریر کو لائق استدلال نہیں سمجھتے ہیں وہ حقیقت شیعیت ہد صدقی و دو عمل نہیں جس جذبہ کو اس پر وہ میں پوشیدہ رکھتے کی کوشش کی جاتی ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ جناب امیر کے فضائل ناصی گردہ کی طبق کے بیچ نہیں اتر جتے اور وہ یہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ اسیہ معاویہ اور بیت امیر کے دامن کو صاف اور بے عیب فلایہ کرنے کیلئے اب بھی ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسی غلط راست پر چلے جائیں جو اسکے حقوق میں نے اختیار کیا تھا ورنہ نہ وہ نثارت جس کی بنیاد بھل جو اپر ہے قطعاً جاہ و برہا ہو جائیں اس جذبہ کے ماتحت بہت سی متفقہ رسمیتوں پر شیعہ ہوئیکا الزام لگایا گیا امام شافعی اسی جذبہ کا لفڑا ہوئے امام شافعی کو حضرت علی اور الہبیت الہبیار سے حب و رکھنے کا تینجہ یہ للاکرتوں نے ان کو شیعہ کہ کر ان سے روگرا فی شروع کی جس کا اعلیٰ ہمارا فہرمن نہ اپنے اشعار میں بھی کیا ہے۔

قالوا تولیت فقلت کلام لکن تولیت غیر شک	ما الرفض دینی و لا اعتقادی خیر امام و خیر هادی
ان کان حب الولی رفضا فاتنی ارفض العبادی (۱)	

ان کان رفضاً حب آں محمد فلیتھدالنقولان انی رافض (۲)

می امری کے در حکومت میں حضرت علی کا نام بھی زبان پر لانا خالی از خطرہ شرعاً معتبر است و شتم کو بہر جاری رکھنے کا تجویہ ہوا کہ جو تلوپ حضرت علی کی عظمت اور فضیلت کے قائل رکھنے والے بھی قریز اور مصیبت سے بچنے کیلئے بجائے خود خاموش تھے۔ حضرت علی کرم اللہ دینہ سے روایت حدیث کرتا بھی جرم تھا حضرت حسن بصری سے جو نکلگوی وسعت میں عصیدہ سے ہوئی تھی وہ اس بات کی واش دلسل ہے یوسف بن عصیدہ نے حضرت حسن بصری سے یہ پوچھا تھا کہ وہ آنحضرت سے بالا داسٹکوں حدیث بیان کرتے ہیں جبکہ انہوں نے رسول خدا کا زمانہ نہیں پایا جس کا جواب حضرت حسن بصری نے یہ دیا تھا کہ جب میں قال رسول اللہ کوں تو کبھی لا کہ میں اس حدیث کو حضرت علی سے روایت کرتا ہوں قال رسول اللہ اس وجہ سے کہد چاہوں کہ حضرت علی کا نام زبان پر لانا خالی از خطرہ نہیں (ادرار الحلم ۴۳۷۰ میں متعلق از تذہب الکمال براءۃ الی شیر) اسی چذبہ کے باعثت امیر معاویہ نے عبد اللہ بن عاصی کو حدیث بیان کرنے سے روک دیا تھا کہ وہ ہناب امیر کے فضائل سے متعلق احادیث بیان نہ کر سکیں (مسند امام ابن حیان بیہقی صدر)

درج حضرت علی کرم اللہ دینہ جو ذات ان حضرات کے نزدیک بہت بڑا جرم قرار یا لوگ تو انکی ہستیوں کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے جو جناب امیر پرست کرنے کیلئے تیار ہوں جو راہن عدی اپنے مسجیب الدیوانت صفائی اور اسکے ساتھیوں کی شہادت کا حکم امیر معاویہ نے اسی سبب نہ کر سکی وجہ سے دیا تھا (ترجمہ ابن طلدون ج ۵ ص ۲۲۳) جہاں کسی شخص نے حضرت علی یا حضرات صنین کے متعلق کوئی حق بات کیا یا امیر معاویہ کا کوئی واقعی صوب ظاہر کیا تو پوری حضرات تمام اسکے احوال و افعال کو ہر یعنی طریق سے مشتبہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے غرض کران حضرات کی عطا جوں سے محدث امام فقیر مؤخر سب ہی وقت انہی مطلعوں بنے۔

یا امر مسلم ہے کہ کتنی تھی اچھی چیز کیوں نہ ॥ جب انکی برائی کسی کے سامنے برآہ بیان کی

(مختصر فہد ماضی)۔ لوگوں نے کیا تم راشن ہو گئے ہوئے کہا ہر کائن، خرض دینے اور این ہے ناقہ نہ گر جیکہ جس سی بھریں امام نہ اپنے کی باری کو درست نہ کروں اگر تم دینی کی بھت کوئی نہیں کیتے تو وہ لوگوں چنان ہاگر کوئی کہتا ہوں کہ میں سب سے بڑا افسوس ہوں۔ اگر کوئی محسن ہے تو وہ جیان والے اس سارے کوچھ ان لیں کر میں افسوس ہوں۔

جائے گی تو کچھ دلوں کے بعد سنتے والے کے میلادت برگشیدہ ہو جائیں گے بالکل بھی صورت بری چیز کی بھی ہوتی ہے کہ سنتے سنتے آری بری چیز کو اچا کھکھنے لگتا ہے جناب امیر معاویہ کے معاملہ میں بھی بھی صورت واقع ہوئی کہ جو چیز راتی اور را قیمت سے کو سول درجی (یعنی سب و تتفقیں جناب امیر کو) وہ آج ایک گروہ کو حقیقت کا دھوکا دے رہی ہے (نحوہ بالفہ من ذلک) اور جو چیز بھت سیب تھی (اموال امیر معاویہ) بعض حضرات کو ہر تن واحد نظر آرہی ہے۔

جناب امیر کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہوئی تھیں ما جا لاحد من اصحاب رسول اللہ من الفضائل ما جاءه لعلی این ابی طالب رضی اللہ عنہ (فضائل میں سے کسی ایک صحابہ کیلئے ایسے فضائل نہیں آئے چیز کہ حضرت علیؓ کیلئے آئے) اس لئے تبعین امیر معاویہ یعنی اسی نے ایک کوشش پختلہ ہوا خواہی یہ بھی کی کہ امیر معاویہ کو خوش کرنے کیلئے جناب امیر کے فضائل میں جو احادیث تھیں انکے مقابلہ میں حد شیخ و ضع کا شروع کیں جس کا تیجہ یہ ہوا کہ اب پہلیں اسی حدیث میں گی کہ جسکے مقابلہ ان حضرات نے کوئی حدیث امیر معاویہ کے تعلق نہ وضع کر لی ہو جسکے مقابلہ خود امیر معاویہ کا مقولہ فان هذا احب لی و القل لعینی (یہ میرے لئے بہت زائد محبوب اور میری آنکھوں کو خندک ہو تھا نہ ولی ہے) موجود ہے (اصحاح کافی) اس کی تائید علامہ ابن جوزی کی اس روایت سے ہی ہوتی ہے جو انھوں نے عبد الشافعی امام احمد بن حبل سے کی جس میں امام احمد نے اپنے صاحبزادے کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ حضرت علیؓ کے دشیں بہت سچے ان سب نے جناب امیر میں عیوب ملاش کئے جب اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس کی طرف متوجہ ہوئے جو حضرت علیؓ سے راجحا (امیر معاویہ) اور خوب اچھی طرح اس کی اور دوسرے لوگوں کی تعریف میں عبارتیں وضع کیں اور ان کو حصہ نظائر کیا تاکہ حضرت علیؓ کے ساتھ مکاری کریں یہ تغیر الفاظ یہ اقدح صوات عن عرقہ میں بھی درج ہے تمثیلاً دیک ایک الکی عمارتیں (جو اس طرح وضع کی گئی تھیں) ناظرین کے سامنے فیض کی جاتی ہیں۔

احادیث و فضیلیت جناب امیر
عبارت ہر جواب میں وضع کی گئی
اور اس کے متعلق حدیث کی رائے۔

اسیا علی انت صفتی و امینی
الاماناء عند الله ثلاثة انا و جبريل و معاویہ
(اخرجه النسائي) اے علی تم برگزیدہ و
ایمن خدا زدیک تین ہیں میں اور جبریل اور
معاویہ۔ ایمن ہو۔

۲. علی امینی خداً يوم القيمة
ادعو لی معاویہ فانه قوی
امین، میرے لئے معاویہ کو بناو وہ قوی
امانت دار ہیں
علی کل قیامت کے روز میرے ایمن ہوں
گے۔
محمدین کی رای

- ۱۔ موضوع (ذکرۃ الرضومات فی مکان ظاهر)
- ۲۔ موضوع (شرح سن العادات فی عبودیت محدث
دولی)
- ۳۔ موضوع (آلی سنوار ملادہ سیدی و مرضومات
شکافی)

۳۔ صاحب سوی علی بن ابیطالب
پیرستہ رازداری ایک اپی طالب ہیں۔
لافقد احمد امن اصحابی غیر معاویۃ
آنحضرت نے فرمایا کہ بروز قیامت میرے اور
سب روس بن امی مفہیان لادا شماون
عاماً مجھل جائیں گے تو معاویہ سے ستر (۷۰) یا
ایک (۸۰) برس کے بعد ملاقات او سهیں عاماً
تم بقیل الی علی نافعہ ہو گی وہ ایکس ناقہ پر ہو گا
جو ملک اذفر سے ہا ہو گا من المسک
الاذفر عشوہا من رحمة الله

لور پیٹ میں رحمت خدا بھری ہوگی اس کے
قوانینہ من التبریز جد فاقول ان کفت
چاروں پاؤں تبریز کے ہوں گے میں من
لماں عاماً لیقول فی پر چھوٹ گا کاستنے ون
کبار ہے تو کہے کارو صدۃ دامت عرش ربی
عرش رب الحضرت کے ایک گوش میں خدا سے
سرگوشی یا ناجیتی و ناجیہ کرتا تھا اور ڈالپاہارا ز
محستے کہد بالحقا۔

محمد شیر کی رای

- ۱۔ موضوع (خلیل نے کہا سنادا کے ہاٹل میں)
- ۲۔ موضوع (ذکرہ مخصوصات برو طاہر قمی م ۱۰)
- ۳۔ موضوع (مخصوصات مطابق شوکانی م ۱۲)
- ۴۔ موضوع (شرح مسلم احادیث فتح العبدان صحت
(خطی))

تبیین ہی اسیہ جو وضع حدیث میں سرگرم تھے ان میں سے مطلب بن الی صفرہ بھی تھا ہو
دولت امیریہ کا مشہور پہ سالا رحیما (تاریخ ابن علیون)
پہنچتی برص کے بعد جب امیر معاویہ کے ہوا خواہوں کو اس کا احسان ہونے لگا کہ وہ لا کر
امیر معاویہ کو بڑا میں مگر بکھدار اشخاص مذاقب فیر شہزادہ امیر معاویہ کو جناب امیر کے مذاقب شہزادہ
کے مقابل میں قول کرنے کیلئے تاریخی شب انھیں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جذبہ ناصیحت
کے اظہار کیلئے وہ امیر معاویہ کو اور زیادہ بلند مرتبہ پر بیجا لائیں (یعنی صحابی ہوئی کامعز نسبتہ عطا کریں)
اور اسکے بجائے کسی اور مقدار حسی کو بھی حضرت علیؑ کے مقابل لائیں (اور اس مقدار حسی کی تحریف
کے پردہ میں اپناری بخار جناب امیر کے خلاف نکالتے رہیں)

اس میں تک نہیں کہ حضرات تھیمین و حضرت علیؑ کو جناب امیر کے مقابلہ میں لائتے میں

اور امیر معاویہ کو محابی رسول کا محرز مرتبہ عطا کرنے میں ان نامی حضرات نے اپنے مغل فساد کے کمال کا ثبوت دیدیا اس لئے کتاب اہل سنت و اجماعت کے طبقے کا اکثر فروادگی بالتوں کو سنن اور ان کی حمایت کرنے کیلئے آمادہ و مستعد ہو گئے تھے اور رکھنا چاہئے کہ اہل سنت و اجماعت کے نزدیک فضیلت شیخین تحقیق و سبب جناب امیر کے ہم میں نہیں ہے اس لئے پر امر بیشش پیش نظر رکھنا چاہئے کہ حضرات تحقیق ہناب امیر علیہ السلام کو بہ پردا فضیلت حضرات شیخین خاہر کرتے ہیں یا کریں وہ اہل سنت و اجماعت سے نہیں بلکہ ان کی تعریف ہاصی کے جامع اور مانع الفتن سے ہوتی ہے ایسے ہی لوگوں کے قول سے جوئی امیر کے شاہزاد اقتدار سے متأثر ہے اور جھوٹوں نے اپنی زبان اور قلم کی تمام کوششیں نی امیر کی بجا طرفداری میں صرف کیں اس گروہ کے حضرات اب بھی استدلال کرتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وحده کی ذات مبارک کو خواہ تو وہ قابل بحث قرار دیتے ہیں۔

رافضوں کے مقابلہ میں اس گردہ نے جناب امیر کی ذات القدس میں میوب نکالنے کی کوشش کی اور جب وہ میں ناکامی تھیں تو آپ کے مناقب اور فضائل کو ایک حقیقی معیار سے پست اور بہت پست کر تکلی تحریری و تقریری کوشش کرنے لایا اور کافی حضرات شیخین و حضرت عثمان و ریگ صاحبہ کہار کی تعریف و توصیف سن نہیں سکتے اور انکی خدمت میں گستاخانہ پیش آتے ہیں اس کا جواب ان حضرات نے یہ سوچا کہ جناب امیر کی خدمت میں گستاخانہ پیش آئیں اور آپ کے فضائل اور مناقب سے انکار کریں یہ طریق جنگ کپلانگ معمول اور پسندیدہ ہے اس کا اندازہ ہر صحیح الدارج آدی کر سکتا ہے میں ہو کافر قوہ کا فرمان بولیا۔
یہ دلیل کرائیک گروہ بے ایمان ہو گیا اس لئے ہم بھی بے ایمان ہو گئے خلل دار کی کھلی ہوئی دلیل ہے

ان دلوں جناب امیر علیہ السلام کے متعلق میری نظر سے ایک کتاب احسن الالباب فی ذکر مسیح بن سیدنا ابی تراب صدف حضرت مولوی حاج ظشاہ محمد علی حیدر لکنڈر گذری اور میں نے اس کتاب کو بغور شروع سے آخر کم پڑھا دو ان مطابع میں مجھے یہ اندیشہ ہوا تھا کہ جس راتی اور صداقت سے صدف صاحب نے اس کتاب کی تحریر میں کام لیا ہے وہ ان حضرات کی آنکھوں میں

جو اپنے آپ کو برمی خود معتقد امداد و اجراءات سمجھے ہوئے ہیں اور جن کا معیار تدقیق جناب ابیر ہے کائنے کی طرح حکلستی اور مصروفی و کزاڑی حالت ان پر طاری کر دے گئی کتاب کو شائع ہوئے زائد رہائشیں گزرا تھا کہ میر اندری شیخ ناہت ہوا ایک حقیقی قابل نیستی "فضل الخطاب" کے پروردہ میں عوام کے سامنے "عزیز دن تھا کہ بریا ہے" کہتی تظریقی فضل الخطاب کا بھی جہاں تک میری قابلیت ساتھ دے سکی میں نے بغور مطالعہ کیا تبھی مطالعہ تو آگے چل کر باطن میں کے سامنے پھیل کر دن گانجی الوت اتنا عرض کرتا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کتاب لے جو لفظ، یا شاید ایسا لفظ زندگی میں مجھے کبھی حاصل ہوا ہو مرد سے کسی کا یہ شہرناہ و کاؤں میں پڑا تھا سہ

نه تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کمی دولت از گفتار خیزد
مگر جو حقیقت اس شعر میں قائم تھی اس کا میں ہمیشہ منکر دہا اور یہ سمجھتا تھا کہ یہیے شعر اور تمام مبالغہ میر باتیں کہ دیا کرتے ہیں یہ بھی انھیں میں سے ہے یعنی لغتارے سخن پیدا ہونا کیا ہیں مگر فضل الخطاب کا مطالعہ تھا بلکہ اس عسری حقیقت کا اکشاف تھا اور ہر ٹکٹکل پیچ پر کاہر پری مصنف کے نام کی آنکھیں حللاشی و تھجس ہوئیں نام کا پتہ تھا کہ میں اس عالم ہوش سے عالم سرور وہ یہ کئی میں چاہرہ اندری شیخ کتاب کا لفظ نہیں سے شروع ہونا مصنف احسن الاتخاب کو نور وہ کے لفظ سے ناٹپ کر دا آتش شوق کی بھر کانے میں اور بھی تسلی کام و رے رہا تھا ہر چند طبیعت کو عقل رہا راست دکھانا چاہتی تھی مگر بار بار تکی خیال آتا تھا کہ "تو رس" "محض سن طلب ہے جو کسی جملہ میں کی طرف سے پروردہ میں یہ سوال کر رہا ہے کہ آئیے دست طلب دراز کیجئے اور یہ میں آنکھ مجبت میں لے کر تم سے لذت کام و دن حاصل کیجئے۔ یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ کتاب میں مذکور کی میر مولف کے لئے استعمال کی گئی ہے مگر بھری بھی خیال آیا کہ یہ عربی شعر کا تنسی ہے جہاں خاطب مولویت کیلئے مذکور کا صینہ استعمال کیا جاتا ہے۔ عباس ابن احمد کا مقابلہ غالباً اسی حقیقت کے اکشاف کیلئے میں رکھا گیا ہے مگر کیا پوچھتا تھا اس طرز تحریر نے مجھ کو دہاں ہی و پچایا جہاں صرف ایک جملہ تھا اور میرا خیال شوق وصال چاہتا تھا کہ اس جملہ میں سے ملاقات ہو جس نے اپنے آپ کو ناخشم نظر وہ کے سامنے پہنچا کر رکنا پسند نہیں کیا اور میدان تصنیف و تالیف میں قدم رنج کیا گئی تو دلبی پاؤں ہر چند سمجھتا تھا کہ کسی پروردہ پوش کی دو شیزیں یوں پر وہ دری اترنا جائز نہیں ایسا نہ

ہو کہ ”دہرے گئے دل خاتم خراب کے بدلتے“ سنتا پڑے اور صفات میں یعنی سکے دینے پریں مگر وہاں عقل کی سنتا کون قائمیت کا مرکب تیرگا مرتقا اور حضرت دل کچھ عرصہ تک میں تھا اور عالم ڈیال میں اس پری پنکہ ماہ و شمس سے لطف محبت و لطف کلام مگر خدا برآ کرے تھس و جتو کا کہ جس نے فصل الخطاب کے مطابق پر آمادہ کیا ہے جیسے کتاب مطابق سے گزرنی گئی یہ سمجھ میں آتا گیا کہ جس پر دپوش کوئی نے جس طبق بجاے خود سمجھا تھا وہ اس شعر کا حصہ اتنی تکا سہ

پری نہفت رخ و دیدار کر شمع و ناز بسوخت عقل زیریت کہ ابی چہہ بو العجمی است غیست ہوا کہ بیداری جلد تھیب ہوئی اور سستے چھوٹے۔

فصل الخطاب پر اگر ایک سرسری نظر ڈال جائے تو صاف یہ پڑھ پڑھا ہے کہ علامہ (مؤلف فصل الخطاب) نے اس تالیف میں دو پہلو نظر کے کچھ ہیں:

اول غالقت نولف ”حسن الاتخاب“۔

دوم تخفیض بنایاب امیر جس کو پیشہ پر دفیلیت حضرات شیخین بمحانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اول پہلو

اکثر مواقع پر کتاب ”حسن الاتخاب“ پر اس قسم کے اعزاز اپن کے مگھے ہیں جو کسی غیر جانبدار سمجھدہ اور متن آدمی سے بہ خاپر مشکل معلوم ہوتے ہیں، علامہ کو غالباً یہ بھروسہ رہا ہو گا کہ ان کی تالیف کو دیکھ کر ہر پڑھنے والا اسی ورطہ میں جا پڑے گا جس میں مخدوہ اندامیں جتنا ہو گیا تھا جب ہوش و طرہ تحمل سے مظلوب ہو گئی تو پھر ان کی تالیف ظاہر ہے کہ تقدیم نظر کی زیر پارندہ ہو سکتی اور علامہ بالا کسی مزید مشقت کے صرف ملکیتیں و مصلحتیں میں دہرے نظر آئیں گے مجھے وہ ریکی جس اس تالیف میں کی گئی ہیں دیکھ کر بہت تجھ بہا کہ ایک طرف تو ”حسن الاتخاب“ کو محدود اکاذیب و اباظیل کہا جاتا ہے اور پھر جب درکھی جاتی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اکاذیب و اباظیل کے الفاظ شرمندہ معنی ہی نہیں۔ چنانچہ دو ایک ایسے شوونے ناظرین کے سامنے تھیں کہ دوست ہوں بقیہ انشاء اللہ کتاب پر تقدیم کے سلطان میں ناظرین کے سامنے آئیں گے صفحہ ۹۲۸۹ میں علامہ نے اس حدیث کو متکشیخ تقدیم فرمایا ہے۔

ا۔ کہ جو "حسن الاتخاب" میں امیر معاویہ کی شراب لوثی کے متعلق تکمیلی تحریکی ہے اس تحریک میں جس تحریکی سے علامہ نے اس حدیث کو مجرور حکم تکلیف کوشش کی ہے وہ نہایت ہی قابلِ افسوس ہے۔ اس حدیث کی روایۃ میں حسب قبیل اشخاص ہیں زید ابن الحباب حسین، عبد اللہ بن بیریدہ، علامہ موصوف نے حدیث کو مجرور حکم سے پرکیب اختیار کی کہ درسرے راوی حسین کے متعلق جب تحریک کرنے پر آئے تو حسین سے مراد حسین بن وردان اور حسین بن عبد اللہ مدینی کو لیکر "اسان الحبیب ان" اور "میران الاعتدال" میں جو جرجح ان دونوں راویوں پر درج تھی اس کو لفظ فرمادی ظاہر ہے کہ حسین بن وردان اور حسین بن عبد اللہ کے مجرور حکم جائیکے بعد حدیث کی حیثیت میں زین و آسان کافر ہو جاتا ہے اور جو شخص صرف "فصل الخطاب" کو پڑھنے تھر کے کام کئے اس نتیجے پر یہو خچانا گزیر ہو جائے گا کہ مصنف "حسن الاتخاب" نے بلارواہ حدیث کو چائچے ہوئے حدیث کو درج کتاب کر دیا ہے مگر قتل اس کے کہ میں علامہ کی ناہی تباہی میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود علامہ کا وہ مقولہ بھی لکھ دیں جس کو انہوں نے بطور پیش بندی پہلے ہی اسی ادیشہ میں کہ شاید اگئی تحریکت حق تین نکاح کو خیرہ نہ کر سکے خود ہی "فصل الخطاب" میں درج فرمادیا ہے، ملاحظہ ہو "دورا راوی حسین ہیں ہے جس کے متعلق اس وقت تک کہ تصریحات علما نہ کی گئی جا تکیں قیمت کرنا مشکل ہے کہ کون ہے" معلوم نہیں کہ پانچ سیل تصریحات علماء، یعنی میں کون چیز ماں تھی اور یہ کس کی ذرا مانش تھی کہ کوئی کوئی ضروری واقعیت ہو یا نہ ہو، تجھے ہے کہ علامہ کو ہا جو دعا نے عمل فضل یہ بھی احسان نہ ہوا کہ حسین ابن عبد اللہ و حسین ابن وردان ملائکہ عبد اللہ انہن بیریدہ میں نہیں ہیں اس نے اس حدیث کے روایۃ میں وہ ملاؤں نہیں ہو سکتے۔

معلوم انہا ہوتا ہے کہ علامہ کی غایت "فصل الخطاب" کی تالیف سے صرف آئی تحریک کہ کتاب صرف انہیں لوگوں کے ہاتھ میں جائے کہ جن کو علم سے کوئی متعلق شہادوں اور ان کے نزدیک ایسا لوگوں کو رہو کر دینے کیلئے یہ حلیہ بہت کافی تھا۔ اگر علامہ کا احساس طیف ازالہ جہالت کے بوجھ کو برداشت کر سکتے تو میں اتنا عرض کروں کہ اس حدیث میں حسین سے مراد حسین ابن وائد مردیزی ہیں۔ علامہ اب اگر ملاش کریں گے ان کو آسانی سے ان کا ذکر تہذیب الجہد بہ اور میران الاعتدال میں مل جائے گا۔ گستاخی ضرور ہے مگر یہ کہہ رہا ہیں جاتا کہ علامہ کو جب کسی مسئلہ میں

واقفیت نہ ہو تو انہیں چاہئے کہ ایسے حضرات کے سامنے ذاتی ادب تیکریں کہ جوان کو صحیح راست پر لے چلے کی صلاحیت رکھتے ہوں (یا نوریں ہوں)

۲۔ صفحہ ۵۳ پر علامہ نے حدیث الامانیۃ العلم و علی بابہا پر تقدیر فرمائے کی زحمت کوار افرمائی اس حدیث کو مجموع کرنے کا طریقہ بھی قابل ملاحظہ ہے علامہ نے اسی صفحہ پر ان حضرات کے امامے گرای لکھدیے کہ جوان کے موضوع ہونے کے قابل ہیں مگر اس حدیث پر تقدیر کرتے وقت علامہ پھر یہ بھول گئے کہ میدان تصنیف و تالیف میں قدموں رکھنا آسان کام نہیں ہے صحیح تقدیر کیلئے یہ ضروری ہے کہ تحریکی اس پایا کا ہو کہ دعست نظری میدان بحث کا تمام و کمال احاطہ کر سکے طفل اب تک جوان جس کی واقفیت صرف حرف اب تک محدود ہو تو اگر تقدیر کی کوشش کرے تو اس کو بجز خام خیالی اور بخیان کے اور کسی لفڑا سے موسوم کرنا صریح ظلم اور زیادتی ہو گی جن حضرات کے اقوال درج کر کے علامہ نے اس حدیث کو موضوع فرار دیا ہے میں ان میں سے فراز فرازہ فرضی کے اقوال کو ناظرین کے سامنے ہیں کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو خود اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ علامہ نے کس حدیث بخیان سے کام لیا ہے اور کس قدر ان کا مطبع نظر عوام کے عقائد کو فاسد کرنا اور مؤلف صاحب کو ناجائز طریقے سے مطعون کرنا ہے۔

۱۔ سیکھ این میں لا اصل لہ علامہ نے سیکھ این میں کامنولو تو لکھدی یا مگر یہ بھول گئے کہ سیکھ این میں نے اپنے اس مقولہ لا اصل لہ سے رجوع کر لیا تھا اسی بناء پر انہوں نے حسب ذیل حضرات سے اس کی تصدیق و صحت پیمان کی تھی۔

۱۔ قاسم اہتن عبدالرحمن ابباری (معجم ابواب من) (دریغ سعی)

۲۔ عثمان اہن محمدوری (سدیک ماہر)

۳۔ اخظر اہن محمد اہن قاسم (ظہبہ در ثقہہ اہن)

۴۔ صالح اہن محمد جوزہ (سدیک ماہر)

۵۔ بخاری انه منکرو و ليس له و جتصحیخ خود امام بخاری کے استاد عبد الرزاق صنفی نے دو متعدد سے اس کی صحیح کی ہے اور داماد احمد ابن حبیل نے جو مجلہ مشائخ بخاری سے ہیں اس حدیث کو بطریق متعددہ روایت کیا ہے اور سیکھ این میں شیخ بخاری نے اس کی صحیح کی ہے

چیسا کر میں اور پرکھا ہوں اور حاکم نے صدر ک میں بر شرط عین (بخاری و مسلم) بطرق متعددہ تحریج کی ہے بخاری کی جریح و قدح اپنی صورت میں لائق جلت واستدلال نہیں رہتی معلوم یہ ہوا ہے کہ مجھ ان میں کے مقولہ لا اصل لہ سے الام بخاری بھی مشاہر ہوئے تھے مگر یونکہ مجھ ان میں سے اپنے اس قول کی تردید متعدد و موقع پر کی (چیسا ک اور پر درج ہوچکا) اس لئے تھا الام بخاری کی رائے اس حدیث کے متعلق قابل قبول نہیں رہتی۔

۳۔ ابن جوزی "انہ موضع" علام ابن جوزی کی تحریر پر استدلال کرنے کو تو قیار ہیں مگر علامہ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے تھا کہ موضوعات ابن جوزی خود مقدمہ ج ہے جس کا تقبہ سیوطی و سبط ابن جوزی و ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے کیا ہے بلاماء کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے "کہ یہ حدیث کے موضوع کہہ دینے میں بہت بخوبی تو ہم سے زائد منافر ہوتے تھے" علام ابن حجر وغیرہ کا قول ہے کہ ان کے موضوع کہہ دینے پر اعتماد کرنا چاہئے (اما الراجح مکونہ شیعہ محدث، طلبوی علامہ مثل ابن حجر سیوطی و ذریحی ان کے موضوع کہہ دینے کو معترض ہیں مانند امام علی الدین و علامہ سخاوی و ماطعلی تاری و بدر الدین زرکشی نے ان کے قول کو تابع اعتبار و توجہ نہیں سمجھا ہے۔

۴۔ امام ترمذی "انہ موضع" یاد آتا ہے ابتدائی دو افتخارت ابن جوزی کے موضوع ہوئے کہ قائل تھے لیکن بعد میں جب محنت کے قائل ہوئے تو اپنے سابق قول سے رجوع کیا اور اسی حدیث کو جناب امیر یمن خود فرمایا:

امامہ (ال المسلمين بلا ارتکاب) امیر المؤمنین ابو تراب

نبی اللہ خازن کل علم علی الخزانة مثل باب (حج)

(الله اکل ما احتسب الدین ابر)

۵۔ امام ذہبی "انہ موضع" امام ذہبی کے قول کی تردید بھی آٹھ علاموں نے کی ہے ملاج الدین علائی، ذرکشی، سخاوی، سیوطی، علی نققی، ماطعلی قاری، منادی و محمدث و حلبوی نے امام ذہبی کے قول کا رد کیا ہے خود امام ذہبی نے اپنے اس قول سے رجوع کیا تھا چنانچہ اسی حدیث کو "میراث الاعتدال" میں مدد حاصل ہو یہ اتنی سعید امام مسلم سے روایت کر کے اس سنداً کو "عوالیٰ" میں شمار کیا اس امیر ملک میں ابڑا اب بنا تھا۔ اسلامیں ہیں۔ آخرت میں ان طبقے ہیں اور مطلی اس فرض نہ کاہد و مذہب ہیں۔

ہے (میزان الاختلاف ذکر سو بیان سید)۔

۶۔ حسن الدین جزری "الله موضوع" انہوں نے بھی اولاد اس حدیث کو موضع کھا اور پھر اپنے قول سے رجوع کر کے اتنی الطالب میں فہائل جاتب امیر میں پڑا ویس کیا "اسی الطالب" میں خود انہوں نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں متعدد و متواتر صحیح اور حسن احادیث مناقیب حضرت علی سرتقی کرم اللہ وجہہ میں مسئلہ اور متعلّل لکھتے جاتے ہیں جو معتقد ہیں۔

یہ بود و مثالیں باطلین کے سامنے چیز کی گئی ہیں ان سے باطلین کو کسی تدریس نہ ادا کا ہو گیا ہو گا کہ ان اعتراضات میں شخصی خالقیت کا جذبہ کس حد تک کارقرہ ہے اور علماء کس حد تک متذمین نادق کہے جائے کے حق پیش ہوں اور خود انہیں کے مقابلہ کے مقابلے (جب کسی شخص کی دس باقویں میں سے پانچ میں صریح کذب دبہتا ہو تو تبہہ پانچ فتحیل الصدق و الکذب ہو جاتی ہیں اور اس کے مقابلہ معتقدات اور تقدیمات کا کوئی مرتبہ نہیں رہ جاتا) علامہ کے استدلال کے مقابلے یقیناً امور پر قیس علیہما البوافی کے اطلاق کا لکل آ جاتا ہے۔

کیا عالمہ سے میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اب فصل الخطاب کے بقیہ مضمون پر انہیں الفاظ و قیس علیہما البوافی کا اطلاق برخلاف ہو گایا تھا؟ ۷۔

اجھا ہے پاؤں پار زلف دراز میں لو آپ اپنی دام میں صیاد آگیا
اس قسم کے انہوں اور لا طائل اعتراضات سے علامہ نے فصل الخطاب کے صفات کو رٹک گلتا ہے کی کوشش فرمائی ہے (فیاس کن ز مکملستان من بھادر مر ۱) لہذا فیصل اس کے کہ میں باطلین کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کراؤں جن کو فصل الخطاب کی عمارت کا سنج ہے اس کا چاہکا ہے میں عالمہ کی نظر اسیت اور حقائیت بھی باطلین پر واضح کر دینا چاہتا ہوں اس لئے کہ جو اعتراضات حسن الاتخاب پر کئے گئے ہیں انکی حقیقی مطہوم اور مطلب کو بکھتے ہیلے اس مسئلہ کا صاف ہو جانا بھی ضروری ہے۔

علامہ کو غالباً خود بھی اپنی اس کیفیت قلبی کا جس کا انعامارٹک وحد پر ہے احساس ہوا اور اسی بنا پر علامہ نے خاتمه کتاب پر ایک خاص سرفی "تدبیر" کے نام سے قائم کی جس میں انہوں نے اس امر کا انعامارٹک ہے کہ فصل الخطاب کی تالیف کو مؤید ہے جنہے حق پر قی اور صداقت ہے اس

مذنب میں بھی علامہ نے اسی دلیری و جمارت اور فریب سے کام لیا ہے جس پر تماز مباحثہ نظر اخلاقبنی چیز علماء کو یہ یادداشت کر صفائی کی معاشرہ میں جب حق و حق کی جاتی ہے جب ارثکاب جرم ہوا ہو اور اس کی کوشش خود اقبال جرم کی حد تک ہو تو یقینی ہے "حیرا کے لارکے کو تحریز نہ سکھانا" ہے اس لئے میں اس تو چین کا کیوں مر جکب ہوں ہاں یہ ضرور کہوں کا کہ اس شخص کیلئے جس کا معیار اعلاء کلمہ الحق ہو یہ مذنب بے حق اور گسل سے بھی وہ چار ہاتھ ہو گئی ہوئی ہے گریٹس مشہور ہے کہ "چور کا دل کتنا" علامہ کے دل میں جو چور تھا اس نے علامہ کو یہ سمجھا دیا کہ جہاں پر دہاذا رہی ایک شخص کی سچی پر آئے ہیں اگر اس کی تاویل پر پردہ راستی حق پرستی نہ کی گئی تو لوگ اصل حقیقت کا سراغ پا جائیں گے اس لئے فصل الخطاب کو اس سے متنی مذنب کا بھی خطاب پہنچا دیا گیا۔ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے کہ فصل الخطاب کی تالیف کی ہنا و مقصد مؤلف احسن الاتخاب سے صرف ذاتی خلافت اور حسد ہے اور اس کتاب کے پردہ میں مکی الاعمالی کی وہ قرسودہ گمراہی۔ خلش حاف صاف ہر موقع پر نظر آتی ہے جوئی اسیہ اور میں یا شم کی خلافت کا اصلی راز حقی اور جس نے امیر عاویہ کو جناب امیر کی خلافت میں مدت العرسانی اور کوشش رکھا جس نے بھی جگ صحنی کے خوزیر مفتری میں جلوہ گری کی اور کبھی برسر ببرست و شتم کی صورت میں سلام انون کے عقائد کو جباہ و برداز کرنے کی تاکام کوشش کرتی نظر آتی۔

صحیح تقدید کا اصول یہ ہوتا ہے کہ اعتراض نفس مضمون اور مطلب پر کیا جاتا ہے مصنف یا مؤلف کی شخصیت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا جس کا خود علامہ کوئی اقرار نہیں پڑا تو مطلب (۱۵۰) پر جملہ النظر الى ما قال و لا تنظر الى من قال سے استدلال کیا گیا ہے اگر علامہ کے نزدیک صحیح معیار تقدید یہ ہے تو پھر علامہ نے حضرت مولک "حسن الاتخاب" کی شخصیت پر کیوں روشنی ذاتی کی تکلیف گوارا کی۔ ایک طرف تو علامہ با عرض تقدید "فصل الخطاب" یہ کاہر فرماتے ہیں کہ جذبہ حقائیت سے مخلوب ہو کر وہ میدان تالیف میں قدم بر کئے پر مجور ہوئے اور دوسری طرف خود "فصل الخطاب" کا انداز بیان یا کہتا ہے کہ اس سے علامہ کا مقصد اپنے ارتفاقیت کے سوا اور کچھ نہیں اور اسی جذبہ کے تحت علامہ نے فصل الخطاب میں زائد توجہ اس طرف مبذول رکھی ہے کہ عوام یہ سمجھ لیں کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کی علمی قابلیت ناقص جنت نہیں اسی جذبہ

تفسانیت کی بد ذات طالم نے ابتداء فصل الخطاب میں سب سے اول جس چیز میں سی لاحاصل فرمائی ہے وہ حضرت خواف احسن الاتخاب کی عربی قیامت ہے اور اس کے لئے انکی سابقہ تصانیف کی درجی اگر دلیل بھی کی گئی۔

کیا اس تھم کی تجید کو بھی علامہ اسی تذییب کے پردہ میں نباہ یعنی چاہتے ہیں عربی دلیل اور اس پر تقدیر تو شی دیگر ہے اس کا اہل ہوتا تو جیسا کہ وہ شورا ہے اس کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جنکی عربی قابلیت مستند و مسلم ہو۔

عربی عبارات پر جو خامہ فرمائی گئی ہے اس کے عقلی ناظرین ملاحظہ رہیں:

شمس بطلع اور نار بعرق کو شمس بطلع اور نار بعرق ہونا چاہئے قلایہ کو کتابت ہے جس کا امرکان رتوغ شکی مولف کے قلم سے چندان میوب بے نہ قائل سے دن اس کا نظر اور از یو جما رمح مطیع کیلئے اتنا ہائل گرفت اور اگر کوئی بھی مان لیا جائے جیسا کہ او صافہ مشہود دنا اور مسلمانہ ذاکرہ اور العروة الوثقی الذاہی ہو الخ اور منازل الاعلیٰ میں تو العروة الوثقی التي هي اور المنازل العلیا بھی قرار دیا جاسکا ہے قلم میں یہ چند اس میوب نہیں پر زور اور پڑاؤں کلام میں تذکیرہ و تنبیہ کی رعایت کا نظر انداز ہوتا ہے صرف جائز بلکہ بہ اوقات فتح ترہنا جاتا ہے اور یہ آنے سے نہیں بلکہ تقریباً چودہ سو سال پیشتر سے آپ کہتے ہیں کہ او صافہ مشہود دنا غلط ہے اس کے جائے او صافہ مشہود دنا ہونا چاہئے تھا میں کہتا ہوں کہ اسی تذکیرہ پر کلام اللہ میں ائمۃ الرحمۃ اللہ فریبۃ من المحسینین کے جائے ائمۃ الرحمۃ اللہ فریبۃ من المحسینین ہونا چاہئے تھا پھر جب شاعر العرب کتاب میں اس طرح پرنازل ہے تو اگر ایک بندی عالم کی قلم میں یہ رعایت نظر انداز ہو جائے تو کیا معاشریت ہے عربی قلم میں تو بہت سے قیود سے آزادی ہے خود عرب شعراء بہت سے قادر صرفی و خوبی کو ضرورت شعری سے نظر انداز کرتے ہیں جبائے تشبیحات کے علماء رذختری کا قطع جو اس امر میں قانون کے طور پر ہے تقلیل کیا جاتا ہے سہ ضرورۃ ((الشعر عشر عند حملتها قطع و دخل و تخفیف و تشدید و قصر و اسکان و تحریک مع صرف و صرف ثم تعذید

لـ) اسی تفسیری مسودیات ہدیہ دیش سے چیزیں یہ لفاظ لیا جاتا ہے لفظ تخفیف کی میہرگی دل بخی حرف کی آیینہ، تخفیف بھی حرف کا لفاظ اور جا کنہ یہ حرف کا مخدود کہہ قدر حرف کی آیینہ کیا۔ کامن تحریر کرنے کی کرنے تحریر ساکن کو تحریر کرنا، حرف کی آیینہ،

مفترض کا اصر اپنے جو قرائیں پر ہے اس کا جواب تھی اسی میں موجود ہے اس کے علاوہ واضح ہے کہ ضرورت شعری مذکورہ بالا قطعہ کی دلیل صورتوں پر مدد و دفعیں بلکہ یہ دلیل عام صورش لکھے ہیں۔ منصرف کو غیر منصرف اور غیر منصرف کو منصرف کے طریق پر استعمال کرنے کا جواز اتنی اہم چیز ہے کہ اس کے مقابلہ میں الف ولامساقد کر دینے کے جواز کو تو کوئی ایحتمال نہیں رہتی۔ ضرورت تصریخ اس طرح بر مفترض کے وہ اصر اضافات بھی جو وجہ اپنی اور من رہتیں اور من رب اکریں، لlah حمد للهان الخالدین، ممتاز الاعلیٰ پر ہیں دفعہ ہو جاتے ہیں۔

علامہ کوت خیر سے ایک اپنی مادری زبان (اردو) ہی پر اتنا یہ بیوں تھیں کہ اپنا اظہار مطلب سلیمان و صاف ہمارت میں کر سکیں ہاں پست نام خدا ایک چیز کا ذوق بہت ہے اور اس میں یہ طویل ایک حامل ہے اب دو ہمارت میں عربی الفاظ اور بھی ادق کے درج سے بڑھے ہوئے ہر جگہ پڑھنے والے کو مرعوب کرنے لئے خوب استعمال فرماتے ہیں اس میں ایک فائدہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ کتاب پڑھنے والا نقاش آئیں ہمارت کے متعلق اپنے آپ کو الام دینے لگتا ہے کہ جب انتہے ہوئے بڑے عربی الفاظ موجود ہیں تو ہمارت ضرور صحیح ہوئی اور ہمارت کے کھنڈ میں شاہزادے کو اپنی مادری اور کم لیا تھی پر محول کرتا ہے ہاظرین کی دلچسپی کیلئے میں علامہ کی اسی کتاب فضل الخطاب سے چند ایسے نمونے جو عطا ہائی علامہ کے نزدیک اردو علم ادب کیلئے باعث فخر ہوں گے پیش کرتا ہوں اور اس کے بعد منادا تھیں کہ چکو ہمارت بھی بدیہی ہاظرین کروں گا تاکہ ہاظرین کو ان امر کا اندازہ ہو سکے کہ وہ ایک اس جن کی علمی تبلیغت خود اپنی مادری زبان کے مقابلہ ایک پاکیزہ اور طیف ہو کس حد تک کسی دوسرے شخص کی عربی ہمارت پر تنقید کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

فصل الخطاب	نام کتاب	صلی و سطر
فصل الخطاب	مس ۲۱۸	”اب اگر معرفت کی قبولی اور بریانی کو دو توکون میں“
فصل الخطاب	مس ۲۱۹	”عبداللہ جس میں ندرست و لطافت وغیرہ پہان ہے : ”عبداللہ جس کا یہ الملا بھی علامہ کی جدت پسندی کا شہر ہے و درست یہ لفظ حقیقتاً ترکی ہے اور اس کا الملا قاب ہے (غایث وغیرہ) علامہ نے غالباً ”ع“
فصل الخطاب	مس ۲۲۰	”کے بجائے قرات کے خیال سے رکھ دیا ہے۔ ”جس کا ایک ایک لفظ آپ کے پارے یعنیں کیلئے یقیناً غار مہلک سے کم نہیں۔“
فصل الخطاب	مس ۲۲۱	”پا کیلئے تو خار کا استعمال اب تک نظر سے گذرا تھا مگر بیاپ کیلئے خار کا استعمال بھی علامہ کی جدت پسندی کا شہر ہے اگر مناسب ہو تو علامہ اس حماورہ سے ارباب لفظ کو یہ مطلع فرمادیں۔“
فصل الخطاب	مس ۲۲۲	”یعنی مصنف علامہ اس تکمیل سے بھی زمان اور اور ایسا نہ زمان سے موافق ہر تھے معلوم نہیں ہوتے۔“
فصل الخطاب	مس ۲۲۳	”بجائے فیضہ میں کے لفظ فیضہ سے کے استعمال نے جو خوبی عبارت میں پیدا کی ہے اس پر کچھ لکھنا یا اسکی معقول داد دینا دشوار معلوم ہوتا ہے اس لئے میں بھی سکوت کرتا ہوں۔“
فصل الخطاب	مس ۲۲۴	”کیا میں مصنف سے سوال کر سکتا ہوں کہ حضرت حثیان“ حضرات عشرہ پیشوہ اور حضرت عائشہ اور جناب امیر رضی اللہ عنہم کی عالم روایا میں جگہ آپ

اس کتاب کے لکھنے میں مثال ہو رہے تھے اور جس
کا آپ نے ۳۰ میں حوالہ دیا ہے شرف اندر وہ

بنیگی تعبیر تھی کہ حضرت علی مرتفع کرم اللہ وجہ
کی مرتبہ کی باریں الفاظ۔

فصل الخطاب ۵/۱۱ اس
”جن یہ ہے کہ حضرت ابوالبشر کی اولاد میں ایسے
صفات حسنہ پختگی کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا“
قطعہ نظر اس دلکشی کے کہ جو عبارت کی سلامت
فصاحت نہست الفاظ سے کتاب کے اس حصہ میں
پیدا ہوئی ہے ایک خاص خوبی جو علامہ نے اس
عبارت میں پیدا کی ہے وہ اس کا بنے ملتی ہونا ہے
جس عبارت کے پیچے میں نے بوجہ اس ندرت کے
خط کھینچ دیے ہیں وہ شاید علامہ نے کامل عبارت کی
مثال پیش کریں گے غرض سے غیر کامل رکھی ہے۔
اس لئے کہ لفاظ ہر قریبی عبارت اپنا مطلب و معنیوم ظاہر
کرنے سے عاری نظر آتی ہے۔ باہم یہ بات
دوسری ہے کہ وہ طبقہ جس کی جہالت کو ترقی دینے
کیلئے یہ کتاب لکھی گئی ہے اپنی استعداد ہائی سے اس
میں کوئی معافی و مغایم پیدا کرنے۔

فصل الخطاب ۷/۸ اس
”جن جن آیات و احادیث کے احتجاج المسند والجماعت
کے خلاف غلط معانی و مقایم یا بے حقیق مگر بڑی
جرأت اور پامردی سے مصنف نے حوالہ دیئے ہیں۔“
جن الفاظ کے پیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے اسکے

لئے حوالہ دینے کا استعمال بھی بوجہ اپنی کمیت
مزخرفات میں شمار کر لیکے قابل ہے۔

فصل الخطاب ۱۳/۱۵ اس سے "مولات کا خوف مانع نہ ہوتا تو نہایت شرح و بسط
سے میں سب کو تسلیم کرتا تھا مگن تعلیل لا طائل بھی
کر کر اہل خبرت دیش کیلئے بھی بس ہو گا"
بھی کیا؟

فصل الخطاب ۱۴/۱۶ "کسی قول یا فعل کارواج" فعل کارواج تو میں نے
بھی سنائے ہے مگر قول کارواج جدید اصطلاح ہے علامہ
کوچاپنے کی اس عادورہ سے مصنف نور الملافات کو بھی
ملحاح کر دیں تاکہ آئندہ طباعت میں یہ عادورہ بھی
شامل ہو جائے خواہ کڑا اور آتی سے فرد گذاشت سے
آتی بڑی اختلافیں کیوں رہے۔

فصل الخطاب ۱۴/۱۷ "ہاں اگر پھر ظلش اور ہرچ رہتا ہو تو آئندہ کے مکور
انشاء انساس خواہت و حلالت تقلیل فتن سد مفاسد
کو تلخ و قبح کرنے کیلئے اور موذید و موکد ہو گی" خواہت
و حللات کا تلخ قبح کرنے کی وجہ میں آسکا ہے مگر تقلیل
فتون اور سد مفاسد کا تلخ قبح چیستاں ہی رہا۔
کیا علامہ اسکا حل پیش کرنے کی رحمت گوارا
قرائیں گے یا کوئی انعام مشترک کیا جائے۔

فصل الخطاب ۱۴/۱۸ "ان حضرات کی نوع بوع مخفر غیرست بھی درج
ذیل کئے دیا ہوں" غیرست کے ساتھ نوع بوع بوع کا
استعمال بھی بہت طیف ہے۔

فصل الخطاب ۱۴/۱۹ "پیش گوئی فرمائی"

یہ محاورہ بھی ایسا تھا کہ تو الافتات میں لکھا جاتا۔ اس
لئے کہ مؤلف تو الافتات نے بیشین گوئی، تو سنابو
حکم مراد (بیش گوئی) سے انھیں بھی واقعیت نہ
ہو گئی۔

”مصنف علام نے ص ۱۷۲ پر یعنوان آیات دربارہ
نماں الہامیت کے تحت ان دلوں الفاظ کا استعمال
بھی کچھ ایسا نادر اور لطیف ہے کہ جو علامہ کے طبق
خاص کے اور لوگ شاید اسکے کھنچنے سے قاصر رہیں
گے۔

فصل الخطاب ۱/۵۵

فصل الخطاب ۶ ص ۱۵۰ ”سیکروں جلا گیر پڑھے لکھوں کو گراہ کیا ہے“
کیا علامہ نے کوئی جدید تحقیق لی کی فرمائی ہے کہ جس میں یہ دلوں الفاظ ہم حقی ہو گئے ہیں یا
اس عمارت میں کوئی خاص تکہہ پہمان رکھا گیا ہے۔

قبل اس کے کہ میں مذاق و حیدری کی عمارت ناظرین کے سامنے جویں کروں میں ایک چیز اور
بھی اس موقع پر اسکے سامنے ہیں کرتا چاہتا ہوں تا کہ ان کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے کہ
علامہ نے فصل الخطاب کی تایق میں بھنٹ نصانیت سے کام لیا ہے اور جو کچھ اس میں ہوا فراہم کیا
گیا ہے اس کی غایت صرف حضرت مؤلف احسن الانتساب کی شخصیت پر حرف گیری ہے مثلاً کے
طور پر میں دامونے اس رکا کت اور نصانیت کے پیش کرنا ہوں۔ تا کہ ناظرین اس کا اندازہ
کر سکیں کہ میری رائے کس حد تک حق بجا ہے۔

۱۔ ص ۱۷۲ فصل الخطاب میں علام نے اس عمارت کو جو احسن الانتساب کے ص ۱۵ پر درج ہے
زیر یاد تقدیر فرمایا ہے ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقدیر ہے یا صرف نصانیت و رکا کست میں ۱۵ پر
حضرت مؤلف احسن الانتساب نے یہ لکھا ہے کہ میری دیرینہ تمنا تھی کہ حضرت علی مرتفعی کرم اللہ
وجہ کی سیرت و حالات کے متعلق ایک کتاب لکھوں جس میں آپ کے ازواج و اولاد کے بھی
حالات ہوں عمارت احسن الانتساب حسب ذیل ہے ”کہ جو حضرت علی کی سیرت و حالات فضائل

وکنالات، حضائل و عادات و خصائص و کرامات مناقب و کلامات و ارشادات کی جامع اور از واج و اواد آنحضرت کے حالات سے بھی "جی داں شہو" کتابت یا طباعت کی غلطی سے "داں" کے بعد "ذ" کا لفظ اور بجائے نہ ہو کے چھپ گیا اب کیا تھا علماء کی بن آئی اور نصف صفحے سے زائد میں حضرت مؤلف احسن الاتخاب کی علمی قابلیت پر گہرا فشاری فرمادی، علامہ نے یہ خورجیں فرمایا کہ پڑھنے کیسے اٹھاں تو خیر عالمی اور بازاری لوگ بھی علامہ کی اس تکمید کے بعد اس تجھیک فوراً نہ ہو جی جائیں گے کہ فضل الخطاب کی اصلیت کا حکم و مذید صرف فضانیت کا جذبہ یا بنی الاعمالی کی خلش ہے اور بھی۔

۲۔ صفحہ ۱۳۱ میں علامہ نے حضرت مؤلف "حسن الاتخاب" کی اس عبارت پر جو ص ۷۸ میں عاکہ متعلق پر خود اپنی بکری سرخی کے تحت میں درج کی گئی ہے تکمید کرنے میں اول سے بھی زائد ریکب چارت سے کام لایا ہے حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے خود اپنی بکری کے متعلق احادیث پر تکمید کرتے ہوئے دوسری حدیث پر جس کے روایت این عباس ہیں باہم الفاظ تکمید فرمائی ہے دوسری روایت بخاری کی این عباس سے ہے، یہ بھی دیگر اکابر محدثین کے نزدیک پاہی محنت سے ساقط ہے اس لئے کہاں میں عکرمه این عباس سے روایا ہیں" کتابت یا طباعت کی غلطی سے بجائے اس کے کہ عکرمه اور این عباس پر دو ملجمدہ خط کھینچے جائیں صرف ایک خط کھینچا گیا اور علامہ پھر خوشی سے پھولے نہ مانے اور فوراً حضرت مؤلف احسن الاتخاب کی علمی قابلیت پر باہم الفاظ ص ۱۳۱ میں تکمید فرمادی "معلوم نہیں حضرت عباس کے بینے عکرمه کون تھے میں کے متعلق حضرت علامہ عفرماد این عباس تحریر فرماتے ہیں" گویا اس تکمید سے علامہ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب علم سیرہ اسماہ الرجال سے اتنا ناواقف ہیں کہ ان کو یہ بھی احسان نہ ہوا کہ حضرت عباس کے کسی صاحبزادہ کا نام عکرمه شناختا ہر ہے کہ جو شخص علم سیرہ اسماہ الرجال سے ایسے ناواقف ہو اس کی تایف ایسے فن میں کسی وقت کے قابل نہیں ہو سکتی اب کہیے علامہ نے احسن الاتخاب کو "مجموعہ اکاذیب داہیں" ثابت کر دیا یا نہیں، اس میں عکرمه کی علامہ کی یہ ترکیب بھی اپنی نوعیت میں اپنے آپ ہی نظر ہے علامہ سمجھتے تھے کہ بھلا کوئی یہ تکلیف کیوں گوارا کرے گا کہ علامہ کی تکمید کے بعد "حسن الاتخاب" کو بھی اس نظر سے دیکھے گا کہ علامہ نے اس

تحمید میں نفاذیت ہوتی ہے یا حقانیت، ان کا معیار تو عوام اور جبرا کوئین کے لئے انہوں نے یہ کتاب لکھی تھی صرف وہ کوادیا تھا اگر مجھ کو علامہ کی اس قسم کی تبیہ وہ جمارتوں سے اصل مطلب کا سرا غصہ بچاتا تو میں یہ کہتا کہ علامہ کو پانی مارنی زبان سے اتنی بھی واقعیت نہیں بھتی اس لڑکے کو ہوتی ہے کہ جس کو ایک معمولی مدرس حروف ابجھ کا سبق بچاتا ہے علامہ کو اس عبارت سے "اس لئے کہ اس میں بکرہ این ہیاں سے راوی ہیں" یہ سمجھتا کہ بکرہ این ہیاں ایک ہی حقیقت ہے اس قدر پھر ہے کہ اس پر کچھ مجددی گی سے لکھا تو درست کارا شتر سے لکھتا ہی کہتے ہیں اسے کی بدعتی پر بحول کیا جا سکتا ہے اس لئے میں ناظرین سے اتنا ہی عرض کروں گا کہ فصل اخلاق پڑھتے اور دیکھتے کہ وہ لوگ جو صداقت کے پردہ میں عوام کے سامنے جلوہ فگن کرنے کی کوشش میں ہیں وہ کیسے عالمیانہ و سوچیانہ اہل فریضوں کے مرکب ہو اکرتے ہیں۔

کتاب منادو توحید بھی اردو علم ادب میں ایک ایسا اضافہ کہنے کے قابل ہے کہ جس کا نام پڑھنا پڑھنے سے زائد مردی اور بکریت ہے اس میں بھی مؤلف نے وہ واد فصاحت دی ہے اور ایسا احسان اردو علم ادب پر کیا ہے کہ اگر مؤلف اپنی بقیہ میراں کی ملائی میں صرف کردیں تو بھی جو صدمة کہار دو علم ادب کو ان کی اس تالیف سے ہو چاہے اس کا بدل نہ ہو سکے گا۔

یہ فصل اخلاق اور منادو توحید و نوں کتابیں اس قابل ہیں کہ ان کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ ناظریں کی وجہ پر کیلئے پیش کیا جائے گرچہ نہ کہ میں نے فصل اخلاق سے مکمل صرف کہیں کہیں کے اقتیاسات درج کرنے پر اکتفا کی ہے اس لئے منادو توحید سے بھی صرف کچھ مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کرنے پر اکتفا کر دیں گا۔

نام کتاب صفحہ و مطر عبارت

منادو توحید اس ۲ "وہ اخذار حقیقی جو اس ظیہم المزارات مجلس اور وہما ایک زادیہ"

خوبی و گناہی میں اوقات گذاری کے خیالات مختلف سے

مرے قلب میں موجود ہے پیش کر کے آیہہ کی الفرشوں اور

منزلتوں کیلئے اسے ہدف اور پرہناؤں و العذر بکرام النساء

مفہوم میں تجب و استغاب کا ایک غیر مرکب جسم بن جاتا

ہوں جب مجھے اس رفع القدر اجتنام اور اپنی لا ایمن شخصیت کو کجا ہوئے سے ساتھ پانی تغیر مودبانہ جرمات کا خیال ہوتا ہے۔“ اس عبارک کا مفہوم و مطلب صرف مؤلف خود شاید بخوبی سمجھ سکیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں تکلف نہیں کہ میں اس عبارت کو ہر پہلو سے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی ممکن ہے کہ مؤلف نے یہ عبارت المعنی فی بطن الشاعر کے مصداق درج فرمائی ہو۔

منادو توحید ۱۰/۹ مسجد کو جو تذلل اسلام بجهدہ عبودیت اور سماهم فی وجودہم کے طفراء ایضاً کچھ حوصلہ کا ایک ذریعہ ہے اس کی تغیر محترم سے کوئی ملخص موسمن مگر ہو سکتا ہے۔“

کل عبارت کی فصاحت و بلاعثت جیسی پسخدا و مطلب ہے اس کو کہہ ڈالنے صاحب ای بھکر سکتے ہیں۔

منادو توحید ۱۱/۷ ”جب کہ جنود الہی کی سورا فوج و حسن اللہ عینہم“ پوری عبارت جس قدر دلچسپ ہے اس کے لحاظ سے کسی خاص لٹکاؤ کا خصوص کرنا اور اس پر بدل کیجیا ممؤلف کی توہین ہوگی اس لئے تمام عبارت کے صحیح خط کھینچ دیا گیا ہے جنود الہی کے ساتھ سورا فوج اور پھر حسن اللہ عینہم ایسے گلے جیں کہ جس پر ہمارے ایسے لوگ پہنچ لے گیں۔

منادو توحید ۱۱/۷۲ ”ساری عرب کی عبادتیں ریاضتیں اور مشقیں جواب تک ہاتھیوں تھیں ایک ادنیٰ سی بات پر کہ جننا پناہی و گزینست، مقبول ہو کر تنگائے قبولیت سے بیرونی و ممتاز کر دیتی ہے۔“ کردیتی ہے، کے لحاظ میں جو خوبی اور عمارت پہنچا ہے وہ بھی اپنی آپ نظر ہے۔

منادو حید ۶ س ۱۲ ”وہ قلائل کسان“

معلوم نہیں اس ترکیب میں مؤلف صاحب نے کس خاص صفت کا لاماظ رکھا ہے اور کسان کی کے قسمیں ہیں اور اس کا نمبر کون سا ہے۔

منادو حید ۶ سطر آخر ”یہی وہ آناب ہے جو سافر نواز درخنوں کو سیراب رکھتا ہے“
وہ اس سے درخنوں کو آناب سے سیراب کرنا بھی مؤلف کا حصہ ہے۔

منادو حید ۶ سطر ۳ ”وہ مروں کو فیضیاب کرنے کی وہ خدمت جوازی سے آپ
کے لئے موقوف و مستری تھی۔“

قطع نظر اس امر کے کہ مذفوں کا لفظ آنحضرتؐ کی تبلیغ کیلئے
کہاں تک ہو، اور یہ کی حد سے تجاوز ہے مجھے تا مذفوں کے لفظ
کا پر انوکھا استعمال بھی بہت لطف دے گیا۔

منادو حید ۶ سطر آخر ”چونکہ مدرب ایک روحہ تھا اور نبوت اس گز و لا ینتفک“ اس پر
ہم صرف اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں کہ اس جزا ینتفک کے نکلوے
نے عمارت میں دا طلب ندرت پیدا کر دی ہے۔

منادو حید ۶ سطر ۴ ”یہیں سب کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں غیر تیں جاتی رہتی ہیں
کسی کے حواس ٹیکیں رہتے سب کی رُگ حیث و محیث میں
سکون پیدا ہو جاتا ہے۔“

سکون کا استعمال اور ایسے موقع پر یہ بھی مؤلف کی جدت پرندی
کی دلیل ہے سرد ہو جانے کے مشہوم کو سکون کے لفظ سے ادا
کرنا و سخت نظری کی دلیل کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

منادو حید ۶ سطر ۵ تا ۹ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت و خداوت کے خواز آپ
کے خون کے پیاسے جان کے دشمن ہر قسم کی ایذا ارسانی کے در
پے اسی کے ساتھ نصاحت و بلاغت کے مدغی عربیت کے ماہر

قرآن کے تحدی سنتے ہی قلوبِ رُحْمٰی جگرچھانی ہو جاتے ہیں
غیظ و غضب سے دانت پیتے ہیں (علاماتِ سکون)، ”قلوبِ رُحْمٰی
جگرچھانی کی ترکیبیں تو جیسیں ہمچہ پر لطف ہیں ان کا کیا کہنا مگر
اس عبارت میں جو نایاب شہوتِ سکون پیدا ہوتے کاموں لف نے
عیش کیا ہے وہ بھی بے شک ہے۔

منادِ توحید ۱۵ اسطر / ”افسوں کو ترجیح سے زبان کی اصلی عیاسن کا انکھار فیں ہوتا
اگر اس کی تشریح سے تحریک کروں بھی تو سوچتا ہوں کہ ابھائے
زمنہ کی محرومِ العربیۃ طبقہ کے طلباء نے ملامت کا بیڑ کیوں
بن سکون گا“

اس عبارت کا مطلب بھی مؤلف کے سوا شاید کوئی اور بخشش
سمجھ سکے گا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ علامہ کے ملمبوہ اور مطلب کا بار
الفاظ اخوانہ کے اور مفہوم مؤلف خود مؤلف ہی کی طرح موزوں
تک رہ گا۔

منادِ توحید ۱۸ اسطر / ”سوی علیہ بینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خضر علیہ السلام کی معیت
میں رُشْتی کا توڑا“

”کی“، ”کا“ اور ”سے“ وغیرہ کا استعمال تو مؤلف صاحب پر ختم
ہے جمارت کی خوبی کے علاوہ مؤلف نے جو تفسیر آیت کلام
اللہ کی اس عبارت میں قیش کی ہے اس نے تمام موجودہ
تفسیر پر ایسا قسم کھینچا ہے کہ باید و شاید، اس عبارت کو دیکھنے سے یہ
پہنچا کر مفسرین اب تک اس آیت کا مفہوم دھطلب ہی نہ
سمجھ پائے اور رُشْتی کے توڑے اور لڑکے کو مارنے کا واقعہ حضرت
حضرت علیہ السلام کی طرف مٹسوب کرنے میں قاشِ غلطی کے
مرنگب ہوئے ہیں یقیناً اس واقعہ کو (مؤلف کی عبارت کے

موافق) حضرت مولیٰ علیہ السلام کی طرف مفہوم کرنا چاہئے
خاتون اور مولف سے یہ ملتا ہے کہ کم از کم (مولوی حسن بخش صاحب
متذکر کی تصنیف تفریح الاذکیار میں اس غلطی کی اصلاح کر دیں۔

مناد و حید ۲۱ سطر ۸ "آہ ختم آہ"

معلوم نہیں کہ اردو زبان میں لفظ تم کس مصروف میں آتا ہے۔
ترانی کیلئے یا اور کسی امر کیلئے اگر یہاں بھی صرف ترانی کیلئے آتا
ہو تو از رواہ کرم عبارت کا مفہوم مجھ کو بھی سمجھا دیں اور اگر کسی
اور بہت کیلئے بھی آتا ہو تو از رواہ عبارت علام (مؤلف فصل الخطاب)
کو بھی تم کے موقع تلاویں تاکہ انھیں بھل
اعتزاز اضافات نہ کرنا پڑے۔

مناد و حید ۲۲ سطر ۵ "لیکن نہ معلوم ہو کہ تو یہ کہاں تپی پیدائش کی خرض و غایبی کیا
ہے یا اس کے کہاں خلفت الجن و الانس الی یعْلَمُونَ ہے
مشاذانہ اور گھاس گھوڑے کیلئے اور گھوڑا سواری کیلئے لا گھاس
اور گھوڑے کا مشاذ سواری ہو گئی"

سچان اللہ کیا عبارت ہے ناظرین ہی اس امر کا فیصلہ کریں کہ
ایسی نادر عبارت لکھنے والے کا شمار کس طبقہ میں ہوتا چاہئے
لفظ و مثہل دفعوں کے بعد حدود تو ایسی ہستی کو اپنی آنکھیں میں
لینے کی صلاحیت نہیں رکھتے میں اب تک تو صرف مؤلف کی
زبان و ادبی کا قابل و متعارف تھا مگر یہاں پہنچ کر تو مجھ کو بھی یہ
تلیم کرنا پڑا کہ مؤلف علم منطق میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے یہ
صرفی و کبری اور ترجیح تو اس قابل ہے کہ منطق کی کتابوں میں
اسے آب زر سے لکھا جائے اگر صرفی و کبری یہ رہتے ہیں تو
مؤلف صاحب نے اس امر کو کیوں فرماؤش کر دیا کہ پھر ترجیح

یہ لکھ کر گھاس اور رانہ بھی سواری کیلئے ہے۔

عہارت کے یہ چند نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کئے گئے ہیں جس سے میرا اعلیٰ مطلب علامہ کی قابلیت پر روشنی ڈالنے کا نہیں ہے اس لئے کہ اس مستند قابلیت کے شخص کی علمی قابلیت پر روشنی ڈالنا چاہدہ اور ان میں ممکن نہیں میرا اعلیٰ مطلب صرف اتنا ہے کہ ناظرین اس امر کا اندازہ کر سکیں کہ علامہ کی تصنیف کس جذبہ پر مبنی ہے عہارت میں اگر حقیقی بھی ہو تو اس سے یہ تنبیہ کا ناتاک مولف یا صاحف نے چونکہ عہارت میں غلطیاں کی ہیں اس لئے نفس مضمون بھی اعتناء کے قابل نہیں تھیں عامیاں و موقاہر ترکیب ہے جس سے ہر صحیح تخفید کرنے والا اپناداکن پہچانتا ہے اس لئے کہ اس میں رواداری کا پہلو باتی نہیں رہ جاتا اور بحث ذاتیات پر آ جاتی ہے اگر علامہ نے احسن الاتخاب یا حضرت مولف احسن الاتخاب کے درمی تصنیف کی عہارت کی غلطیوں سے نفس مضمون پر روشنی ڈالنے میں مدد یعنی کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں بھی اس امر سے قطعاً گریز کر رہا ہوں اگر علامہ کے نزد یہ کسی صحیح عہارت کا پڑی ہا کہ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ اگر یہ معیار صحیح ہے تو پھر علامہ کی تصنیف فصل الخطاب احسن الاتخاب کے مقابلہ میں ہزار گوئے زائد مجموع اور ناقابل اعتبار ہے۔

فصل الخطاب کے مطابق میں ایک بات اور بھی نظر پڑی کہ علامہ محبت آنحضرت والہی بھی کے سمجھی جیں چنانچہ سرورق (نکھلیل یق) پر بجا نہیں اسم گرامی کے محبت اللہی بالکل یہ درج فرمائے پر اکتفا فرمائی ہے معلوم نہیں علامہ کا معیار محبت کیا ہے مشہور مقولہ تو یہ ہے جبک الشیء یقصی و قص (۱) اور روزاد کے واقعات سے (اس مقولہ میں جو حقیقت پہاڑ ہے) اس کی برادر تھدنی بھی کرتے ہیں۔ اس حقیقت سے غالباً علامہ بھی واقف ہو گئے کہ محبت کرنے والے کی نظر مجبوب میں کوئی عیب نہیں دیکھتی اور مقصانے عقل بھی بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ کسی شخص کا ہر ٹھیکیت سے کامل ہونا تقریباً احوال ہے اگر محبت کرنے والے کی نظر کا عیب پر چانا ممکن ہوتا تو وہ جس نہیں جو ہر محبت کو محبوب سے ہوتا ہے باقی نہ رہتا "لیلن را بجسم محسون باید دید" کا بھی بیکی مطلب ہے کہ محبت محبوب کی تمام برائیوں اور خاص کو خوبیوں سے بدل دیا کر لی ہے مگر اس

اگر کی محبت انسان کو کوہا اور بہرا کر دیتی ہے۔

معالمہ میں بھی علامہ کی ذاتِ مستثنیات میں سے ہے علامہ دعاۓ محبت بھی کرتے ہیں اور بحیثیت
کی ذات میں بھی کمال غلبہ محبت وہ بحیثیت بھی پاتے ہیں جو اور لوگوں کو باوجود تیرہ سورس
گذرنے کے بعد اپنے نظر شدے چنانچہ جہاں پر آنحضرتؐ کا ذکر منادو تو حیدر میں کرتے ہیں
وہاں پر اپنی محبت اور ایمان کا تھوت ایسے الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ علامہ کے طبقہ خاص کے
لوگ کہنی یا ذکر کرنی میں تو سبکی کہوں گا کہ خداوند کریم مجھ کو اور تماہر مسلمانوں کو اسی محبت سے تھوڑی
درکھے بھی کہ علامہ کو اس ذاتِ قدسی صفات سے معلوم ہوتی ہے ملاحظہ ہو کہ علامہ مفتی ۱۶ س

میں اس محبت کے ثبوت میں کیسی گیرافتہ ای فرماتے ہیں لیکن اگر اس منادو تو حیدر اسی حق رہبر کامل
کی اندر ولیٰ کفر و بیوی کو دکھ کر آپ کی تبلیغی کامرانیوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو این کہ میں یعنی
یہ پیدار یست یار و بار بحوالہ کے سوا اور کوئی جملہ زبان سے نہیں لکھتا ہا و جو اس کے
کہ اس ذاتِ قدسی صفات کے میں کیا تھا جس کی تبلیغی تاریخ عالمہ اس وقت تک جیل کرنے سے
خواری رہی۔ اس ذاتِ قدسی صفات میں ”اندر ولیٰ کفر دریاں“ اگر نظر آئیں تو ایک انکی ذات کو
جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتی ہے اور محبت الہی ہونے کی بھی دعویٰ یاد ہے محبت بلحیث ہونے
کے دعویٰ ارنو اصل شام بھی تھا اور انکا بھی معیار محبت جہاں تک حضرات الہیت کا تعین تھا انہی
تحاکر ان حضرات کے حالاتِ زندگی کو برے سے برے ہی راستہ میں پیش کرنے کی کوشش میں
بھی شرگرم رہتے تھے اس اصول کے ماتحت ہائی حضرات نے مذاق جات ایمپر اور الہیت
اطہار میں ہمیشہ لله او رلا طاہیں تادیلوں سے کام لیا گر ان حضرات نے بھی آنحضرتؐ کی ذات
اقدس کو حفظ چھوڑ دیا تھا اس ذاتِ قدسی صفات مظہر اتم کے شان میں انھوں نے بھی باوجود شدت
نقاشیت کسی دریہ و دلی سے کام نہیں لیا اس کام کو اگر الجایم و یا قوم اف منادو تو حیدر میں یہ کیوں
کہوں کر ؟ الف نے من کذب على متعدد (الخ) (۱) کی وعیدت دیکھی ہوگی ایک فارغ التحصیل کی

خدمت میں ایسی گستاخی کی بھی تو جرأت نہیں ہوتی لازمی طور پر سہی تینجہ بنتا ہے کہ با و جو داں و عینہ کے موافق صاحب اپنے جذبات سے کچھ ایسے بھروسے کردہ ہاں ہو چکے جہاں تک غیر اقوام و غیر مذاہب کے غص پر در مصنف بھی نہ ہوئی تجھے کے علاوہ اپنے آپ کو اس کا سختق تو ضرور بخست ہوں گے کہ مسائلہ شریعہ میں فتویٰ دے سکتے ہیں کوئی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں بجائے اور مفتیوں سے فتویٰ پوچھنے کے خود علامہ فی سے استھواب کروں ”نمازے دین و مفتیان شرع میں ان شخص کو مسلمان کہتے ہیں یا نہیں جو آنحضرتؐ کی ذات القدس میں اندر ولی کمزور یوں کے ہونے کا قائل ہو۔“

علامہ سے یہ کہنا کہ آنحضرتؐ کے تعلق ایسا عقیدہ فاسد رکھنے والا مسلمان نہیں رہ جاتا قبل از وقت ہوا اس لئے میں علامہ کے توقی کے اختصار میں اس بحث پر مزید روشنی ذا النافی ال الوقت مناسب نہیں سمجھتا۔ دل چاہتا ہے کہ گئے ہاتھوں علامہ سے ایک اور بڑی کے تعلق بھی استھواب کرتا چلوں۔ علامہ کے نزدیک اگر ایک فارغ التحصیل شخص اپنے وعظ میں یہ کہے کہ کار خانہ نبوت یا تاخیل آنحضرت محلہ نہ تھا اور اس کی مثال پر دیے کہ مکان محلہ کو یہ بھی چاہا گریکی پا خانہ کی ضرورت تھی آنحضرتؐ کی تخلیق کے بعد وہ ایقہ صہ مکان بھی محلہ ہو گیا (نحوہ بالله من ذلک) اس کے تعلق شرعی حیثیت سے کیا ملتی ہو گا۔ کیا یہ فارغ التحصیل یعنی مسلمان کہجے جانے کے قابل ہے اور اگر ایسا شخص حبہ آنحضرتؐ یا محبت اہلیت اہلیہ ہوئے کامی ہو تو وہ دعویٰ بیج سمجھا جائے گا یا جھوٹ بیجھے امید ہے کہ علامہ اس استھانا کا جواب مددخواہ کتب ذر و جلد عنایت فرمائے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔

قبل اس کے کہ ان میاحت پر کچھ لکھا جائے کہ جن پر علامہ نے فصل الخطاب میں روشنی ڈالنے کی رخصت گوارا فرمائی ہے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کا تحقیقی مسلک بھی باطنین کے سامنے پھیل کر دیا جائے تا کہ باطنین خود یہ اندازہ کر سکیں کہ علامہ نے اس کتاب میں کس فرد کی تقلید فرمائی ہے، الہامت و الجماعت، روافض یا نواسب و رافض اور نواسب کے احوال و افعال قابل تقلید نہیں ہوتے اس لئے کان میں افراد و تغیریا اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ جسمی نشانیت کے وفا حقیقت کا کوئی شایستہ نظر نہیں پڑتا اور اسی لئے علامہ الہامت و الجماعت نے ان دلوں فرقوں کو

گمراہ ترا رہیا ہے۔

اس سے قل میں ہاظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرچا ہوں کہ فعل الخطاب کی تصنیف میں صرف دو پہلو مذکور کئے گئے ہیں اول خالق اللہ مولا نا شاہ علی حیدر قلندر (مؤلف احسن اہم تھا) اور دوسرا تعلقیں حضرت جناب امیر زب اب تک جو کچھ میں نہ لکھا ہے اس سے ہاظرین کو ہمیرے استدلال کے بڑا اول (یعنی خالق اللہ مولا نا شاہ علی حیدر قلندر) کا ثبوت کافی مل چکا ہو گا اب میں ہاظرین کے سامنے اپنے استدلال کے جزو دوم (یعنی تعلقیں حضرت جناب امیر زب) کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اسی حضن میں ہاظرین کو اس امر کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ علماء نے اپنی اس تصنیف میں کس گروہ کا انتہا کیا ہے چون کہ مقدمہ کتاب تعلقیں حضرت جناب امیر زب ہی ہے (اگر چہ وہ یہ پردہ فضیلت حضرات شیخین علی کیوں نہ ہو) اس لئے علماء نے ہر مناسب موقع پر اس امر کا خاص طور سے اعتماد بر کھا ہے کہ یہ مقدمہ خیر فوت نہ ہوتے پائے اور فضیلت حضرت جناب امیر کا کوئی واقعہ ایسا نہیں کہ حس کو علماء نے مجبوری، وجہی اور مصلحت وغیرہ پر تیز ترا رہیا ہو، بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ اختیاط بھی بھرتی ہے کہ جگد جگد پر اس حرم کے الفاظ بھی بڑھادتے ہیں "محبت الہمود" سے کون اہلسنت والجماعت ملکر ہو سکتا ہے "حضرت علی مرتضی کرم اللہ و چہ کافیں من جیث و فضل ہمارا جزء ایمان ہے تا کہ کتاب کو عمومی طور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ خود علماء محبت الہمود اطہار و فضیلت حضرت علی مرتضی کرم اللہ و چہ کے جذبہ سے متاثر ہیں۔

اس طرز تحریر سے ایک وقت میں لوگوں کا دہوکا ہوا کرتا تھا مگر اب زمانہ نے اتنی ترقی کری ہے کہ لوگ صرف الفاظ کی وجہ سے حقیقت کی جستجو اور حللاش سے روگ رانی نہیں کرتے بلکہ اس حرم کی عمارت کی موجودگی میں بھی خور کرتے ہیں کہ آیا یہ الفاظ بعض علمی ہیں اور صرف حواس کو دہوکا دینے کیلئے لکھتے گئے ہیں یا واقعی ان میں کوئی جدید واقعیت بھی پہنچا ہے، اس کے لیے اس کی ضرورت ضرور لائق ہوتی ہے کہ مؤلف کے تکملہ کارنامہ پر جو تالیف سے ظاہر ہو سکے دیکھنے کا نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ بھی ایسے الفاظ کے تحت میں لا یا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر تالیف کو بحثیتِ جمیع پڑھنے سے یہ سمجھ لکھتا ہے کہ مقصود اصلی تعلقیں ہے تو اس حرم کے الفاظ کو لوگ واقعیت پر مبنی سمجھنے سے گریز کرتے ہیں۔

علامہ امکانی کو شش تو ضرور کی مگر اس کو کیا کرتے کردی جیسا کہتی آسانی سے روکے رکا ہے کہنگہ کہنگہ کلہی گئے اور پہ قلب سامنے آمروہ ہوئے کل الاء ہوش بھا فیہ (۱) میں اس موقع پر دنیوں ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح معیار نو اصب کو معیار الحدیث کے نام سے پیش کیا گیا ہے اور کس خوبی کے ساتھ واقعیت جتاب امیر ٹھنی پر تحلید رواضخ کر کے پر وہ پر وہ میں تنقیص جتاب امیر کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۴۳ فصل الخطاب میں اس عبارت پر جو احسن الاتخاب میں جس اپنے غزوہ تبوک کے متعلق لکھی ہے تخفید فرمائی کی زحمت گوارا فرمائی ہے اس تخفید میں علامہ نے دو دو پبلو ناظرین کے سامنے پیش کئے ہیں جن کو میں علیحدہ علیحدہ پیش کرنا پڑتا ہوں تاکہ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ علامہ کتنے پالی میں ہیں۔ علامہ نے اپنی عبارت کے جزو اول میں حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر اعتراض فرمایا ہے اور وہ سری بڑو میں الحدیث و اجماعت کے مسلک کو پیش کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔

"جز اول مصنف علامہ اپنی کتاب کے میں اپنے احسن خلافت غزوہ تبوک دخیر جو پچھے درشاراد فرماتے ہیں وہ سراسر تقلید رواضخ ہے جو اس داقد کو مستند ہے کہ خلافت بالفضل ثابت کرتے ہیں" ایک طرف تو علامہ کے الفاظ "ستند ہا کر" یہ بتاتے ہیں کہ علامہ کو واقعی اصلیت ہی میں بیک ہے وہ سری طرف علامہ آگے بڑھ کر واقعی اصلیت کو خود تسلیم کرتے ہیں اور الحدیث و اجماعت کا مسلک داقد کے متعلق پیش کرتے ہیں معلوم ہیں ان دونوں عبارتوں میں یقین کیوں کہر دی گئے ہے بہرغم عقیق ہو سکے یاد ہو سکے جو کہ علامہ کے اس اعتراض سے تعلق ہے جو انہوں نے ان الفاظ میں ادا فرمائے کی زحمت گوارا فرمائی ہے واقعی کے مستند ہونے کا جواب تو خود علامہ نے یہی طرف سے پیش ہی کر دیا اب مجھ کو صرف یہ دیکھا ہے کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے اس داقد سے خلافت بالفضل ثابت کی ہے یا نہیں۔

اس حسم کے اختراض کا اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ الفاظ جن سے ایسا نتیجہ لکھا ہو درج کر دیجئے جاتے ہیں ملامت سے بھی میں اس کی استدعا پڑو رکتا اور مگن تھا کہ وہ ان بھی لیے تھے مگر اس کا کیا علاج کر احسن الاتصال میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہوا خلاف بلا فعل کا ثبوت ہو سکے یہاں جس مشکل میں پڑ گئے تھے اس کا احساس کر کے مجھ کو ان سے دلی ہمدردی ہے ایک طرف تو اپنی حضرت مولف احسن الاتصال کی خلافت کرنا فرض تھا اور دوسری طرف کوئی لفظ قابل استدلال ماننا تھا مجبو رہاظرین کے حجم و کرم یا کم فتحی پر بھروسہ کر کے اتنا لکھ دینا کافی سمجھے کہ روشنی کی تقدیر ہے غالباً یہ بھروسہ رہا ہو گا کہ روشنی کا نام آتے ہیں اہلسنت والجماعت اپنے برادر و خدا و مشتعل ہوں گے کہ تحقیق کی زحمت کو خلاف دیانت سمجھیں گے میں نے خود اس احسن الاتصال کی ہمارت کو متعدد مرتبہ بغور پڑھا مگر مجھ کو کہیں پر کوئی ہمارت اس میں ایسی نہیں کہ جس سے خلاف بلا فعل کے متعلق نتیجہ نکل سکے۔ اس واقعہ سے حضرت مولف احسن الاتصال نے خلافت کے متعلق ضرور تجوید کالا ہے اور بجا طور پر اس لئے کریم مسلک روشنی نہیں بلکہ میں مسلک اہلسنت والجماعت ہے۔ علامہ دہرفیض و تبعین علامہ اپنی علمی تعلیمات کے رام میں غالباً ہیری اس تحریر کو تسلیم کرنے سے الکار کریں گے اس لئے مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تسلی و تکمیل خاطر کیلئے اپنی تائید میں کسی اپنے شخص کے مقول کو بھی جوان کے نزدیک بھی قابل استاد ہو چکیں کروں یہاں نے اپنی کتاب میں تند اخاذ ٹھیک پر استدلال فرمایا ہے اور اس کو اس حد تک مستحب رہا ہے کہ تو اس کے مقابلہ میں یاں الفاظ اور فرمایا ہے ”مسلک صحیح و مدعی ہے جو آپ نے تحد میں لکھا ہے“ میں با غرض کے سامنے تھڑا اخاذ ٹھیک ہی ہمارت چیزیں کچھ دیا ہوں تا کہ ناظرین خود اس بات کا فحیلہ کر سکیں کہ اس واقعہ سے خلافت اور ملامت کی بیان و قائم کرنا مسلک اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے یا نہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے جہاں پر ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن پر روشن خلافت بلا فعل کے ثبوت میں استدلال کرتے ہیں وہاں پر حدیث دوم کے بیان میں وہی حدیث درج فرمائی ہے کہ جس کا حضرت مولف احسن الاتصال نے اس ابسلسلہ غزوہ جوک ذکر کیا ہے شاہ صاحب نے پہلے حدیث کے الفاظ درج فرمائے ہیں اس کے بعد روشن کا طریق استدلال اس کے بعد

فرماتے ہیں:

اصل ابن یہ حدیث بھی دلیل الحدث است کی ہے کہ جس سے فضیلت حضرت امیرؑ کی ثابت ہوئی ہے اور ان کی امامت کی صحبت اپنے وقت پر اس حدیث سے تھا ان کی امامت (خلافت) زیرا کہ از ابن حدیث مستفاد میشود کامتفاد ہوتا ہے اسی لئے اس حدیث سے خلافت کے تعلق نتیجہ کالانا میں نماجہب الحدث و الجماعت ہے۔

جز دوم جزو اول کے تعلق تو ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ علامہ کا یہ لکھنا کہ حضرت مؤلف احسن الاتکاب نے تقدیر و افضل کی ہی محض اختراء ہے۔ اب صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ جزو دوم جہاں پر علامہ نے الحدث و الجماعت کا مسلک پیش کیا ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔ علامہ نے مسلک الحدث و الجماعت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے "یعنی الحدث و الجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حدیث "انت منی بمنزلة هارون النبی" صحیح ہے لیکن اصل کیفیت یہ تھی کہ غرور جوک میں حضرت مرور کا کائنات بیجوں اور بڑھوں کی خاکت کیلئے منورہ منورہ میں حضرت علی مرتفعی کرم اللہ وجہ کو چھوڑ گئے تھے لوگوں نے حضرت علی پر طعن و تشنج کی کہ تم کو جو خدا میں نہیں لے کے تھیر کام کیلئے چھوڑ گئے لہذا آنحضرت نے حضرت علی کی دلبوکی کیلئے فرمایا کہ انت منی بمنزلة هارون النبی خداوس حدیث کے الفاظ علامہ کی کس حدیث تدوید کرتے ہیں اس کی منفصل بحث انشاء اللہ کتاب پر تقدیر کے سلسلہ میں ناظرین کے سامنے پیش کی جائے گی۔ یہاں صرف یہ دکھلاتا ہے کہ علامہ نے جو مسلک الحدث و الجماعت پیش کیا ہے وہ مسلک کس کا ہے تو اصحاب کا یا الحدث و الجماعت کا۔ شاہ صاحب نے اس حدیث کے شتم پر خود اس امر کو واضح فرمادیا ہے کہ معیار الحدث و الجماعت یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت امیر شیخن امامت (خلافت) ثابت ہوتے ہیں اگرچہ کسی وقت میں ہوں اور یہ مذہب الحدث کا ہے۔ اس حدیث میں شاہ صاحب نے تو اصحاب کا مسلک بھی درج فرمادیا ہے ملاحظہ ہو جبارت۔

"ہر چند نواصیب خذلهم اللہ در تمہیک اہلست ہم قدر حسکرده اند و گفتہ اند کہ این خلافت نہ ان خلافت بود کہ محل نزاع است تا استحقاقی این خلافت بہ دادن این خلافت ثابت شود زیرا کہ باجماع اهل سیر محمد بن مسلمہ را صوبیہ دار مدینہ و سپاٹ بن عرفظہ را کوتولی مدینہ و این ام مکتوم را پیش نماز مسجد خود کرده بودند اگر خلافت مرتضی مطلق می بود این امور معنی نہ داشت پس معلوم شد کہ این خلافت محض در امور خانگی و خبرداری اهل و عیال بوده و جویں امور موقوف به محرومیت و اطلاع بر امور مستورات است لابد فرزند و داماد و امثال ایشان برائے این گارمنٹین می باشند و بفضل اللہ تعالیٰ اہلست ایں قدر ایشان جو ایہاںی دندان شکن داده اند کہ در مقام خود مذکور است"

شاه صاحب کی عبارتی میں جن الفاظ کے یقیں میں نے خط تھیں ریا ہے وہ اس عبارت کا فارسی ترجمہ کہا جاسکتا ہے کہ جو علامہ نے معاشر اہلست و اہل جماعت میں درج فرمائی ہے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ تھہہ اثنا عشر بیہی کی عبارت کا مفہوم کچھ سے قاصر ہے اور بالآخر و خوش یہ سمجھ کر کہ کتاب کا بحث رو و افضل ہے اس میں نواصیب کے متعلق شاه صاحب نے کہا کہ کہون کچھ کہون کچھا ہو گا اس عبارت کو جو نواصیب کا معيار تھا معاشر اہلست و اہل جماعت قرار دے بیٹھے یا گھول علامہ ان کی یہ تحریر و سنت غیرہ کی جنہیں روئی ہوئی کہ جس نے ان سے لکھوایا۔

۱۷۵ فصل الخطاب میں علامہ نے احسن الاتخاب کی اس عبارت پر تخفیف رہانے کی کوشش کی ہے جس کو حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے میں ۱۷۵ پر آیت مبارکہ کے مسلسل میں لکھا ہے اس موقع پر بھی علامہ نے اپنی پرانی ترکیب کے موافق دو پہلو اختیار کئے ہیں پہلے جزو میں حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو رو افضل کا شیخ ہیا اور دوسرے جزو میں پھر اہلست و اہل جماعت کے مسلک کو پیش کرنے کی عیش دی پے روکوش فرمائی ہے یہاں پر بھی علامہ نے اسی خلافت بلا خصل کاروئارو یا ہے معلوم نہیں علامہ کا مطلب خلافت بلا خصل سے کیا ہے کیا علامہ کے نزدیک کسی فضیلت جاتا

امیر پر قلم اٹھانا تو اسے خلافت بالصل کے بارہ ہے اسلئے کہ مجھ کو تو ص ۱۷۵ میں کوئی عمارت اسکی بھی نہیں نظر پڑی کہ جس سے خلافت بالصل تو خیر خلافت کے متعلق بھی بتیجا اخذ کیا جائے کے اگر طلامہ کا یہ خیال ہے کہ جاتب امیر کے فدائی و مناقب یا ان کرنا علی رفض ہے تو انھیں صاف یہ لکھتا چاہے تھا اس تفہیم کی کیا ضرورت تھی اور اگر علامہ کو اتنی بھی خیال ہے تو پھر علامہ کیلئے میدان صاف تھا۔ حضرت مؤلف احسن الاتحاب کو صرف حضرت امام شافعی کے اشعار کا خیال کر لیتا چاہئے اور بھی جواب علامہ کیلئے بہت کافی ہے یہ محبوب الحلف ہے کہ علامہ الحبیب الطہاری کے متعلق سب کو کہنے بھی ہیں اور پھر بھی محبت الہوت اور محبت الائی ہونے کا بلا دلیل دعویٰ ان کے نزدیک اپنی جگہ پر قائم و برقرار رہتا ہے جیساں اس تفہید کے جزو اول کا تحلیل تھا لکھا جا جکا تھا ہر ہے کہ اس سے زیادہ کوئی اور لکھنے والی وقت غمکن نہیں اس لئے کہ جب کوئی شخص بلا دلیل کسی بات کو کہنے پر آوارہ ہو جائے تو پھر بھروسے کہ "جواب جاہلان باشد حسوشی" (جہلا کے جواب میں سکوت اولی ہے) کے مقولہ پر عمل کیا جائے اور کسی بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

اب رہا اس تفہید کا جزو دوم جیساں علامہ نے معیار المحدث و الجماعت پیش کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے اس کے متعلق میں پھر علامہ کے سامنے علامہ کی مسند ماخذ تھیۃ اٹھا عشریہ کا حوالہ پیش کروں گا ملاحظہ ہو عمارت تھی۔

و این آیت در اصل از دلائل اعلیٰ است کہ در مقابلہ نواصب بدار
تمسک حستہ اند و جھہ تمسل ایشان پر ظاهر است کہ حضرت امیر
و این بزرگان را همراه برونو و تخصیص فرمودن و جھی و مرحومی می
خواهند و آن از دو چیز بیرون نیست یا برائی آن ہو د کہ این بزرگواران را
نهایت عزیز مینداشت و چون انہا را در مقام میاہله کہ در آن بحسب
ظاهر سلطنت هنک ہم بود حاضر سازد مخالفین را اعتماد و ثائق فری بر
صدق نبروت خود و حقیقت مخلقت حضرت عیسیٰ کہ ماز آن عبر
میداد از آنحضرت یقین شود زیرا کہ نا ہیچ عاقلی نا حازم نہ شود
بصدق دعوالی خود را واعزہ خود را در معرض هلاک و استیصال

نمی اندازد و بر آنها قسم نمی خورد پس درین آیت عزیز بودن این
اشخاص نزد پیغمبر ثابت شد و چون پیغمبران از محبت و بعض
نفسانی مخصوص اللہ این عزت ایشان لا بد بحسب دین و قوی و
صلاح خواهد بود پس این معنی برای ایشان ثابت شد با برای آن بود
که این حضرات نیز در دعای بد که بر کفار تحریر منظور بود شریک
شوند و آنحباب را بهمین خود امناد نمایند که زود تر دعای آنحباب
به آئین گفتن ایشان مستجاب شود و برین تقدیر نیز علی مرتبه ایشان
در دین و استحباب دعا لی ایشان عند اللہ ثابت شد و آنجه نواصی در
هر در تقریر قدح کرده اند که همراه بروز آنحباب این اشخاصی را نه
بنا بر وجه اوی بود غیر بجایت وجه ثانی بلکه از راه الزام عخص بود بما
هو مسلم الثبوت عنده و نزد مخالفان که کفار بودند مسلم بود که در
وقت قسم اولاد و داماد را تا حاضر نه کنند و بر حلال آن قسم نه
خورند قسم محترم نمی شود آن حناب نیز به طرقی الزام همین فرمود و
ظاهر است که اقارب و اولاد هر چون که باشد باعتقد مردم عزیز تر
باشدند از غیر اقارب و اولاد مگر نزد این شخص عزت نداشته باشدند ”

اس کے بعد شاه صاحب نے تواسب کے دلائل درج فرمائے ہیں اور اس کے
بعد لکھتے ہیں ” و بفضلک اللہ تعالیٰ کلام ایشان را احلىست و الجماعت

قطع و قمع و اجحی نموده اند ”

اظریخ خود اس امر کا فیصلہ کر لیں کہ علام نے جو معيار المحدث و الجماعت میں درج
فرمایا ہے وہ معيار المحدث و الجماعت ہے یا معيار لواصب یاں یہ بات درسی ہے کہ علام کے
نزدیک ماصوب مسلک المحدث و الجماعت کا درس را تم ہو تو خذ کی جس عبارت کی یقینے میں نے خط
سچیت ریا ہے اگر اس کا درود ترسیم اور ملبوہ مکھا جائے تو بجز علاوہ کی اس عبارت کے اور ” قسم اولاد کی
کمالی جاتی ہے اگر چہ اور لوگ قسم کھانوں کی نظر میں کتنے ہی مهزوز کیوں شہوں اور کچھ نہیں

بیوکل“

علامہ نے احسن الاتخاب پر تقدیر کرنے میں جس دلیری سے کام لیا ہے اس کی وادی بیان تو حالت
الہدیت میں اتنا تو ضرور کہوں گا کہ علامہ کو اتنی احتیاط تو بر تی چاہئے تھی کہ وہ کم سے کم اپنے رامن کو ان
عیوب اور رایجوں سے بچائیتے ہوں کی ہمارے انھوں نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر تقدیر کی
زحمت گوارا فرمائی تھی۔ جو اعتراض کردہ علامہ نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر کہے ہیں اس
کے صدق و کذب کی کیفیت تو انشاء اللہ بناظرین کو افسوس کتاب کے مضمون کی تقدیر سے نظر آجائے گی
اس وقت صرف اتفاق عرض کرنا ہے کہ قابل مبرہت افسوس ہی یہ ہے کہ جو اسلامات علامہ نے حضرت
مؤلف احسن الاتخاب کو دیے ہیں ان میں اتنا ہے ایک طرف رہا علامہ تو اس حد تک گئے کہیں کہ
شاید اس سے زائد عالم خیال میں بھی کوئی شخص کذب و افتراء کا مرکب نہ سمجھے گا اگر چہ علامہ نے کوئی
لہرست اسلامات کی قائم نہیں کی جو وہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کے ذمہ عائد کرتے ہیں مگر
بھک کو جہاں تک فصل الخطاب سے پڑ جل سکا ان کو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اس کے
بعد ایک آیک اسلام کو فرد افراد سے کرنا ناظرین کے سامنے ایک آیک دو دو شاہیں خود علامہ کی تصنیف
سے پیش کروں گا تا کہ ناظرین اس کا فیصلہ کر سکیں کہ علامہ خود ان اعتراضات کے سزاوار ہیں یا
حضرت مؤلف احسن الاتخاب“

حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر حسب زیل اعتراضات کے گئے ہیں:

۱۔ آیات و احادیث کے قطع محتاط و مفراہم بیان کرنا۔

۲۔ غیر صحیح کتب اور بخوبی روایات پر استدلال کرنا۔

۳۔ جامالت اور عامت ایمان مذاہم غیر محققة نہ طرز استدلال

۴۔ استدلالیں وافرہ

۵۔ تحقیق اور تقدیر سے کتاب نہ لکھنا۔

یہ اعتراضات جو میں نے فصل الخطاب سے اخذ کر کے ناظرین کے سامنے پیش کئے ہیں
وہ تقریباً قریب ایک ہی بحث میں آ سکتے ہیں مگر چونکہ علامہ نے اُنہیں اعتراضات پر تقریباً ایک ہزار
صفحہ تکمیل کی زحمت گوارا فرمائی ہے اس لئے میں بھی ایک ایک اعتراض کو علیحدہ علیحدہ پیش کر رہا

مناسب سمجھتا ہوں۔

۱۔ آیات و احادیث کے غلط معانی و مفہوم بیان کرنا۔

اس اعتراض کے تحت میں جو چیز علامتے ہیں کی ہیں وہ ناظرین کے سامنے کتاب کی تحریر کے سلسلہ میں آئیں گی فتنی الاقع میں ناظرین کے سامنے فعل الخطاب سے اس کی مثالیں پیش کرنے پر انکھا کرتا ہوں کہ خود علامہ کا وہ کہاں تک اس عجیب سے پاک ہے جو دو مثالیں میں نے اس سے قبل کی بحث میں کہ "علامتے کمن لوگوں کا انتہاء کیا ہے" پیش کی ہیں وہ بھی اس بحث کے تحت میں پیش کیا جا سکتی ہیں مگر چونکہ فعل الخطاب کے حرف حرف سے تحسیں کرنے والی حق ہیں لگاہ کو اسی حسم کی مثالیں مل سکتی ہیں اس لئے اُنھیں دو مثالوں پر اتفاقہ کرنا علامہ کی درود مری کی تو یہ ہو گی اس لئے میں نئی مثالوں سے ناظرین کے سامنے اس بحث پر روشنی ڈالا پاہتا ہوں۔

علامہ نے ص ۳۶ و ۱۲۷ پر آیت ﴿فَلَا إِسْتِدْعَكُمْ عَلَيْهِ أَجْرٌ إِلَّا الْعِزْدَةُ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ پر روشنی ڈالنے کی رسمت گوارا فرمائی ہے اور دعییتوں سے حضرت مولف احسن الاتخاب کی تحریر پر کہتے ہیں کہ یہ پہلا اعتراض تو علامہ کا یہ کہا ہے یعنی طور پر کسی ہے اسٹے اسکا اطلاق حضرات حسنین پر کرنے میں حضرت مولف احسن الاتخاب نے علمی کی ہے وہ اس اعتراض یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے 『ہمودۃ القریبی』 کو اچر رسالت قرار دیا آنحضرتؐ کی صریح توجیہ ہے گویا بالفاظ اور علامہ کے نزدیک حقیقی اس آیت کے یہ ہیں کہ اس کو حضرات الحدیث سے کوئی تعلق نہیں اب مجھے یہ دیکھنا ہے کہ علامتے اس آیت کا ملکیہ کہاں تک ممکن ہے اسی طریقہ پر پیش کیا ہے اور ان کے دوقوں اعتراضات کی کیا جائیں ہے۔

۲۔ آیت کا یعنی طور پر کی ہونا سب سے پہلے جو چیز کہ ناظرین کے سامنے اس اعتراض کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ "کی ہوتا" کے الفاظ میں علامہ کی تحریر پر بتاتی ہے کہ کسی کا اطلاق صرف ان سورتوں اور آنکھوں پر ہوتا ہے کہ جو قلب بھرست مکہ مظہر میں نازل ہوئی تھیں۔ باہر ہوتا کہ علامہ اس سلسلہ میں ترجمان القرآن اس ۵۳۲ جلد ایکی ملاحظہ فرمائیتے ہیں جو خود مختلف فیہ ہے کہ "کی" کا اطلاق انھیں آتیوں اور سورتوں پر ہوتا ہے کہ جو قلب اذ بھرست نازل ہوئی ہوں یا کسی کا اطلاق ان سورتوں اور آنکھوں پر بھی ہوتا ہے جو کہ مکہ مظہر میں نازل ہوئی ہوں اگر چہ وہ بعد بھرست

تی کیوں نہ ہوں (فوج کے بعد) دوسرا چیز جو اسی سلسلہ میں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیا کمی متوتوں میں صرف وہی آئیں ہوتی ہیں جو کہ نکم مخلوق میں بازی ہوئی ہوں یا وہ آئیں بھی ہوتی ہیں کہ جو خدیشہ منورہ میں بازی ہوئی ہوں اور جب اسی صورت واقعہ ہو جاتی ہے تو کیا سورۃ کامی یا مدینی ہونا آیت کی بارہنی ہونے کی توقعیت کو بھی بدال دتا ہے اس کو علامہ مسیحی تسلیم کریں گے کہ کلام اللہ کی سورتوں میں جو کمی کہلاتی ہیں ان میں مدنی آئیں موجود ہیں اور جو سورتیں مدنی کہلاتی ہیں ان میں کمی آئیں موجود ہیں جو اس نکم آیت نمکورہ ہالا کا تحلق ہے علماء نے یہ بھی غلط لکھا ہے کہ یہ آیت تحقیقی طور پر بکی ہے اس لئے کہ سورۃ شوریٰ میں حضرت ابن عباس و قادہ کے قول کے مطابق چار آئیں تحقیقی طور پر مدنی ہیں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے ترجمان القرآن ص ۱۱۹ جلد ۱۲۳ اس لئے علامہ کا پہلا اعتراض تعلیم بخیا اور لغو ہے اور علامہ کا صرف کمی کے لفظ سے فائدہ اٹھاتے کی کوشش کرنا اور اس کو ایک مسئلہ امر کے طریقہ سے پیش کرنا قطبی دعائی ہے میں اب اس اعتراض کا دوسرا ریخ بھی ناظرین کے سامنے پیش کرنا ہوں اگرچہ اس اعتراض میں صرف بیرے اور آپکے ذمہ احسان سے اچل کی گئی ہے مگر چونکہ نکتہ جتنی اور تخفید مذکوری امور پر ہے اس لئے میں یہ اعتراض تکمیل کرنا کہ اس قسم کی اچل حقیقتاً مل کی کمزوری کو خاکہ کرتی ہے بلکہ ناظرین کے سامنے اس امر کو پیش کرنا ہوں کہ اگر خود علامہ کی تباہی ہوئی تفسیر بھی تھوڑی دریکیلے مان لیجائے جب بھی جو حدیث کہ علامہ نے ص ۷۴۷ فرقہ کی ہے جس کو وہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہاتھے ہیں اس میں بھی خود علامہ ہی کا اعتراض دیا ہے جو سید ابن جبیرؓ کے قول کے مطابق صرف حضرات صدیقین و حضرت علیؓ پر مدد و تجویی اس صورت میں بھی اعتراض پذیر ہے جو صرف یہ فرقہ ہو جائے گا کہ ابجر رسالت ہجائے مودة حضرات صدیقین و حضرت علیؓ و حضرت فاطمہ مودۃ قریش ہو جائے گوئی تظر اس امر کے کہ اس آیت میں استثناء تھا ہے یا متفق (جس کے تحلق کتاب پر تخفید کے سلسلہ میں مفصل بحث ہو گی) ابجر کے وہ محنی مراد یہا جو کہ علامہ نے لئے ہیں البتہ تو ہیں آنحضرتؐ کی حدیث ہو چکا ہے ورنہ آیت کے ان حالی سے جو کہ حضرت مؤلف احسن الاتکاب نے لکھے ہیں کوئی تو ہیں نہ ہو بالآخر آنحضرتؐ کی تہمیں ہو سکتی اسلئے کہ حقیقتاً مودۃ فی القرآن

اجر رہالت قرار دیں وی گئی ہے کیوں کہ اجر دہ ہے کہ جو عمل کے مقابلہ میں واقعہ ہوتا ہے اور مودہ آنحضرت اور آپ کے اقرباء کی قریبی پر یوں بھی واجب تھی اور آپ کے اعزہ سے صدر حجی کرتا اور ان کی ایذا اوری سے باز رہنا مکمل مرداث جلی واجب تھا اس آہت میں مودہ کا مامرف اجر رکھا گیا ہے اور مودہ کو اجر سے تثیر دے کر اجر سے اس کا استثناء کر لیا گیا یہ علمائے اس موقع پر بھی صرف ٹھیک احصارات سے اقل کر کے ہم کو درود کارئے کی تو شکری کی اور بک۔

علام نے میں ۱۷۸ پر اس بحث کیلئے بھی تخت سے استدلال فرمایا ہے مگر علامہ اسی بحث میں تخت کی اس مہارت کو بھول گئے جو اس پر شاہ صاحب نے اپنی ذاتی رائے کا اعلان المخاطبین فرمایا ہے۔

”باید داشت که این آیت دلیل اهلست است در مقابل نواصب که
اثبات وجوب محبت اهلیت بدار می کنند چنانچه فرقی و دیگر
علماء اهلست که با نواصب شام و مغرب مناظره ها داشتند این آیت
در این مقام متمم شد ساخته اند“

یہاں تک تو میں نے آیات کے مطلب و مفہوم کے تعلق ناظرین کے سامنے عرض کیا ہے اب احادیث کے تعلق دیکھنا ہے کہ اس میں علامہ نے کیا صورت اختیار کی ہے میں بحث کے اس حصہ کو صرف دو مثالوں سے واضح کرنے پر تقاضت کرتا ہوں ناظرین خود دیکھ لیں گے کہ جو تزکیب علامہ نے آیات کی تفسیر میں برپی کیے تھے جدید و میں ترکیب احادیث میں کیں بھی برپی کی گئی ہے۔

۲۱۔ فضل اخلاقیں میں طلامد نے تفصیل کی بحث میں ان دو حدیثوں پر استدلال فرمایا ہے:
 ۱۔ عن عائشة قالت قاتل رسول الله عليه وآله وسلم لا ينفع لقوم لهم جماعت مثل ما ذكرت موجودوں اس کیلئے ذیانگیں ابتو بکر ان یو میهم شیرہ (برمندی)
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و مطہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کو اور کوئی درجہ ایسا کیا تو اس کی ایسا کامست کرے

٤۔ عن جعفر بن مطعم قال اتى النبي صلى الله عليه وسلم امرأة لتكلمه ففي شيء فامرها ان ترجع اليه قالت يا

جعفر بن مطعم سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک حورت نبی کے پاس آئی جس اس نے آپ سے کسی معاملہ میں گھٹکوکی آپ نے اس کو

رسول افہاریت ان جنت و لم اجد ک حکم دیا کہ پھر آؤے اس سنے کیا رسول اللہ یہ
کانها فربد الموت قال فلان لم تجذبی فرمائے اگر میں آؤں اور آپ کو شہزادیں بخی آپ
فاتحی ابا سعید کر (بخاری، مسلم) کی وفات ہو جائے تو کس کے پاس جاؤں آپ
سے فرمایا کہ پھر آئے تو کسکے پاس جائے۔

اور ان دونوں حدیثوں کی فضیلت کی مندرجہ میں بخشی کیا ہے حالانکہ مسلم امری ہے کہ یہ دونوں
حدیثیں صرف حضرت ابو بکرؓ خلافت کے تعلق ہیں ان کا کوئی تعلق بحث الفضیلت سے نہیں ہے۔
علماء تواریخ الخلفاء کے معرف معلوم ہوتے ہیں اور متعدد مقامات پر انہوں نے اس کتاب سے
استدال میں بھی کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے ازالت الخلفاء پر جمی تو ضرور تحریر شاید یہ بکوں لگئے کہ شاہ
دی اللہ صاحب نے ازالت الخلفاء میں بھی ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ کی خلافت کے
دلائل میں بخشی کیا ہے افضلیت کے موقع پر انہوں نے بھی ان سے استدال نہیں کیا ہے۔

۲۔ غیر معترکت اور مجروح رواۃ پر استدال کرنا

علامہ نے دور اختر ارض حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر یہ کیا ہے کہ کتب غیر معترکت اور
مجروح رواۃ پر استدال کیا گیا ہے ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ خود علماء کا داداں ان میوب سے کہاں
تک پاک ہے فعل الخطاب کے شروع یعنی میں علامہ نے الفضیلت کی بحث کو شروع فرمایا ہے قلع نظر
اس امر کے کہ بحث الفضیلت کو بیان احسن الاتخاب سے دور کا تعلق بھی ہے یا انہیں علامہ نے یہ
ترکیب صرف جوام کی اقوا اور ان کے جذبات کو بر ایجاد کرنے کیلئے اختیار کی ہے یا کتاب احسن
الاتخاب پر واقعی تخفیف فرمائی ہے میں اس وقت ناظرین کے سامنے غیر معترکت پر استدال کرنے
کی ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

علامہ نے بحث الفضیلت اور فعل الخطاب کے دو گھر مصائب میں بخیۃ الطائفین پر استدال
فرمایا ہے ملاحظہ ہوں مصححات ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳ اور غیرہ۔ قبل اس کے کہ علامہ فعل الخطاب میں اس
کتاب سے استدال فرماتے علماء کیلئے ضروری تھا کہ انہوں نے اس کتاب کی صحیح حقیقت کو بخیۃ کی
کوشش فرمائی ہوئی علماء سعدی محقق و تقدیم معلوم ہوتے ہیں کیا کتب غیر معترکت پر استدال بھی تحقیق
و صحیح تخفیف کے تحت میں آ جاتا ہے اس کتاب کے تعلق تو علامہ کوزیا وہ تلاش کی در درستی بھی نہ کرنا

پڑتی اگر فرقی کل ہی کے نماء سے جن کے قول کو علامہ بھی قابل استناد سمجھتے ہیں دریافت فرماتے تو وہاں کے ذی علم حضرات تو درکار شاید پچھے بھی علامہ کو مولا نامہ نصیر فرقی بھلی کی کتاب تحریک الكلام المسووب الی خوش الانعام کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس کتاب کے متعلق پیشتر علامہ کا مقولہ یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت خوشنوشت پاک کی تصنیف سے نہیں ہے مولا نامہ نصیر نے اسی بحث پر تحریک الكلام بھلی سے مش اسی میں سے اس وقت صرف دعویٰ خودی الطالبین کے متعلق ناظرین کے سامنے پیش کے دیتا ہوں اگر ناظرین زیادہ تحقیق و حلائش کے خواستگار ہوں تو وہ خود تحریک الكلام کا لاملا طلاق فرماتے ہیں:

مولا نامہ نصیر فرقی بھلی سمجھتے ہیں

”انتساب این کتاب بمحاب مستطاب قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ و ارضاء بودن کلام مخدوش الزمام از کلام بلا غلط نظام آن قطب الانعام محل صحیح کلام اند توضیح و تلویح مرام آنکه انتساب کتاب بمحاب مستطاب پیش علمائی اعلام محل تامل و کلام است و تحریک الكلام من ۸ هر گز ثابت نہ شدہ کہ این (عبدۃ الطالبین) از تصویف آن محاب است اگر چہ انتساب باآن حضرت شهرت دارد نظر برین کہ شاید در آن حرف از انتساب بود ترجیح کردم.

(ثیڈیاں صد و میلی ترقیۃ الطالبین تحریک الكلام ۸)

مولانا عبد اکی فرقی بھلی نے الرفع و التکمل میں بھی یہی لکھا ہے

اب محروس رواۃ پر استدلال کریکی کیفیت ناظرین ملا حلقت فرمائیں ۳۶۳ فصل الخطاب سے علامہ نے حدیث قلنین پر تحریک شروع کی ہے اس حدیث پر اعتراض صرف یہ کیا ہے کہ قلنین سے مراد کلام اللہ والہیت آنحضرتؐ پیش ہیں بلکہ کلام اللہ و سنت رسول اللہؐ ہیں اور اس کی تائید میں اس ۳۶۳ پر دو حدیثیں درج فرمائی ہیں ایک حضرت ابن عباسؓ اور دوسرا حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہیں احادیث سے اپنے استدلال کو موکد فرمایا ہے میں ان دونوں حدیثیں کی صحیحیت کو ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین خود اس امر کا فہمہ کر لیں کہ یہ دونوں حدیثیں بحروف ہیں یا نہیں اور ان پر استدلال کس حد تک چاہیز کہا جا سکتا ہے۔

پہلی حدیث جو حضرت ابن عباس سے مردی ہے

"انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصم بہ للن تضلوا اہدا کتاب افہ و متنیہ"

چھتین میں نے تمہارے درمیان میں دو چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ اگر تم اس کو منظوظ پکار دے گے

تو ہرگز مگر اونہوں گے اللہ کی کتاب اور اسکے نبی کی حدیث۔

اسکے دو حصے ذیل ہیں۔

۱۔ احمد بن اسحاق ۲۔ عباس ہیں الفضل ۳۔ اسما علیل ہیں اویں ۴۔ اسما علیل بن محمد ہیں الفضل

شرعاً ۵۔ فضل شرعاً جد اسما علیل ۶۔ این ابن اویں ۷۔ ابی اویں ۸۔ ثوراً ہیں زید ۹۔ عکرمہ مولیٰ

امن عباس ۱۰۔ این عباس

۹۔ عکرمہ مولیٰ این عباس ۱۔ علی این المدببی کا قول ہے کہ عکرمہ نے خوارج مغرب سے حدیث

اخذ کی ۲۔ بھی این میں کہتے ہیں کہ امام مالک نے عکرمہ سے کوئی حدیث نہیں لی اسلئے کوہ مغرب (۱)

سے تھے امام مالک ان کو ٹھنڈیں کہتے تھے اور ان سے حدیث لینے کو شجاعتی تھے۔ ۳۔ عطا کا

قول ہے کہ عکرمہ باضمہ (۲) میں سے تھے۔ ۴۔ جوز جانی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے عکرمہ

کے خلخل پر چھا کرہ کیا ابھی تھے انہوں نے کہا صفری تھے ۵۔ مصعب زیری کا قول ہے کہ ان کا

میلان خوارج کی طرف راندھا۔ ۶۔ بھی الہکا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کوتافی سے یہ کہتے

ہیں کہ تم خدا سے ذرود میری تکذیب نہ کر جوہیا کہ عکرمہ نے این عباس کی تکذیب کی اور سید این

اس سبب کا بھی اپنے غلام سے بھی کہنا مردی ہے ۷۔ بیرون این الہی زیاد کہتے ہیں کہ میں علی این عبد

الله این عباس کے بیہاں آیا میں نے وہاں عکرمہ کو متیند کیا میں نے اس کی وجہ پر بھی انہوں نے کہا

کہ اس نے میرے باب پر جھوٹ تراشنا۔ ۸۔ ابوہریرہ شد کہتے ہیں کہ عکرمہ معتبر بحث تھی عکرمہ کا

حال تکذیب المقادیر بہبوج ۷۰۰ میں ۲۶۲ سے ۲۶۳ موجود ہے۔

۱۔ این مذاقہ ماری کے تین کو مطریہ کہتے ہیں۔

۲۔ عبد اللہ بن ابا شعیب محدثی کے چھتیں ایسی کہاتے ہیں محدثوں ایکہ ایک تقویہ پر تھے اختلاف نہ تھا تو رخداد

اختلاف اس کا سبب تھا میں تو ایسی ایسا ضروری تھا۔ تکمیل مذکوب بہائی بخشن ۲۰۔ اوارد مذکوب بہائی بخشن از ارقام۔

ان کے محدثین نکل اگئے مائل پر عقاائد خوارج ہونے کے قائل تھے اور حسب قاعدة مقررہ
میں الاصولیین مطاعن میں جرح کو تحدیل پر مقدم بھی رکھیں گے (مس ۲۰، فصل ۳۷، خطاب)، ان کا حال
میرزاں الاعدال بچ ۱۸۹۷ء میں بھی مس ۱۸۹۷ء سے ۱۸۹۲ء تک موجود ہے جس میں سمجھا کا کذاب کہنا اور علی
ابن عبد اللہ ابن عباس کا ضیغیث کہنا اور محمد ابن سیرین کا "ما یستحی من یکون من اهل الجنة
لکنہ کذاب" (اس قاتل نہیں کہ جنت والوں کے برابر ہو درحقیقت وہ کذاب ہے) کہنا موجود
ہے اس سے بخت جو اقوال ان کے متعلق موجود ہیں وہ بالتصدیق نے حذف کر دیئے ہیں۔

۸۔ ثورا بن زید۔ قدریہ ضریب رکھتے تھے خوارج کی طرف میلان تھا امام بالک نے عکردہ
کے ساتھ میان کو بھی ترک کیا تھا (قدریہ ضریب بچ ۲۰، میرزاں الاعدال بچ ۱۸۹۷ء میں بھی ان کا تھم ہوتا
مرقوم ہے۔

۹۔ ابی اویس عبد اللہ ابن عبد اللہ مدفنی و ابن ابی اویس: ابین میمین کہتے ہیں کہ یہ
توی نہیں یہ اور اگلے بیٹے دونوں ضعیف ہیں لیکن کی خش ان میں بھی ضعف ہے۔ ۱۔ ابن الدینی
ضعیف کہتے ہیں، ۲۔ میرزاں علی ضعیف کہتے ہیں، ۳۔ نسائی ضعیف کہتے ہیں، ۴۔ ابو حاتم کا قول ہے
کہ یہ حدیث میں قابل صحیح نہیں۔ ۵۔ ابین عدی کا قول ہے کہ ان کی حدیث سمجھنے کیسی نہیں شکایت نہیں
کے موالیت نہیں کی (قدریہ ضریب ۱۸۹۷ء، میرزاں الاعدال بچ ۱۸۹۷ء میں بھی ان کا ضعیف اور غیر مقدم اور
قابل صحیح نہ ہونا مرقوم ہے۔

۱۰۔ نفضل ابن محمد تیہی شعرانی: ابو حاتم کا قول ہے کہ ان پر گلستان کی گئی ہے صیہن قطانی سے
لوگوں نے ان کے متعلق یوچھا انکھوں نے ہم باقاعدہ ہونا یا ان کیا (میرزاں الاعدال بچ ۱۸۹۷ء)
۱۱۔ احمد بن عبدی بن نفضل شعرانی: ان کے متعلق میرزاں جلد اس ۹۸ میں ہے کہ یہ حاکم کے
شیوخ نہیں سے تھے وہی نے بعد حدیث طلب العلم فریضۃ (۱) ضریب و فرد لکھا اس ان
المیرزاں جلد اس ۹۸ میں بھی ہے۔

۱۲۔ احمد بن ابی اویس: ۱۔ سمجھی کا قول ہے کہ یہ ضعیف الحشیل تھے، ۲۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ
ضعیف ہیں، ۳۔ دو لاپی نے بھی انکو مظہع میں شمار کیا ہے، ۴۔ نصراءن مسلم مرزوqi، کذاب کہتے ہیں۔

۱۔ پڑھتے احادیث سے ہے اور ضریب بھی ہے۔

۵۔ ابن سینا کا قول ہے کہ یہ حدیثوں کا سرقہ کیا کرتے تھے (بیران الاحوال ج ۱ ص ۵۸ تذہیب مدارس ۲۰۰۷)

۶۔ عباس ابن فضل: بیران الاحوال ج ۲ ص ۱۸۰ اس نام کے تین شخصیں اور تین مجموعوں ہیں

۷۔ احمد بن اسحاق: ابو شیم کہتے ہیں کہ سلائیں احتجاج ٹھیک نہ اب تھے (بیران الاحوال ج ۱ ص ۳۷)

اس حدیث کے روایات کے متعلق علماء جرج و تحدیل نے جو کچھ لکھا ہے وہ علامہ ذی قرناں خدا پڑھنے لکھے ہوئے کے مدی ہیں جال کوئی اس چیز کا طہیہاں دلانے کو کافی تھا کہ یہ حدیث کسی طرح بریگی لائق استدلال و جگت نہیں ہو سکتی علامہ کا اس حدیث تھیں کے مقابل میں پیش کرنا اور حدیث تھیں کو اس کے مقابل میں غیر معتبر قرار دنے اصرف تعصی پر بحول کیا جاسکتا ہے جو کہ حسین کے اجاجیں میں پیدا ہو جایا گرتا ہے علامہ نے مباحثہ فصل الخطاب میں تخدیشاد عبدالعزیز صاحب پر بہت کچھ استدلال فرمایا ہے کہ علامہ اردو کی اس محل پر عالم معلوم ہوتے ہیں کہ ”میٹھا بیٹھا ہب اور کڑوا کڑوا ہخوا“ جہاں جہاں پر شاہ صاحب نے میعاد نواصی اور ان کے لاکل کو بیان فرمایا ہے اس کو علامہ نے معيارِ الجست و الجماعت قرار دیا کہ اقتضیں فرمایا مگر جہاں پر شاہ صاحب نے اس مسلک کے خلاف کچھ لکھا ہے اس کو علامہ صاف پی گئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کریاں کے متعلق تخدیشاد کو کچھ ذکر ہی نہیں ہے ابھی بھی صورتی علامہ نے تخدیشاد عزیز میں اقتیار کی ہے اگر کوئی بوقت میں علامہ کو یاد رکھوں کہ شاہ صاحب نے تخدیشاد عزیز میں بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور اس کی تقدیق یہاں تک فرمائی ہے کہ ایک خاص باب اسی سرفی سے مرتب فرمایا ہے ”باب مشتم در محاد دییان مخالفت شیعہ با ٹھیں“ جن الفاظ سے حدیث تھیں کو شاہ صاحب نے تخدیشاد میں روایت کیا ہے اس کو غالباً علامہ نے اس لئے اور بھی بالتفہم بھلا دیا کہ اگر ان کو علامہ زہن میں رکھتے تو پھر علامہ کوئی والی ترکیب سے بالکل دست کش ہو ناپڑتا اسی حدیث کے تحت میں شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

” الزام تو ان داد نواصی در انکار ان دو حدیث کے به دلیل عقلی در صحت این ہر دو قدر کردہ اند“

وسری حدیث جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے وہ بھی ایسی ہی مجموع ہے اس کے روایۃ میں بھی کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو علماء جرج و تحدیل کے نزدیک قابل سند و ثوثی ہو اس کے روایۃ اور ان پر علامہ جرج و تحدیل کی جرج انشاء اللہ خود کتاب کی تقدیم کے سلسلہ میں ناظرین کے سامنے

پیش کی جائے گی۔

۳۔ جاہل اور عامت اور عامتہم غیر محققانہ طرز استدلال۔

علماء کا تیر ان اعتراف ہے کہ جاہل اس اور عامت اور عامتہم سے اسنے الاتخاب کے صفات پر کئے گئے ہیں اور اس کی تحریر میں غیر محققانہ طرز استدلال سے کام لیا گیا ہے علماء نے اپنی قدیم عادت کے مطابق اس اعتراف کو بھی کسی مثال سے واضح تجسس فرمایا تھا اما اندیشیدہ ہونکا کہ شاید کتاب پڑھنے والے حضرات جس چیز کو علماء اپنے اعتراف کی حاجیت میں پیش کریں اس کو اس اعتراف کی مثال تجسس سے قاصر رہیں اور منت میں علماء کے تحریر میں کو ایک شدید ضرب میدھج جائے اس لئے جہاں پر علماء نے کوئی اعتراف کسی قسم کا کیا ہے دہل مثال دینے سے بالتفصیر گر جو کیا ہے اور اسی میں علماء کیلئے مفری بھی تھا میں اس اعتراف کی قسم کا بھی علماء ہی کی تصنیف سے تاظرن کے سامنے پیش کرتے ہوں جیسا کہ میں نے اور پرکھا ہے علماء نے حدیث تکمین پر تعمید میں ۲۶ فعل الخطاب شروع فرمائی ہے ص ۲۶ پر علماء نے اپنی تحریر کو دو حصے میں کرو فرمایا اور جب اس پر بھی طبیعت انسان نہ ہو تو عقلی دلیل بھی اپنی تایید میں ص ۲۶ پر بایں الفاظاً پیش فرمائی اور سچ ہو بھی کس طرح سمجھی ہے قرآن تو قیامت تک یقیناً دیتا کے سامنے رہے گا لیکن کیا الہیت بھی رہیں گے پھر اگر تین تو آنحضرت صلیم کی الکیف مالا بیان امت کو رے گئے تھوڑا بالش، اب دیکھنا یہ ہے کہ علماء کی اس عقلي دلیل کی کیا صحت ہے علماء نے شاہ ولی اللہ صاحب حدیث دہلوی کی تحریر کو مستخر مانتا ہے اور اسی طبق فعل الخطاب میں ان کی تصنیف سے استدلال بھی فرمایا ہے (ناہر برس ۲۲۷۴ ویر ۱) شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب ترقی العین میں اس حدیث پر تعمیدی نظر ڈالی ہے اور طبیعت ہوتے پر میں اسی حدیث کے تعلق لکھتے ہیں۔

"از آنسحبله قول آنحضرت (ص) در غدیر خم "وَ إِلَيْنِي قَدْ أَنْزَلْتَ فِيْكُمُ الظَّلَامِينَ احْدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْأَخْرَى كِتَابَ اللَّهِ وَ عَنْتُو فَالظَّلْمُ كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا فَإِنَّهُمْ لَنْ يَعْرِفُوا حَقِّيْ يَرْدَأْ عَلَى الْحَوْضِ" (اللخ و معنی این حدیث و حرب محبت

۱۔ تین میں دو طبیعت انسان پیش کریں جو انسانوں کیلئے دوسرے یہی ہے، کتاب اللہ و حضرت مدحکوں میں سے بعد کیا برداشت کرتے ہوئے دوسرے جو انہیں ہوں کی جب تک کوئی پروردہ نہ ہو۔

اہلیت است و اعتقاد فضائل شان و تعظیم و تمجیل ایشان ”
اس کے بعد صفحہ ۲۸۹ و ۳۰۰ پر فرماتے ہیں“

”پس قول آن حضرت (ص) ”ما ان تمکم به لئن تضلوا“ محمول
است بر محبت اہلیت و معنی ”لئن یتغفارا“ آن است کہ تا وجوب
عمل بر قرآن یاقیت و جو布 محبت اہلیت نیز باقی است و در
آخرت چنانکہ ثواب بر عمل قرآن خواهد یافت بر محبت
اہلیت نیز ثواب خواهد یافت و ہمین است عقیدہ اہلیت احیاء اللہ
تعالیٰ علی محبت اہلیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ (۱)
اس کے بعد صفحہ ۲۸۸ پر فرماتے ہیں۔“

”و از آنچمہ حدیث خس غدیر کہ مدلول آن وصف است بمودت
اہلیت“ و تاکید درین معنی کہ آن حکم باقی است الی یوم القيمة و
جون از قرآن مستول بودند از موعدت اہلیت نیز مستول شوند“

اب تو یہ قول علامہ یوسفی کہی چاہتا ہے کہ ماں علماء اور کہاں استنباط مسائل از حدیث
”لشنان ما بیبهما“ جو عبارت قرۃ العین کی اوپر درج کی گئی ہے اس سے ناظرین کو علامہ کی
عقلی دلائل دریافت کا صحیح سیارہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ کیا ہے کیا میں علماء سے پہاڑ کر کے ہوں کہ
جاہل انشا در عالمیان مقاہم اور غیر محققانہ طرز استدلال کا اطلاق ان کی اس صفات پر تجویی ہوتا ہے یا
نہیں اسی جاہل انشا در عالمیان مقاہم اور غیر محققانہ طرز استدلال کا ایک جلوہ اور بھی ملاحظہ طلب ہے۔
علامہ نے صفحہ ۱۱۷ فضل الخطاب میں تحدی اشاعتیہ کی عبارت پر ایک انوکھے طریقہ سے
استدلال فرمایا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحدی میں روشنی کے مکانہ کو بالتفصیل درج فرمایا ہے
اور اس سلسلہ میں ایک سوچارہ کا ندرہ افس کے درج فرمائے ہیں شاہ صاحب کی است دوسری میں
کہتے ہیں:

”زمینہ شتری صاحب کشاف کہ تفضیلی معتبری است و اعطاً

۱. اخذ تعالیٰ نے ہم کو اعلیٰ دینی کی کمیت ہی نہ دخوار کے۔

خوارزم کہ زیدی عالی است و این قبیه صاحب معارف کہ رافضی مقرری است و هشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی است و همچنین مسعودی صاحب مروج الذهب

علامہ لحسن الاتخاب کو مجرد حکم پر آمادہ تھی تھی اس عبارت پر نظر پڑنا تھی کہ پھولے نہ کائے اور فوراً حضرت مولف احسن الاتخاب پر صفحہ ۱۱۷ میں یہ تحقیق فرمائی کہ "حضرت علامہ سعید بن ابی جعفر تواریخ غیرہ سے ان اکالا بیب و اہلیں کا آنکھ بند کر کے اپنی کتاب میں اپارا کا دیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے" اور اسی کیدیست وہم کی عیارت کو منہ میں پہن فرمادیا تھا مگر علامہ کو یہ خبر غالباً نہ تھی کہ شاہ صاحب نے اسی تحقیق اٹاٹشیریہ میں ایک کی تو زدہم کی تکھا ہے اور اس میں انھوں نے یہ بھی درج فرمایا ہے۔

"آنکہ در اسماء و القاب رجال معتبرین اہلسنت نظر کشند و ہر کہ از رجال خود شریک نام و لقب او یا بند حدیث او را در روایت او را به آن سنی نسبت دھنند..... مثل سدی..... و مثل این قبیه کہ نیز دو کس اند..... الخ"

جس سے ایک استدلال کی عامیانہ و موقید کیفیت فرآناظرین پر ظاہر ہو جائیگی حقیقت میں جو نام کہ شاہ صاحب نے کیدیست وہم میں دیئے ہیں وہ کیدی تو زدہم کی تحریر تھیں یہ شاہ صاحب نے مثال کی طور کی تو زدہم میں وہم دی دیئے ہیں اس سے یہ مطلب ہے کہ کیدی تو زدہم کی مثالیں صرف انھیں دی پڑتیں ہو گئیں۔

علامہ سے یہ کہنا کہ اگر و تکلیف کو ادا فرمائے کتب تواریخ غیرہ مبتدا شاپرھیں تو انھیں بھی اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے کہ عالمہ کی تحریر میں پر درج رکنا ہے اس لئے اس کی جرأت تو میں نہیں کر سکتا تھا اضا ضرور عرض کردیا کہ ان ناموں کے مصنف سنی اور رافضی دونوں طبقہ کے ہوئے ہیں شاہ صاحب نے کیدیست وہم میں صرف رافضی مورخین و مصنفوں کے متعلق فرمایا ہے نہ کہ سنی مورخین و مصنفوں کیلئے۔

۳۔ تدليس و افتراء تلبيس

علامہ کا چیخہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت مولف احسن الاتخاب تدليس و افتراء تلبيس کے بھی مردیکب ہوئے ہیں یہ اعتراض بھی ہاج شریع فتاویٰ علامہ نے یہ رحمت گوار انہیں فرمائی معلوم تینیں کہ علامہ کے نزدیک تدليس و افتراء تلبيس کا اطلاق کسی موقع پر ہوتا ہے ہر قوی علامہ کا معیار جو انہوں نے صفحہ ۲۵ فصل الخطاب میں پیش کیا ہے سامنے دکھ کر میں علامہ کی تصنیف سے تدليس و افتراء تلبيس کی مثالیں باطل ہیں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ص ۹ فصل الخطاب میں علامہ نے بحث غمیبات میں مخدوم الملک کے مکتوب ۲۵ کی حسب ذیل عبارت درج فرمائی ہے (۱) "عرفت اللہ بالله و لو اقتن ایمان ابی بکر مع ایمان انصی ارجح" کیا علامہ سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ عرفت اللہ بالله مخدوم الملک کے اس مکتوب میں کہاں پر واقع ہے کیا علامہ کے پاس مخدوم الملک کے اس مکتوب کی کوئی خاص تلقی ہے کہ جو مطبوعہ مکتوبات سے مخالف ہے جس میں یہ عبارت موجود ہے میرے نزدیک اس حکم کی زیادتی اور کسی سے پہل کہ اُس بحث پر کوئی خاص اوضاعیں پڑتا اس لئے اس کو کوئی وعہت نہیں دینا چاہیے تھا مگر چونکہ علامہ اس قسم کی عبارتوں کو ایمت دیکھتے تدليس و افتراء تلبيس کا محدود قرار دیا کرتے ہیں اس لئے ان کی تسلیکیں وہ بھی کیلئے میں نے بھی یہ مثال پیش کر دی ہے۔

اب علامہ کے معیار کے موافق دوسرا تصور اسی صفت کا ملاحظہ ہو حدیث محدثین کے سلسلہ میں علامہ نے احسن الاتخاب پر جو اعتراض کرتے کی رحمت گوار فرمائی ہے اس میں علامہ نے ص ۲۴ پر ایک حدیث موطا امام مالک کی درج فرمائی ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رکت فیکم امویین لَمْ تَضْلُوا مَا انْ تَسْكُنُمْ بِهِمَا كَتَابُ الله وَ سَنَةُ رسوله" (۲) اور ص ۲۴ پر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حدیث موطا کی مرسل ہے معلوم ہو ہوتا ہے کہ علامہ سلسلہ موطا ریکھنے کی رحمت گوار انہیں فرمائی وردہ اس حدیث کو مرسل نہ کہتے اس لئے اس نے اللہ بالله کے راست پیش کیا اگر اب بکر کے ایمان کا مزاد تمام امت کے ایمان سے بیجا ہے تو ہر جگہ ہے ۲۔ انحضرت نے فرمایا میں سنتہ تم میں دو چیزیں پھوڑیں جس بات کی ان سے سمسک کر دیے گراؤ تو ہر ہے ہو کے واہذی کتاب اور اس کے رسول کیست ہے۔

کو مرسل اصطلاح محدثین میں اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں ہائیجن کے بعد کا سند کا سقط ہوا اور اس حدیث میں مالک آنہ بلطفہ (۱) کے الفاظ موجود ہیں (ص ۲۳۳ جلد ۲ موطا) جس سے یہ صاف چہہ پڑتا ہے کہ یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ حدیث منقطع یا حلق ہے لاحظہ ہو مقدمہ ملکوہ چونکہ حدیث منقطع یا حلق پر ایسے مسائل میں محدثین استدلال نہیں فرماتے اس لئے طالب اسے اس حدیث منقطع کو مرسل قرار دیتا یا اور مراسیل امام مالک پر استدلال کر رہے ہیں کیا علام اپنی اس صفت پر بجائے لفظ افراط کے کسی اور شاذ ارتکاظ کا اطلاق فرمائیں گے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود علام کے قال کے مطابق یا یادا تھے کہ امام مالک علام مکہ حشر میں واقع ہو گئے۔

ایسی صفت تلویں و تعلیمیں و افتراوے کی تحریکی اور ان سب سے زائد پر از قدر مثال بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں علام نے اس اصل الخطاب میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے کہ جناب امیر سے لٹنے والوں کی اسلامی اور ایمانی حیثیت کی تھی چنانچہ شاہ عبد العزیز کے قتوے کی کچھ عبارت غفل فرمائ کر اس امر کو ثابت کیا ہے کہ خانین (تعجبین امیر معاویہ) جناب امیر بھی مسلمان تھے (احوالاتنا بفزاہ حلینا) (۲) لیکن یا قلاط در مگران کی خطاطائے اجتہادی تھی علام نے اس بحث میں بقول خواہ لا تقویو المصلوحة (۳) معاملہ کیا ہے یعنی شاہ عبد العزیز صاحب کے قتوے کی ایک عبارت تو انتیار فرمائی اور اس کا دوسرا بجز و جس میں اسی نتیجی موجود تھا اس کو یا فحمد لله انداز فرمادیا میں ناظرین کے سامنے قتوے کے ضروری اجزاء میں سائل کے سوال کے ویژہ کرنا ہوں تاکہ ناظرین کو علام کے اس تعصب کا پتہ چل جائے جو کہ فصل الخطاب کے تمام مباحث میں غلط و ظاهر طریقہ کار فرمائے۔

سوال: "در بعض کتب مرقوم است که بعض صحابہ از عشرہ بشره در نماز جمعہ حاضر ہو دند و مردیں در محظیہ سب حضرت ہلی کرد
صحابہ مذکور عقب آن نماز عواندندو حکم تکہیر او نہ کر دند مگر

۱- مالک کو یہ بات پہنچتا۔

۲- مارے ہائیجن نے ہم پر یہ بات کی

۳- مذکور عقب نماز کے

از سبّ حضرت علی البتہ شدت و تشییع بر مروان کردند عجب است که اهانت علم و علماء کفر است چنانچه در اشیاه و النظار موجود است پس این همین اهانت صحابی اهل جرا کفر نباشد توجیه آن جیزت و سبّ شیخین کفر است و سبّ حضرت علی جرا کفر نباشد ترجیح بلا مرجع جیزت حالانکه بزرگی و علو مرتبت در همه متواتر بالمعنی است الخ ”

متوالی: حضرات ختنین سبّ کنندگان خود را حکم بر کفر نه فرموده اند اما حضرت عثمان پس در مشکوكة موجود است که هر گاه خارجیان لیشانها محصور کردند امامیه از طرف خود در مسجد نبوی نسب کردند و آن ملعون سبّ حضرت عثمان^۱ می نمود مردم از حضرت پرسیدند (عریٰ عمارت) پس اجازت دادند که همراه آن مبدع نماز گذارند و اگر حکم کفر می فرمودند نماز چهگونه ادا می شد اما حضرت علی^۲ پس در دارقطنی و دیگر کتب مرویست که از حضرت علی^۳ حال بغاوت شامیه پرسیده بودند امشی کوهم قال من الشوکفروا^(۱) باز پرسیدند آهنا لقوهم^(۲) فرمودند ان المخالفین لا يذکرون و اللہ الا قلہل^(۳) باز پرسیدند که در حق آنها چه اعتقاد باید کرد و چه باید گفت فرمودند اختراننا بلوغ علیهنا یعنی مسلمان اند که مرتكب کبر و بدعت شده اند لهذا بمقتضائی فرموده ختنین^(۴) قدماء اهلست سبّ ختنین را بدعت و فسق نوشته اند لیکن بدعت و فسق عظیم بخلاف سبّ شیخین که در آن این قسم آثار وارد نه شده اند و الا قیاس تقاضا میکند که سبّ بر همه این همه کفر باشد و اختیار

۱- کیا و کیا مذکور ہیں فرمایا ترک مسندہ مکہ وہ ہے۔

۲- کیا و میانیں پس فرمایا کہ خاتم النبیین اذکر نہیں بادرکے تحریر ۲۳

متاخری المحققین زیرا که علو مرتبہ و بزرگی هر چهه متواتر بالمعنی است و از ضروریات دین و مگر کسی را شیوه پهاظتر و سد که عتیین چرا سب خود را حکم به کفر نه کردند با وجود قیاس و قیام ادله صحیحه بر وجود تعظیم اینها گوییم و جهتش آنست که حضرات عتیین بنا بر احتیاط در تکفیر مسلمانان شبهات آن ملائکین اعتبار نمودند سیحان اللہ این مرتبه احتیاط دین که از حضرات عتیین بوقوع آمده اما متاخرین لهلستت چون دیدند که حالا آن شبهات بالکلیه زائل گردیده و حق از باطل صیغه گشته و تهمتیان آن ملاعنه بے اصل بر آمدیا و بعد از تبعی در احادیث صحیح یافته شد که جناب رسالت امداد صلی اللہ علیه و سلم با منکران حضرات عتیین^(۱) معامله کفار فرموده اند اما در حق حضرت عثمان^(۲) پس در جامع ترمذی موجود است که جنازه پیش آنحضرت^(۳) آوردند تا بران نماز گذارند انصهارت نه خود نماز گزارند و نه دیگر برآ فرمودند که نماز برو گذارند و مردم از این حال پرسیدند فرمودند که آن دیخص عثمان فایده^(۴) و ما در حق منکران علی^(۵) پس از آن جهت کی در احادیث صحیحه وارد است که حب^(۶) علی آیة الایمان و بغض^(۷) علی آیة الشفاق و نیز وارد است لا یجک الا مؤمن و لا یبغض^(۸) الا مخالف و نیز وارد است اللهم وال من والاه و عاد من عاداه^(۹) حکم به

۱- عثمان سے بغیر کتابخانے اس سے بغیر رکھا۔

۲- علی کی بہت ایمان کی طاقت است ہے

۳- علی سے بغیر نوال کی طاقت است ہے

۴- ارشاد یا اس کو درست، کیا اس کو درست، کیا اس کو درست، کیا اس کو درست رکھا۔

تکفیر ساخت ختنین نمودند و هو المذهب المنصور المفتى به في
زماننا (۱) ”

جس فاری جمارت کے نیچے میں نے خط بھیج دیے ہیں وہ صحیح مسلک الاستدعا والجماعات اور
مشقی پر ہے علامہ کی اس جمارت کی داد دینا چاہئے کہ انہوں نے اس ختنے کا صرف وہ جزو لیا ہو کہ
لظاہر اسکے معنی قادار بیقیہ سے ایسا غماض فرمایا کہ کویا اس کا وجہ ہی تذمہ علامہ کی اس قسم کی جراحتیں
اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ فعل الخطاب صرف جملہ اور ایک خاص طبق (تعینی و معرفی اسی
محاذیہ و نی اسی) کیلئے لکھی جائی جس سے انکو یہ امید تھی کہ وہ علامہ کی تحریر کی آبادت و حدیث کمکھیں کے
ان کو یہ چاہئے تھا کہ وہ کتاب کو پھپوٹے کی راحت گواہ اور قریب است اور محض دست مبارک کی تحریر اپنی
قبیعین کی نجات کیلئے اسکے خواہ کر دیتے اس لئے کہ طباعت کے بعد تو کتاب کا انظر اخخار سے حفظ
رکھنا دشوار معلوم ہوتا ہے اس قسم کے اور ممودہ چول کی نفس کتاب کی تقدیم کے سلسلہ میں اشادۃ اللہ
ناظرین کی سامنے آتے رہیں گے اس لئے اس وقت صرف انھیں تمدن موقوف پر اتنا کی گئی ہے۔

۵۔ حقیقت اور تقدیم سے کتاب نہ لکھنا

علامہ کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ حضرت مواف احسن الاتجاح نے ختنن و تقدیم سے کتاب
نہیں لکھی اس اعتراض کی رخت میں جو چیزیں علامہ نے قیل فرمائی ہیں ان کی صحیح حیثیت و
ناظرین کے سامنے فعل الخطاب کی تقدیم کے سلسلہ میں پیش ہو گی اس وقت مجھے صرف اتنا دیکھنا
ہے کہ خود علامہ کا وہ اس کہاں تک اس عجیب سے پاک ہے صفحہ ۵۳ فعل الخطاب پر علامہ نے حدیث
الآن مدینۃ العلم و علی یادہا (۲) پر تقدیم فرمائی ہے اور اپنی امکانی کوشش اس حدیث کو بخوبی
کرنے کی کہے مگر جب اس پر بھی ولی بقارہ نکلا تو ایک حدیث صفحہ ۵۴ پر حضرت ابو یکبر صدیقؑ کی
فضیلت میں درج فرمائی اور اقام فرمادیا کہ اس (حدیث مدینۃ العلم) کے الفاظ جائز ہیں یا
حدیث ذیل (حدیث فضیلت حضرت ابو یکبر صدیقؑ) کے علامہ کو شدت تصصیب میں پیغمبri خیال نہ
رہا کہ اگر ان کو یہ تفائل ہی محفوظ تھا تو کسی اور حدیث پر استدلال فرماتے اس لئے کہ حدیث ما
اسی فضیلت اور اس کا درداں نہیں ملتی ہے۔

۱۔ میں شہر میں ہوں اور میں اس کا درداں نہیں۔

صحابۃ اللہ فی صدری شہناً الا و حسنه فی صدر ابی الہکر (۱) مسلسل طور پر موضوع ہے
چنانچہ اس حدیث کے متعلق شیخ عبد الرحمن محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"در باب فضائل ابی بکر صدیق آنچہ مشہور تر است از موضوعات
حدیث ان الله یتحلی يوم القيمة للناس عامة و لا بی بکر خاصۃ (۲) او
حدیث ما صب الله فی صدری شہناً الا و حسنه فی صدر ابی مکرو
امثال این از مفتریات است که بطلان آنها به بدیهی عقل معلوم است

(وصراحتاً استحقیق شرح مسلم حدیثات ۶۲۵ و ۶۳۷)

اگر علامہ کے نزد یک تحقیق و تغیریت لکھتے کے بھی سمجھی ہیں کہ ان چیزوں کو اختیار کیا جائے اور ان رواۃ پر استدلال کیا جائے جن کا جدوجہ نہ ہو تو میرے نزد یک حضرت مولانا حسن الخطاب کو اس امر کا اقرار کر لیا چاہیے کہ انھوں نے بلا تحقیق و تغیریت کتاب لکھ دی ہے اس لئے کہ اس معیار تحقیق و تغیریت پر جو علامہ تے پڑیں کیا ہے کسی ذمی ہوش اور سلیمانی آدمی کا یہ پنچا محال ہے۔

۲۔ اس تحقیق و تغیریت کے کتاب لکھنے کی درسی مثال بھی پہلے سے کچھ کم ولپھپ کہنے کا علاوہ نے کچھ مفاتیح لصل الخطاب میں امیر معاویہ کو اطیل التقدیر حوالی رسول نبیت کرنے کی بے سود کوشش کیلئے وقف فرمائے ہیں اور ان اور اس کی زیریب و زیرت اسی قسم کی موضوع رواقوں سے فرمائی ہے چنانچہ مخفوظ اپنے کتبیات امام ربانی پر استدلال فرماتے ہوئے حسب ذیل چارت درج کتاب فرمائی ہے

"در احادیث نبوی باسناد ثابت آمدہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ
و السلام در حق معاویہ دعا کرده اللہ و فرمودند اللهم علمہ الكتاب و
الحساب و قہ العذاب و حاتم دیکھر در دعا غرمو دند اللهم اجعلہ هادیا
و مهدیا و دعائی آنحضرت مقبول"

میں کو اس معاملہ میں علامہ سے بہت ہمدردی ہے اور واقعی علامہ مجید بھی تھے جب آدمی کسی ایکی چیز کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جس کا وجود نہ ہو تو اسکو اسی طور پر اسی قسم کی موضوع اسناد ایضاً شرط ہے میں کوئی چیز بھر میں نہ اس کا ادا کر کے چینے نہ ہے۔

الله تعالیٰ قیامت کو نہیں کیا ہے بلکہ اسے کہا گیا ہے کہ اس کا ادا کر کے ضریب میں سماحت۔

رواقیوں پر استدلال کرتا پڑتا ہے امیر معاویہ کی تخصیت کو مناوب (فرمودہ تی اکرم) سے کوئی علاقہ نہیں علماء کو اسکے لئے مناوب ٹابت کرنا غرض پور موضع روایتیں شدائیں تو اور کیا کریں۔ علماء کا تحریکی تو یہ اجازت نہیں دیتا کہ تم علماء کو استقدار کرو۔ بھیس مگر علماء کا انسک روایتوں پر استدلال ہیں، مجہور کرتا ہے کہ بعض علماء کو یاد دیائیں کیلئے ہم پور صراحتاً استقیم شرح معرفت معاویۃ صفتیش عین الحقیقت حدیث دلوی کی کچھ عبارت علماء کے سامنے پیش کریں گی جو اس کے

”در باب فضل معاویۃ حدیثی صحیح شدہ و گفته اند آنچہ“

ثابت شدہ است در باب وی کتابت است و کتابت وحی نیز به ثبوت نہ

رسولہ کذانی جامع الاصول وغیره و دیگر این حدیث است کہ

احمددر محدث خود از عرب یاضن بن ساریہ آورده کہ گفت شنیدم

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَرْكُوكُمْ اللَّهُمَّ (۱) علم معاویۃ الكتاب

والحساب وقه العذاب وبالآخر از همه این حدیث است که ترمذی

از عبد الرحمن بن ابی عمرہ آورده کہ اللهم (۲) اجعله هادیا و مهديا و

اہد ب... و هیچ یکی از این احادیث بصحت فریضه و در شان

معاویۃ احادیث دیگر وضع کردہ اند و امثال آن بسیار وضع کردہ اند

و گفته اند کہ در اسباب آن جماعتہ اند کہ مسلم اند در وضع و افشاء“

صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معيار تحقیق و تکمیل ہے و تو ناظرین پر کھل گیا، و مکاپ اس پر بھی علماء

اپنے آپ کو زمرة تحقیق و تأثیرین میں شمار کرنے پر آمادہ مستعد ہوں تو بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا

جا سکتا شعر

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے تالہ پا پید نے نہیں ہے

علماء نے احسن الخطاب پر جو اصرار اس کے ہیں اس میں تسلسل کو بھی ایک بیکار چیز بھی کر رہی

طرح مکار دیا ہے جس وقت جس صلح پر اصرار اس کرنے کا جی چاہا تلمیح اخراجی اور لکھ دیا اسی طرح مجھ پر بھی

۱۔ اسناد حادیۃ کتاب و حساب کا مہم سے اور اکونداب سے پہا۔

۲۔ اسناد حادیۃ کتاب و حساب کا مہم سے اور اکونداب سے پہا۔

دیا مناسب تو یہ تھا کہ احسن الاتخاب کے صفات ایک سلسلہ سے تحقیق کی روشنی میں ناظرین کے سامنے پیش کیجئے جائیں مگر کہیں علامہ مجتهد کے افعال پر مقتولہ بن کے افعال کے ماتحت روشنی ڈالی جائی ہے؟ غالباً عالمہ شاعرانہ آدم و آور کے فرق کو ہاظرین پر ظاہر کرنے کے لئے یہ طریقہ بردا ہے مگر مجھ کو تو وہی دیرینہ رسم بہتر معلوم ہوتی ہے اسٹے میں صفات کے سلسلہ سے فعل الخطاب ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی روشن اختیار کروں گا۔

علامہ نے فعل الخطاب میں دو مباحث پر روشنی ڈالتے کی کوشش فرمائی ہے پہلا مسئلہ افضلیت شیخین قرار دیا ہے اور دوسرا مسئلہ مناقب امیر معاویہ حنفیاً چونکہ بحث (فعل الخطاب) جیسا کہ اور پر کجا چاہکا تشقیع جناب امیر ہے اسٹے بھی دو پہلو عالمہ کیلئے ایسے تھا کہ جنکہ پر وہ میں وہ اپنا دو بخاراب الحسینان خاطر نکال سکتے تھے میں خود کتاب فعل الخطاب کے تحقیق میں ناظرین کے سامنے اس امر کو پا تصریح نہیں کروں گا کہ احسن الاتخاب کی تالیف کو درحقیقت کوئی تعلق مسئلہ افضلیت سے ہے یا نہیں مگر عالمہ نے محل اپنے جذبات کے اٹھا کر لیے احسن الاتخاب کے مضامین کوئی پا افضلیت قرار دیکر جو کچھ لامکاف نہیں میں آیا تک ڈالا۔ علامہ نے ہمیں حضرات کی اس فردوہ روشن کا اجماع پرست فرمایا ہے جس میں وہ حضرات تشقیع جناب امیر کو یہ پرده افضلیت حضرات شیخین و صحابت امیر معاویہ مدتوں سے ڈالتے چلے آئے ہیں یہاں کو اس دلی بخار کے ڈالنے میں کوئی امر باشعند تھا اور وہ ہم کو عالمہ کے ڈالنی خیالات اور جذبات کے روکنے کا کوئی حق حاصل ہے البتہ قابلِ تلقیت صرف یہ امر ہے کہ عالمہ نے اپنی کیفیت قلبی و تبعیق نواسی کو پر وہ مسئلہ محدث و الجماعت عالم کو سامنے پیش کرنے کی رسم گوارا فرمائی ہے اگر علامہ یہ روشن اختیار نہ کرتے تو ہم کو ان کی خدمت میں یہ سب کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ہمیں حضرات اور ان کے شیخین و مقتولہ بن تیرہ سوری سے اس سی لامحل میں مشغول ہیں اور غالباً تابعائے عالم مشغول رہیں گے مگر آنکہ پر خاک ڈالنا اپنے اوپر خاک پرسانا ہے آنکہ پر اس کا کیا اثر۔

فعل الخطاب میں عالمہ نے ایک صورت اور بھی وچکپ اختیار فرمائی ہے کہ مباحث میں موقع ہو یا نہ ہو اور بحث زیر بحث پر اس سے روشنی پڑی ہو یا نہ ہو جگہ پر عربی عبارت و پرہنگان دین کے اقبال ضرور نقل فرمادیے ہیں یہ تو میں کیوں کہ کہوں کہ عالمہ کا مبلغ علمی اسقدر سطحی ہے کہ موقع

تیموری کا احساس انھیں تھیں ہوا البتہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ پڑھنے والوں کو اپنی عربی والی سے مرغوب کرنے کے خیال سے یہ صورت اختیار کی ہے۔

فصل الخطاب کے پہلے صفحہ میں لائق مؤلف نے پہنچنی لکات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو میری راستے میں اس قابل ہے کہ کسی رسالہ میں بھیج دی جائے ہا کر فن طب میں ایک مقید اخافہ ہو جائے۔

ص ۲ و ۳ تک حضرت مؤلف احسن الاتخاب کی علمی تابیعت پر روشنی ڈالنے کے بعد میں یہ سے علامہ نے کتاب احسن الاتخاب کے مضامین پر تحریک شروع فرمائی ہے اور اسی صفحہ میں عبارتیں احسن الاتخاب کی ہیں اور صفحہ ۲۰ تک (احسن الاتخاب کی عبارتوں کو مد نظر رکھ کر) مسئلہ افضلیت پر بحث کی ہے قبول اس کے کہ میں صوفیوں کی عبارت کو ناظرین کے سامنے پیش کروں اس وقت ایک مختصر بحث مسئلہ افضلیت کے متعلق بیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین اس بات کو بھیج سکیں کہ علماء حقدار میں دھاترین نے جہاں کہیں افضلیت کا الفاظ استعمال کیا ہے اور اس بحث پر کچھ لکھا ہے اس کے کیا عین ہیں اور افضلیت سے ان علمائے کرام نے کیا مراد لیا ہے اور جن عبارتوں کو علامہ نے بحث تفصیل کی ہے اقرار دی ہے وہ واقعی مسئلہ افضلیت سے متعلق ہی ہیں یا صرف علماء کو قادر وہ میں بھائی لفڑ آنے لگے ہیں اس کے بعد میں ناظرین کرام کے سامنے حضرت مؤلف احسن الاتخاب کا صحیح مسئلہ جو احسن الاتخاب سے ثابت ہوتا ہے پیش کر کے اس بحث کو ختم کروں گا۔

بحث فضیلت

ایک شخص کو درسرے شخص پر صفات مخلوق کے موجود کی وجہ سے ترجیح حاصل ہونے کو فضیلت کہتے ہیں یہ شاندار کہ زید سے عزرا لفضل ہے اس کے معنی یہ ہوتے کہ زید کو ہر طرح پر ہر قسم کے صفات میں مرد پر ترجیح حاصل ہے اکثر بلا خیال موازنہ کل صفات کی خاص صفت میں بھی تفضیل سراوی جاتی ہے لہنی ایک شخص کو اگر چند تام اوصاف میں ترجیح حاصل ہوتی ہے تھیں وہ را کسی خاص صفت میں اس سے بہتر سمجھا جاتا ہے اس فرقی کو سمجھنا اسلئے ضروری ہے کہ اسی ناواقفیت کی وجہ سے

مسئلہ افضلیت سے آج تک بہت سے حضرات فائدہ اخلاقی رہے ہیں اور اب بھی فائدہ اخلاقی کی کوشش کرتے ہیں قطع نظر اس امر کے کہ حضرات شیخین اور جناب امیرؒ کے درمیان مسئلہ افضلیت اخلاقی بھی جاسکتا ہے یا نہیں میں اس چیز کو واضح کروانا چاہتا ہوں کہ جو مسلمان افضلیت شیخین کے قائل ہوئے ہیں وہ افضلیت کے درباری تعریف کے تحت میں ہوئے ہیں جہاں تک افضلیت کی پہلی تعریف کا تعلق ہے کوئی عالم ابلجت والجماعت اس کا کائل نہیں کہ حضرات شیخین کو جناب امیرؒ پر صفات خلاف کے جو موصیٰ کی وجہ سے افضلیت حاصل ہے جو باریک فرق ملانے اس مسئلہ افضلیت میں رکھا ہے وہ چونکہ عوام انساں پر کا حق ظاہر نہیں ہوا اس لئے اب عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ افضلیت شیخین سے مراد افضلیت میں کل الوجہ (مقافت مخالف کا موجود) ہے عوام کی اس نادائیت سے مسئلہ این انصاص ہے پھر ناجائز فائدہ اخلاقی کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور تقلید تو انصاص کو پرداہ طریقہ اوری حضرات شیخین چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے علماء نے بھی وہی پرانی ترکیب فعل الخطاب میں برداشت ہے یعنی مباحث احسن الاتخاب کوئی بر مسئلہ تفضیل کہ کہ عوام کے جذبات کو اس کتاب کے خلاف بر امکیوں کرنے کو شکنی ہے علماء کو چاہئے تھا کہ جب انہوں نے مسئلہ افضلیت کو خواہ بخواہ اپنی کتاب کا جزو بخایا تھا تو کم از کم اتنا ظاہر فرمادیت کہ کہ افضلیت سے کیا مراد ہے یہی اور علماء نے افضلیت کی تعریف کیا ہے اور کس تعریف کے تحت علماء افضلیت شیخین کی قائل ہوئے ہیں کسی بھی صداقت کا امر جن کی اظہار سے مکمل اس وجہ سے پہلوتی کرنا کہ واقعی صورت ظاہر ہو جانے سے عوام کی ہمدردی اس کے خلاف ہو جائے گی سیاسی حیثیت سے قابل معافی ہو تو ہو مگر معاف صدق سے تو ضرور گری ہوئی چیز ہے علماء نے اپنی کتاب میں بہت کچھ استدلال شاہ عبدالعزیز صاحب دشادولی اللہ صاحب کے تصانیف سے فرمایا ہے اس لئے ہو جائے علماء وحدت میں کے اقوال سے شروع کر دیئے میں انھیں وہ حضرات کی تصانیف سے اقوال سے اس مسئلہ پر وہی دلائی کی کوشش کروں گا اس کی کہ میں اس امر کو ثابت کروں کہ ان حضرات نے افضلیت سے کیا مراد ہے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کے سامنے افضلیت کے خلاف اقسام اور ان کی تعریف بھی پیش کروں ہا کہ اس مسئلہ پر محقق روشنی پر مکمل۔

فضیلت کی دو تسمیں ہیں:

ایک اختصاصی

دوسرا ہے جزوی۔

۱۔ فضیلت اختصاصی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو محض اپنے لفظ دکرم سے بلا کسی عمل سابق کے عطا فرمائی۔ فضیلت اصلی اور طلبی دو قسم کی ہوتی ہے۔

۲۔ فضیلت جزوی ہے کہ جو عمل کے مقابلہ میں کسی کو خدا کی طرف سے عطا ہو اور یہی فضیلت عمل تاریخ ہے۔

فضیلت اختصاصی ہو یا جزوی دونوں کے لئے ضروری ہے کہ فاضل کی تعلیم مخصوص دو اور اچب ہو اور فاضل کا درجہ دینا و آخرت میں مخصوص کے درجہ سے بلند ہو جائیں اس کے کسی شخص کی فضیلت پر کوئی حکم لگایا جائے اس شخص میں ان دونوں اجزاء کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ لفظ فضیلت کا استعمال اس کے حقیقی معنوں اور معانی سے بہت دور جائے گا۔

فضیلت جزوی کی بھی دو صورتیں ہیں فضیلت اصلی یعنی ایک شخص میں ہے فضیلت پائی جاتی ہو اور دوسری اس سے بالکل خالی ہو جیتے ایک عالم دوسرا جاہل دوسرا فضیلت زائدہ خلا ایک عالم ہو اور دوسرا عالم اسی دوسرا قسم کو مخالف کہتے ہیں اور اسی پر اس قدر بحث ہے مخالف اس وقت ثابت ہونا ہے جب دو چیزیں ایک ہی امر میں ایک ہی حالت سے شریک ہوں اگر وہیں مختلف ہوں تو مخالف ثابت نہیں ہوتا۔

خود یہ مشتبہ بھی فاضل تھوڑے کہ خلقہ ارجمند فضیلت کی بحث کی بھی جا سکتی ہے یا نہیں اس لئے کہ جیشیں حقیقتاً کیساں اور تمہاری نہیں اور جو فضیلت کسی ایک محالی کیلئے ثابت ہے اکثر اس میں کوئی دوسرا محالی بھی شریک نظر آتا ہے اور اگر شریک شخص پایا جانا تو کسی اور اسکی فضیلت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ اس کی یہ فضیلت دوسرے کی فضیلت کے مقابلہ لائی جا سکتی ہے علامہ نے چون کہ اس پہلو سے گزر فرمایا ہے کہ حضرات شیخوں اور جاتب امیر میں بحث افظیلت تکنکن ہے یا نہیں اسلئے میں بھی اس سلسلہ کو زیادہ واضح کرنا اس وقت ضروری نہیں سمجھتا اور ناظرین کی توجہ اس فضیلت کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جس پر بقول علام صالح قطبی ہو چکا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ حسن السعیدہ میں فرماتے ہیں

" و ابو بکر الفضل الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثم عمر و لا نعنی الا فضیلۃ من جمیع الوجوه حتی یعنی النسب و الشجاعة و القوۃ و العلم و امثالها بل بمعنى عظم تقدیم فی الاسلام " یعنی حضرت ابو ہمجزی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بزرگ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر اور افضلیت سے ہماری مراد قائم وجہ (حیثیت) سے نہیں ہے جس میں نسب و شجاعت و قوت و علم اور اس کے مثل آئیں بلکہ ہماری مراد اسلام کو زیر ادا کرنے والے ہو چکے ہے۔

شانی اللہ صاحب کی اس عبارت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے ان کی مراد افضلیت سے صرف اس قدر ہے کہ جس سے اسلام کو ہماری حیثیت سے زانکش ہو چکے ہیں۔

شاه عبدالعزیز صاحب نے اسی لفظ اسلام کو اور صاف کرنے کی شرماںی ہے لکھتے ہیں:

کہ تفضیل الشیخین رض بر حضرت علی مرتضیٰ من کل وجوہ نیست بلکہ علماء محققین نوشتہ انہ کہ تفضیل احد الشیخین علی الآخر من جمیع الوجوه م الحال است چہ تفضیل حضرت علی مرتضیٰ در جهاد سیوفی و سنانی و فن قضاء و کثیر روایت حدیث و هاشمیت و حنفیت لا سیما زوجیت بتول زهراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما بر صدیق اکبر قطعی است و همچنین تفضیل انتخاب در قدم اسلام حصوصاً و اول من صلی بودن بر حضرت فاروق نیز قطعی است بلکہ مراد از تفضیل شیخین بر جناب مرتضیٰ نیست مگر تفضیل اینہا در تشییہ بد نیں بحیثیت سیاست امت و حفظ دین و مدد باب فتنہ و ترویج احکام شرعیہ و اشاعت اسلام در بلدان و اقامۃ خدود و تعزیرات " ۔

شاه عبدالعزیز صاحب کی اس عبارت کو حقیقت لفظ اسلام کی تحریک کہنا چاہئے اور اس کی طرف شاه عبدالعزیز صاحب کے شاگرد رشید مولانا رشید الدین خاں المعرفہ پر رشید المتكلمين نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اکمل میں لکھتے ہیں۔

" بل تفضیل مبعوث عنہ نزد ایشان بمعنی عظیم النفع فی الاسلام با "

کثافت ثواب عند الله بما کسب من حیر است
اور اسی طرف ایضاں لفاظ القال میں بھی اشارہ ہے

"تفضیل شیخین ہم نہ من جمیع الوجوه است بل بو اعتبار بعض ازان"
میں بے ایضاں لفاظ القال قلمی اسی بحث کے متعلق، رشید الحکمین کی ایک اور
عبارت بھی ملاحظہ طلب ہے۔

"جاپز است کہ غیر شیخین بر ایشان در دیگر احاد فضائل بل مجموع
آن سویں افضلیت مبھوت عنہما راجح باشد" (روش الازہر ۳۲۵)

اس مسئلہ کو ضروری تھی شرح عقائد نے، بہت زیادہ صاف طریقہ پر کھاہے ملاحظہ ہو۔

"لا ینکر احد من اهل السنۃ رجحان علی رضی اللہ عنہ فی کثیر من
الفضائل" "منکر نیست کسی از اهلنت در ترجیح حضرت علی
مرتضی رضی اللہ عنہ در اکثری از فضائل و درین کلام اشعار است بر
اجماع اهلست بر رجحان امیر المؤمنین علی مرتضی در فضائل بسیار
بر اکثر آن"

روش الازہر ۳۲۵، ۳۲۶ میں بھی مسلک صوفیہ صافیہ و علمائے متكلّمین کا ہے ملاحظہ ہو
عبارت روشن الازہر۔

"مراد از افضلیت من و وجه است نه من جمیع الوجوه و همین است
معختار اهل تحقیق از صوفیہ صافیہ و علمائے متكلّمین" (روشن الازہر ۳۲۶)
چونکہ بحث افضلیت کی بات تمام ترا مشاہدت پر ہے کہ جو خلقائے اولید کو آخرت کے
ساتھ تھی اس لئے اس مشاہدت کو سمجھنے کیلئے خود نبی کی حیثیت کو بھی کہہ لینے کی ضرورت ہے ہر ہنسی
اپنی نبوت میں دو تین ہزار کا حال ہوتا ہے ایک کا تعلق اس کے مقام نبوت (یعنی معاملت باخلق
وارثاً و بہاست وغیرہ) سے ہوتا ہے اور دوسرا کا تعلق اس کے مقام ولایت (یعنی معاملت باعات
و ذرکر و تخلیہ نفس و عرقان وغیرہ) سے ہوتا ہے یا امر بھی مسلم ہے کہ ہر ہنسی کا مرتبہ ولایت اس کے
مرجہ نبوت سے اعلیٰ وارثی ہوتا ہے اور یعنی تھنخانے تعلق بھی ہے اس لئے کہ جب تھنخانے عالم کا

باعث عرقان الہی (عہادت حق ﷺ مَا خلقتَ لِجَنَّ وَالْاَنْسَ الَا لِيُعْذِرُونَ ﴿۱۱﴾) ہے تو لازمی طور پر وہ چیز ہو اس نرضی یعنی عرقان سے متعلق ہو گی وہ اور چیز وہ سے ارفع دلائل ہو گی۔ بحث افضلیت میں یہ چیز بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ علماء نے جہاں پر مثالیت پر نہیں اکرمؐ کے متعلق پہنچ کر کھا ہے وہاں انھوں نے آنحضرتؐ کی حیثیت نبوت کو پیش نظر کر کھا ہے اور آپؐ کے مرحہ و ولایت سے کوئی بحث نہیں کی ہے جناب امیر کافر قائم باب ولایت محمدی اور قائم باب ولایت ہوتا مسلم ہے اور اسی حیثیت سے آپؐ کا افضل ترین امت محمدیہ ہوتا بھی مسلم ہے اور اسی طرف قاضی شاہ العدی پائی پتی نے سیف مسلول میں اشارہ فرمایا ہے۔

”وَ اُنْ مَنْصُوبُ عَالَى اِزْ تَقْتَلُ ظَهَرَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رُوحُ بَاكُ عَلَى
مَرْضِى كرم اللہ و وجهہ مقرر بود کہ پیش از نشاء عنصری آنحضرتؐ
هم در اسم سابقہ ہر کہ در جمہ ولایت می رسید بوسط روح باک
آنحضرتؐ میررسید و بعد وجود عنصری تا وقت رحلت اواز صحابہ و
تابعین ہے دراں دولت بوسط او رسید الخ“ (روش الاذکر جلد سیمیں) ۲۲۹
اور اسی حیثیت کو پیش نظر کر کر مولوی جمال سعیل شہید دہلوی نے صراط مستقیم میں جناب امیر
کو حضرات شیخین پر فضیلت دی ہے (روش الاذکر جلد سیمیں) ۲۳۰ کو مراد استقیم
جو اقوال اور درج کئے گئے ہیں ان سے یہ صاحب ظاہر ہوتا ہے کہ علماء نے افضلیت شیخین
سے صرف ایک امر لئے رسانیدن اسلام مرادیا ہے اور اسٹے اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ حضرات
شیخین گواں محاکمه میں جناب امیر پر فضیلت حاصل تھی قلع نظر اس امر کے کہ اس مسئلہ میں بھی
علماء معتقد میں اور صحابہ رسول اللہ علیہم السلام ابھیں میں سے اکثر حضرات نے جناب امیر کو حضرات
شیخین پر فضیلت دی ہے جس کوئی آگے بڑ کریں کروں گا مجھ کو پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
میں ناظرین کے سامنے اس امر کو واضح کر دوں کہ جناب امیر و نیائے اسلام میں کون حیثیتوں کے
حال تھے ایک طرف تو جناب امیر الحسنت الظہار میں سے تھے اور دوسری طرف آپؐ کا شمار بخلاف
صحابہ میں تھا جن علماء کے کوئی مسئلہ فضیلت پر بحث کی ہے انھوں نے صرف جناب امیر کی موخر الذکر

حیثیت کو پھیل نظر رکھا ہے اور اس حیثیت سے مفاضلہ کی بحث ممکن بھی تھی ورنہ جیسا کہ اوپر کھا جا چکا اگر جاتب امیر کی اول الذکر حیثیت کو بھی پھیل نظر رکھا جاتا تو حضرات شیخین اور جاتب امیر کی حیثیت کیساں اور تحدیث رہ جاتی اور مفاضلہ کا ضروری اصول نظر انداز ہو جانے سے افضلیت کی بحث ناممکن ہو جاتی۔

علامہ سنت مجتب افضلیت میں صفحہ ۳۲ پر بخاری کی ایک حدیث پر جو حضرت ابن عمر سے حروی ہے استدلال فرمایا ہے اور اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے بعض اور طرق کو بالعده نظر انداز کر دیا ہے تاکہ صحابہ "چیز قاضی روی راضی آئی" کا مصدقہ ہو سکے علامہ نے اگر اسی حدیث کے اور طرق کو بھی چیز کر دیا ہوتا تو مجتب کو اس حدیث کے تمام و کمال پھیل کرنے کی رحمت گوارانہ کرنا پڑتی علامہ نے جس وجہ سے یہ فرد انداشت روکا کی اس کا مقدمہ صرف یہ تھا کہ خود اگلی تحریر سے انکی معیار افضلیت کی تکذیب درودیدا ہو سکے مگر علامہ یہ بھول گئے کہ کتب احادیث ایسی نادر الوجود شیکن کہ مجرم علامہ کے اور کسی کو دستیاب نہ ہو سکن ناظرین کے سامنے حضرت ابن عمر کی یہ حدیث تمام و کمال پھیل کجاتی ہے جس سے اس امر کا اندازہ ناظرین خود فرمائیں گے کہ علامہ کا استدلال اس حدیث پر کس حدیک جائز ہے اور علامہ نے اپنی تحریر سے حضرت ابن عمر کے اس من کو آئودہ کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں صاحب ریاض الحضرۃ بن یونس علامہ بھی استدلال فرماتے ہیں اس حدیث "هن (۱) ابن عمر قال كنا في زمن النبي صلى الله عليه وسلم لا نعدل ببابی بکر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم شرک اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لا نفاضل بينهم" کے بعد لکھتے ہیں "قد جاء في بعض طرق حديثه فقال رجل لابن عمر يا ابا عبد الرحمن فعلى قال ابن عمر على من اهل بيته لا يفاس بهم على مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في درجهه ان الله عز و جل يقول (و الذين آمنوا و اتبعهم ما يمان الحقنا بهم دينهم) و فاطمة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في درجهه و على مع فاطمة عليها السلام اخرجها على بن نعيم البصري وهذا اول دليل على انه لم يرد بمسكته عن ذكر على نفي افضلية و ابا ابن عمر سے روی ہے کہ ہذا حضرت کے زمانہ میں ابوکبر و عمر و عثمان کے، ایسی کوشش جانتے ہیں اپنے اصحاب کو یہ وادی میں فاضل اعلیٰ کرتے۔

انما سکت عنہ لہما ابداہ لہما ستل عنہ و کانہ قال الفضل الناص من اصحابہ لامن اهل بیته (بلده ۲۲۰۸)۔

اس حدیث کے بعض طرق میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ ای بزرگ از ائمہ اور علیٰ جواب میں حضرت ابن عمر نے کہ تعالیٰ الحمد سے میں ان پر کسی کا قیاس نہیں کیا جاتا علیٰ رسول اللہ کے ساتھ ان کے درج میں ہیں کہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھؤ الذین آمنوا و ان دعیہم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم (۱) اور آنحضرت کے ساتھ حضرت فاطمہؓؑ نے اس حدیث کے ساتھ ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم (۱) اور آنحضرت کے ساتھ حضرت فاطمہؓؑ کی اس درجہ میں ہوں گی اور حضرت علیٰ حضرت فاطمہؓؑ کے ساتھ ہوں گے اس کو روایت کیا ہے علی بن نعیم بصری رضی اللہ عنہ اور یہ بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ حضرت ابن عمر نے اپنے سکوت سے حضرت علیؓؑ کی الغلیظت کی کوئی نہیں کی بلکہ سکوت اس وجہ سے کیا کہ اس سوال سے ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ حاضر میں افضل الناس حضرت ابرکلائیں نہ کہ بلحیف میں

اس حدیث کے الفاظ ابھی تم لنٹک اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم لا
نفاصل بینهم صاحب ریاض العبر دے کے اس تقول کی تائید کرتے ہیں۔

اسی حدیث کے عقائد مولوی وید الدین خاں فی تفسیر الباری شرح سعیج بخاری میں کھاہے کہ کسی نے حضرت ابن عمر سے پوچھا چہ علیٰ کو حرمت کیوں نے کہا کہ تعالیٰ قوامیت میں ہیں ہمارا مطلب ان صحابت خواجه اعلیٰ میں داخل نہیں (تفسیر الباری شرح سعیج بخاری، جلد ۲، ص ۲۷۲)۔

ملحقی قاری نے مرقاۃ الفاقع شرح مکملۃ المصالح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں شامل مائیں اصحاب ہے اعلیٰ میں ان سے علیحدہ ہیں ان کا حکم ان سب سے ممتاز ہے (بلده ۲۲۰۸)۔ علامہ ابراہیم شافعی نے الائقاء فتنیت اربیہ الخلفاء میں بھی سیکھ لکھا ہے ملاحظہ ہو (قول فنسی، جلد ۲، ص ۲۱) اور اس طرف شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنی فتاویٰ کی جماعت میں اس حدیث کے بعد اشارہ کیا ہے۔

”او از اهلیت است و اهلیت را به صاحبہ قیاس نتوان کرد“ (سلطہ ۶ جلد اول)

ادارہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی بھروسی کی ایمان کے ساتھ تو ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو بلا دیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی جن الفاظ میں اس بحث پر رہنمی ذکری ہے وہ بھی اس استدلال کی موربیدی کے مقابلہ صرف صحابی کی حیثیت سے کیا گیا ہے (اور اہلیت کی حیثیت کو اس سے علیحدہ رکھا ہے) چنانچہ تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں کہ فضیلت علما ارجمند ہے ترتیب علاافت است بمعنی الفضل اصحاب ابو بکر است ثم عمر ثم عثمان ثم علی (وہی اللہ از بر کو واللہ تکمیل الایمان ص ۲۲۷)

اگر جناب امیر کی تمام حیثیتیں پیش نظر کجی گئی ہوتیں تو فضل اصحاب کا الفضل استعمال نہ کیا جاتا بلکہ افضل ایشان کا الفضل استعمال ہوتا۔ اصحاب کا الفضل صاف طور سے اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فضیلہ من حیث صحابی ہے بلکہ ہونے کی حیثیت اس میں شریک نہیں۔

جو حدیث حضرت ابن عمر کی اور اس کے تعلق اتوال میں نے اور لکھنے ہیں ان سے یہ صاف ثابت ہے کہ فضائل مائین صحابہ رضوان اللہ علیہم السلام جمعیں وہیں اطہار ملکن غمیں اس لئے کہ آپاں کلام اللہ و احادیث بیوی کا ادائی مطالعہ کجی اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ فضائل کے دلوں جزو (یعنی فضل کی تعلیم کا مفہوم) پر راجب ہونا اور فضائل کے درج کا دنیا و آخرت میں مفہوم سے بلند ہونا (یعنی رضوان اللہ علیہم السلام جمعیں کے خلاف ایہیت اطہار میں موجود ہیں اور اسی طرف شاہ عبدالعزیز صاحب نے اشارہ بھی فرمایا ہے۔

”هاشیت و حیثیت لا سیما زوجیت بدول زهراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
بر صدقیق اکبر قطعی است“

جہاں تک جناب امیر کی اول الذکر حیثیت کا تعلق ہے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ اگرفضیلت کا کوئی اتوال اٹھایا جائے گا تو اکافی فضل جناب امیر کے حق میں ہو گا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ جناب امیر کی دوسرا حیثیت میں بحث فضیلت کی کیا کیفیت ہے۔

فضیلت دو طرح پر ثابت کی جاسکتے ہے عقلانیاً (عقلانی) فضیلت کا عقلی کوئی ثبوت نہیں کر جو قطع جست کر سکے اب رعی فضیلت لعلی اس کے تعلق دو معیار ہو سکتے ہیں اول نص شارع دوم تبع احوال۔

جہاں تک پہلے جزو کا تعلق ہے یہ امر علماء المسنت کے نزدیک مسلم ہے کہ فضیلت متعین

نہیں اور کوئی نص پائی جاتی ہے اس مسئلہ میں اگر کوئی چیز قابل استدلال و بحث ہے تو وہ ثقہ ہے اسکے کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ جس میں صرف عمل ہی پر اعتماد ہو اور مجرد ہیں اس کے لئے اتنا کہ کسے حقیقت پر مسئلہ اعتقادی ہے جس میں جزو اور مفہوم کی ضرورت ہے لیکن طریقہ کے نصوص باہم تعارض ہونے کی وجہ سے تطبیقت کا فائدہ نہیں تینستہ زائد سے زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نصوص اس اسab کثروت ٹواب کے اختلاف پر دلالت کرتے ہیں لیکن کثرت ٹواب کے اسab مترقب ہونے سے کوئی قطعی نہیں اور مفہوم کے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔ صرف ٹلن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ اجر و ٹواب خدا کی ہماری پرستی پر موقوف ہے نہ کسی خاص سبب پر ممکن ہے کہ جناب ہماری ایک غیر طبعی کو ٹواب عطا فرمائے اور طبعی کو خود رکھے۔

ایسا سلسہ میں ایک یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ تفصیل علمی ہے یا لفظی علماء کا اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ قطعی ہے اور بعضوں کے نزدیک وہ لفظی کی حد سے تجاوز نہیں کرتی اور ان اشتری تطبیقت کے قائل ہیں اور ابو بکر بالقافی اور امام الحرمین کے نزدیک علمی ہے علماء سعد الدین نقشبندی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ تفصیل ایک اجتہادی امر ہے اس کے لئے کوئی دلیل علمی نہیں امام فراہی بھی اس امر کے قائل ہیں اور شارح موافق بھی لفظی ہونے کی طرف گئے ہیں آمدی کا قول بھی اس کی تطبیقت کے خلاف ہے اس لئے کہ صاف میں خلافاء اور بد کے قضیات کے بارے میں حقیقتیں ایامست و اجماعات مختلف تھے اکثر لوگ حضلهem علی ترتیب الخلافۃ کے قائل تھے بعض لوگ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو تو افضل سمجھتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو برادر سمجھتے تھے تحقیق دوائی علماء جمال الدین شرح حقائق میں لکھتے ہیں کہ جموروں کے نزدیک احتیاط ہر ترتیب خلافت ہے امام بالک کے نزدیک تو قوف مائن حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ مذکول ہے امام الحرمین کا قول یعنی کہ ٹلن غالب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ سے افضل ہیں پھر ٹلن درمیان حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ تعارض ہے فر اسلام حسن نزدیکی سمجھتے ہیں کہ بعض ایامست و اجماعات ان دلوں کو برادر سمجھتے ہیں امام ابو عینیہ بھی حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر قضیات نہیں دیتے ہیں (روضۃ البر ۳۷۸) علماء ابن عبد البر اس تبیح میں لکھتے ہیں کہ ابو عمر کا قول ہے کہ بیامست مائن حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ موقوف ہیں کوئی مسدس کے ایامست و

اجماعت مثل سفیان ثوری کے حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے ہیں (حدائق ۲۷۶ و تدبیر الرادی ۲۳) اب تو کہاں فرمیجی حضرت علیؑ کے فضیلت کے قائل تھے (تحیل الایمان ۲۰۰) امام ایضاً کا مسئلہ ان کے قصیدہ مجاہدی الالطافات فی تفضیل علیؑ علی عثمانؓ سے بھی بھی معلوم ہوتا ہے بستان الحمد شیعہ نظر شاہ عبدالعزیز صاحب حدث دہلوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر حدیثین مثل حاکم و غیرہ بھی اس کے قائل تھے۔

جز اقوال ہم نے اور درج کئے ہیں ان سے یہ تجویز لکھا ہے کہ یہ امر قطعی نہیں کہ افضلیت ترجیب خلافت کے موافق ہے اس لئے کہ بعض علماء کا حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دینا اس مسئلہ کے تفعیلت کی منافی ہے خود حضرات شیعینؑ اور جناب امیرؑ کے محلق بھی علماء حدیثین کے اقوال پر ایک غائز نظرداً لئے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر شیعینؑ کے محلق معاشر محمد بن ابی علیؑ یعنی رسالت الدین شرح تقدیم الحلویہ میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل میں لوگوں کو اختلاف ہے محدثین اور محققین سے کمزوج اس طرف گئے ہیں کہ تفضل بر ترجیب خلافت ہے اور حضرت علیؑ کا فعل میں چار تعداد رہے ہے کمتر ایسے ہیں جو حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ پر مقدم کرتے ہیں اور بعض ائمۃ محققین اور ایک جماعت اسکے (۱) ۲۰۰ مسئلہ حاکم و نامی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ حضرت علیؑ بعد آنحضرتؑ کے سب سے افضل ہیں علماء اکن حزم کتاب الفصل فی المثل و المثل میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس امر میں اختلاف رہا کہ بعد الاعیان افضل الناس کون ہے بعض احمد و سعید و مرجح اور قاسم شیعہ اس طرف گئے ہیں کہ جناب امیرؑ آنحضرتؑ کے بعد افضل ترین امت ہیں اور جیسے خوارج اور بعض البشیر و اجماعت و محققین و مرجح اس طرف گئے ہیں کہ بعد آنحضرتؑ حضرت ابوکبر و حضرت عمر تمام صحابہ سے افضل ہیں (حدائق ۲۷۶)

فی الباری شرح بھی بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود بھی جناب امیرؑ کی افضلیت کے قائل تھے چنانچہ ان سے بعد بھی مردی ہے کہ ان علیاً افضلهم (یعنی حضرت علیؑ افضل ہیں) ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی مذیعہ وہ حدیث بھی ہے جو بڑا رئے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایں مدینہ میں افضل علیؑ ہیں ابیطالبؓ ہیں۔

۱۔ حدیثین مراد ہیں۔

صحابہ رضوان اللہ تھم اجھیں میں سے حسب ذیل حضرات جناب امیرؑ کے افضلیت کے قائل تھے حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری، مقداد ابن اسود، عمار ابن یاسر، جناب ابن الارث حدیف، ابن الیمان، ابو سعید خدروی، زید ابن ارقم (احیا بلال بن عبد البر ج ۲ ص ۲۵۰)۔ ابو الحفص عاصم ابن ولدہ ابن الاشیخ کا بھی یہی تقدیہ تھا (ایتیاب بدر ج ۲ ص ۲۱۶) حضرت عائشہؓ کے ارشاد سے بھی (کہ حضرت علیؓ بہترین علمی سے ہیں) یہی پڑھ پڑتا ہے۔ حضرت جابرؓ یہی اس امر کے قائل تھے چنانچہ امام احمدؓ کتاب المذاق میں برداشت عقبہ بن سعد الحوی کی تحقیق ہیں کہ حضرت جابرؓ سے جب میں نے حضرت علیؓ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ علیؓ خوب الشرستے (سرورۃ الداڑھ ج ۲ ص ۳۳۹) یا ایجع المودہ دریاض المعرفہ جلد ۲ ص ۳۰۰)۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود و بریہ ابن الحصیب و حذیفة ابن الیمان سے مردی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا علیؓ خوب الشرستے ہیں جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا اس حدیث کو امام غفر الدین رازی نے ارجمندین میں روایت کیا ہے سعید علیؓ بدرالیؓ نے رسالہ مسیح امیر الاممین میں اس حدیث کو برداشت کیا (لطیفہ دریافت المودہ جلد ۲ ص ۳۳۲) (۲۷۶) مذکورہ بالاقوال سے یہ پڑھ پڑتا ہے کہ صحابہ اور رکن محدثین کے زمانہ میں مسئلہ افضلیت کے متعلق اجماع نہ تھا ایسے جوں جوں روانش کا زور شور پڑھتا تھا کیونکہ اتنا یہ علماء المسنت و الجماعت کا مسئلہ افضلیت حضرات شیخین میں اتفاق پڑھتا تھا اگر کیا اور افضلیت شیخین کو ضروریات دین سے سمجھ کر وہ لوگ افضلیت کے قائل ہوتے گئے۔

مگر یہ چیزیا درکھنے کے قابل ہے کہ یہ افضلیت شیخین بصر لغتہ رسانی اسلام تک محدود ہے اس کو اور حیثیات سے کوئی تعلق نہیں ہے حتیٰ تھا بھی افضلیت کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ صحابیت کی حیثیت سے حضرات شیخین کو افضلیت جائی ظرفی حضرت جناب امیرؓ پر حاصل ہے اور ہاتھی امور میں، مثلاً بولیت اطہار میں ہونا یا جہاد سینی دستانی و نن قضا و کثرت روایات میں جناب امیرؓ کو حضرات شیخین پر افضلیت قطبی حاصل ہے اس میں شک نہیں کہ غالباً راشد بن کاہر فرد جماعت نما اپر وہاں تھا اور ان میں سے ہر ایک ہدایت و اصلاح خاہر کر کے تھا ابناہ ملت اصلاح امت نظام شرائع اقامت اور امر و نو اوقی میں تبلیغ و توسیع اسلام کا اتحداً تھا ابناہ ملت اصحاب کو برادر تھا تقدیم و تاخیر

زمانتے سے کسی کی تنقیص لازم نہیں آتی ان امور میں جس قدر کامیابی و فضیلت حضرات شیخین کو حاصل ہوئی وہ اور وہ کو حاصل نہیں ہوئی اگر چاروں خلافتوں کا اس حیثیت سے موافق نہ کیا جائے تو جو کام القابلت و اصلاح است کا حضرت ابو بکرؓ نے اپنے مختصر دو سالہ عہد میں کیا وہ کسی سے باوجود درازی عہد نہ ہو سکا اور جو تو سچی فتوحات و اشاعت اسلام حضرت فاروقؓ نے کی وہ اور کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن پاک کی جو خدمت حضرت عثمانؓ نے کی وہ اپنی آپ اپنی نظر ہے اور باطنی اصلاح و تصفیہ قلوب و تزکیہ نفس و تعلیم زهد و اتقاد ترک کرو ہات دنیا کا سہرا تمام کیاں جناب امیرؓ کی سرافراز

پڑھے۔

مولوی اسماعیل شہید صراط مستقیم میں جناب امیرؓ کو اس حیثیت سے بھی حضرات شیخین پر افضلیت دیتے ہیں "حضرت مرتضیؓ را یہ نوع تفضیل بر حضرات شیخین ثابت است و اپنی تفضیل سمجھت کثرت اتباع ایشان و وسایط مقامات و لامت بر سائر مخدعات است مثلاً تعظیت و خوبیت و املاکیت و غیرہا اسے از عهد کرامت مهد حضرت مرتضیؓ تا انفراض دنیا به وسایط ایشان است و در سلطنت سلاطین و امارت امراء ہمت ایشان را دھعنی است کہ بر میاہین عالم ملکوت محفی نیست" (روضۃ الازہر ص ۲۲۲ بحوالہ صراط مستقیم)

اگر تبعین نواصب کیجئی پڑھات آئیں تو میں یہ کہوں گا کہ اس بحث کے متعلق مولوی وحید الرمان خان نے تسبیح الباری میں جو فیصلہ کیا ہے اور اس کی تائید سحر کے قول سے بھی ہوتی ہے جس کا حوالہ علامہ ابن عبد البر نے استیحاب میں بھی دیا ہے وہ موجودہ بحث کے اختتام کیلئے بہترین ہے اس لئے منصف تخلیق سنت کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ یوں کہہ کر تمام حباب میں آنحضرتؐ کے بعد یہ چاروں افضل میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور ان کی خلافتیں اسی ترتیب سے سمجھ کر درج ہیں۔

میں اس سے قبل اس امر کو لکھ چکا ہوں کہ مباحث احسن الالتحاب کو بحث افضلیت سے کوئی تعلق نہیں یا مامہ نے ذیرہ حقیقی بحث احسن الالتحاب کے خلاف لوگوں کو برداشت کرنے کیلئے مباحث احسن الالتحاب کو مبنی بر افضلیت قرار دیا ہے اور اپنی اس تحریر کی تائید میں احسن الالتحاب کی

بعض عبارتوں کا حوالہ بھی دیا ہے اور انہیں عبارتوں کی بنا پر فعل الخطاب کے ۲۶ اور رق بحث افضلیت پر صرف فرمائے ہیں جن عبارتوں کو علامہ نے اس بحث افضلیت کا سمجھ بنیاد پر اور دیا ہے میں ان کو ناظرین کے سامنے لے کے بعد مگرے بیش کے دیباہول تاکہ ناظرین اس امر کا اندازہ کر سکیں کہ ان عبارتوں سے بحث افضلیت کو کوئی تعلق ہے یا انہیں اور علامہ نے بحث افضلیت بھی یہ تقدیر و تشویج نو اصحاب پھیلڑا ہے یا احسن الاتخاب کے میاحدہ کی وجہ سے ان کو عوام کے عینہ کی اصلاح کیلئے اس کی ضرورت پڑی تھی۔

پہلی عبارت۔ جس پر علامہ نے اعتراض فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے "حق یہ ہے کہ ابو البشری اولاد میں ایسے صفات حسنة بمحضہ کا انسان پیدا ہتیں ہوا" اس پر علامہ کا اعتراض ہے کہ "گوپا آپ کا مرتبہ العیاذ بالله انفیاء درسل سب پر مقدم تھا" علامہ کو اگر اس عبارت پر اعتراض کرنا قہار اُنھیں چاہئے تھا کہ وہ پوری عمارت پیش کر دیتے تاکہ پڑھنے والا ان کے اعتراض کی نویخت تک مدد و نفع سکتا تا عده لا ڈی ہے کہ اس قسم کا اعتراض کرنے کیلئے پوری عبارت جو اس بحث کے متعلق ہو پیش کی جائیا کرتی ہے اسلئے کہ صرف ایک جزو عمارت کو اگر لے لیا جائے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ مطلب برآمد ہوتا ہے کہ جو لکھتے والے کی وتم دیکھنے میں بھی نہیں ہوتا یا استدلال ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو غمیوم کے بخوبی میں وقت نہ وائی ہو۔ علامہ نے صفحہ ۳۲ پر ایک حدیث حضرت ابن عمر کی بحث افضلیت میں درج فرمائی ہے جس کے اقتال حسب ذیل ہیں "عن ابن عمر قال كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل بهماي بکر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم شرك اصحاب النبي ﷺ ولا نفضل بهنهم" اگر تکمیل کی جائے تو اس کا معنی یہ ہو کہ کھکڑا یا جائے اور حضرت ابن عمر کو خواہ خواہ بلا کسی وجہ کے مطعون کرنا منظور ہو تو آسان طریقہ یہ ہو گا کہ اسی حدیث کا اتنا جزو سے لیا جاسے "عن ابن عمر قال كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل بهماي بکر أحداً" اور اس سے یہ تجیہ کیا جائے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابو بکر کو آنحضرت پر بھی فضیلت دیدی کیا علامہ سے یہ پوچھنا نہیں ہے کہ اگر اسی ترکیب کو انتیار کرے تو علامہ اس کے تحلیل کیا فرمائیں گے۔ کیا اس قسم کی الفوائد حق بجانب کمی جا سکتی ہے جیسا کہ ترکیب علامہ نے اپنے اس اعتراض میں بھی کی ہے "احسن الاتخاب کی عبارت کو وہ حد جسمی سے

انتاکرو لے لیا گیا ہے اس طرح سے شروع ہوتا ہے ”اگر غور سے دیکھا جائے تو خامان الہی میں انہیاء اللہ کے بعد حضرت جناب امیر المؤمنین بھوپال پختہ ہیں“ حق یہ ہے کہ حضرت ابوالبھر کی اولاد میں اپنے صفات حد تجتعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا کیا علامہ کے نزدیک ”خامان الہی میں انہیاء اللہ کے بعد“ کے الفاظ کوئی حقیقی شخص رکھتے یا عالمہ کے نزدیک یہ الفاظ اسی بحث سے انہیاء کو علیحدہ کر دیتے کیلئے کافی نہیں اگر علامہ کے نزدیک یہ مفہوم صرف کچھ خاص الفاظ سے ادا ہو سکتا تھا تو تصلی الخطاب میں لکھ دیا چاہئے تھا لہ اگر علامہ اجازت دیں تو میں یہ کہوں کرائیں ترکیبیں صرف ان لوگوں کیلئے زیبائیں جو پیشہ ور رہو کا ہاں ہیں درست پڑھئے لکھئے اور متذمین ناقہ کیلئے تو یہ امر چل دیجہر پائی میں ذوبہر تے سے زائد بدتر ہے اس اعزاز اُن کے سلسلہ میں علامہ بالقدم یا امر نظر انداز کر دیا کہ آخوندی اول سے صفحہ ۷۰ سطر ۲ تک کی تمام عبارت متعجب میں ہے جس کی ابتداء حضرت مؤلف احسن الخطاب نے یوں کی ہے ”خامان الہی میں انہیاء اللہ کے بعد“ اسٹے یہ ضرور کی رکھا کہ ہر ایک جملہ کے بعد پھر ” خامان الہی میں انہیاء اللہ کے بعد“ کی بھوار جاری رکھی جاتی اس قاعدہ سے علامہ بھی واقف ہوں گے کہ عبارت کو اس طرح سے شروع کرنے کے حقیقی ہوتے ہیں کہ اس کے بعد کی تمام عبارت جب تک بحث ختم ہو جائے اس ابتدائی عبارت کے باختصار درج بیجا تی ہے۔

دوسری عبارت - جو علامہ نے مثالاً تینیں کی ہے وہ حسب ذیل ہے ”اس میں لا کوئی شہر نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت کے بعد الہیت تمام صحابہ سے افضل و اعلیٰ تھے الہیت کا انصار مخالف حدیث جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرت حسین بن علی - الہیت کے بعد بیتی و تھلی خلقانے ملاد تمام صحابہ و افضل و اعلیٰ تھے اس عبارت احسن الخطاب پر علامہ نے حسب ذیل اعزاز فرمایا ” گویا کہ بقول عالم الہیت دیلمجاعت صوفی صافی جناب مصنف حضرت ابوکرد عمر و عثمان حضرت علیؑ سے مرتبہ و شرف میں نیچے تھے حضرات حسینؑ اور حضرت فاطمہؓ کے مرتبہ کوئی نہ ہے وہ تھی پائی انتقہر اللہ و العیاذ بالله“ علامہ کے اعزاز اُن کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حسینؑ اور حضرت فاطمہؓ کو حضرات حسینؑ سے افضل قرار دینے میں حضرت مؤلف احسن الخطاب نے پھر علامہ کے احسان اطیف کو ناقابل برداشت ضربہ بیوں پختا دی۔ معلوم نہیں علامہ مسلم الہیست و

اجماعت کو اس مسئلہ میں کیوں فرمائی جائے کیا مسلک ایجادت و اجماعت علماء کے نزدیک اسی حد تک لا ائی اعتقاد و استدلال ہے جب تک وہ افضلیت شیخین سے متعلق ہو اور اس کے بعد یہ مسلک ایک بے معنی و مکمل مسئلہ ہو جاتا ہے جس کو ہر عالی جس وقت چاہے آسانی سے خارج رہ کی طرح ہٹا سکا جیسا کہ ایک ایسے شخص کیلئے جو ہر قسم تحقیق مسلک ایجادت و اجماعت ہونے کا مردی ہو علماء کی پر تحریر بہت اتنی زیادہ مختلطف خیز ہے مجھن اس گمان پر کہ شاید علماء کو علماء ایجادت و اجماعت کا مسلک اسی خاص مسئلہ میں پادر رہا ہو میں علماء کی توجہ ان اقوال کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جو وہ شاید علماء ایجادت و اجماعت سے متفاوت ہیں۔

اس مسئلہ میں سب سے پہلے علامہ کی توجیہ حضرت ابن عمر کی حدیث کے متعلق مبذول کرنا مناسب ہے جس کو میں اور بحث افضلیت میں لکھ پکا ہوں اور جس کا ایک طریقہ علامہ نے بالقصد نظر اندر فرمادیا تھا اگر اور علماء کے اقوال بھی موجود ہوتے تو بھی صرف یہ حدیث حضرت فاطمہ و حضرات شیخین کی افضلیت ثابت کرنے لئے کافی تھی ملاحظہ ہو کہ حضرت ابن عمر ہمیشہ اطمینان کے متعلق مسئلہ افضلیت میں کس قدر صاف طریقے سے اس امر کو تکاہ فرماتے ہیں۔

قال ابن عمر على من اهل البيت لا يفاس بهم على مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في درجهه ان الله عز و جل يقول (وَالذين آمنوا وَاتبعهم ذرتهنهم باليمان العصنا بهم ذريتهم) فاطمة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في درجهه وعلى مع فاطمة عليها السلام.

ابن عمر نے کہا کہ علی اہل بیت سے ہیں ان پر کسی کا قیاس نہیں کیا جاتا علی رسول اللہ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہو والذین آمنوا وَاتبعهم ذريتهم باليمان العصنا بهم ذريتهم اور آنحضرت کے ساتھ حضرت فاطمہ بھی اس درجہ میں ہوں گی اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے ساتھ ہوں گے۔

کیا علماء کے نزدیک کلام اللہ کے آیات کی شہادت قویۃ بالله من ذلك معتبر نہیں ہوا کرتی یا علماء کے نزدیک حضرت ابن عمر کا استدلال اس آیت کلام اللہ پر مطلقاً ہے حضرت فاطمہ حضرات شیخین کی افضلیت کی اس سے بہتر دلیل ہونا ممکن نہیں۔ بحث کے اختتام کیلئے صرف یہی آیت

کافی تھی ستر علامتی تکمیل کیلئے اور حضرات کے دو ایک مقول بھی لکھتے جاتے ہیں تاکہ طوالت بھی نہ ہو اور علامہ کا قلب بخودن بھی ان اقوال کے اعادہ سے سر درجاء مل کر سکے۔
لماں ماں کا کام قبول۔

”ما الفضل على بضعة من النبي صلي الله عليه وسلم أحداً“

(میں ہمدرپارہ رسول سے کسی شخص کا فضل نہیں جانتا)۔

غائب علامتی نظر سے گذر رہو گا کیا ان کو اس مقولہ میں کسی لفظ کے معنی بھتے میں دشواری دوست ہیں، آئی جس سے دہ لاماں ماں کے ارشاد کا مطلب و تفہیم بھتے سے قاصر ہے۔
علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بہت معرف معلوم ہوتے ہیں اس لئے قیاس اس امر کا
تفہیم ہے کہ وہ ان کے شاگرد و شید مولانا شریف الدین خان (رشید المتکلمین) سے بھی واقف
ہوں گے کیا علامہ اس امر کو گورہ فرمائیں گے کہ میں ان کو یہ یاد دلاؤں کہ رشید المتکلمین نے
اپنی کتاب اپنایا لفاظ لفاظ المقال میں میں بھی اس مسئلے پر خاطر خواہ روشنی ڈالی ہے اور صواتی
حرف کا حوالہ دیتے ہوئے انتیلیت اپنیت امہار گوبایں الفاظ ثابت فرمایا ہے۔

”جہ حائل بل معین است کہ سیادت ایشان (حضرت فاطمہ و
حضرات حسنین) بر کافہ اهل جدت باعتبار مجموعہ اعمال صالح و
خصوصیت ذاتی شان پا نحضرت“ و کمال طہارت طہیت ایشان کہ
در سیادت آن جهاد دخل کلی دارد و اتحاد مکان شان در جدت
پا مکان آنحضرت و امثال آن پا شد و نظر بسوئ امثال این امور علماء
اہلسنت گفتہ اند کہ فی ذات (۱) اولادہ صلی اللہ علیہ و سلم من
الشرف مالبس فی ذات شیعین“

مولانا جمال الدین یہودی خصائص میں لکھتے ہیں۔

”جہ شک نیست کہ در اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم کہ اجزاء
اوہند شرفی و شانی حست کہ در شیعین نیست“

ا۔ رسول اللہ کا اولاد میں بحترف ہے وہ شیعین میں نہیں۔

رشید المتکلّمین سے اسی مسئلہ کو حقِ ائمّہ میں بھی صاف اور واضح طریقے سے تکھاہے:
 "بلکہ تفضیل آل عباد (حضرت علیؑ) و حضرت فاطمہؓ و حضرات
 حسینؑ) بر شیعین باعتبار جزویت شان پانحضرتؑ و باعتبار
 کمالات دیگر نیز مثل حمل شان کمالات نبوت را وصایت و علم و
 امثال آن پاشد مطابق تصریح اکابر اہلسنت و جماعت ثابت است"
 (روایت الازہر ص ۳۳۶ بحول الرحمن ائمّہ)

"بعض روایات کے در کتب معتبرہ اہلسنت منقول شد حدیث
 الحسن (ؑ) و الحسین مبدأ شباب اہل الجنة کہ از حضرت ابو بکرؓ
 صدیق و حضرت عائشہؓ صدیقه منقول شدہ در روایت من (۲) مسروہ ان
 یتظر الى اعظم الناس منزلة و القربهم قرابة و الفضلهم حالتہ و
 اعظمهم عنایۃ عند رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلینظر الى هدا
 (حضرت علیؑ) کہ مقولہ حضرت ابو بکر است و مثل روایت هدا
 مولانی و مولیٰ کل مونم و من لم یکن مولاہ فليس مومن (۲) کہ
 مقولہ حضرت عمرؓ است وغیر آن از روایات کثیرہ دال است بر تفضیل آل
 عباد جمیع من عددهم (سوای شان) (روایت الازہر ص ۳۳۶ بحول الرحمن ائمّہ)۔

تیسری عبارت۔ جو علام نے اس کے مقابلے پر فرمائی ہے وہ احسن الاتخاب ص ۲ کی عبارت
 ہے جس کے مقابلے حسب ذیل ہیں "یوں تو تمام صحابہ کو افضل ترین طبق بعد الانجیا اور ان میں عشرہ
 بہترہ کو بہترین صحابہ اور ان میں خلق امار بزرگو بہترین عشرہ سمجھتا ہوں گران میں جناب امیر المؤمنین
 علی رضاؑ کو سن جیسی جامعیت خدا کل دیتی دستی علی و علی خلاہی و بالطفی بجا ری و حقیقی منفرد

۱۔ سنہ تسمیٰ عوامان اہل جنت کے سردار ہیں۔

۲۔ جس شخص کو یا چاہا معلوم ہو کہ اس کی طرف دیکھ جو علیم المرتبت قرابت میں سب سے قریب اور عالمات میں سب سے افضل ہو
 علایت میں سب سے زائد رسول اللہ کے رہد یہکہ جو اس کو پہاڑیے کیلہ کو دیکھے۔

۳۔ پھر اسلا اور سب مسلمانوں کا مولا ہے جس شخص کا یہ رسول اللہ ہو کہ نہ کن۔

المذات اور سب سے بہتر سمجھتا رہا، ”بھلی دوستالوں میں علامہ کو جو اعتراض تھا اس کو آپنے الفاظ میں ادا کرنے کی وجہت گوارا فرمائی تھی (جس کی صحیح حیثیت ناظرین کے سامنے پیش ہوئی) مگر اس مرتبہ صرف عمارت لکھ دی تھی اس لئے صرف کروئی تھی کہ چل کر علامہ نے فصل الخطاب کے ۳۲ صفحہ بحث افضلیت کے ذریعے ہیں پڑھتے والایہ یقینہ کمال لے گا کہ اول الذکر وہ موقوں پر چوں کہ اعتراض کو صاف کرنے کی تکلیف گوارا کی تھی ہے اس لئے عدم تشریع سے یہ مطلب ہے کہ اعتراض افضلیت کے سختی ہے علامہ نے یہ غور نہیں فرمایا کہ عمارت سے بحث افضلیت پر کوئی روشنی نہیں پڑی اس لئے کہ بحث افضلیت جیسا کہ اور پرکھا جا چکا ہے صرف لغعہ رسانی اسلام تک محدود ہے اور اس عمارت میں حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے جناب امیر مکی قائم صیہیتوں کو پیش نظر رکھا ہے علامہ کو چاہئے تھا کہ عمارت کے الفاظ راغب سے پڑھ لیتے کیا یہ جملہ ”من جیش جامیعت علامہ کے زرد یک کوئی منی نہیں رکھتا اگر عمارت میں اس قسم کے الفاظ نہ ہوتے تو یہ کہا ممکن تھا کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے اس عمارت میں افضلیت ممتازہ کے سختی اشارہ فرمایا ہے ان الفاظ کی موجودگی میں علامہ کا اس عمارت کوئی بحث افضلیت ممتازہ قرار دینا صریح دعا ماندی ہے۔

شاد عبدالحریر صاحب کے شاگرد رشید مولانا شید الدین خان (المردود به رشید المکھیں) کا تعارف ہم علامہ سے کراچی ہیں اوس کے علامہ بھی مقرر ہوں گے کہ وہ افضلیت (ممتازہ) شیخین کے کائل ہیں، ہم اُجھیں کی عمارت سے ناظرین کے سامنے اس امر کو باہر کرنا چاہئے ہیں کہ اس قسم کی عمارت کو کوئی واسطہ افضلیت (ممتازہ) شیخین سے نہیں ہوتا ماحظہ رشید المکھیں کی عمارت۔

”جه جائز بل ظاهر است کہ بحسبت و تعقیم حناب امیر المؤمنین باعتبار فضائل حمد و مختصہ باحتساب مثل مواحة بانی آخر فرمان و اعلاء کلمة الله باعمال سيف و سنان و زوجیت سيدة النساء باصر عالق ارض و سماء و کفرت آیات و احادیث واردہ در شان آن ولی ولایت و مرتضی و آن حناب من حمله سائر اصحاب بمرتبہ سیادت و منسب کمال تفقہ فی الدین و نہایت درایت و قیال با عوارج نہوان و احران احر موعودہ بر آن و حصول رایت روز خیر باحتساب و دعویٰ در سماحد جنہاً بطور ثبوت مائب و نفرد آن حناب معلى العمل بر آیۃ

نحوی و دیگر فضائل غراء کے هیچ بکی از صدایہ سید الاتیاء در آد با جناب امیر شرکتی نثار و مذهب اهلسنت است" (الہم احلاط القوال م ۲۵) اگر با وجود الفاظ "من جیت جامیت" حضرت مؤلف احسن الاتکاب کی عبارت حقیقی بر افضلیت بود کیونکہ تو روشنیدہ المتكلمن کی عمارت اس سے ہزار گوہر زیستی بر افضلیت جناب امیر ہے حالانکہ جیسا تسلیم اور پرکارہ بکا ہوں کہ رشید المتكلمن کا مسلک شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرح افضلیت شیخین ہے اسلئے اگری اس عمارت سے افضلیت (قیازع) کے حلقوں کوئی نیچہ کا نام رسمی دھاندی ہے جناب امیر کی افضلیت چوں کہ جوئی حیثیت (ہلیت اور محابی) سے مقابعہ فیروز اور مختلف فیروزیں اس لئے اس حرم کی عمارت سے بھی مطلوب لکھا جاتا ہے کہ اس کا کوئی تعقیل افضلیت (قیازع) سے نہیں۔ اگر علامہ کا معیار اعتراض صحیح مانا جائے تو ملامہ کو آنحضرات کی حمری میں جن کے قابل افضلیت نہ ہونے کے علامہ خود مقرر ہیں پر کوئی ایسی ہی مذکوس میں میں کہ علامہ کو ہر بار اپنی رائے بدلتا پڑے اگر اور کبھی لکھتا ہے لکھتا ہے کہ اور کبھی اس مسئلہ میں علامہ مسعود و الجماعت کا مقابل۔

علامہ نے جو تم مثالیں افضلیت کی احسن الاتکاب سے قیاس فرمائی ہیں ان کی صحیح صحت ناظرین کے سامنے پیش ہو چکی اور اس امر کا احساس خود ناظرین کو ہو گیا ہو گیا کہ ان میں سے ایک بھی قیازع فیروزیں نہیں زبان ناظرین کے سامنے پیش مسلک حضرت مؤلف احسن الاتکاب کا جو احسن الاتکاب سے ظاہر ہوتا ہے قیاس کرنا چاہتا ہوں چوں کتاب کے موضوع سے اور بحث افضلیت سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہتر ایسے موافق کتاب میں موجود ہیں جہاں اس حرم کا مضمون موجود ہو گریا اور جو رواں کی کے جو کچھ عمارت حضرت شیخین کے حلقوں کتاب میں موجود ہے اس میں بھی کافی مثالیں اس کی موجود ہیں کہ حضرت مؤلف احسن الاتکاب افضلیت قیازع میں افضلیت حضرات شیخین کے خلاف نہیں۔ تمام ایسی عمارتوں کو پیش کرنے میں بہت طوالت ہو گی اس لئے صرف پندھالوں پر اکٹھا کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو پر امر صاف طور سے معلوم ہو جائے گا کہ علامہ کا یہ پرواز اعتراض کر حضرت مؤلف احسن الاتکاب افضلیت قیازع فیروزیں کے خلاف ایں بالکل پار ہو ہے۔

علامہ نے حضرت مؤلف احسن الاتکاب کو جگہ جگہ پر تحقیق و اوضاع بھی ظاہر فرمایا ہے اور اس طرح بھی اپنے دل کے جلے پھولے پھوڑے ہیں میں اس بحث میں کچھ ایسی عمارتوں کی پیش کرتا ہوں

جس سے یہ امر بھی صاف ہو جائے گا اور ناظرین کو اسی سلسلہ میں اس امر کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ علام کیا اعتراف بھی حسب معمول ہوتی فضایت اور کسی پوشیدہ طلاق پرستی ہے۔

۱۔ صفحہ ۱۰۲ پر حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے تخلیق سورہ برائت کا واقعہ لکھا ہے جس میں جناب امیر اور حضرت ابو بکرؓ دونوں کا ذکر آتا ضروری تھا جن المقاطع میں حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے اس واقعہ کو لکھا ہے وہ میں ناگزیر ہیں کے سامنے ٹیکش کرتا ہو۔ ”جناب امیر قبیل ارشاد کیلئے رواد ہوئے راست میں حضرت ابو بکرؓ سے مقاومت ہوئی انہوں نے پوچھا کہ کیا تم امیر الحاج مقرر ہو کر نے ہو جناب امیر نے فرمایا کہ امیر آپ ہیں میں آپ کا نام ہوں تخلیق احکام کیلئے آیا ہوں حضرت مددین اکبرؓ ای امیر الحاج رہے، کیا علام سے کے زد یک ای کو تحقیق روافض کہتے ہیں اور اسی کا نام افضلیت ممتاز درج ہے۔“ اتنا کہ جاتا ہے روافض تو اس واقعہ سے حضرت ابو بکرؓ کی معزولی کا تجھیہ کیا لئے ہے میں (خود علام نے بھی تجھیہ میں اتفاق ضرور پڑھا ہو گا کہ مسلک روافض تخلیق سورہ برائت میں کیا ہے) البتہ علامہ الہست و الجماعت ای امر کے قال ہیں جو حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے لکھا ہے کیا افضلیت ممتاز درج ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکر مددین سے زیادہ کوئی شخص تحقیق سنت ہوئی نہیں گذر اس ۱۰۲۔

تحقیق سنت ہوئی بہت برا اشرف ہے اور اس کو افضلیت ممتاز درج فرمیں بہت کچھ دل ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے جمال پر افضلیت ممتاز درج فرمی کی تحریف کی ہے وہاں پر لکھا ہے ”کہ مگر نصف بیل آنہا در تشبیہ بد نہیں“ کیا علام سے کے زد یک تحقیق سنت خوبی ہو اتنا تشبیہ ہے نبی کا ضروری جزو ہیں اصول تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثاہبہت کی بہترین عملی مثال تحقیق افعال ہو سکتی ہے اور یہ عبارت بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کا تحقیق مسلک افضلیت ممتاز درج فرمیں افضلیت تجھیں کے خلاف نہیں کیا علام سے کے زد یک روافض ابو بکر مددین کو تحقیق سنت خوبی لکھا کرتے ہیں جو کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامتی الائما کی طلاق یا کسی کی فرمائش سے مجہور ہو کر حق کو ہاتھ لگھ دیا کرتے ہیں۔

۳۔ صفحہ ۱۰۲ پر حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے ”انتظامات بعد جنگ جمل“ کی سرفی کے تحت میں ایک سائل کے جواب میں حسب ذاتی عبارت لکھی ہے چونکہ اس عبارت سے تحقیق روافض و افضلیت ممتاز درج فرمی دنوں پر دوچی پڑتی ہے اس لئے اندر پڑھ طوالات کو ظفر انداز کر کے میں وہ عبارت لفظ

کرتا ہوں ”بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے آپ سے دعوه کیا تھا کہ میرے بعد تم خلیف ہوئے یہ کہنا کہاں تک ممکن ہے..... جاتب امیر نے فرمایا ہے مغل بھٹکے میں ہرگز اول ان پر بھوت بولنے والا نہ ہوں گا..... آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کیلئے حکم دیا مجھ سے نہیں فرمایا حالانکہ میرے حال سے واقع شے چنانچہ حضرت ابو بکر نے تماز پر حالت جس آنحضرت نے وفات پائی تھیں تو گوئے اپنے مطالبات میں غور کیا اور اسی شخص کو دیا کیلئے اختیار کیا جس کو آنحضرت نے دین کیلئے اختیار کیا تھا کیون کہ تماز دین کی اصل ہے اور تمام مسلمانوں نے ان سے بیت کی اور میں نے بھی بیت کی حقیقتہ والیں کے اہل تھے ” کیا علامہ کے نزدیک واقع حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں میں نے تو اُنکی کتابوں میں غاصب وغیرہ کے کروہ الفاظ و کیجیے ہیں وہ حقیقت صرف اُنکی ہی عبارت علامہ کو شرمندہ کرنے کیلئے بہت کافی تھی مگر علامہ سے ایسے لفیف احساس کی امید رکھنا ہے سوہ علوم ہوتا ہے اسکے میں اور بھی مثلاً اسی طرح کی دوں گا کیا علامہ کے نزدیک اس عمارت میں خلیلت تمازع تھی کے خلاف تھا مصلحت حرمہ جو نہیں آپ نے حضرت ابو بکر کو تماز کیلئے حکم دیا مجھ سے نہیں فرمایا حالانکہ میرے حال سے واقع تھے میں نے بھی ان سے بیت کی حقیقتہ اس کے وہ اہل تھے کیا یہ عمارت صریح دلیل افظیلت تمازع فی کی نہیں ہے۔

۲۔ سطح ۱۳ میں الاتخاب میں حضرت مولف نے جاتب امیر کی تعلیم و توجیہ کو بیان کیا ہے اس کی عمارت بھی چوڑکانہ اس بحث پر ایک حد تک روشنی دلاتی ہے اس لئے وہ بھی ملاحظہ طلب ہے ”تی پاہشم تمام مرتب میں اصلاح کیجے جاتے تھے آنحضرت و ابو طالب و حضرت عباسؓ دیے قصیع الملائک خود جاتب امیر کے خاروں میں موجود تھے ان کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ بنی میں سے ہر ایک کتابت و شعرو شاعری علوم و فنون میں صرف اپنی سمجھا جاتا تھا ہم صحبت و جلیس رجیم تھے جن سے بخوصول فوائد و منافع متعلق ہے علم و ملک اور درس امتنیع نظر ہی کیا ہو سکتا تھا کیا علامہ کے نزدیک کسی شخص کا کسی دوسرے سے کسی جیشیت سے مستخفیں ہونا غیبت میں جمع الوجہ کے خلاف نہیں کیا واقع حضرت امیر کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی فائدہ ان حضرات (حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمانؓ) کی ہم سے میں بخدا تھا تھا تھا ان کا قائل تو واقع حضرت کو دیکھا تھا مگر فوائد میں بخدا تھے کا قائل ہوا اور تحقیق واقع حضرت کی نمرت طبع ہے اور اس۔

۵۔ میں ۲۷۵ سے ۲۸۰ تک حضرت مؤلف احسن الاتقاب نے سقیدینی سادہ کے واقعات کو لکھا ہے اس میں بھی پونکہ حضرت ابو یکم صدیق اور حضرت نارویت گاؤ کا ذکر آیا ہے اس لئے میں ان الفاظ کو بھی ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جن میں ان حضرات کا ذکر کیا گیا ہے "اس میں شک نہیں کہ وقت بہت نازک ہو گیا تھا اور اسلام کا مستقبل اس وقت سفر خطر میں ضرور تھا حضرت ابو یکم حضرت عمر سقیدینی سادہ کی طرف بغرض رفع فساد پڑے... حضرت عمر نے پر خیال کر کے کہ قبیلہ انصار میں سے کہیں کوئی شخص برگزشت نہ ہو جائے پھر حضرت ابو یکم صدیق کے ہاتھ کبیت کرنی۔ ... جناب امیر اس وقت موجودہ شخence ان سے رائے لیتے کی مہلت مل سکی... جبکہ اس مختصر جماعت میں خلافت کیلئے تکرار شروع ہو جی تھی تو اگر فوری حضرت ابو یکم کے ہاتھ پر بیعت نہ واقع ہو جاتی اور سہاجرین اور انصار ایک خلیفہ پر اجماع نہ کر لیتے تو سب سے پہلے مجاہدین و انصار میں تواریخ جانی جس سے اسلام کا آبیدہ اتفاق بھی ہاتھ سے جاتا رہتا اگر ایسے نازک وقت میں حضرت ابو یکم سقیدینی سادہ میں شکر و نجاح جاتے اور آنحضرت کی تہذیب و تغییر کے انتظار میں پیشہ رکھنے یا سقید پہنچ کر بیعت لیتا تھوڑی دیر کیلئے روک دیتے تو ایک عظیم الشان تفرقہ امت محمدیہ میں پیدا ہو جاتا اور اس کی اصلاح اگر غیر ممکن نہ ہوئی تو دشوار ہو جاتی۔"

کیا علامہ کے نزدیک روافض اس بیعت سقیدینی سادہ کو حق بجانب قرار دیتے ہیں اور کیا تسبیح روافض اس کا نام ہے کہ جو امیر انصار و روافض کے اس واقع پر ہیں ان کا جواب محتول اور مدلل پڑایا میں دے کر ان کی ترویج کی جائے۔ اگر علامہ کے نزدیک کا نام تسبیح روافض ہے اور یہ دونوں الفاظ ایک ہی مفہوم اور معنی رکھتے ہیں تو صرف اتنی گذاش ہے کہ موجودہ اردو لفاظات کی اس غلطی کو صحیح فرمائ کر اور علم لافت کر ہیں جنت ہائیں۔

روافض اس بیعت کے معاملہ میں جس طرح حضرات شیخین کو مورد الازام ہانے کی کوشش کرتے ہیں وہ علامہ پر بھی پوشیدہ نہ ہوگا۔ کیا علامہ کسی ایسے شخص کی (جس کے اہلسنت و الجماعت ہونے پر وہ مطمئن ہوں) کوئی عبارت ایسی پیش کر سکتے ہیں جس نے اس واقعہ کو حضرات شیخین کی تائید میں اس سے بہتر چرایا میں لکھا ہوا اسی واقعہ کے سلسلے میں حضرت مؤلف میں پر لکھتے ہیں "ان واقعات سے بالکل چشم پوشی کرنا اور جو کچھ مدد میں آئے کہہ گذرنا خلاف الصاف

معلوم ہوتا ہے حضرات شیخین نے غاصب تھے اور نہ کسی کا حق چھیننا چاہتے تھے جو کچھ انہوں نے کیا وہ متفضائے مصلحت اور وقت تھا ان کی نیت بالکل یہی تھی اسی لیکن تھی کی پڑلات خدا نے انکو **﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيُسْتَخْلِفُوهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾** (۱۰) کا صدر عطا فرمایا تھا۔ تاریخی واقعات اگر پراظھار انساف دیکھے جائیں تو معلوم ہو گا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خوشی اور رضا مندی سے خلاف حاصل نہیں کی بلکہ ایسے نازک موقع پر جب کہ خادم شیخین کے چھپر جانے کا اختیال تھا مجبراً انہوں نے اس کو مخکور کر لیا تھا، اور جو خطرناک امور سامنے آ رہے تھے انکو فتح کر کے اسلام پر احسان کیا جس میں ایسے وقت میں حضرات شیخین کی زبردست تدبیر ہوں سنے نہ صرف عرب یوں سے کچھ تھیں اور خود سرطانی کو قابو میں رکھا بلکہ شام و مصر اور ایران ایسی عظیم الشان سلطنتوں کو جو لاٹاہ اسلام بنا دیا ابھی صورت میں حضرات شیخینؓ پر اگر کوئی الزمم نکایا جا سکتا ہے تو پر کہ انہوں نے ایسے شورش ناک وقت میں اسلام کو بغاوت اور قساوے سے کیوں بچایا اور انہوں نے وہ اسلامی سلطنت جس کی وجہ سے مسلمان آج تک مسلمان کہلاتے ہیں کیوں قائم کی۔ اس سے تو علامہ کویجی واقفیت ہو گی کہ سلک روافض اسؓ واقعہ میں حضرات شیخین کو مورد الزام بتاتا ہے کیونکہ اسؓ تھے تو حضرات شیخینؓ اور اس معاملہ میں حق بجا بات ثابت نہیں کیا۔ ان کے نزدیک تو یہ امر سلسلہ ہے حضرات شیخینؓ نعمود بالله من ذلک غاصب تھے اور بیت سقیدتی ساعدہ کی تمام کارروائیوں کو وہ ملتی ہے بدنیتی کتبیتی جس علماء والاسع دیجماعۃ البیت حضرات شیخینؓ کو حق بجا بات ثابت کرتے ہیں اور اس معاملہ میں بھی حضرات شیخین کی احریت کے مظہروں مدارج ہیں اس کا فصل ناظرین کے ہاتھ ہے کہیے عبارت علماء والاسع دیجماعۃ البیت کا تسلیم ہے یا روافض کا ہاں یہ اور بات ہے کہ علامہ کے نزدیک سعیار البیت دیجماعۃ اور سعیار روافض دونوں ایک ہی چیز ہوں۔

ان کے اخلاق حسن مدد چال چال ہیں اور جیرت انگیر کارنا موسوں کو تمام دنیا مانی آئی۔ نہایت افسوس اور شرم کی بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ان حضرات کے حضور میں گستاخانہ پیش آئے کو اور ان کی شان میں کلمات قیچی استعمال کرنے کو فرائض مذہبی کا

الحمد لله الذي انشاء ان يكون سے بیت المقدس سے ایمان اور ایمان ایصال کے ویک و ان کو من ی ظلیف نہیں گا۔

ایک جزو اور باعث نجات آئرٹ سمجھتا ہے خدا کا کلام تو آواز بلند اس امر کی شہادت دینا چاہیے کہ یہ حضرات سابق اللہ اسلام تھے مہاجر تھے بدری تھے اور یہ مت رضوان میں داخل تھے ان جملل القدر عظیم المرتبت حضرات نے بلاد نیادی خروس کے خالصاً لوجه اللہ اسلام قبول کیا تھا اس آئرٹ میں۔

کیا علامہ کے نزدیک اس سے بھی رو رفاقت کے سلسلہ سے پیر اردنی ظاہر نہیں ہوتی ہے یا وہ ان اختراءنات کو کبھی تسبیح رو رفاقت کہنے پر تیار ہیں اگر کسی کو برائی کہنا اور اس کے سلسلہ سے پیر اردنی ظاہر کرنا تسبیح کا صحیح معیار ہے تو پھر تو پیشتر علاوه اہلسنت والجماعات، ناصحی اور رفاقتی قرار پا کیسی گے اس لئے کہ ان میں سے اکثر نے فووصب اور رو رفاقت کے سلسلہ کو برائی کہا ہے اور ان پر نکتہ جتنی کی ہے جب علامہ کا معیار یہ تھا کہ کسی کی کبی بری بات کہنا اس کا تسبیح کرتا ہے تو پھر علامہ کی خود کیا جیتیت ہو گی اس کا فیصلہ وہ خود کر لیں اسلئے انہوں نے بھی فصل انتظام میں سلسلہ رو رفاقت سے پیر اردنی کا اظہار فرمایا ہے۔

صفحہ صطریح ۱۵ سے صفحہ ۱۸ (اکٹ) علامہ نے احسن الانتخاب کی اس عبارت پر اختراءن فرمایا ہے "حضرات صوفیہ بھی اہلسنت ہیں نہ شیعہ یہاں خارجی میں خود اہلسنت والجماعات سے ہوں اور اس امر میں تشدد کے ساتھ حضرات صوفیہ کے طریقہ پر عالی ہوں میر تمام خاندان بھی یہیں شریعت ارباب قصوف میں شمار ہوتا ہا اور اس کا مکمل سلسلہ رہا۔"

اختراءن کی تصریح صادر نے صفحہ ۸ پر یہاں الفاظ فرمائی ہے "مجھے تو حضرات صوفیہ کا ایکن سلسلہ رہا" اس میں کلکسی پیدا ہوئی ہے "مولو ہنیں علامہ کے نزدیک یہ عبارت احسن الانتخاب اپنی ما قبل کی عمارت سے کوئی قطع رکھتی ہے یا نہیں ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس عمارت کو اس کے ما قبل کے عمارت سے ضرور تعلق ہو گا اس لئے کہ الفاظ "ایکن سلسلہ رہا" اس بات کو کاہر کرتے ہیں کہ اتنا جزو اپنی ما قبل کی عمارت کا پابند ہے اور اسی سلسلہ کی تفعیل کیلئے اس سے ما قبل کی عمارت کو دیکھنا ضروری ہو گا علامہ کو چونکہ مجھ احسن الانتخاب کو اپنی خوشی و متعاصد کیلئے ہی پر فضیلت تنازع دیتے قرار دینا اور اس موضع پر خواہ کو وہ اتوال تقلیل کر کے کتاب کے جنم کو بڑھانا منتظر تھا اسلئے علامہ نے "ایکن سلسلہ رہا" کے الفاظ کو بھی ہی پر اکار افضلیت تنازع دیتے قرار دیے گیا اور اس بات کی مطلق پروانگی کہ ما قبل کی عمارت ان کے احسن اختراءن کو اس قدر بیجا بات کرتی ہے۔

صفحہ ۱۲ احسن الاتخاب سے حضرت مولف نے اس موضوع کو شروع کیا ہے جس کا آخری
نکلہ علامہ نے اپنے اغراض و مقاصد کیلئے پیش کرنے کی زحمت گوارا فرمائی اگرچہ طبولت ضرور ہو گی
مگر میں ناظرین کے سامنے وہ پوری عبارت چیز کردیا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ان کو خود یہ اندازہ
ہو جائے کہ حضرت مولف احسن الاتخاب نے "یہی مسلک رہا" کے الفاظ سے کس طرف اشارہ کیا
ہے اور اس عبارت کا حقیقی مطلب بیان کرتے میں علامہ نے کس قدر دیدہ دلیری اور جہالت سے
کام لیا ہے حضرات الجلوس کے حالات کی کتابوں کا آخر مطالعہ کیا کرتا تھا اسی سلسلہ میں مجھ کو یہ
خیال پیدا ہوا کہ اہل تشیع والیں تسلیم کے مناظرہ کی کتابوں اور کتب تو اتنی کام مطالعہ کرنا چاہئے کہ
جس سے یہ پیدا ہوئے کہ کس افراد و تقریبیتے امت محمدیہ میں یہ تقریب پیدا کر دی جس کی نہایت شیخوں
اکابر صحابہ پر مبنی کرتے ہیں اور الحسن و اجماعت اپنی اہل مسلک سے ہٹ کر جناب امیر علیہ
السلام پر چوتینگی میں کتابوں کے دیکھنے سے یہ پیدا ہوا کہ خلوص و تھانیت کی کمی
اور ضد اور تھانیت کی زیادتی اس افراد اور تقریبیت کا باعث ہے شیخ ولادی آؤ پہلا کر پہنچنے کے
اخبار میں افراد کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کرام کو خواہ خواہ برداشت کرتے ہیں شیعوں کا یہ مسلک صرف
خوارج کی ضد پر تھانیت سے تھا ان سے الحسن و اجماعت مناظرہ کے شفق میں اپنی اصل فرض
سے ہٹ کر شیعوں کی ضد پر جناب امیر کی تفصیل کی جرات کرنے لگے تو اسے... جس طرح
ایک گروہ اپنی زبان خلافت و دیگر اکابر صحابہ کے لئے من وطن سے آلوہ کرتا ہے اسی طرح فی
زمان الحسن نے اسی گروہ کی ضد پر جناب امیر کی تفصیل سے اپنی اپنی زبان خراب کر رکھی ہے حالانکہ
یہ دو شیعوں خوارج کی تھیں ایسا طریق میں ہر جنیت سے نازیبا اور غیر مسحون اور قابل شرم
بے صرف حضرات صوفیہ صافیہ کا ملہداش علیٰ سے علیحدہ و نظر آتا ہے حضرات صوفیہ بھی الحسن یہی
ہیں نہ شیعوں نہ خارجی میں خود الحسن و اجماعت سے ہوں اور اس امر میں تکدد کیجا تھے حضرات
صوفیہ کے طریقہ پر حال ہوں میرا تمام خاندان بھی بیرون رہا اور اس کا
یہی مسلک رہا، جو عبارت میں نے اور نقل کی ہے اس کو اگر زرا بھی اوجہ سے پڑھا جائے تو صاف یہ
پڑھتا ہے کہ "یہی مسلک" کے الفاظ سے مراد خلافتے خلف اور جناب امیر اور اکابر صحابہ کی ہر اپنی
سے زبان و قلم کو روکنا ہے اور یہی مسلک صوفیہ کے کرام کا رہا ہے ان میں سے کسی نے کبھی خلافاء

اربعہ یا اکابر صحابہ میں سے کسی کے متعلق اپنی زبان یا قلم سے کوئی بکرہہ الفاظ نکالا گوا رہیں فرمایا۔ حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے اسی مسئلہ کی طرف اسی عبارت میں اشارہ کیا ہے جس کو علامہ نے فعل الخطاب میں درج فرمایا ہے کیا حامد کے نزدیک صوفیہ صافیہ کا مسئلہ اس کے خلاف رہا ہے اگر ایسا ہم احوال میں امر کو صاف طور سے لکھ دیتے۔ محمد کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خالفت حضرت مؤلف احسن الاتخاب تینی چیزوں جناب امیر گواپنا فرض ملکی قرار دیتے ہوئے تھے اور اس اطمینان خالفت کیلئے مistrust تھے احسن الاتخاب کے مباحث کا دریا میان میں لا اکھن عوام کو دو کوادیتے کا ایک آل کار ہے اور اس دو کے کی ٹھی سے صرف اطمینان خالفت حضرت مؤلف احسن الاتخاب اور تینی چیزوں جناب امیر ہدف نظر ہے تھے کہا اور

صفحہ ۹ سطر ۸، صفحہ ۸ سطر ۱) ”ان عبارتوں کے سیاق و سماق میں جو تضاد و مذاقات ہے اسے ناظرین خود ہی فور سے پڑھ لیں“ علامہ نے اگر اس تضاد و مذاقات کو بھی واضح فرمایا ہو تو میں بھی شاید کچھ کچھ پاتا ہوں تو کوئی بات پیغام بر تضاد و مذاقات کی ان عبارتوں میں معلوم نہیں ہوئی ہاں اگر علامہ کے نزدیک صرف ان کا کہدیت انتہاد و مذاقات کے ثبوت کی کافی دلیل ہے تو پھر دنیا میں کسی شخص کو جعل غنیمتی نہیں رہتی اور مجھ کو کسواۓ سکوت کے اور کچھ لکھنا خواہ خواہ کی دروسی ہوگی۔

صفحہ ۸ سطر ۷ صفحہ ۲۲ تک ۱) علامہ نے بزرگان دین کے اقوال دربارہ افضلیت تضاد صرف فعل فرمائی ہیں میں چیل کر خود اور اس امر کو لکھ چکا کہ حضرات شیخین کی اس افضلیت کے حضرت مؤلف احسن الاتخاب خلاف نہیں ہیں اس لئے میں ان ارشادات کے متعلق ناظرین کا وقت صرف کرنا پیدا کر سکتا ہوں البتہ اس سلسلہ میں جہاں جہاں علامہ نے غیر معین کتب در دلایات پر استدلال فرمایا ہے یا ایسے اقوال درج فرمائے کی رسمت گوار فرمائی ہے جس کا بحث سے کوئی تعلق نہیں اس پر البتہ علامہ کی اطلاع کیلئے میں ناظرین کی توجہ مبذول کراؤں گا اعلادہ اس کے ان اقوال کی حقیقت بکواب تھیں لیکن مذکور مختصر ملکیت مارچ ۱۹۳۴ء میں ظاہر بھی کی جا چکی ہے ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہیں علامہ نے ۸ پر بحث افضلیت کو شروع فرمایا ہے اور بحث کی ابتداء امام خراطی کی تحریر سے فرمائی ہے مجھے امام خراطی کے مقولہ کے متعلق تو کچھ لکھنا نہیں البتہ جو تجزیہ عربی عبارت کا علامہ نے درج فرمایا ہے اس سے چونکہ ان کی عربی قابلیت پر بھی ایک حد تک راثی

پڑتی ہے اس لئے ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں۔

صحابہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب
ان فضل الصحابة رضی اللہ عنہم
کے مطابق ہے اس لئے کہ فضل کی حقیقت یہ
الفضل ما هو فضل عند الله عز وجل
و لا يطلع عليه إلا رسول الله صلی اللہ
عليه وسلم ”

عبارات کا ترتیب حقیقت یہ ہوتا ہے ”صحابہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے
اس لئے کہ فضل کی حقیقت وہ ہے کہ جو ائمہ کے نزدیک (فضل) ہو اور اس پر بجز آنحضرت کے اور کوئی
مطلع نہیں ہوا۔

علامہ نے اپنے ترجیح یہ بار کیا ہے اکی کہ اس جملہ کو کہ ”آنحضرت“ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں
ہوا ”اس طریقہ پر دکھا کر وہ فضیلت کی تعریف بن گیا یعنی ان کے نزدیک فضیلت اللہ کے نزدیک
وہ ہے کہ جس پر آنحضرت کے سوا اور کسی کو اطلاع نہ ہو سکے اگر فضیلت کی یہ تعریف صحیح مان لی
جائے تو پھر یہ بحث الفضیلت جس پر علماء نے اپنا اتفاق و تصرف کیا اور جس پر خود علماء نے بھی
خاتمه رسائی کی ہے بیکار بھی ہے جب فضیلت وہ چیز ہے کہ جس پر آنحضرت کے سوا کسی کو اطلاع
نہیں ہو سکتی تو پھر علماء مدعی فضیلت کس اصول پر ہوتے ہیں جب ایک چیز کا علم وہ بھائی ممکن نہیں
تو پھر اس پر بحث بجز جہالت اور صحیح ادغات کے اور کیا کبھی جائے گی۔

صحیح مطر / ۱۵ / حادثہ مطہر اور حادثہ آنحضرت پر طریقہ پر طریقہ پر طریقہ پر طریقہ
تمہوم الملک مطبوعہ تو اکشور پر یہیں پر بحث الفضیلت کے تعلق استدلال فرمایا ہے اور مکتوب ۷۴ کو
ایمی نائید میں پیش کیا ہے مگر علامہ نے یہ غور نہیں فرمایا کہ اس مکتوب کی عبارت کو اس بحث سے
بالظہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا اور نہ اس مکتوب کے الفاظ سے بحث الفضیلت پر کسی طرح کی کوئی
روشنی پر ممکنی ہے اس مکتوب کی عبارت حضرت ابو بکر صدیقؓ کی باطنی حیثیت پر ایک حد تک روشنی
ضرور ڈالتی ہے مگر اس سے زیادہ اس پر استدلال کرنے عبارت کی مضمون سے کھلٹے طریقہ پر تجاوز کرنا
ہے۔ اس عبارت کے تعلق ایک امر اور بھی قائل غور یہ ہے کہ عبارت کے آغاز میں ایک عربی

عبارت بھی درج کی گئی ہے مگن ہے کہ علامہ اس کوئی بر افتخاریت سمجھتے ہوں اس لئے اس کی واقعی حیثیت بھی نذر ناظرین ہے اس عربی عبارت (ان الله يتحلى بالخلق عاممة ولا ين بکر خاصۃ) کے متعلق شیخ عبدالحق حدیث دہلوی صراط استقیم شرح ستر السعادۃ ص ۲۷۸-۲۷۹ میں لکھتے ہیں۔

”و در باب فضائل ابی یکر صدیق ” آنجہ مشہور تواریخ موضوعات حدیث ان الله يتحلى يوم القيمة للناس عاممة ولا ين بکر خاصۃ . . . و امثال این از منفرد است ”

جو عبارت علامہ نے مکتوب ۲۴ کی پیش کی ہے وہ حقیقتاً اس عربی عبارت کی تحریر ہے چنانچہ مخدوم الملک نے اس عربی عبارت کے نام پر عبارت کو فقط یعنی سے شروع کیا ہے اب اس کا فیصلہ ناظرین خود کریں کہ جب خود عربی عبارت موضوع ہے تو اس عبارت کی جو جملہ اس کی تحریر ہو کیا حیثیت ہو سکتی ہے اور وہ کس حد تک استدلال کے قابل ہے۔
ص ۹ سطر ۶-۳ تک علامہ نے پھر مکتوب مخدوم الملک کا حوالہ دیا ہے اور مکتوب ۲۵ کی پچھے عبارت درج فرمائی ہے۔

”صدیق گفت عرفت الله بالله ولو اتنون ایمان ابو بکر مع ایمان امنی لرجوع“
پہلی ترکیب تو علامہ نے اس میں یہ کی کہی کہی عربی عبارت (عرفت الله بالله) اپنی طرف سے زیادہ فرمادی کہ جس کا مکتوب ۲۵ مخدوم الملک میں مجھ کوئی نشان نہیں ملا وہی حرکت یہ کی کہ اس امر کو ظریفہ فرمادیا اک اگر یہ وجہ افتخاریت مسلم ہے تو جناب امیر کیلئے بھی اسی نوع کی حدیث موجود ہے ملاحظہ ہو جدید ہے:

”و اخرج الدبلیمی عن ابن عمر قال قال دیلی نے ابن عمر سے روایت کی کہ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لو ان آنحضرت نے فرمایا اگر آسمان و زمین ایک پلہ میں رکھے جائیں اور ایمان علی ایک پلہ میں تو ایمان علی کو ترجیح ہوگی۔
علی ”متار و قائل ہارک

(یعنی اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ایمان زمین و آسمان والوں کے ایمان کے مقابلہ میں تو لا جائے تو حضرت علی کا ایمان زائد نہ کیا گا)۔

کچھ اسی مقام پر موقوف نہیں چونکہ علامہ نے ہر اس قسم کے موقع پر سیکھ ترکیب بنالی ہے اس لئے میں جہاں کہیں اس قسم کی صورت واقع ہوگی اس کو ناظرین کے سامنے کتاب کے سلسلہ میں پیش کرتا رہوں گا تاکہ ناظرین کو بحث کے دو خوب پیلوں پر نظر ڈالنے کا موقع تمارہ ہے۔

صفحہ اس طریقے سے آخر صفحہ تک علامہ نے غیرۃ الطائفین پر استعمال فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

اما الشیعہ للهُمَّ اسماعیل منها الشیعہ
یکن شیعہ تو ان کی کافی قسمیں ہیں بعض ان
کے شیعہ ہیں اور رفചیہ ہیں بعض ان میں
الظیارۃ و انساقیل لها الشیعہ لانها
نشعبت علیاً رضی الله عن ضلوله على
مسالِر الصَّاحِبَةِ

و الفضل هو لالعشرة الابرار الخلفاء
الراشدون الاخيار و الفضل الا زاده
ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم
عمران کے بعد عثمان اسکے بعد علی۔

کرام پر فوقيات اور فضليات و دی۔
ان دلیل تیک صحابہ میں افضل خلق ائمہ راشدین
تھے اور ان جوار میں افضل ہو یکریز تھے اسکے بعد
علی رضی الله عنہم

اس کتاب کی حیثیت میں دیباچہ میں پیش کرچکا ہوں کہ اکثر علماء کے نزد یہی حضرت خوشنوشت پاک
کی تصنیف نہیں اس کتاب کی بھی عبارت جو علامہ نے پیش کی ہے اس کو بحث اتفاقیت سے کوئی
دور کا بھی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ اگر علاوه کو صرف اس عبارت سے شیعہ کی تعریف جیسی کرتا تھی تو اس
کیلئے بحث افضلیت شروع کرنے کی کیا نیچی یوں ہی علامہ کو اختیار حاصل تھا جب جانتے اسے
درج فرمادیتے۔ علامہ نے غالباً فقط شیعہ کو بہت سکرودہ سمجھا تھیں اس کتاب سے اس کی تعریف درج
فرماتے کی زحمت گوارا فرمائی مگر علامہ یہ بھول گئے کہ شیعہ کی تعریف میں کچھ احادیث بھی ہیں جن
کی بناء پر شاہ عبد العزیز صاحب اور علامہ ابن حجر نے اس بات کا دوہوئی کیا ہے کہ وہ شیعہ جن کی
تعریف میں احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہم یہیں جو نیز کہ واقعی معیوب ہے وہ رفیض ہے جس کے

متعلق میں تفصیل سے دیا چکا ہوئی۔

من اس طریق سے ایک علامہ نے اختقاد نامہ طاہجی کے چار اشعار ریتیں کئے ایں تو یہ

یہ

وزیمان ہمه نبود حقیق بخلافت کسی به از صدیق
بعد فاروق حز بذی التورین کلمات باعث زینت و زین
و ز بی آن نبود از آن احرار کس جو فاروق لایق انکار
بود بعد از ہمه بعلم و وفا اسد اللہ خاتم المخلفاء
ان کے متعلق بھی کچھی سمجھیں اُنکی آیا کر ان اشعار سے علماء افضلیت حناز عزیزی کی طرح
ثابت کرتے ہیں زائد ان اشعار سے حقیقت خلافت کے متعلق ایک توجیہ اخذ کیا جاسکتا
ہے۔ بحث افضلیت پر ان اشعار سے استدلال کرنے کا کوئی خاص طریقہ علمائے شالا ہوتا ہے
ہاتھ دوسرا ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک مباحث احسن الاتخاب حقیقت خلافت کے خلاف پر بھی حقیقی
ہیں یا علامہ کو اپنے تک حقیقت خلافت افضلیت حناز عزیزی میں فرق نہیں معلوم ہوا اگر یہ صورت ہے
تو علامہ تصاویف علماء پر ایک سرسری نظر پڑھو اُنہیں ہا کس فرق کو سمجھیں۔

من اس طریق سے ایک عیارت بھی ملاحظہ طلب تھی بگروں کیاں قسم کے کچھی نمونے میں دیا چکیں
پیش کر کچکا ہوں لہذا اب بھر اس قسم کے نمونے جن سے کتاب بھری پڑی ہے پیش کرنا بھل طوالت
ہوگی اور ناظرین کا وقت مفت شایع ہو گا اسلئے آئندہ میں اس کے متعلق ناظرین کی توجیہ بذولت
کر دیا گا۔

صوفی اس طریق سے ایک علامہ نے لفظ تھی یہ کہر افشا تی فرمائی ہے جس کا تذکرہ میں دیا چکا
ہے کہ کچکا ہوں علامہ کو جانے تھا کہ اعتراف کرنے سے قبل اپنے کارہاموں کو کسی بغور ملاحظہ فرمائیتے
جو اس قسم کی سمات کی غلطیوں کے علاوہ ہر قسم کے عامین اذن اخلاق اس سے پر یہی علامہ درکیوں جائیداد
اُسی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۱۷۸ ملاحظہ فرمائیں جہاں انہوں نے پیشیں گوئی کی جگہ پیش گوئی کا لفظ
استعمال کیا ہے۔ خود علامہ نے بھی کوئی توجیہ اس کی صحت کے متعلق نہیں کی اور افضل الخطاب کی صحت
کتابت اور طباعت پر اس قدر بھروسہ تھا کہ کوئی غلط نامہ بھی شامل کتاب نہیں فرمایا۔ کیا علامہ کی یہ

فرود گذاشت میں بر جہالت حقیقی یا علامہ کے نزدیک اس میں بھی دست غیر کی جنین کا کوئی حصہ ہے۔

صفحہ ۱۳۴ سطر ۱۵ سے علامہ نے جناب امیرؒ کو جن و جوہ سے حضرات شیخینؒ پر فضیلت حاصل ہے ان کو درج فرمائے کی کوشش فرمائی ہے اور صفحہ ۱۷ پر شروع میں پھر حمد و محارت کو اس کیلئے وقف بھی فرمایا ہے یا اس لئے تاکہ عوام کو یہ دعوکار رہے کہ علامہ جناب امیرؒ کے متعلق اسی عقیدہ پر ہیں جو کہ علامہ الحسد و الجماعت کا ہے گر علامہ یہ بھول گئے کہ آمد و آور دشیں پر افرق ہوتا ہے اور انسان کے دلی جذبات کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو نمایاں کر دیا ہی کرتے ہیں جو محارت شروع صفحہ میں علامہ نے درج فرمائی ہے اس میں بھی جس طرح پر علامہ نے الفضیلت جناب امیرؒ کو حلیم کیا ہے وہ بھی قائل ملاحظہ ہے علامہ کہتے ہیں "آپ کی (یعنی حضرت علیؓ) اخضرات روئی و ارواح صحیح الحسد و الجماعت فدائے قرابت زوجت بتوں کا شرف فوت و قبور و جوانمردی و مثل ذلک یہہ امور ہو سکتے ہیں کہ ان کی بناء پر آپ کو حضرات شیخینؒ و حضرت علیؓ سے مقابلہ افضل کہیں تو یہاں کہیں وہ معلوم نہیں الفاظ مقابلہ اور یہاں کیا نام خوبی رکھی گئی ہے اور ان کے استعمال کی کیاضر و روت لائق ہوئی اس لئے کہ جمارات کے طبیوم اور معانی میں تو ہذا ہر کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا ہاں جو تکلیف علامہ کو جناب امیرؒ کے افضل کہنے میں ہوئی ہو گئی اس کے بعد کیلئے علامہ نے ان الفاظ کو افضل کے معنی بلکہ کر کیجئے یہے استعمال کیا ہو تو بات درست ہے علامہ اس الفضیلت تک کوہ طیب خاطر لکھنا گوارا نہیں فرمائے کہ جو علامہ الحسد و الجماعت کے نزدیک بھی مسلم ہے اور غائب اس چیز کو وہ محبت الہمیت سے تعبیر کرتے ہیں کہ جناب امیرؒ کی مسلم الفضیلت بھی اگر کوئی اس کے صحیح معیار کو بھی غیر مناسب الفاظ کے ذریعہ سے پست کرنے کی کوشش کریں یہاں کی صحیح حالت کا اور آک ان کی اس عمارت سے بھی ہوتا ہے کہ جو انہوں نے صفحہ ۱۴ سطر ۱۷ میں درج فرمائی ہے چنانچہ لکھتے ہیں "ذی اخون فیریہ امر ہے کہ شیخین سے الفضیلت حاصل ہے یا نہیں ہمارا بھی ایمان ہے کہ نہیں" جب علامہ کا ایمان اور عقیدہ پر تہہرا تو صفحہ ۱۸ کی اس عمارت کے اوکوئی معنی بجز اس کے نہیں ہو سکتے کہ وہ محض عوام کو دوکاو دینے کیلئے رکھی گئی ہے تاکہ عوام یہ بھی سمجھ سکیں کہ علامہ خود مسلک الحسد و الجماعت کے خلاف نہیں ہیں کیا علامہ سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ فریب دینا کس کو کہتے

جیں اور ان دونوں عبارتوں میں تقابل کو تکریم کن ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک بھی افضلیت کے معانی و مقام و ملکیتی ہیں جو شیخ نے اور لکھنے ہیں۔

صفحہ ۱۲ کی بقیہ عبارت بھی علامہ کی مقابلیت کی اچھی دلیل ہے ایک طرف صفحہ ۱۲ کے شروع میں ”مقابلہ“ فعل ہوتے کے قائل ہیں دوسری طرف بقیہ عبارت ص ۱۳ سے اس عقیدہ کے لکھنے والے اور کہنے والے کو یہ کہہ کر درستے ہیں کہ اگر تم نے ایسا کھاتا تو تم حیثیتًا جاپ امیر کی تو ہیں کے بر تکب ہوتے۔ معلوم ہیں کہ یہ صفحہ علامہ نے عالم بیداری میں لکھا تھا یا عالم خوب میں ۔۔۔۔ اس لئے کہ کسی ذی ہوش آدمی کے قلم سے لا ایسی متفاہ عبارتیں لکھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

ص ۱۵ اسٹر ۵ سے صفحہ ۱۳ تک علامہ نے احسن الاتخاب کی اس عبارت پر توجہ مبذول کرائی ہے کہ جو احسن الاتخاب میں ص ۲ و ۳ پر درج ہے اس کے مقابل میں اس مسلم میں کہ مباحثہ احسن الاتخاب میں افضلیت تنازعہ فیہ ہیں یا اپنیں فعل بحث کر چکا ہوں یہاں صرف اتنا ہی عرض کرنا ہوں کہ کسی کتاب کی صحیح حیثیت بھی کیلئے یہ ضروری ہے کہ قصص و فضائل کی عنیک آنکھ پر سے ہٹا دی جائی وہ مذہب پاکیزہ سے پاکیزہ مضمون بھی اسی فضائل کی روشنی میں سراسر بیہودہ نظر آئے گا۔

آئندھی ۱۸ سے شروع صفحہ ۱۹ تک علامہ نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب کی ذات خاص پر ایک تکمیلی نظر ڈالنے کی کوشش فرمائی ہے اور اس مسلم میں ایک بلکا ساچہ نہایت احتجاب امیر کی ذات اقتدار پر بھی دے گئے چنانچہ فرماتے ہیں ”صاف اور غیر مول طرق سے حضرت علی کرم اللہ وجہ خود اپنے کو ان مرائب و منازل کا اہل نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ آگے مل کر بتاؤں گا لیکن مصنف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ایکار پر خوب فرماتے ہوں گے یا ذرا دبے الفاظ میں لکھوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ تقدیر کرتے تھے“

علامہ نے اس اکسار سے ناچ کام لیا اس سے زیادہ دردیدہ ذہنی سے کام لے کئے تھے میں علامہ کو یہ یاددا ناچاہتا ہوں کہ ایسے حضرات کی تحریر و تقریر کا تجھ آج دنیا میں اسلام کو نظر آ رہا ہے کہ دو افضل محقق شہدا اور فضائل کی بدرات حضرات شیخین اور شاگرد اکابر صحابہ توہرا کہنے لگے۔ مباحثہ میں جیسے گفتگو اور تحریر کی طرز ہوتا ہے تو اس کا لازمی تبیہ یہ لکھتا ہے کہ فریان مثالیں دوسری

مقدار دستیوں کے تعلق جواب میں گروہ سے گروہ الفاظ استعمال کیا کرتا ہے علامہ نے غور ٹھیک کیا اگر حجاب امیر کے ارشادات کو وہ میں بر تقدیم کیں گے تو ان کو پھر یہی گروہ الفاظ حضرات شیخین کے متعلق بھی استعمال کرنا پڑے ہیں گے جن کے احوال میں آئے چل کر درج کروں گا اور جو اسلام وہ آج حضرت مولف احسن الاتخاب اور ان کے قبیلین و معرفین پر نکلتے ہیں ہمید وہی الراہ خود اسکے اور ان کے معرفین و قبیلین پر بھی قائم ہو گا۔ اس لئے کہ اگر بحث فضیلت کا مختتم معیار حجاب امیر کا ارشاد قائم کیا گیا تو پھر حضرات شیخین کے احوال جواں بحث سے متعلق ہیں وہی مختتم معیار افضلیت قرار دیئے جائیں گے اس وقت علامہ حضرات شیخین کے متعلق کیا فرمائیں گے۔ کیا وہ اس پر تباہ ہیں کہ ان حضرات کے متعلق بھی تیقین کا گروہ لفظ استعمال کیا جائے علامہ نے اس تحقیقت سے بالتفہم آگہ بند کر لی ہے کہ ظفراہ اور بعد اور حجاب کے اس قسم کے ارشادات ایک درسے کے متعلق پر کثرت ملے ہیں اس لئے کہ وہ حضرات علامہ کے گروہ کی طرح معاذ اللہ کی فہم شیگن میں اور ہاصلِ انجیال نہ تھے ان حضرات میں سے کسی شخص نے درسے کی واجبی بزرگ را شد اور مقدار میں ذرہ برابر بھی کی کرنا راد اپنی رکھا ہی وجہ سے بحد ادنیٰ حضرات کے ارشادات کو اس مسئلہ میں سمجھ بنا کی میں سے کسی مختتم فیصلہ نہیں ہے پوچھا سکا جو طریقہ تحقیق جناب امیر کا عالمہ نے برداشتے اس کا وجود تو جنگ مسلمین کے بعد صفات تاریخ پر نظر آتا ہے اس سے پہلے اسی مثال ملنا ممکن نہیں۔

ص ۱۴۱۳ پر ایک حدیث نبوی ٹیکش فرمایا کہ دنیاۓ اسلام کو اس کے ذریعہ سے مروجوب کرنے کی کوشش قربانی ہے اور جس طریقہ سے حضرت مولف احسن الاتخاب کو اس دعید کا مستوجب (نحوہ اللہ) قرار دیا ہے وہ بھی بہت پر لطف ہے چنانچہ فرماتے ہیں "کہ جو شخص وحید من کذب علی مصطفیٰ فلیتھو مقدمہ فی النار (۱) سے تحریر محصل کر اور بخاری اور مسلم جیسی کتب سے اپنی کتاب میں لائی ہوئی احادیث کے موجودہ ہونے کا حوالہ دیجئے اتنے" ۲

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی کتاب میں کسی حدیث کے متعلق بخاری و مسلم کا حوالہ دیجیا اور حدیث ان کتابوں میں نہ لٹکی تو علامہ کے نزد ویک وہ اس دعید کا مستوجب ہو گا مگر عالمہ نے اس
۱۔ جس شخص نے بھوپال پر تحقیقت بامداد اس نے دوسری نیڑی پر تحقیق کیا۔

واعید کی ضروری کر کی نظر انداز کروی وہ یہ کہ اس وعید کا مستوجب وہ فحش ہو گا کہ جو آنحضرتؐ پر جھوٹ باندھ سے یعنی حدیث وضع کرے اگر علماء کا معیار اس حدیث کے تعلق صحیح قرار دیا جائے تو پھر حدیث کے حوالہ دینے میں جب کسی ثابت و خیرہ کی وجہ سے غلطی ہو جائے تو عالم کے فیصلے کے مطابق مؤلف یا مصنف اس وعید کا مستوجب قرار دیا جائے گا کیونکہ خلافے راشدین میں مولوی حاجی مصطفیٰ الدین صاحب عدوی نے جہاں پر جناب امیر کاذکر کیا ہے وہاں پر آپ کے فضائل میں آئیے کلام اللہ ہو یعنی من الطعام على حبه مسکينا و يتمما و اسرافہ کو درج فرمایا ہے اور فتح نوٹ میں اسی بحث کے تعلقی ثابت کی غلطی سے بخاری شریف باب مناقب درج ہو گیا جائے۔ ماذکر میں ریاض المتر و درج ہونا چاہئے تھا۔ کیا عالم کے نزدیک مولوی مصطفیٰ الدین صاحب عدوی کبھی اسی وعید کے تحت میں آگئے۔ اگر عالم حضرت مؤلف اسن الاتخاب کو اس وعید کا مستوجب قرار دیا چاہئے تو انکو چاہئے تھے تو اسی کا درج کر دیا تباہت کرتے کہ جو حدیث میں حضرت مؤلف اسن الاتخاب نے درج کی ہیں وہ احادیث نہیں اور ان کا وجود کسی کتب حدیث میں موجود نہیں بھروسہ ان احادیث کا بخاری اور مسلم میں نہ لیتا اس وعید کے تحت میں لائیکے لئے کافی نہیں۔ مگر عالم کا معیار تو صرف حضرت مؤلف اسن الاتخاب کو مطہرون کرنا ہے اُسیں اخبار و اتفاق سے کیا تعلق۔

صحیحے اسطر ۹ میں فرماتے ہیں "میں نے یہ عقیدہ کہاں سے لیا سوال پیدا ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ قرآن سے حدیث سے آثار سے اقوال ہائیں و تحقیق ہائیں سے صوفیہ سے اقطاب وابدال سے ارشادات اکابر علمائے امت سے حتیٰ کہ فاضل پیغامبر سے بھی رضی اللہ عنہم "چونکہ اس سے قلم کی عمارت میں علام نے اپنی عقیدہ (ایمان کو) ہائی القاذف پیش فرمایا ہے کہ حضرت علی مرتضیؒ کو شیخین پر افضلیت نہیں اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ما بعد کی یہ عمارت "ضمیں عقیدہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس مکمل عمارت کے تحت ہے اور اس میں اسی افضلیت کی لئی کی طرف اشارہ ہے جو عالم کا ایمان ہے۔ ایک جگہ پر عالم (ص ۱۲) حضرت علیؑ کے بعض امور میں مقلدۃ افضل ہوئیکے قائل ہیں اور یہاں اسی افضلیت کی لئی ان تمام اقوال سے کرتے ہیں۔ معلوم نہیں ان دونوں معتقدات اقوال میں تطبیق کی کیا صورت رکھی گئی ہے۔ کیا عالم کے نزدیک اس لفظ افضلیت میں

جوں ۲۴ میں استعمال کیا گیا ہے اور اس الفاظ افضلیت میں جوں کا پر درج ہی کوئی خاص فرق ہے صلامہ کیلئے تو اسی میں مطر معلوم ہوتا کہ وہ الفاظیت کی وہی تعریف ہے ان لیس جو کہ علماء نے لکھی ہے اور جس کو میں اس سے قبول کہہ چکا ہوں ورنہ ان کو اپنی اسی دوسری تحریر کو جلا شوار ہوگا۔ علامہ نے یہ تو لکھ دیا کہ انہوں نے یہ حقیقتہ قرآن اور حدیث وغیرہ کے لیے ہے مگر اس کو غالباً علماء نے مناسب نہیں سمجھا کہ وہ آیات کلام اللہ و احادیث وغیرہ کو بھی لکھتے۔ کیا علامہ اس کیلئے تیار نہیں کر وہ کوئی آیت یا حدیث نبوی یا کسی ہدایت میں موجود ہے اسی صافی قطب وغیرہ کا کوئی مقول اس کے متعلق نہیں کریں کہ جناب امیرؒ کو حضرات شیخین پر کسی طرح کی کوئی افضلیت حاصل نہیں ہے بلکہ بیری نظر سے تو جہاں تک اکابر علماء کے اقوال گزرنے ہیں وہ لوگ تو اسی امر کے قابل نظر آتے ہیں کہ جناب امیرؒ کو اکثر امور میں حضرات شیخین پر افضلیت حاصل تھی۔ علامہ کی واقفیت اور یاد و باری کیلئے کچھ اقوال لکھتے جاتے ہیں جن سے علامہ کو یہ پڑھے چل جائے گا کہ اکابر علماء حضرت علیؓ کی افضلیت کے قابل ہیں۔

ما خسر: روی نصی شرح عقائد کا نام تو علامہ نے سنا ہو گا کہ وہ اعظم علماء متاخرین سے ہیں لکھتے ہیں اور

لاینکر احمد من اهل السنۃ رجحان منکر نسبت کسی از اهل سنت در علی رضی اللہ عنہ فی کثیر من ترجیح حضرت علیؓ مرتضیؓ در الفضائل اکثر از فضائل

علامہ نختاری نے شرح مقاصد میں اور مولا ناجلال الدین رضاؓ نے اور شرح عقائد عظدیہ میں بھی اس مضمون کو لکھا ہے (روضۃ الزہر ص ۳۳۳ و ۳۳۵)

شاد عبد العزیز صاحب نے جن کے خود علامہ بھی معرف ہیں اس مسئلہ پر بہت بھی طرح روشنی ڈالی ہے "تفضیل احمد انشیخین علی الآخر من جمیع الوجوه محل است و تفضیل حضرت مرتضی در جهاد سیفی و سنانی و فن قضاء و کثیر روایات حدیث و هاشمیت و سختیت لا سیما زوجیت بنیول ذہرا رضی اللہ عنہما بر صدقیق اکبر قطعی است و

لطفی^{لطفی} / انتساب در قدم اسلام اول من صلی یودن بر حضرت فاروق نبی فاطمی است" (فتاوی عزیزی)

کیا علامہ کے نزدیک ان اقوال سے جناب امیر کی اتفاقیت حضرات شیخین پر ثابت نہیں ہوئی یا علامہ کے نزدیک یہ لوگ خلاعقیدہ رکھتے تھے اسی صورت میں آگے جمل کر مطر ۱۸ میں علامہ نے اپنی اس مجبوری (یعنی آیات و احادیث و اقوال کا نہ پیش کرنا) کو اس طرح بنا لیا ہے کہ بے اختیار واد دینے کوئی جاہتا ہے یعنی اپنی اس مجبوری کو "خوف طوالت" کے حام سے موموم کر کے اپنا سارا بار ناظرین کے سر پر کہ دیا کہ کسی کو یہ کہنے کی صحیحیت نہ رہ جائے کہ علامہ نے اپنے عقیدہ کی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا یہ ظاہر ہے کہ اتنا لکھدے ہیں کے بعد ہر شخص یہی خیال کرے گا کہ ثبوت کیلئے مواد و مصالح اکٹھا تھا اگر خوف طوالت باعث حذف ہوا، اب بھلاکی کون سنے گا کہ علامہ اگر چاہیں بھی تو وہ کوئی اسکی آمدت یا حدیث یا قول ویش نہیں کر سکتے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ جناب امیر کو حضرات شیخین پر کسی طرح کی اتفاقیت حاصل نہیں یا علامہ کا اگر جی چاہے ہے تو کوشش کرو یکیں۔ ص ۱۸ سے ص ۱۹ مطر ۶ تک علامہ نے ایک حدیث کے ردۃ اور اس کے پایہ پر دو ذائقی ڈالی ہے حدیث حسب ذیل ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان من آمن الناس علی فی صحته و ما له ابا بکر ولو كثت متنازعه خلیلاً غیر ربی لانحدرت ابا بکر خلیلاً ولكن اخوة الاسلام و موهبة لا تقيين فی المسجد خونحة الا خونحة ابی بکر (بخاری مسلم)

حضرت ابو معید قادری رسول اللہ سے روایت کرتے چیز ہیں کہ آپ نے فرمایا شیخین سب سے زائد اپنی رفاقت اور اپنی مال سے بھی پر احسان کرنیوالے ابو بکر ہیں اور میں خدا کے سوا کسی کو اپنا افضل ہانا تو ابو بکر کو ہانا ویکن ان سے اسلام کی اخوت اور محبت ہے مسجد میں وہ ابو بکر کے اور کسی کی کھڑکی شباتی رکھی جائے۔

خیال تو یہ تھا کہ علامہ بحث اتفاقیت میں بے طرح منہک ہیں اس لئے حدیث بھی غالباً اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کریں گے مگر حدیث پر جب نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ اسے بحث

افضلیت سے کوئی تعلق نہیں، حدیث کی صحت دعویٰ صحت پر اگر توجہ نہ بھی کی جائے تو بھی اس سے افضلیت ممتاز نہ فی کس طریقہ پر ثابت ہوتی ہے۔ اس کو علامہ اگر صاف طریقہ پر ظاہر فرمادیتے تو بہتر توحید ہیث سے حضرت ابو بکر کی خلعت کا پتہ چلتا ہے معلوم نہیں کہ خلعت سے علامہ کیا سمجھے کہ اس حدیث کو بحث لئی افضلیت جناب امیر پر حضرات شفیعین میں بطور مبوت پیش کر رہیتے خلعت کے معانی سمجھتے کیلئے علامہ کو ضرورت ہے کہ کسی کامل معنوں کے سامنے زانوی ادب جہ کریں تاکہ شیخ اکبر کے تصانیف کے معانی و مطالب سمجھیں آئیں جنہوں نے مرتبہ خلعت کی تمام و کمال تصریح کی ہے بحث سے متعلق ہونا یاد ہونا اس کا ادراک ضرور مشکل امر ہے اس لئے میں علامہ کی اس ناویتیت پر زیادہ عرض کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ حدیث پیش کرنے سے قبل اتنا تو علامہ کو ضرور چاہئے تھا کہ حدیث کے روایات پر ایک نظر ڈال لیتے جس حدیث کو علامہ نے میں اپر بخواہ حضرت ابی سعید خدیری درج فرمایا ہے اس کے روایۃ ملاحظہ ہوں۔

عبداللہ ابن محر (۲) ابو عامر عبد الملک عقدي (۳) شیخ (۴) سالم ابوالنصر (۵) بسرابن سعید ایں میں سے شیخ بالاتفاق مجروح ہیں چنانچہ علمائے جرج و تحدیل نے ان پر حسب ذیل جرح کی ہے۔

(۱) مجھی اکن میں کہتے ہیں حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں (۲) ابو حاتم وابوداؤ کا بھی یہی قول ہے حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں (۳) نسائی شیعف کہتے ہیں (۴) اہن عذری کا قول ہے کہ یہ اعتبار کے قابل نہ تھے غرائب روایت کریکے عادی تھے۔ ہاں اگر علامہ کے زندویک جس حدیث میں مجروح راوی ہو اس کو پیش کرنے سے بحث میں کوئی خاص خوبی اور تقویت پیدا ہو جاتی ہو تو بات ہی دوسری ہے اگر علامہ کے زندویک یہ مجروح حدیث جس کو حدیث خوبی کہتے ہیں ثبوت افضلیت ہو سکتی ہے تو پھر ابھی کے مطابق حدیث سنتہ الباب جو جناب امیر کے متعلق ہے اس سے بہت زائد قوی دلیل افضلیت کی ہوگی اس لئے کہ حدیث سنتہ الباب کے روایۃ پر ایسی کوئی جرج بھی نہیں کہ جو اس حدیث کو پایا اعتبار سے منقطع کر دے۔

ص ۱۹ اس طریقے علامہ نے ایک اور حدیث اسی بحث میں بخاری سے نقش فرمائی ہے جو یہ ہے:
عن عمرو بن العاص ان السی صلی اللہ علیہ وسالم علیہ وسالم یا ان فرماتے ہیں کہ

عليه وسلم بعده على جيش ذات سلاسل پر مردار
قال فاتیہ فقلت اے الناس احب الیک
نا کر بیجا توہ رکجے ہیں میں حضرت کے پاس
قیا اور میں نے کہا سے زائد آپ
قال عائشہ قلت من الرجال قال ابوها
کو محبت کس سے ہے آپ نے فرمایا عائشہ
(بخاری و مسلم)
سے میں نے کہا مردوں میں، فرمایا ابوکر

اور اسے بھی غالباً اپنے عقیدہ ثالثی الفضیلت جانب امیر بر حضرات شیخین کی تائید میں پیش کیا
ہے۔ یہاں بھی علامہ نے حدیث کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا کہ اس سے اس بحث پر روشنی پڑتی ہے
کہ شخص خواہ خواہ اس حدیث کو درج فرمادیا اور حدادت کے موافق ایسی ہی حدیث جو جناب امیر کے
معلات تھی اس کو بالقصد نظر انداز فرمادیا تا کہ عوام کو دوکر میں بتا لارکھ کر اپنی حسب خواہش و مرضی
نتیجہ مرتب کر لیں۔ قطع نظر اس امر کے کہ علامہ کے عقیدہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے یا نہیں
علامہ کوئم سے کہمی تواریخ کی وجہ پر اسے اپنے تصور میں پرستار ہیں اس کی خود کیا
حیثیت ہے اور اس کے دروازہ کیسے ہیں۔ علامہ فربت حقیق و تخفید سے کتاب لکھنے کے مدینی ہیں کیا
ان احادیث پر استدلال اسی کو حقیق و تخفید کے نام سے موجود کیا جاتا ہے۔ جو حدیث ص ۱۹ پر علامہ
نے درج کی ہے اسی کے دروازہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) معلیٰ ابن اسد (۲) عبد العزیز ابن المغار (۳) خالد الدخاء (۴) ابو عثمان نہدری (۵)
عمرو ابن العاص ان روایات میں سے بجز مطلعے ابن اسد و ابو عثمان اور سب مجموع ہیں۔

(۱) معلیٰ ابن اسد۔ نق۔ (تذکرہ تذکرہ جلد ۱۷ ص ۲۲۲)

(۲) عبد العزیز ابن المغار مابن جہان کا قول ہے کہ یہ خطا کیا کرنے تھے (۲) ابن سین کا
قول ہے کہ یہ پچھنچیں۔ یعنی لائق استدلال نہیں (تذکرہ تذکرہ جلد ۱۷ ص ۲۲۵)

(۳) خالد الدخاء مابن الحجاج کہتے ہیں کہ ان کی حدیث لکھ لی جائے قابل جنت نہیں۔ عبد اللہ
ابن احمد حصل کتاب احلل میں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خالد نے ابو عثمان سے پچھنچیں
ستا (تذکرہ تذکرہ جلد ۱۷ ص ۲۲۶)

(۲) ابو عثمان فہرستی شفیع (تہذیب احمد بیبی جلد ۲ ص ۷۷)

(۵) عمر و ابن العاص ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے تعلق امام شافعی نے اپنے شاگرد ریچ سے کہا تھا کہ ان کی حدیث مشمول نہیں۔

جس حدیث میں کہ رواۃ کی حقیقت یہ ہو کہ پانچ میں سے تین راوی محروم ہوں اس پر استدلال کرتا علامہ ہنی کے ایسے محقق اور تقدیم کا کام ہے دوسرے سے یہ ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔

جناب امیر کے متعلق بھی ایسی حدیث ہے (جس کے روایہ بھی شفیع ہے) موجود ہیں مگر علامہ کا حافظہ کچھ اس قسم کا ہے کہ جناب امیر کے فضائل و مناقب کی تائیح احادیث کو برہت جلد بحول جاتا ہے اور موضوع اور محروم رواۃ کی احادیث کو خوب یاد رکھتا ہے اس کی تو اسید نہیں کہ یاد دلانے پر بھی علامہ کو جناب امیر کے فضائل و مناقب کی احادیث یاد رہیں گی مگر باطنیں کی وجہ سی کیلئے میں ایک ایسی حدیث چیز کے دعا ہوں تا کہ وہ بھی علامہ سے یہ کہنے کے خواز ہوں کہ اگر کسی کتاب لکھتا کا قصد کریں تو دو ہوں پہلووں پر نظر رکھیں اور طب و یا اس سے کتاب کا جنم بڑھانے کی ضرورت ہے سو کوشش کریں۔

جیسے ابنا عییر نبی کہتے ہیں کہ میں اپنی پہلوی بھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے بیان گیا میں نے پرچھا کہ آنحضرت کو کون سب سے زائد محبوب تھا انہوں نے کہا کہ قاطر پھر میں نے پوچھا مردوں میں انہوں نے کہا کہ ان کے شور بر مجھے معلوم ہے کہ وہ بہت روزہ دار اور نماز پڑھتے واسطے تھے

عن جمیع بن عمیر التیمی قال دخلت مع عمته على عائشة فسألت اى الناس كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت فاطمة فقللت من الرجال قالت زوجها ان كان علمت صواباً فلماً هذا حديث حسن غريب (باب المناقب جلد ۲ ص ۶۰ و ۶۱، ترمذی)

انہیں الفاظ میں ایک حدیث حضرت بریجہ سے بھی مروی ہے مگر توفی طوالت میں تمام ایسی حدیثوں کو درج کرنے سے گریز کرتا ہوں اگر علامہ کا معيار صحیح کیجا جائے اور صحیت دلیل افضلیت

قرار دیتا ہے تو اس معاملہ میں بھی جو حدیث کہ میں نے اوپر لکھی ہے جس کے روایہ سلسلہ طور پر ثابت ہیں (ملاحظہ ہو تہذیب الحدیث) بہت بڑی دریں افضلیت حضرت جانب امیری ہوتی ہے اس کو غالباً علامہ بھی حسین کے کمروں اور مستند صحیح حدیث میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور متعدد حدیث سے جو تبہی لکھ دی قطعی طور پر تاقیل عمل و تقابل ہے اسی صفحہ میں اس حدیث کے بعد علامہ نے وہ واقعی بھی درج فرمایا ہے کہ جس سے علامہ کی خوشی کردہ حدیث متعلق ہے واقعی توبیخ تو صحت پر کچھ لکھنا ایسی صورت میں کہ خود حدیث بخود خیز دریں نہیں معلوم ہوتا۔

ایسی بحث کے متعلق ص ۲۰۴ سطر پر علامہ نے ایک اور حدیث حضرت عائشہؓ کی لفظ فرماتے کی رحمت گوارا فرمائی ہے یہاں علامہ نے امامت کو دبیل اضفیت کیا ہے کہ اس حدیث کو پہنچنے عقیدہ کی ہے اسی میں خوشی کر دیا۔ حدیث یہ ہے:

عن عائشہ قالت قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا يبغى لقرون لهم ابوا
أباياکہ جس جماعت میں ابو بکر ہوں اس کے
لئے زیاد تریں کہ ابو بکر کے سوا کوئی دوسرا
اس کی امامت کرے۔

اس موقع پر بھی علامہ نے اپنی عاشرت کے موافق بخود حدیث علی پر استدلال مناسب سمجھا ملاحظہ ہوں روایہ حدیث:

(۱) اندر این عبد الرحمن کوئی، (۲) احمد ابن بشیر، (۳) عیین ابن میمون، (۴) قاسم ابن حجر
(۵) حضرت عائشہ۔

(۱) اندر این عبد الرحمن کوئی۔ لفظ (تہذیب الحدیث ب ۱۸ جلد ۱۹)۔

(۲) احمد ابن بشیر، متروک، ضعیف، مکفر الحدیث (تہذیب الحدیث ب ۱۸ جلد ۱۹)۔

(۳) عیین ابن میمون۔ ضعیف و مکفر الحدیث (تہذیب الحدیث ب ۱۸ جلد ۱۹، میرزا احمد بن الاعتبال ب ۱۸ جلد ۱۹)۔
مجھے قریب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو بخود روایہ پر استدلال میں جو مکمل ہے وہ شاید کسی اور کو
لصیب نہ ہو گا۔

علامہ نے ایک صورت اس حدیث کو قبول فرمائے میں یہ بھی کی کہ ترمذی سے حدیث لے کر لکھ دی مگر خود ان کی رائے اس حدیث کے تعلق بالقصد حذف کردی تاکہ اگر کسی شخص کی نظر ترمذی پر نہ پڑے تو علامہ کا استدلال اس کے نزدیک کسی حد تک صحیح ثابت ہو۔ اس حدیث کے متعلق خود ترمذی میں یہ الفاظ موجود ہیں ”حدیث غریب“ کیا علامہ کے نزدیک ان الفاظ کے استعمال کے بعد بھی یہ حدیث ہر حالت میں قابل استفادہ ہوتی ہے اگر علامہ کو حدیث غریب کے معنی معلوم نہ ہو تو انہوں نے کسی سے پوچھتے میں کیوں کلف کیا ایسے معاملات میں شرم و خودداری نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ ”علم شیء اپر از جمل شیء“ اگر علامہ کے پہار علی کو اس استفسار سے ناقابل برداشت صدمہ ہو تو یہ جانے کا اندر بیش تھا تو کم از کم اتنا ہی کہ تقدیم مذکورہ عکس پڑھ لیتے اس سے ان کو ان الفاظ کے صحیح معنیوں کا پیدا ہو جاتا۔

اس حدیث کو فیصل کرنے سے ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ شاید علامہ امامت کو قتلی دلیل افضلیت بھجوئیں ہوں اس لئے مجھ کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لئے باقیوں اس مسئلہ کو بھی ناظرین کے سامنے پیش کر دوں کہ امامت ولیل افضلیت ہو سکتی ہے یا نہیں اس حدیث کو ولیل افضلیت ترار دینے کیلئے دو اقوال کی ضرورت تھی اول یہ کہ حدیث خود لاکن استدلال ہوتی (یعنی حدیث زین کوئی سقم نہ ہوتا) و سری شرعی حیثیت سے مظلوم کی امامت ناصل کی موجودگی میں جائز ہوتی جہاں تک حدیث کی صحیح میثیت کا تعلق ہے وہ اس سے قبل میں ناظرین کے سامنے پیش کر پکا ہوں اب میں دوسرا یہ جزو کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتا ہوں۔

تاریخ اسلام کا معمولی مطالعہ کرندala کی اس امر سے واقف ہے کہ خود آنحضرتؐ کی موجودگی میں اکثر صحابہ نے امامت کی ہے۔ حضرت عبد الرحمن ابن عوفؓ کا انحضرتؐ کی موجودگی میں امامت کرنا مسلم شریف و مسندا ابو داؤد و شمس التواریخ ص ۴۸۶ میں موجود ہے۔ اپنی ایک کعبؓ کا تراویح میں امامت کرنا بھی ثابت ہے۔ خود حضرت صدیقؓ کا امامت کرنا بھی باقی ثبوت کیا ہے پڑھا ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک اس امامت کرنے سے یہ حضرات آنحضرتؐ سے افضل ہو گئے (نحو: بالله) انہیں وجود سے علامہ کا سلک یہ ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مظلوم کی امام ناجائز نہیں۔ ملا حافظہ ہوار شاہ امام الحرمین۔ موافق قاضی عصدد (روضۃ الازہر ۳۵۰-۳۵۱)

علامہ نے شرح و تاریخ جلد اول تو شاید ملا حظ فرمائی ہوگی مس ۱۹۱۴ پر جو مسئلہ شرعاً امامت کے مقام درج ہے اگر اس پر علامہ ایک غائر نظر دلتے تو ان کو امامت کو دلیل الفضیلیت سمجھنے کی وقت پڑیں شاہی اور وہ فوراً سمجھ جاتے کہ حضرت ابو بکرؓ کی امامت کو الفضیلیت متاز مدفید سے تعلق نہیں۔ صاحب شرح و تاریخ جلد اول مس ۱۹۱۴ میں تکمیل ہے۔

جماعۃ سنت مونکہہ ہے جو قریب واجب کے ہے اور سب سے زائد مشتمل امامت زائد جانستہ والا سنت کا پھر سب سے زائد علم تراکت جانستہ والا پھر سب سے زائد زاہد پھر سب سے زائد منسون اس طرح شرح و تاریخ میں ہے اور حمدۃ الرحمیۃ میں ہے اگر رابر ہوں سب لوگ ہجرت میں تو بہتر ہو ہے کہ جو سن میں سب سے زائد ہو۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی امامت کے مسئلہ کو سمجھنے کیلئے اس شرعی تینیت کے علاوہ اہل عرب کے قدیم عادات و اطوار کو بھی خالی میں برکت کی ضرورت ہے۔ عرب میں قدیم سے یہ طریقہ جاری تھا کہ اگر کسی منصب پر کسی شخص کی تھیں کی ضرورت لائق ہوئی تھی اور ایک سے زائد شاخوں میں دو صفات موجود ہوتے تھے کہ جس کی اس منصب کیلئے ضرورت ہوتی تھی تو وہ سب سے زائد عمر کے آدمی کو منتخب کرتے تھے (توبیں اسلام م ۱۹)

اگر علامہ نے کچھ اور بہت درجی کو پھر دیا اور اس مسئلہ میں ان دونوں چیزوں کو قریں نظر رکھ کر فرمایا تو وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ امامت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو الفضیلیت متاز مدفید سے کوئی رورکا تعلق نہیں ہے۔

صفحہ ۲۰ سطر ۷ میں علامہ نے ایک دوسری حدیث بخاری اور سلم سے نقل فرماتی ہے۔ عن جعفر بن مطعم قال انت النبی صلی جعفر بن مطعم سے روایت ہے انہوں نے اللہ علیہ وسلم امراء فکلمته فی شیء فرمایا کہ ایک سورت نبی کریمؐ کے پاس آئی

فامرها ان ترجع اليه فالت يا رسول الله
کی آپ سے اس کو حکم دیا کر بہر آؤ سے اس نے
کہا یا رسول اللہ فرمائے اگر میں آؤں اور
آپ کو موجودتہ پاؤں یعنی آپ کی وفات
(بخاری۔ مسلم)
ہو جائے تو (کس کے پاس جاؤں) آپ
نے فرمایا کہ بھر بکر کے پاس جاؤ۔

اور اس حدیث کوں ۲۱ تک سمجھتے ہیں۔ شیخست یہ ہے کہ جواہرہ ثاب تک علامہ نے پیش کی
تھیں ان کو سمجھتے ہوئے اس حدیث کے روایۃ مقابلاً بہر ہیں اس لئے کہ اس کے دوسرے اور
تمیرے راوی ابراہیم بن سعد اور سعد بن ابراہیم پر جرح اور تحدیل دونوں موجود ہیں (تجدد
الجهد بـ) اپنی مقررہ قاعدة کے مطابق علامہ نے اس حدیث کو بھی دلیل افضلیت قرار دے لیا
چنانچہ ۲۱ کے آ کر میں فرماتے ہیں "یہ حدیث نیز حدیث ما قبل حضرت حدیث اکبری افضلیت د
اویت خلافت پر اس طرح اعلیٰ البدایات میں سے ہے جس طرح کہ اس قاب کا نو اور ماہتاب کی
چمک انجع "علوم نہیں کہ اس حدیث سے علامہ نے جو صحیح افضلیت کالا ہے وہ خود ان کی رائے
ہے یا اس حدیث سے کسی اور شخص نے بھی علامہ کی طرح صحیح افضلیت کالا ہے میرے نزدیک اب
تک بجز علامہ کے اور کسی شخص نے اس حدیث سے ایسا نتیجہ نہیں نکالا۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
کے معرف علامہ بھی ہیں اور ان کی کتابوں کو مانو ڈیکھی قرار دیا ہے۔ غالباً ان کی نظر سے ازالۃ الاختفاء
اور قرۃ العینین دونوں گذری ہوں گی مگر کیا علامہ نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا یہ اوقات میں
کیا تھا کہ جب علامہ کچھ سوتے اور کچھ جائیگے تھے کہ بعض مضامین پر علامہ کی نظر پڑے اور بعض تک
نظر نہیں ڈاون ڈیا علامہ کے نزدیک شاہ ولی اللہ صاحب نے بحث افضلیت کے جواب کے اویت
خلافت میں ان حدیتوں پر استدلال کرنے میں غلطی فرمائی ہے۔ علامہ اس امر سے تو اتفق ہوں
کہ قرۃ العینین کی تصنیف کا سب اثبات تفصیل شیخین ہے (ملاحظہ ہوں ۲۳ قرۃ العینین) مگر ہر این
ہر شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کو بحث افضلیت میں نہیں لایا تکہ بحث اخلاف میں لیا
ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر اس حدیث میں ذرا بھی گنجائش اس امر کی ہوتی کہ بحث افضلیت میں اس

پا استدلال کیا جا سکتا تو شاہ صاحب سے ہرگز الی فرمودن اشتہر ہوئی چنانچہ قرآن میں شاہ صاحب نے میں اس سے مسئلہ خلافت کو شروع فرمایا ہے (مسنک اول)

"باز انحضرت صلعم نبص و اشارات شیوخین را خلیفہ ساخت و این معنی متواتر بالمعنی شد . . . اما وعدہ استخلاف پس حدایت تعالیٰ میفرماید"

اس بحث میں شاہ صاحب نے متعدد حدیثیں بھی نقل کی ہیں۔ میں اسی حدیث کو درج کیا ہے وازاں جملہ حدیث تبریز بن مطہم۔

خاتم حدیث کے بعد جو عمارت شاہ صاحب نے درج فرمائی ہے وہ چونکہ اس بحث سے خاص تعلق رکھتی ہے اس لئے میں اس کو ناظرین کے سامنے پیش کئے دعایوں۔

قال ابو عمر علی الاستیعاب قال ابو عمر نے استیعاب میں امام شافعی کا قول الشافعی فی هذا الحديث دلیل على ان نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلفۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر طیفہ ہے۔

کیا علامہ اس کے بھی مدی ہیں کہ وہ امام شافعی اور شاہ ولی اللہ حدیث اور دیگر اکابر علماء و محدثین سے بہتر احادیث کا مطلب اور مشہور اور شان نزول رکھتے ہیں۔ میں تو اب یہ کیوں نہ کہ یقیناً علامہ "بخاری" علامہ اور استنباط مسائل از حدیث و نسان با "شمسا" اس صورت میں آگے میل کر علامہ نے لوگوں کو مرجوب کرنے کے متعدد کتابوں کے نام بھی درج کر دیے ہیں کہ جن میں اسی مضمون کی احادیث موجود ہیں کیا ایک حقیقت مضمون کی احادیث اگر مختلف کتب حدیث میں موجود ہوں تو اس سے علامہ یہ نتیجہ لانا چاہتے ہیں کہ طرق متعدد ہونے کے وجہ سے ان احادیث سے ہرگز کامیجوں کا ترجیح لکھا جاسکتا ہے چاہے الفاظ میں تغایر ہو یا نہ ہو اس مضمون کی احادیث کے وجود کا کوئی تغیر ممکن نہیں ما پر امکن صرف یہ امر ہے کہ یہ احادیث مشہور ہیں پر انتہیت ممتاز و فیر ہیں یا نہیں اکابر علماء و محدثین اس امر کے قابل ہیں کہ ان کو مسئلہ افضلیت سے کوئی تغییر نہیں۔

اسی صفحہ ۲۱ میں علامہ نے طراں سے ۱۲ ایک حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر ایک بہت سی پر

لطف اعتراف فرمایا ہے اور اپنی اس اعتراف کو ایک حدیث ثبوی سے بھی موکد فرمائے کی رحمت گواری کی ہے میں پہلے ناظرین کے سامنے اس حدیث کی جیشیت کو پیش کرتا ہوں۔ حدیث یہ ہے:

عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ حضرت علی ابن ابی طالب سے مردی ہے کہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر و عمر پیغمبر رسول اللہ نے فرمایا کہ ابودکر و عمر والل
سیدا کھولوں اهل الجنة ما خلا النبین جنت میں باستثناء انبیاء و ولی اور جیر لوگوں
و الصر ملین (ترمذی)

کے واردار ہوں گے۔

پھر علامہ کو دھلاؤں گا کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتا ہے اس حدیث سے وہ مطلب نہیں کہ لا جاسکتا جس کے عالمدھی ہیں۔ حق یہ ہے کہ علامہ مجروح احادیث پر استدلال کرنے میں اپنا غالی نہیں رکھتے۔ فعل الخطاب کے تالیف کے وقت شاید تمہاری تھی۔ کہ سوائے مجروح احادیث کے اور رکونی حدیث پیش کیا ہے کہ اس سے ۲۲ تک ترمذی کی حدیث لکھی ہے اور عادت کے مواافق ترمذی کی خود جو رائق اس حدیث کے متعلق تھی وہ ترک فرمادی سے المام ترمذی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اسلئے کہ امام زین العابدین نے جواب امیر سے حدیث نہیں سنی تیز ولید ابن محمد ضعیف الحدیث ہیں۔ میں ناظرین کے سامنے اس حدیث کے روایہ کو پیش کئے دیتا ہوں تاکہ انھیں خواہ اس حدیث کی تیزیت کا اندازہ ہو جائے روایہ حدیث:

- (۱) علی ابن حجر ثقہ (تہذیب الحجۃ بیان ۲۹۳)
- (۲) ولید ابن محمد بالاتفاق کذاب وضعیف و مکروہ متذکر الحدیث (تہذیب
الحجۃ بیان ۱۷۸)

(۲) زہری ثقہ بالاتفاق

(۲) حضرت امام زین العابدین بالاتفاق ثقہ

علامہ نے اس حدیث کو ص ۲۲ سطر ۵ میں موکد فرمائے کی رحمت گوار فرماتے ہوئے این ماذیکا خوالہ دیکھاں کو ہر یہ تقویر ہے ہو نچانے کی ہے سو کو شش فرمائی ہے مکر شرح میں این ماذیکا موسوم پر منسخ الحاجر کی حبارت کو بالقصد حذف فرمائے گئے مفہوم الحاجر میں ہے کہ اس کے روایہ میں حسن این عمارہ بکلی کو دار قطبی نے متذکر کیا اور این الدینی نے وضاح کیا اس حدیث کے روایہ بھی ملاحظہ

ہوں ان پر ایک سرسری نظر ہی اس امر کا اطمینان دلانے کیلئے کافی ہے کہ اس حدیث کے روایات کی حیثیت ترمذی کی حدیث کے روایات سے بہتر نہیں روایات حدیث:

- (۱) ہشام ابن عمار رضی اللہ عنہ شفیعی
ان پر جرح و تدليس دوفوں ہیں (تمذیب التهذیب جلد ۱ ص ۱۵)
- (۲) سقیان ابن عینیہ
بالاتفاق ثقہ (تمذیب التهذیب جلد ۲ ص ۱۱)
- (۳) حسن ابن عمارہ
بالاتفاق مجرور و متروک و مکرر الحدیث وضعیف و مساقط ہیں
(تمذیب التهذیب جلد ۲ ص ۲۰۲)
- (۴) فراس ابن سعید
ثقة (تمذیب التهذیب جلد ۲ ص ۲۵۹)
- (۵) شعیی عامر ابن شراحیل
ثقة (تمذیب التهذیب جلد ۲ ص ۶۵)

کیا علامہ کے خود یک اگر مجرور احادیث ایک سے زائد کتب میں پائے جائیں تو جوابے مجرور ارضیہ کے قابل چوتھے ہو جاتی ہیں اور مجرور ہونے کی حیثیت بدل جاتی ہے۔

اب ناظرین کو اس حدیث سے جو تجویز کالا آگیا ہے اس کو بھی دیکھ لیا چاہئے علامہ نے ص ۲۲ سطر ۹/۱۰ میں اس حدیث کے معانی کی بھی تجویز فرمائی ہے اور حدیث سے اس امر کو بت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب امیر کے ارشاد کے مطابق حضرات شیخین ہند میں اور ہیڑ لوگ کے سردار ہوں گے اور جناب امیر کا تاریخی چونکہ اور ہیڑ لوگوں میں تھا اس لئے حضرات شیخین ان کے بھی سردار ہوئے۔ مگر قبول اس کے کہ اس حدیث سے حضرات شیخین کی افضلیت ثابت کرتے علامہ کو یہ بھی چاہئے تھا کہ وہ اس امر کو چانچل لیتے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ پر اس لفظ کبوں کا اطلاق ہوتا ہی ممکن تھا لیکن دوست کیلئے اُغْریزی بھی مان لیا جائے کہ یہ حدیث آنحضرت کے وصال کے زمانہ کی ہے (جس کا کوئی ثبوت نہیں) جب بھی جناب امیر کی عمر اس وقت ۳۰ سال تک کی ہوتی ہے اور ۳۰ سال کی عمر سے ۳۰ سال کی عمر کے آدمی کو اور ہیڑیں کہتے یا آنحضرت کا وصال شروع ۱۱۰ھ میں ہوا اور اس وقت جناب امیر کی عمر ۲۰ سال کی تھی اس طرح سے حضرت فاطمہ زہراؓ سے نکاح کے وقت جو ۲۲ھ میں ہوا تھا آپ کی عمر ۱۲ سال اور کچھ ماہ اور حضرت فاطمہؓ کی عمر ۱۵ سال کی تھی اگر اس ۲۱ سال عمر میں ۶ سال اور جزو دیجئے تو حضرت علیؓ کی آدمی کو اور بوقت وصال آنحضرت ۳۰ سال کی ہوتی ہے جس سال کی عمر کے آدمی کو اور ہیڑ کہنا بھی علامہ کل جدت پسندی ہے ورنہ واقعہ تو یہ ہے کہ ۳۰ سال

کے بعد آدمی اور یہ رکھلاتا ہے علامہ کو شاید حضرت علیؓ کی عمر کے متعلق علاش میں وقت ہو ان کی آسمانی کیلئے میں کتاب کا حوالہ درج کئے دیتا ہوں جس میں ان کو قیام اقوال جناب امیرؓ کی عمر کے متعلق مل جائیں گے اور قول قیصل بھی نظر آجائے گا (ما لطفہ والدۃ العہاد فی تحقیق صفات فاطمۃ الزیر) ص ۱۸۸-۱۸۹)

حدیث کی دلیلیت اور استدلال کے لغو ہونے کی کیفیت باخترین طاخذ فرمائی کے اب اس کے بعد علامہ کے اس اعتراض کا جو انھوں نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر ص ۲۱ پر سطر ۱۵/۱۶ میں کیا ہے کوئی جواب لکھتا ہے سو وہ ہے۔

علامہ کے ان یہا اعتراضات کی وجہ سے مجھ کو یہ شیرہ ہوتا ہے کہ کتنی علامہ اور حضرت مؤلف احسن الاتخاب میں کوئی رشد مصائب ہوتی ہیں کہ جس کی وجہ سے علامہ نے فصل الخطاب میں جاویدجا سب ہی کچھ کہہ ڈالا ہے اسی صورت میں ضرور لوگ سب کچھ کہہ لیا کرتے ہیں اور سننے والے نفس کرن لیا کرتے ہیں اگر واقعی یہ اسار ہے تو علامہ کو "تدبیب" کی سرفی میں اسے صاف کر دینا چاہیے تھاتا کہ میں فوراً حافظ کا یہ شعر پڑھ کر خاموش ہو جانا ۔ ۱۷

بدم گفتی و خرسندم عفاف اللہ نگو گفتی جواب تلخ می زید لب لعل شکر بخارا

صفحہ ۲۲ سطر ۱۳ پر علامہ نے ایک حدیث جناب امیرؓ بخاری سے نقل فرمائی ہے۔

عن علی بن ابی طالب قال خیر حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے الامة بعد نبیها ابو بکر ثم عمر ک انھوں نے فرمایا کہ اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر (بخاری)

اس کے متعلق انشاء اللہ ص ۲۵ پر جہاں علامہ نے اور ارشادات جناب امیرؓ اس بارے میں نقل فرمائے ہیں مفصل طور سے انھوں کا کہاں تک یہ حدیث اور جناب امیرؓ کے دیگر ارشادات اس مسئلہ میں فیصلہ کرن سمجھے جاسکتے ہیں۔ جہاں پر تو علامہ کی تقلید میں اتنا سے یہ بچھنے کا جی چاہتا ہے کہ کیا وہ اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ بتا سے بخاری میں دکھائیں گے کیا ان کے پاس کوئی تدو بخاری کا قوی ایسا موجود ہے کہ جو مطبوعہ شخص سے مختلف ہے اگر یہ صورت ہے تو علامہ کو اسے طبع

کرا کر موجودہ نجایتے بخاری کی صحیح کرد یا ناچاہئے۔

ص ۲۳ سطر ۵۰/۱۰) علامہ نے ایک پیش بنا صحت کا اکھار ان الفاظ میں کیا ہے ”یہ بات بھی ناظرین منصف مراجع سمجھ لیں کہ کسی صحابی کا افضل امت ہونا کوئی عقلی بات نہیں جس میں اپنی رائے کو دل ہو۔ ضروری اور اشد ضروری ہے کہ صحابہ نے اس کو رسول اللہ سے سنایا ہوا تھا“ اور اسی ہم کو ثابت کرنیکے لئے حضرت ابن عمر کی دو حدیثیں ایک بخاری اور ایک ابو داؤد کی پیش فرمائی ہیں۔

عن ابی عمر قال کنا فی زمن النبی اُن عَزَّ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم لا نعْدُلْ بِالْبَرِ بِكُرْ کہ ہم نہیں سمجھتے تھے بہادر ابو بکر کے کسی کو ان کے بعد عز کو پھر عثمان کو پھر چھوڑ دیتے تھے، ہم اصحاب نبی کو ایک دوسرا پر فضیلت نہیں دیتے تھے بینہم (بخاری)

عن ابن عمر کنا نقول و رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم هی افضل امة کریم کے بعد افضل ابو بکر ٹیکیں پھر عز کو پھر عثمان ثم عمر نعم عثمان (ابوداؤد)

قبل اس کے کہ میں ان دونوں احادیث کے متعلق کچھ لکھوں۔ میں ناظرین کے سامنے اس امر کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ افتیت جس کے متعلق ساقیا جمال طور سے لکھا ہوں اس کی ایک جزو کی تائید بحکم اللہ علامہ نے خود اپنی اس عبارت سے کروی کہ فضیلت کا کوئی ثبوت عقلی موجود نہیں اور شہادت کا ہے اب جو کچھ ثبوت لگن ہے وہ معرفت لفظ سے متعطہ ہو سکتا ہے اس لئے میں حضرت ابن عمر کی ان دونوں حدیثوں پر ایک نظر ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ کچھ میں آجائے کہ ان احادیث سے لوگ کس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ دوسری حدیث جو علامہ نے ابو داؤد کی پیش فرمائی ہے کیا علامہ دو چند باتا سکتے ہیں جہاں ابو داؤد میں یہ حدیث موجود ہو علامہ سخن توہی کے ہیں کہ ان کی روشن کے مطابق ان کو من کاذب علی مصطفیٰ النبی کی دعید کا مستوجب قرار دیا جائے گئوں میرے نزدیک ایسی نگاری نظری و تصریح صرف علامہ عزیزی کی ذات کیلئے مرعب ہے اسلئے میں ان مظلومان

اعترافات سے کنارہ کشی کرنا بہتر سمجھتا ہوں اور اپنی توجہ اول حدیث کی طرف مبذول کرتا ہوں جس کو علامہ نے صفحہ ۲۳ پر درج فرمایا ہے۔ تجویز صرف اس امر کا ہے کہ علامہ کو وہ کون سی ترکیب انسکی علوم ہے کہ جس سے کتاب کی وہ عمارت جوان کے خلاف ہو ان کے پڑھنے کے وقت غائب ہو جاتی ہے اور صرف وہ جزو عمارت جس سے وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے بے سود کوشش کرتے ہیں باقی رہ جاتا ہے اگر علامہ اسی ترکیب کو بدیر یادداشت زرشاریع فرمادیں تو یہ اکرم ہو۔

اس حدیث میں بھی علامہ سے دعی پر اپنی ترکیب برٹی ہے اور اس وجہ سے بھائے اور سب کے بخاری سے اس حدیث کو لینا پسند فرمایا ہے۔ اپنے اس قول کو جو علامہ نے ص ۲۳ پر درج فرمایا ہے فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۷ سے موکد فرمائے کی رحمت گوا فرمائی ہے مگر علامہ کی کوئا نظری کے کمال کو دیکھئے اور وارد بھجئے کر اپنے استدلال کی تائید فتح الباری شرح صحیح بخاری سے کروی مگر علامہ اہن جھر کی تصریح ہو اس حدیث کے متعلق تھی وہ نظر دل آئی تھی ہے کہ خدا کی دین میں کسی کا انجام دینیں ان کو بڑی لعنت ہاتھ آئی جس قدر اس سے فائدہ نہ اٹھائیں اتنا ہی کم ہے علامہ سے تو پچھہ عرض کرنا پسے سود ہے اس لئے کہ وہاں اڑھونا معلوم۔ مگر علماء کی واقفیت کیلئے میں علامہ اہن جھر کی اس عمارت کو جو فتح الباری ص ۲۵۸ میں ہے ترجیح لکھ دیتا ہوں "حضرت اہن عمر والی اس حدیث میں بھائیں نے کخت اظہر اب ظاہر کیا ہے اور اس کی مخفف تاویلیں کی ہیں" اہن عید ملنگر نے لکھا ہے کہ "اہن میں نے اس حدیث کو کخت مشکر کیا اور حقیقت کے ساتھ اس پر مختلک کی" (استیغاب جلد ۴ ص ۲۲۹) یعنی اس حدیث کا وہ طریق جو ریاض الحضرۃ جلد رابع فصل سانح صفحہ ۲۰۸ میں ہے وہ لائق استیغاب و محبت ہے اس لئے کہ اس طریقہ حدیث میں وہ اعترافات وارد نہیں ہوتے کہ جن کی وجہ سے اس حدیث کی ہاویں کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مسکوۃ جلد ۵ ص ۵۲۶ علامہ بخاری سے مجبور تھے کہ ریاض الحضرۃ والی حدیث کو جھوڑ کر اس حدیث کو اپنے لئے نظر راہ بنائیں ورنہ پھر مسلک و عقیدہ افضلیت متاز عین فیہ کو کہاں بیجا تے ملاحظہ ہو حدیث:

قد جاء في بعض طرق حديثه فقل
يحقن روايات حدیث میں یوں آیا ہے کہ
و جل لا بن عمر يا ابا عبد الرحمن فطلي
ایک شخص نے حضرت اہن عمر سے کہا کہ

اے ابو عبد الرحمن اور علی تو ان عمر نے کہا کہ
علیٰ بالمریء سے ہیں ان پر کسی کا قیاس نہیں کیا
جا سکتا انہی رسول اللہ کے ساتھ ان کے درجہ
میں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرمادا ہے ہؤوا الذين
آمنوا واتبعتهم ذریتهم بايمان الحقنا بهم
ذریتهم ہو فاطمة مع رسول اللہ صلیع
فی درجہ و علی مع فاطمة علیها السلام
آخر جد علی بن نعیم البصري و هذا اول
دلیل اللہ لم یرد بسکونہ عن ذکر علی
نفی الفضیلیہ و انما سکت عنه لما بدأه
لما مثل عنہ و کانه قال الفضل الناس
من اصحابہ لا من اهل بيته (ریاض
الحضرۃ جلد ۲ ص ۲۰۸)

قال ابن عمر علی من اهل البت لا یقادس
بهم علی مع رسول اللہ فی درجہ ان
الله عز و جل يقول ھؤوا الذين آمنوا و
اتبعتهم ذریتهم بايمان الحقنا بهم
ذریتهم ہو فاطمة مع رسول اللہ صلیع
فی درجہ و علی مع فاطمة علیها السلام
آخر جد علی بن نعیم البصري و هذا اول
دلیل اللہ لم یرد بسکونہ عن ذکر علی
نفی الفضیلیہ و انما سکت عنه لما بدأه
لما مثل عنہ و کانه قال الفضل الناس
من اصحابہ لا من اهل بيته (ریاض
الحضرۃ جلد ۲ ص ۲۰۸)

ریاض الحضرۃ کی جو حدیث میں نئے اور تقلیل کی ہے اور جو تدویات کر ملانے بخاری کی حدیث کے
متفرق فو، ہیں جن کا خوال الداود روح کیا جا پکا ہے ان سے یہ اس نتیجہ لکھا ہے کہ اگر اس حدیث پر
استدلال ممکن ہے تو صرف اس وقت کہ جب افضلیت کی بحث صرف محاکمے دریان ہو اگر جناب
امیر بھی اس بحث افضلیت میں لائے گئے تو پھر خود حضرت ان عمر کے مقول کے مطابق اس
حدیث پر استدلال کرنا چاہئے تو گا۔

صفحہ ۲۳۳ سطر ۱۲ میں ختم صفتیک (عاصمہ نے کچھ الفاظ صحیح فرمائے ہیں جن کو انہوں نے

۱۔ اور جو لوگ ایمان کا دوہائی کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا ایسی ایجاد نہیں کیا ذریت کا ان کے ساتھ ملا دیا گئے۔

غالباً اپنی شاریٰ کے ثبوت کیلئے فرمایم کیا ہے جی تو چاہتا تھا کہ اس عبارت کے حقیقی بھی کچھ لکھوں گرنا ظریں کا وقت اب اس قسم کے اور شورہ پیش کر کے بیکار صرف کرنا اچھا تھا معلوم ہوتا اس لئے اب ۲۵ کی طرف ظریں کی توجہ مبذول کرنا بہتر ہے جہاں علماء نے بحث الفضیلت کے ثبوت میں بھر جاتا ہے ایمیز کے دوار شادات خیر فرمائے ہیں۔

قال علی لا يفضلني أحد على أبي بكر حضرت علي نے فرمایا کہ مجھ کو ابو بکر اور عمر پر کوئی فضیلت نہ دے اور اگر دے گا تو میں اس پر اتنے ہی کوڑے لگا رون گا جتنے بہتان لگانی والے پر لگائے جاتے ہیں۔

علامہ نے حاشیہ پر یہ این الفاظ و عبارتیں مانگی ہے کہ اللهم احفظ اهل السنۃ والجماعۃ اے اللہ المسد و الجماعت کو اس سے محفوظ رکھنا ظریں اندازہ کر سکتے ہیں کہ المسد کی آڑ میں کس طرح خارجیت ظاہر کی گئی ہے۔

عن علیعہ قال بلغ علیا ان اقواماً يفضلونه على ابی بکر و عمر فلعمد المنبر فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال يا ایها الناس انه يلطفني ان قوماً يفضلوني على ابی بکر و عمر ولو كنت تقىنت فيه لعاقبة فيه فمن سمح بعد هذا اليوم يقول هذا فهو مفتر عليه... حد المفترى ثم قال غير هذا الامة بعد نبیها ابو بکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخير بعد قال الرأزی و فی المجلس

الحسن بن علی فقول و الله لو سمعی
نے کہا کہ اس جگہ میں امام حسن بن علی بھی
 موجود تھے وہ کہنے لگئے کہ خدا کی تم
 الثالث نسمی عثمان۔
اگر وہ تمہرے شخص کا ہام لیتے تو عثمان کا
 ہام لیتے۔

اور ایک ارشاد اس سے قبل صفحہ ۲۷۳ پر علامہ تحریر فرمائچے تھے قبول اس کے کہان میں سے کسی قول پر کوئی
تغییری نظر ظاہجاتے یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ ان حضرات (خلفاء ارباب) میں سے کسی
ایک کا ارشاد دوسرے کے متعلق معیار افضلیت قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ ان حضرات کے ایسے
اقوال ایک دوسرے کے متعلق پرکشوت ملیں گے ان حضرات نے بھی کسی دوسرے کی واجبی عزت و
حرمت میں ذرہ برابر کی کرتا رہا ہیں رکھا اور نہ یہ حضرات معاذ اللہ صاحب نواصیب مقلدین نواصیب
کی طرح کچھ فہم نہیں بین یا ناقص الخیال تھے۔

علامہ نے اپنے مقام درست کیلئے ارشادات جتاب امیر تو درج فرمادے گرا یہی ارشادات
حضرت ابو بکر صدیقؓ کے باقصد حذف فرمادیے میں ظاہرین کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کے اقوال
پیش کریں گا کہ جس سے ظاہرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے گا کہ اگر جتاب امیر کے اقوال سے
افضلیت ابو بکر صدیقؓ ثابت ہوتی ہے و حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ارشادات سے افضلیت جتاب
امیرؓ کا یہی قطعی ثبوت ملتا ہے جو وہ ارشادات جتاب امیر کی صفحہ ۲۷۳ پر درج فرمائے گئے ہیں ان میں
سے پہلے ارشاد کی احتجاد وہی کیفیت ہے کہ جو اور احادیث پیش کردہ علامہ مکی ہے اسلئے کہ اس کے
روایۃ بھی حد روایہ بھروسہ معلوم ہوتے ہیں اس حدیث کے روایۃ حسب ذیل ہیں (۱) محمد بن
عبداللک (۲) ابو سید ابن الاعرابی (۳) حسن بن محمد و عفرانی (۴) یزید بن ہارون (۵) حوش طری
(۶) عیادہ بن حکم (۷) حکم بن جمل۔

سب سے ہمیں پیچر جو اس حدیث میں قائل تجوہ ہے وہ یہ کہ حکم ابن جمل نے حضرت علی
سے یہ حدیث بالظقال روایت کی ہے کہ حکم ابن جمل کی ملاقات حضرت علی سے ثابت نہیں ان کا
حال استیحاب میں موجود نہیں تبندی ہے الجد یہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ سے بھی ملاقات ثابت نہیں ہوتی اسی
لئے یہ حدیث موقوف معلوم ہوتی ہے جس پر استدلال کی کمزوری علامہ سے بھی پوشیدہ نہ ہوگی

اب رواة کی کیفیت ملاحظہ ہو۔

(۱) محمد ابن عبد الملک مجہول

(۲) ابو سعید ابن الاعرابی مجہول

(۳) حسن ابن محمد راغب اللہ (تہذیب الحدیث جلد ۴ ص ۳۱۸)

(۴) نبی پیر اہن بارون ان کے متعلق ابن سینا کا قول ہے کہ یہ اصحاب حدیث سے نہیں

پرداز کرنے میں بے پرواہیں تصور کئے (تہذیب الحدیث جلد ۴ ص ۳۱۸)

(۵) محمد ابن طلحہ بحروف ابن سینا کا قول ہے کہ ان کی حدیث سے پہنچا چاہئے۔

ابن سعد کا قول ہے کہ ان کی حدیث مسخر ہوتی ہے (تہذیب الحدیث جلد ۴ ص ۳۱۸)

(۶) ابو عسیدہ و ابن حکم مجہول (بیان الاحوال جلد ۲ ص ۱۵۸)

جبکہ اس حدیث سے افضلیت کے ثبوت کا تعلق ہے اس کی کیفیت ناظرین پر

واضح ہو چکی۔

اب ناظرین کے سامنے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کے احوال پیش

کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ علامہ نجاشا جناب امیر کے ارشاد کو ہیش

کرنے میں کس حدیث دیانت سے کام لیا ہے۔ ارشاد حضرت ابو بکرؓ

(۱) ولما جاء ابو بکر و عليٰ لزيارة حضرت علیؑ کے حضرت ابو بکر و حضرت علیؑ آنحضرتؑ کے

قبره صلى الله عليه و آله وسلم بعد وفاته وصال کے چھٹے روز حرام مبارک کی زیارت

کیئے خاص رہنے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے

الله صلعم فقال ابو بكر ما كنت لا تقدم

وجلأً سمعت رسول الله آگے یو ہے حضرت ابو بکر

صلی اللہ علیہ وسلم پر ویش

قدی ش کروں گا جس کے متعلق میں نے

آنحضرتؑ کو کہتے تھے کہ علیؑ کا مرتبہ میرے

زندگیک وہ ہے جو میرا تھیہ میرے رب کے

زندگیک ہے۔

بر آورد دار قطعی از شعیی که مگفت روزی حضرت ابو بکر نشته بود که بر آمد حضرت علی پس هر گاه که دید حضرت صدیق وی را گفت اگر کسی را خوش آید که بینند به سوی بزرگترین مردمان در مردم قریب تر شان در فرایت و لفظ شان در حالت و بزرگترشان از مایان در حق نزد رسول الله حسلعم پس باید که به بینند به سوی این طالع (يعنى حضرت علی) ^(۲)

جو و مقولہ حضرت ابو بکر صدیق کے پیش کئے گئے ہیں ان سے مسئلہ افضلیت پر جو روشنی پڑتی ہے وہ اسقدر صاف ہے کہ کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں باقی رہتی۔

ارشادات حضرت عمر بن سعید ارشاد مظلومین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو بہت کچھ مسئلہ افضلیت کو واضح کر دیتا ارشاد حضرت عمر:

مولانی و مولیٰ کلی مومن و من لم يكن ایں مولای من است و مولای هر مومن مولا فلا فليس بمؤمن (روض الاذہر صفحہ ۳۶۲)
بکر (عن امین)

علامہ نے ص ۲۴ پر حضرت مؤلف احسن الاتصال پر تپی اعزاز فرمایا تھا کہ انہوں نے کارل ایک تحقیقی بارہ واقع کی اقتدا میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ارشادات پر توجیہ نہیں فرمائی اب علماء یہ فرمائیں کہ انہوں نے کس کی تکلید اور اقتدا میں حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر قریش کے ارشادات پر توجیہ نہیں فرمائی کیا علماء سے یہ پوچھئے کی جانت کی جاسکتی ہے کہ طریقہ نواصی اس معاملہ میں ترک ارشادات حضرات شیخین ہے یا نہیں۔

علامہ نے جو ارشادات جناب امیر کے (ص ۱۵) پر پیش فرمائے ہیں اس میں اس

(۲) و اخرج المدارقطنی عن الشعیی
قال بینهما ابو بکر جالس از طلع على
فلما رأه قال من سره ان ينظر الى اعظم
الناس منزلة و اقربهم قرابة و افضليتهم
و افضليتهم عنا حقاً عند رسول الله عليه
و آله وسلم فلينظر الى هذا الطالع
(روض الاذہر ص ۳۶۲) بحواله صاعق المحرقة
مقدم خاتم اذ مقاصد رابع عشر از آیات قضائیں
بلیغیت و حق امین و ایضاً حکایت العلائق و حقن اثنا
عشیریہ و اب دامہ طلاقہ

مسئلہ پر بھی خور نہیں فرمایا کہ وہ ارشادات کس وقت اور کس موقع پر صادر ہوئے تھے جو ادا مطلب اس کہنے سے یہ نہیں کہ خدا خواست یہ ارشادات میں پر صداقت نہیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو صورت حضرت علی مرضی کرم اللہ وجہ کے در غلافت میں ہیں آئندی تھی اُمر ایسی کوئی صورت حضرات شیخین کے وقت میں پیش آئی ہوئی تو حضرات شیخین کے ارشادات جناب امیر کی افضلیت کے متعلق ارشادات جناب امیر سے بہت زائد پروردہ اور واضح ہوتے۔

علامہ نے بحث افضلیت کے متعلق دس حدیثیں پیش فرمائی ہیں اگر خود علماء کو بھی غالباً اطمینان نہیں ہوا اسلئے کہ ان احادیث کی حقیقت عوام الناس میں پیش نہ کرنا اور بات تھی اور اسکے معنف کا احساس نہ کرنا اور بات ہے اسی وجہ سے موام کو مرغوب کرنے لئے ایک اور ترکیب علامہ نے یہ کی کہ میں ۲۷۸ پر ایک فہرست (بقول خود نوع بدع) مختلف صحابہ مہاجرین و انصار و مکریین و الہمیت نبی صلعم و علماء تابعین و تبع تابعین کی بھی پیش فرمائے کی رحمت گوار فرمائی جو اسکے زدو یک حضرات شیخین کی افضلیت کے قائل ہیں۔ تفہیمت یہ ہوا کہ علامہ نے ان حضرات میں سے کسی کے ارشاد کو پیش کرنے کی جرأت نہیں کی ورنہ مفت اس معاملہ میں بھی مندرجہ کھانا پڑتی۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ علامہ نے عبارت از فتح الخواہ کا مطلب کہنے میں پھر غلطی کی اور جہاں پر شاہ ولی اللہ صاحب نے اولیت خلافت کے ثبوت کیلئے صحابہ مہاجرین، انصار، مکریین الہمیت نبی صلعم وغیرہ کے وہاں گراہی اور ان کے ارشادات درج فرمائے ہیں ان کوئی افضلیت سمجھ کر بیجاں ان حضرات کے نام درج فرمائے پر اتفاق نہ فرمائی۔ بہتر تو یہ ہونا کہ اگر علامہ کو اُنیں ایسا داد ہو کہ اس کو اپنے تو سے بھوٹا نہیں کہتے اور اگر اس کا اقبال فرمائیں اس لئے کہچھ کام جو مولا اگر شام کو گھر آ جائے تو اسے بھوٹا نہیں کہتے اور اگر اس کے زدو یک شاہ ولی اللہ صاحب سے یہ غلطی ہوئی ہو کہ ارشادات میں پر افضلیت کو وہ متعلق ہے اولیت خلافت سمجھے ہوں تو علامہ کو چاہئے کہ اسے صاف طور سے واضح کرو دیں کہ ازالۃ الخواہ کی اصلاح ہو جائے جن ارشادات کا علامہ نے حوالہ دیا ہے اگر علامہ ان کو خور سے مطالعہ فرمائی تو انہیں یہ پتہ چل جائے گا کہ ان میں سے ایک ارشاد بھی واقعیت میں بر افضلیت نہیں کہا جا سکتا بہلوی عبد الغفور مدیر "النجم" نے ازالۃ الخواہ کا ترجیح بھی کیا ہے علامہ اگر ان سے بھی اس معاملہ میں استفسار کریں گے تو وہ بھی غالباً علامہ سے بھی کہیں گے کہ یہ ارشادات شاہ ولی اللہ صاحب کے

زندویک بھی منی بر اولیت خلافت پس ان کو بحث افضلیت سے کوئی تعلق نہیں اولیت خلافت و افضلیت ممتاز فیروز میں بیرونی ہے وہ ہر عالم سے پوچھنے پر علامہ کو معلوم ہو جائے گا اس لئے میں اس فرق کو یہاں پر لکھنا خیر ضروری سمجھتا ہوں۔

بزرگ دین پرست ۲۸ پر علامہ نے ازلتہ اخاء کی تین عبارتیں نقش فرمائی ہیں اگر میں بحث افضلیت ممتاز فیروز میں حضرات شیخین کا تالیں نہ ہوتا تو میں علامہ کی توجیہ مولوی وحید الزہان خان صاحب کی تحریر کی طرف مبذول کر دیا جائیں انھوں نے ازلتہ اخاء کے دلائل پر ایک تجدیدی نظر ڈالی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازلتہ اخاء میں بہت زور سے شیخین کی افضلیت تمام صاحب پر ثابت کی ہے مگر سب اشارات اور کتابیات سے جو اعتقادیات میں جنت نہیں ہو سکتی "شاہ ولی اللہ صاحب کے حوار شادات علامہ نے اس صفحہ پر نقش فرمائے ہیں ان سے بھی حضرت ابن عمرؓ کے قول کی تائید ہوئی ہے چنانچہ ہمیں ہی عمارت میں شاہ ولی اللہ صاحب نے اس حیثیت کو صاف کر دیا ہے "تفصیل شیخین بر ما بر صحابہ ثابت است" جاتب امیرؓ کی دو ہری حیثیت کو اس سے تعلیم ناظرین کے سامنے پیش کر چکا ہوں یہاں صرف مائر صحابہ کی طرف علامہ کی توجیہ مبذول کر دیا مقصود ہے جس سے ہمارے استذلال کی تائید ہوئی ہے۔

جو اقوال خود علامہ نے فصل الخطاب میں درج کئے ہیں اگر علامہ ان پر نظر ہاتی کرنے کی تکلیف گوا راخرا میں گے تو انھیں بھی ایہ پہنچاں جائیگا کہ ان میں سے اکثر اشادات میں تالیں مائین صاحب ہے۔ مثال کے طور پر علامہ کی توجیہ احياء العلوم اور اخلاق الازواجر کی عمارت کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے جن کو علامہ نے صفحہ ۸ و صفحہ ۹ و صفحہ ۲۹ پر درج فرمائے کی رخصت گوارا فرمائی ہے۔ میں ۲۹ پر علامہ نے ازو اجر کی ایک عبارت نقش فرمائی ہے چونکہ اس عمارت میں تفصیل مائین صاحب کا ثبوت دیا گیا ہے جس کے متعلق تفصیل سے اوپر بحث ہو سکی ہے اس لئے اس کو چھوڑ کر میں ناظرین کی توجیہ اس صفحہ کے مطابق اکی طرف مبذول کر دیا ہوں کہ جہاں علامہ نے صواعن عرقہ کی ایک عبارت پیش فرمائی کا پیچے نزدیک افضلیت حضرات شیخین ہی کی قطبی ہونے کو ثابت کر دیا ہے معلوم نہیں کیا ہاتے ہے کہ علامہ بیوی اس تیزروں کو محول جایا کرتے ہیں کہ جن سے کوئی توجیہ جاتب امیرؓ کے موافق نکلا ہو مجھے تو ایسا معلوم ہوتا کہ یا تو یہ صورت واقع ہوتی ہے کہ علامہ کی

نگاہ جب ایسے مفاسد پر چلتی ہے تو اس میں دفعتا ایسی خیرگی پیدا ہو جاتی ہے کہ عمارت نظر نہیں آتی۔ یا علامہ نے خود کو لی کتاب پڑھنے کی رسمت گوارانی فرمائی بلکہ اسی ایسے فحش کے روز ناچہ یا یادداشت سے کتاب لکھی ہے کہ جس کی تمام عمر ہمیٹ کو فروغ دیجئے اور جاتب امیر کے خلاف مواد فرائم کرنے میں گذری ہے اگر ایسی کوئی صورت ہے تو علامہ سے گزارش ہے کہ وہ اس نامہ میں طریقہ کوترک کر دیں اور اپنے روز ناچہ یا یادداشت کے بجائے خود کتاب کے صفات پیش نظر کہ کر میڈان تصنیف و تایف میں قدم رکھیں۔ لاحظہ ہو کہ صواعق محرق والی عمارت تو علامہ نے پیش کر دی جہاں پر ابو الحسن الشعرا کا قول قطعی ہوتے کہ متعلق تھا اور باقی عمارتیں کہ جن میں اسکے خلاف صواعق موجود تھا وہ سب نظر انداز کر دیں۔ سمجھ میں پیش آتا ہے کہ علامہ کو اس تجھ نظری پر مبارک بادوں یا افسوس کروں بہرتوں ناظرین کے سامنے وہ عمارتیں پیش کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو خالق و مخلوق رونوں بالتوں کا علم ہو جائے اور وہ اس کا فیصلہ کر سکیں کہ بقول علامہ یہ فضیلت قطعی ہے یا ظنی۔

”شیخ ابن حجر در صواعق محرقة میگوید کہ ابو الحسن الشعرا مبل بدان کرده کہ تفضیل ابو بکرؓ بر سائر اصحاب فطیم است و قاضی ابو بکر باقلانی می گوید کہ ظنی است و مختار امام الحرمین در ارشاد نیز ہمیں است و صاحب مفہوم در شرح صحیح مسلم نیز حزم به ظنیت آن کرده است و ابن عبد البر در استیعاب از عبدالرزاق نقل کرده کہ معمراً گفتہ است کہ اگر مردی گوید کہ عمرؓ الفضل است از ابو بکرؓ منع شد کہم و بادخادرشتنی نہ کشم و اگر علیؓ رفاقت از ابو بکرؓ و عمر گوید نیز بادمی درشتنی نہ کشم اگر به فضیلت شیخین معترف آید و به ایشان محبت دارد و مدح و ثنا ایشان بدانچہ ایشان مستحق و اهل اند بدهد پس عبد الرزاق گوید کہ ابن سخن را از معمراً به وکیع نقل کردم او را نیز خوش آمد شیخ ابن حجر می گوید کہ منشائی نہیں عدم منع و درشتنی حز آن نیست کہ تفضیل مذکور ظنی است نہ قطعی“ (روش الازهار ۱۴۷۰ تکوہہ مکمل الایمان)

جز عبارت میں سے اور پر نقل کی ہے اس سے ناظر ہیں کوئی پیدا جمل گیا ہو گیا کہ قضیمت
کے قطبی ہونے کے کون صاحب قائل ہیں اور اس کا ظنی ہوتا کہ حضرات کے احوال سے ہاتھ ہوتا
ہے خود صاحب موسیٰ عن کام اسکے مطابق کے خلاف ہے جس کو الفاظ "تفصیل مذکور ظنی است نہ
قطبی" صاف طور سے ثابت کرتے ہیں میں تو علامہ کی دینانداری سے تحریر کرنے کا قائل ہوں۔
اگر بھی معاشر دیانت ہے تو علامہ حق کو مبارک رہے خدا نہ کرے کہ کسی اور کے دماغ میں بھی یہ خیال
چاہزہ ہیں ہو کہ جس قدر صحیح واقعات کی پرده پوشی کی جائیگی اسی قدر تحریر یاد و پر از دیانت و لائق اعتماد
ہو گی۔

ای صفحہ کے آکر میں علمائے ایک مقولہ پیش کیا ہے جس کو وہ عبد الرزاق صاحب
مصنف کی طرف منسوب کرتے ہیں جو علامہ کے نزدیک مالی درف فلسفہ (معلوم تینیں کس اصول پر)
میں اس مقولہ کے متعلق کچھ فی الواقع لکھنا مناسب تھیں جس حالتے کے علمائے کو کوئی خواہد وغیرہ
درج نہیں کیا کہ جس سے یہ پہلے مل سکے کہ یہ مقولہ کس کتاب سے لیا گیا ہے اور کس بحث کا جزو
ہے مجھ کو صرف اس وقت اتنا عرض کرنا ہے کہ کیا علامہ اس کے قالیں ہیں کہ راضی بھی بھی حق بولا
کرتے ہیں حضرت مؤلف احسن الانتساب کی تحریر کو تو اسلئے غیر معتر قرار دیا جاتا ہے کہ انہوں نے
تحقیق روافض کیا ہے (جس کے غلط ہونے کا ثبوت پیش کیا جا چکا) اگر علامہ کے نزدیک یہ امر پابند
ثبوت کو پہلو پختا ہے کہ راضی بھی حق بولنا جائے ہیں تو پھر علامہ نے اس تدریج اہتمام سے حضرت
مؤلف احسن الانتساب کو تحقیق روافض ناقص بولیا اس لئے کہ بغرض حال اگر حضرت مؤلف نے تحقیق
روافض بھی کیا ہے تو ان روایات کا بھی مت بر تحقیقت ہو گا لیکن ہے مگر ہمیں حضرات کا معيار تو روافض
سے بھی زائد پست اور کمی ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ ان میں (روافض) سے کچھ لوگ ایسے بھی
معلوم ہوئے کہ جو کچھ تحقیقت کا اظہار کر دیا کرتے ہیں مگر فو اصب کے متعلق تواریخ کی میں آیا ہے
کہ ان میں سے ایک فلسفہ بھی کسی حقی بات کہنے کا راوی اور ارشیں ہوا تھا دیوباجات اُنہیں دیتی ورنہ
علامہ کو اردو کی وہ شیل یا دلالتے جس کا اطلاق اردو زبان میں ایسے ہی موقوع پر کیا جاتا ہے۔

ایسی صفحہ میں اپر علامہ نے شرح عقائد کو نئی صورت سے اکی پچھلی عبارت درج کی ہے ملا جائے گا۔

وَالْفَضْلُ لِلشَّرِيفِ بَعْدِ تَبِينِنَا . . . ابُو بَكْرٍ هَارَسَ تَبِيَّ كَمْ لَوْكُونْ مِنْ أَفْضَلْ

الصديق . . . ثم عمر المازوق . . . ثم ابو بکر صدیق . . . ثم عثمان ذی التورین . . . ثم علی المرتضی علی هذا وجدنا السالف و مارسے اسلاف نے بھی دی ہے اور ظاہر ہے الظاهر انہ لو نم پھن لہم دلیل علی کہ اگر ان کے پاس دلیل شہادتی تو وہ ہرگز ذلک لما حکموا (شرح حقاتی)

کیا علامہ کے خذلیک یہ کہنا کچھ جو کہ ہمارے اسلاف ایسا کرتے تھے اس لئے ہم بھی ایسا کرتے ہیں کسی بات کے حق ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے جملہ کا حقیقی مشکوم یہ ہوا کرتا ہے کہ دلیل کی کمزوری تو مجھے بھی معلوم ہے کہ میں مانتے ہوں لئے چار نہیں ہوں کہ میرے اسلاف ایسا کی کرتے تھے اگر اس دلیل کو صحیح سمجھا جائے تو پھر ہاتھیں جب کفار کہیے کہتے تھے کہ ہمارے آبا و اجداء بت پرستی کیا کرتے تھے اس لئے ہم بھی بت پرستی کریں گے اس میں کیا فیاخت بیدا اہوتی تھی اور ان کی پیدائش معمول اور حق کیوں نہیں بھی جاتی تھی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ علامہ سعد الدین نقاش زانی خود اس مسئلہ سے مطمئن نہ تھے اور اسی لئے انہوں نے یہ کہنے پر اکتفا فرمائی چنانچہ تکھنے ہیں۔

”کہ ما سلف را برسی بافتیم و ظاہر ازدست کہ اگر اہشان را دلیلی بر آن نبود حکم بر آن نسی کر دند و با خود دلائل جانین و امعنارض بافتیم و این مسئلہ را از آن قبل بافتیم کہ جیزی از اعمال بدان متعلق باشد و توفف در وی محل بجزی از واجبات عگر دد“ الخ (روض الانوار ص ۱۵۷) (شرح حقاتی)

علامہ اسے تھیمت نہیں کیا میں خود افضلیت قیازدہ نیہ تھیں کا قائل ہوں ورنہ اگر علامہ کے دلائل کی بھی کیفیت ہے تو شاید ان کو اس شخص کو جواب دینے میں کہ جو خود واقعی اس افضلیت کا مکمل و مشکل کا سامنا ہوگا اگر علا مکملی ایسی صورت پیش آجائے تو میں علامہ سے یہ کہوں گا کہ وہ اس قسم کے ثبوت پیش کرنے سے گزر کریں کہ جو خود اپنی کمزوری کا بہترین ثبوت ہوں اس صورت کے آ کر میں علامہ نے فتح الباری کی کچھ عبارت درج فرمائی ہے بہتر وہتا کہ علامہ

تیسیر الباری شرح صحیح بخاری کی عبارت ہی اس بحث میں لاحظہ فرمائیتے اس کے بعد اس عبارت کا ملکوم بھی صاف ہو جاتا۔

صفحہ ۳۲ کے آخر میں علامہ نے اپنی جدت طبع سے ایک کلیہ سیرت تواری کا قائم کیا ہے جو اس قائل ہے کہ ہر سیرت تواری اس کو تقویٰ بازد بنا کر رکھے فرماتے ہیں "مصنف عالم خدا نقشیں ہدایت فصیب کرے اس شدودہ اور تفصیل سے اقوال محلیہ کرام اور تابعین اور حق تعالیٰ میں دربارہ محبت الہمیت و الفضیلت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ نقش فرماتے ہیں کہ بادی انظر میں دیکھنے والا بھی سمجھنے کا کتاب خارجیوں کے روشنی لکھی تھی بے اس نے کہ ملحدہ والجماعات تو اس محبت کے مکر نہیں اُنگی "یعنی بالاتفاق و مگر عالم کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیر کی سیرت تواری آپ کی محبت و فضیلت کے متعلق احادیث و اقوال بالتفصیل درج نہیں کرنا چاہئے۔ علامہ کو چاہئے تھا کہ یہ بھی لکھ دیتے کہ دو چار احادیث اور اقوال بھی درج کئے جائیں یا بالکل یہ سیرت تواری ان چیزوں کو محدود ہے۔

علوم نہیں کہ علامہ نے یہ قید صرف جناب امیر کے سیرت تواری کے متعلق رکھی ہے بلکہ اور کی سیرت لکھنے میں بھی بھی معيار پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ الحسن و الجماعت کا انکار و اقبال اگر معيار تصنیف و تالیف ہالیا جائے تو پھر کسی کتاب کے لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور متاخرین نے جو کلائیں تصنیف فرمائے کی زحمت گوا فرمائی ہے وہ بکار چھٹی اس نے کہ پیشتر ایسے مسائل پرستی ہیں کہ جن کے الحسن و الجماعت قائل تھے جس شدودہ اور تفصیل سے اقوال صحابہ و تابعین وغیرہ احسن الاتخاب میں لا اون مخالف نے نقش فرمائے چیز کیا ان سے علاوہ کوئی خاص اذہت قلمی ایسکی پیرو گئی ہے کہ جس کی وجہ سے معيار سیرت تواری میں ترکیم کی ضرورت پیش آئئے علامہ نے صاف ہی یہ کیوں نہ لکھ دیا کہ مخالف صاحب کو جناب امیر کے متعلق کوئی کتاب ہی نہ لکھتا چاہئے تھی جناب امیر کے سیرت تواری آپ کے نمائیں و ماقبل کو بالتفصیل اگر تکمیل نہیں تو اس نے گناہ کار تھہریں کہ تفصیل سے کیوں لکھتا اور اگر اختصار پر رہیں تو یوں سورہ الزام ہوں کہ لکھا ہی کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر علامہ کے معيار تقدیم کو پیش نظر رکھ کر جناب امیر کے متعلق

کتاب تکمیل ہانے کی تو ایسا وقت آ جانا بعید از قبیر نہیں ہو سکتا کہ جناب امیر کے حالات کی کتاب ان کے نھاں و مناقب سے خالی ہو اور یہ دیرینہ تناؤ اصحاب کی برآ جائے علماء کی پتھری کی نامی حضرات کو داد دینا چاہئے کہ انہوں نے وہ ترکیبِ احتجاج نکالی جس کے وہ حضرات متوفی سے حلالی تھے۔

صفحہ ۳۲۴ سترے میں فرماتے ہیں۔ "اس کا انتاری کون المسن و الجماعت کا فرد کر سکتا ہے کہ الجدیدت محبت نہ ہوئی چاہئے لیکن کیا محبت سلسلہ افضلیت ہے اُخ" اور اس موال کا جواب ٹھیک میں اسیے کہنے آگئے ہو گا جو کہ ایک ارشاد حضرت امام عظیم کا لفظ فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

مثال ابی حیفہ عن ملکعب اهل السنۃ یعنی امام ابو طیفیض سے پوچھا گیا کہ المسن و الجماعت کے کہتے ہیں تو اس نے فرمایا کہ والجماعۃ فقال ان فضل الشیخین ای ابا بکر و عمر و نعیم الخیثین ای شیخین یعنی ابی بکر و عمر کو برتر بھیں اور عثمان و علیاً

آپ کے دامدادان اور علی سے محبت کریں۔

جس سے یہ ثابت کیا ہے کہ محبت سلسلہ افضلیت نہیں۔ غلب اس کے کہ میں امام عظیم کے اس مقولہ کے متعلق سچوں بھی علام سے یہ کہنا تھا کہ محبت کتابی دینا کی جیز نہیں کہ جس کو علام اپنی علم سے سمجھ لینے کے مدی ہو سکیں۔ محبت کی دینا نہیں ہے اس کتب کی الف بے بھی علام کی سمجھ میں آتا رہتا ہے امام عظیم کا مقولہ تو شی دیگر ہے یہاں کے طفل و بستان کا سبق ہی ایسا ہوتا ہے کہ علام سو خبر نام خدا بھی زائد تحریر نہیں رکھتے ہیں بلکہ کار عالم بھی اس کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لیکن وہ مدرسہ ہے کہ جس کا اقیازی طفری ہے کہ جس کو محبت کا سبق ملا اسے عمر بھر جسمی نہیں ملتی۔ اسکو جسمی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا۔ محبت تو شی دیگر ہے علام پر اگر اس کی پرچھائیں بھی پڑیں ہوئی تو آج وہ اپنا وقت عزیز یوں شرعاً گان کرتے یہاں کوئی نہیں سے کام چلا ہے بکری کی طرح پاگر کرنا محبت کے نام کو مدد چڑھانا ہے۔ علماء نے اگر حافظہ پر زور دیا تو اس امام عظیم کا مقولہ تو مشکل چیز تھی یہاں یہ ضرور سمجھیں آ جاتا کہ محبت کرنا اس لئے کہ کمزد یہ کبھی بھوب میں خوبیاں علی وجہ الکمال ہو اکرنی ہیں وہاں اس خیال بک کا گذر نہیں کر قلاں صفت ہمارے محبوب میں نہیں۔ محبت کی

آنکھ کو بجز محبت سے اور کوئی چیز دکھلائی نہیں دیتی تفاسیل کس سے ہو اور کس طرح پر ہو افضلیت اور غیر افضلیت کا سوال تو اس وقت آتا ہے کہ جب تفاسیل کیلئے کسی دوسری حقیقتی کا وجود بھی تسلیم کیا جائے محبت میں ہوا محبوب کے کسی دوسری حقیقتی کا وجود ہی باقی نہیں رہتا پھر افضلیت کا کیا سوال محبت کی ابتداء ہاں سے ہوتی ہے جہاں عقل کا گذر ہنسیں۔

تھی تو چاہتا تھا کہ اس بحث پر علامہ سے کچھ اور کہوں مگر حقیقی اتفاق است سمجھ کر پھر علامہ کے پیش کردہ مقولہ کی طرف آتا ہوں امام عظیم نے جس قدر لطیف پڑھی میں سائل کے سوال کا جواب دیا تھا و تو اس کا متفقی تھا کہ بہت کچھ اس ارشاد کے متعلق لکھا جائے گر و قت مساعدت نہیں کرتا اور نہ اس پتھر تقدیم میں اس کی مجاہدیں ہے امام عظیم نے اس پتھری تقریر میں حضرات شیخین اور حضرات صحنیں کی بھوئی حیثیت کو پیش فرمایا ہے کہ حضرات شیخین کے معاشر تک افضلیت دیغیر افضلیت سب کچھ ہے اور وہاں سے قدم بڑھانے پر صرف محبت رہ جاتی ہے جہاں اس حرم کے پیارہ باحت کا قطبی وجود نہیں۔ علامہ کو اگر اس لطیف فرق کو محسوں کرنا ہے جو کہ اس ارشاد میں ضرر ہے تو میدانِ عمل کی طرف آنے کی بہت کریں پھر انھیں خود اس چیز کا فرق محسوس ہو جائے گا۔ حضرات امام عظیم نے اپنے اس ارشاد میں خلافت اور بعد کی صحیح حیثیت کو بھی پیش کیا اور انھیں کے متعلق اپنا خیال بھی ظاہر فرمادیا ہے اور یہ سب اس طرح پر کوئی ظاہر میں نہ کہا اس ارشاد کی وجہ سے ان پر حضرض ہونیکا خیال بھی نہ لاسکے۔ امام عظیم کی مسلمان قabilت کا یہ ادنیٰ نہوت ہے کہ وہ چیز جو علامہ کے قطعاً خلاف تھی اسکو علامہ اپنے موافق کہوں کر پیش کر گئے حقیقت امام عظیم نے اپنے اس ارشاد میں اپنی تمام زندگی کی مکمل تاریخ پیش فرمائی ہے جس سے امام عظیم کی ظاہری اور باطنی دلوں حیثیتیں بالکل صاف اور واضح طریق سے کھجھ میں آ جاتی ہیں۔ امام عظیم کا ارشادِ حقیقت اس فرق پر ہے جو ایک تیکی کی مقام نہیں اور مقام دلایت میں ہوتا ہے اور اسی فرق کو مٹوڑ رکھتے ہوئے حضرات امام عظیم نے حضرات شیخین کو افضل سمجھتے اور حضرات شیخین سے محبت کرنے کا حکم دیا (اگر اس چیز کو یاد رکھتے کہ حضرات شیخین کا زمانہ و حضرات مختار کی خلافت کا پھر زمانہ دور نہوت سے متعلق ہے اور ایقینہ زمانہ حضرت عثمان اور تمام زمانہ خلافت جناب امیر دور دلایت سے متعلق ہے تو بھی ایک حد تک حضرات امام عظیم کا ارشاد ان کی سمجھیں آ جاتا)۔

حضرت امام اعظم نے اس مقولہ میں اس محبت کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے جس کا مدحی ہر صفتی الہیت اطہار و جناب امیر کے ساتھ ہوتا ہے اور جس میں الفاظ کے سوا اور کوئی جز ب پہنان نہیں ہوتا۔ امام اعظم نے محبت سے وہ محبت مرادی ہے کہ جو اپنے پیگانہ سب سے غافل کر کے محبت کو صرف محظوظ کا بنا دیا کرتی ہے۔ میں تو علماء سے یہ کہتا ہوں کہ کوشش کریں مگر مدد

ابن سعادت بزور بازو نہست تا نہ بخشند خدالی بخشندہ اسے مجوری ہے الہیت اطہار و جناب امیر سے جس محبت رکھتے کی علامہ مدحی ہیں اس محبت کا معیار اور امام اعظم کے ارشاد میں جو محبت ضروری ہے اس کے معیار میں زمین و آسمان کا فرق ہے علامہ والی محبت کو کوئی ہو کی تیزی پر بھی لینے کیلئے تاریخ ہو گا اس لئے علامہ والی محبت (لغتی) کو محبت سمجھ کر اس ارشاد کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی بے سود کوشش نہ کریں۔ امام اعظم نے محبت سے وہ محبت مرادی ہے جس نے بخوبی سے معاملہ خلافت میں یہ کھوایا تھا کہ حقیقی حق خلافت مغلی ہے اس کے سوا کسی میں وہ خوبیاں و جو دنیں جو خلیفہ وقت کیلئے ضروری ہیں۔

امام اعظم نے محبت سے وہ چیز مرادی ہے جس کو علماء سے سمجھدار آدمی جنوں سے تعمیر کیا کرتے ہیں۔ علامہ حکایہ رسول کر کیا محبت مسلم افضلیت ہے کچھا سقدر سادگی اور بخوبی پن پر منی ہے کہ طبیعت نہیں ہو کر رہ گئی بھلا علامہ کو اس کا جواب تحریر میں کیسے دیا جائے اور الفاظ کے ذریعہ سے یہ کیوں کر سمجھایا جائے کہ اگر کوئی کسی کو تمام دنیا سے افضل نہ سمجھتا تو محبت حق کوں کرے کیں وہ چیز کہ جس کا تعلق ہر تن طفل پر منی ہو قول سے سمجھ میں آئکی ہے۔ تہذیب مانش ہے ورنہ ہم علامہ کوڑا دریں میں یہ سمجھا دیتے کہ دیکھ کر محبت مسلم افضلیت ہوئی کہیں۔

صفحہ ۳۲ پر حضرت مجددؑ کے ایک مکتوب پر علامہ نے استدال فرمایا ہے اس میں بھی علامہ نے مکتوب کا راقی مفہوم سمجھتے میں بالقصدا یا نہ، نہیں میں لفظی فرمائی اگر اولیت خلافت اور افضلیت ایک چیز ہوتی تو علامہ کا استدال اس مکتوب پر سمجھ ہوتا مگر اس کو غالباً علامہ بھی تسلیم کریں گے کہ ان کے تزدیک بھی اولیت خلافت اور افضلیت میں کچھ فرق ہے اور اولیت خلافت لا رزی طور پر مغربہ افضلیت نہیں۔

”ولیکن فر ترتیب خلافت ترتیب افضلیت بر و جه قطع لازم نہیں۔“

آہا نعم بیتی کہ اہلسنت و الجماعت بر حفیت عثمان بخلافت اجماع دارند و در فضیلت او اختلاف پس معلوم شد کہ از قطعیت خلافت فطیعت افضیلت لازم نیا ہو و ظیست افضیلت ظہبت خلافت و مستلزم نگردد۔ (روایت الاذہب م ۲۵۷۰ ج ۲ ع ۱۰ تکمیل الدیان)

جو عبارت او پر قتل کی گئی ہے اس سے بھی صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطعیت حکومت (ادیت) سے قطعیت افضیلت ہرگز لازم نہیں آتی۔ طالوت ایک مومن با شاہ ولی خلیفہ وقت تھا حضرت رواۃ اور وکیل انہیا علیہم السلام اس کے عہد میں موجود تھا اور اس کے تابع حکم تھے کہ اس امر سے یہ تینی بنا کر طالوت ان اختیاء کرام سے افضل تھا قلعہ خاندہ اور گا۔

خلافت و امارت میں فاضل و مخالفوں کی بحث پیکار ہے صحافت تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی تیز کتفاٹل کی موجودگی میں مخالفوں نے خلافت و امارت کی آنحضرت نے خود اپنی حیات میں حضرات شیخین پر اسلام ان زیر اور عمر ان العاص کو امیر مقرر فرمایا اسلام ان زیر اور عمر و بن العاص کو کسی طرح حضرات شیخین پر فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی جب خود آنحضرت نے افضل کی موجودگی میں مخالفوں کی امیر بنا یا تو پھر یہ کہنا کہ امارت (حکومت) اولیٰ افضیلت ہو سکتی ہے قطعاً غلط ہو گا۔

حضرت محمد نے اپنے مکتوب میں جس کا کچھ جزو و علامہ نے افضل فرمایا ہے حکومت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو حضرت ابو بکرؓ سے بہتر کوئی شخص اس مقصد کیلئے نظر نہیں آیا اس نے انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا ولی بنایا اس میں کوئی مشکل نہیں کہ اس وقت کی لفڑا کو دیکھتے ہوئے یہ بہترین انتخاب تھا اور حضرت محمد کا ارشاد اس حشیثت سے قطعاً مبنی پدراتی و صداقت ہے۔

اسی صحفہ کے آخر میں علامہ نے پھر مکتوب حضرت محمدؐ پر استدلال فرمایا ہے اور اسی افضیلت مقاصد کی کوشاش ذریمی ہے۔ حضرت محمدؐ کے اس مکتوب میں جناب امیر کے ارشادات کی طرف اشارہ ہے اور حضرت محمدؐ نے استدلال کی نوعیت پر تام کی کہ پھر نکل جذاب امیر سے (یاد جو حضرت فاطمہ و مناقب) خود حضرات شیخین کی نفیت کے متعلق اتوال مخقول ہیں

اس لئے یہ لازمی نتیجہ لکھا ہے کہ حضرات شیخین کو جناب امیر پر اختیالت حاصل تھی۔ اس استدلال کے متعلق میں اس سے صفحہ ۲۵ کی تقدیم کے مسلسل میں مفصل طور پر بحث کر چکا ہوں۔ یہاں صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ اگر حضرات شیخین سے جناب امیر کے متعلق اقوال مقولہ نہ ہوتے تو البتہ اس نوع کا استدلال کوئی قسمی تبیہ دے سکتا تھا مگر ان حضرات کے ارشادات کی موجودگی میں بعض جناب امیر کے ارشادات پر کسی قطعی نتیجہ کیلئے استدلال کرنا منظہم اور انصاف نہیں ہو سکتا۔

صفحہ ۳۵ پر علامہ نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو وحید من کذب علی معمدنا اللخ سے اس طرح پر فرمایا ہے کہ بے اختیار طبیعت پرور اٹھی چانپ کھکھے ہیں "مولانا زمرہ علامے ہیں یقیناً گناہ کبیرہ سمجھتے ہوں گے اور اس کتاب کو لکھتے وقت سلم اور رخاری کی چھان بھی کر چکے ہیں من کذب علی معمدنا اللخ کی وحید کیسے کہوں کہ آپ نے نہ کبھی ہو گئی یا معنی نہ سمجھے ہوں گے آئیے کہ میں آپ کو حسب وحدہ وہ ثبوت جات و مکاواں جہاں ایسا کذب صرخ اور بہتان ظیہم موجود ہے جس کی تاویل میں اگر حضرت علام اپنے اس مسلسل کی بیقری پائیجی جلدیں اسی کیلئے وقف کروں تو بھی جمدهہ برآ جائیں ہو۔ سمجھے آئے چل کر اسی کذب صرخ اور بہتان ظیہم کی مثال میں صفحہ ۳۵ سے ۳۶ تک گہر افہامی فرمائی ہے اور احسن الاتخاب صفحہ ۱۳۰ کی عبارت کو اپنی تاویل میں پیش فرمایا ہے قتل اس کے کہ میں علامہ سے یہ پوچھوں کہ وہ اس حدیث کا مطلب ہی کبھی یا نہیں میں ناظریں کے سامنے واقعہ کو تمام و کمال پیش کرو یا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین اس بات کا قبول کر سکیں کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو اس وحید کے تحت میں اسے کی کوشش کس حدیث کا راستی پوچھی ہے۔

حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے صفحہ ۱۳۰ سے آیات دربارہ فضائل الہمیہ شروع کی ہیں اور ص ۱۳۰ پر آیت دوازدھم آیت مجہت کے تحت میں آیات (و بیطھمون المطاعم) علی حبہ مسکیناً و بیتماً و اسیراً کو درج فرمایا ہے اور اس کے متعلق آئوں تے اس بات کی تاویل میں کہ یہ آیات حضرات الہمیہ کی شان میں ہے حسب ذیل اسناد پیش فرمائی ہیں۔

(۱) علامہ واحدی (۲) سعید ادن جیر (۳) حسن (۴) قادہ (۵) تفسیر کتاب
 عالمہ زکری (۶) امام بخاری (۷) تفسیر حسین ماضیں واعظات کا شلن۔

جس عمارت پر علامہ کو اعتماد ہے وہ حسب ذیل ہے "ایام بخاری نے بھی اپنی صحیح
 میں اس تقصی کو جناب امیر کے مناقب میں لکھا ہے۔ صحیح بخاری میں چونکہ یہ واقعہ موجود ہیں اس
 لئے علامہ نے فوراً حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو اس وعید کا مستوجب تکمیر اور علامہ یہ بھول گئے
 کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے اپنی تحریر کی تائید ملا وہ بخاری کے اور پانچ مندوں سے بھی کی
 ہے۔ قبل اس کے کہ علامہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو اس وعید کا مستوجب تکمیر ان کی لئے
 یہ بھی لا اڑی تھا کہ وہ بتیس پانچ مندوں کے متعلق بھی یہ طرفہ دستیتے کہ ان میں بھی یہ واقعہ موجود
 ہے۔ صرف صحیح بخاری میں اس واقعہ کا موجود ہوتا حضرت مؤلف احسن الاتخاب کی تکمیر
 کیلئے کافی نہ تھا اس لئے کہ حدیث کہ من کلدب الخ کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جن کو
 وضاحت کیا تھی حدیث کا خطاب دیا جاتا ہے اگر کوئی شخص کسی بحث کے متعلق دو چار مندوں میں
 کرسٹے تو اس میں ایک مانندیں واقع کا نہ لانا مخصوص ہونے کی دلیل نہیں ہوتی بلکہ خیال ہوتا ہے کہ
 غالباً یہ طبقی کتابت یا طباعت کی وجہ سے واقع ہو گئی ہے یعنی یہی صورت ہے جہاں بھی واقع ہوئی۔
 حضرت مؤلف احسن الاتخاب کا مانند بخاری کے حوالہ کی جیائے خلاف ارشدین صفحہ ۳۱۲ مصطفیٰ
 مولوی حامی میمن الدین ندوی ہے کتابت کی طبقی سے مانند درج ہونے سے رہ گیا اگر مانند درج
 ہو گیا ہوتا تو شاید علامہ مولوی میمن الدین ندوی کے متعلق یہ کہنے پر تیار ہوتے کہ وہ اس وعید کے
 تحت میں آ جائے ہیں میں صفحہ ۳۱۲ خلافتے راشدین اگر علامہ بلا خطا فرمائیں گے تو انہیں فتح نوت میں
 بخاری کتاب المذاقب باب مذاقب طبلی لکھا ہوا نظر آ جائے گا اس کی بحکایت اگر علامہ کریں کہ خلافتے
 راشدین میں یہ حوالہ کیوں قابل درج ہوا تو اس کی ذمہ داری بھی مطلع کے سر ہے اسلئے کہ مسروہ
 خلافتے راشدین میں حوالہ ریاض المذکور کا درج ہے یہ صرف کتابت کی طبقی تھی کہ یہاں بخاری
 چھپ گیا علامہ اگر چاہیں تو خود مولوی میمن الدین ندوی یا مولیٰ سعید علی صاحب سے بھی دریافت
 کر سکتے ہیں۔ رہایہ امر کہ خلافتے راشدین کی تحریر پر کیوں اعتماد کیا گیا اس کے متعلق صرف اتنا
 مرض کروں گا کہ چونکہ دار المصنفین کی مؤلفہ مطبوعہ کتابیں محنت کی حیثیت سے اس

پایہ کی ہوتی ہیں کہ ان پر استدال کیا جائے اس لئے حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے خلافِ راشدین پر استدال کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ اس بات کو علامہ بھی تسلیم کر لیں گے کہ اگر مؤلف یا صحف کے متعلق تین کانقین ہر تو اس کی کتابوں پر بلا اعتمان مأخذات استدال کیا جاتا ہے مولوی شلی کو لوگ متین کو رخ سمجھتے ہیں اور اس حدیث سے برادر الفاروق اور سیدۃ النبیؐ کے حوالہ سے کتابوں میں مضمون لکھتے جاتے ہیں۔ اگر اس طرح کوئی عبارت مأخذ کے متعلق سیرۃ انبیٰ میں ملکطہ ہو جائے تو اس سے مولوی شلی یا ان کی کتاب سے نقل کر بخواہ کو وضاحت کا نقشہ دیا صریحی بہتان ہے۔ علماء میں اگر کچھ بھی بہت تھی تو ان کو چاہئے حقاً کہ اعتراض نفسِ حضور پر کرتے کہیں ان ترکیبوں سے کسی فحص کے دامن پر وہم آیا کرتا ہے قسمِ مضمون پر تو تعمید کرنے کی بہت نہ پڑی بھی کتابت کی غلطی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر راتی کو پیارا ہنا یعنیکے لئے تیار ہو گئے۔

ص ۳۶ سطر ۲ سے ص ۳۷ سطر ۸ تک علامہ نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر ایک بھی درجہ اعتراض فرمایا ہے اور اس اعتراض کو قیم بدلنے کیلئے اپنے نزدیک بہت کچھ مواد منقولی و محققی ان صفات میں فراہم کیا ہے صرف یہ کہ دینا کہ علامہ اس اعتراض میں بھی عامینا نہ وہ فیانہ روشن کے تھی رہے ہیں ان کے لئے کافی نہ ہوگا اس لئے میں اس اعتراض کی حقیقت کو تفصیل یا ان کرنا مناسب سمجھتا ہوں اعتراض صحیح مسلم کے ایک حدیث کے ترجمہ کے متعلق ہے جس کو حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے آخر صفحے ۱۲ اور اول ص ۱۲۸ میں یہ این الفاظ لکھا ہے ”صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔ میں تم میں دو بڑی چیزیں جھوڑے چاہتا ہوں ان میں بھلی چیز خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت و فور ہے پس اللہ کی کتاب کو خاصے رہا اور اس کو مخفیط بکڑا اور دوسروی چیز تیرے بالصوب ہیں میں تم کو الجیعت کے پارہ میں خدا کو یاد لاتا ہوں اس جملہ کو دوبارہ فرمایا۔“

چوں کہ علامہ کا اعتراض ترجمہ کے متعلق ہے جس کی صحت عدم صحبت پر کوئی رائے اس وقت تک قائم نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اصل عبارت سامنے موجود ہو اس لئے میں حدیث کا دہ جزو جس کے ترجمہ کے متعلق علامہ کا اعتراض ہے ناظرین کے سامنے پیش کئے دیا ہوں اور اس

سے کے بعد اس حدیث کا ترجمہ اور مفہوم جو اور لوگوں نے لکھا ہے وہ پیش کروں گا اور اس کے بعد اس امر کو ثابت کرنیکے لئے کہ نظریں سے مرادِ حقیقی کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ چیز ان حضرت کے احوال کو پیش کروں گا جن پر علامہ نے اپنی تصنیف کے مشتمل مباحث میں استدلال کرنا چاہیے سمجھا ہے۔

”وَ إِنِّي تَارِكٌ فِيْكُمُ الظَّلَامَوْنَ أَوْلَهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيْهِ الْهُدَىٰ وَ النُّورُ
فَهُدُوْلُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَ رَغْبَةٍ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَ اهْلُ بَيْتِ اذْكُرْ كِمُ اللَّهُ فِي
اهْلِ بَيْتٍ اذْكُرْ كِمُ اللَّهُ فِيْهِ اهْلُ بَيْتٍ“

یہاں پر مناسب یہ ہے کہ ناظرین کے سامنے وہ ترجمہ بھی آجائے جو علامہ نے اس حدیث کا فرمایا ہے فرماتے ہیں ”کشم میں دو زندی چیزوں چھوڑے جاتا ہوں پہلی چیز ان دونوں میں کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت و نور ہے لہذا کتاب پر عمل کرو اور اس کو خوب محفوظ رکھ رہو گے آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی تحریک و ترغیب دی اس کے بعد فرمایا اور میرے ہدایت ہیں میں تم کو اپنے ہدایت کے تعلق خدا کو یاد کر لاجا ہوں۔“

علامہ حضرت مولف احسان الاتکاب پر وہ اعتراض فرمادیا ہے مگر خود اپنے ترجیح کے تعلق کیا کہتے ہیں جس کے الفاظ خود اس امر کی شہادت دے رہے ہیں اس کا اس حدیث میں دوسرا نقلِ ہدایت علی ہیں۔

کیا علامہ کے ندویک اور کے لفظ کو بھائے دوسری چیز کے رکھ دینے سے مطمئن میں فرق ہے اس وجہا ہے علامہ تو اردو زبان میں کافی دستگار رکھنے کے مدعا ہیں میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ”ڈا“ اور ”اور“ اردو زبان میں کس موقع پر استعمال ہوتے ہیں۔ کیا خود علامہ کے ترجمہ سے باہد جو دو اور کے لفظ کے کھلا ہوا مفہوم یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس حدیث میں دوسری لفظی طور پر ہدایت ہیں اور اگر کوئی شخص بھائے اور کے دوسری چیز کا لفظ استعمال کرے تو حقیقتاً آخر یہ فکار میں کہا جاسکتا ہے اس امر کا مفہوم کھلا ہوا ہو تو منجم کو قطبی اختیار اس امر کا ہوتا ہے کہ چاہے ترجمہ میں اور کا لفظ استعمال کرے چاہے دوسری چیز یا دوسرے امر کے لفظ سے کام کالائے ترجمہ میں دوسری چیز کے لفظ استعمال کرنیکے لئے یہ قطبی ضروری نہیں کہ اصل عمارت میں شامل ہم کے لفظ

موجودہ ہوں۔ علامہ نے اسقدر جانشنازی و مفت ناظر کی حضرت مؤلف احسن الاتخاب یہ ہرگز نہ کہتے کہ مسلم کے نسب میں لفظ تائنا نکھما موجود ہے۔ علامہ مسلم کی اس حدیث کے متعلق تو حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو تحریف کا مجرم نامہ راتے ہیں اور وجہ اس کی یہ قرار دیتے ہیں کہ تحریف اس مقدمہ سے کی گئی ہے کہ متعلق ٹھانیہ البیت کو ثابت کیا جائے گرہ علامہ نے احسن الاتخاب کی بیانیہ احادیث پر پردہ ذاتی کی کیوں کوشش کی ان کے ترجیح میں اور کے لفظ کے استعمال سے بھی علامہ اپنے موافق طلب نہیں کیا بلکہ یہ تائید کیلیے ہے کہ انسان کے ہر فعل کی کوئی غایبی و عملت ہوا کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ فعل اس سے سرزد ہوتا ہے اگر اور احادیث انکی موجودت ہو تو یہ تو جن سے کھلاہوا شہدت اس امر کا ہو سکے کہ مسلم کی اس حدیث میں بھی قلمبین سے مراد کتاب اللہ والبیت ہیں تو علامہ کا یہ اعتراض کچھ و وقت رکھتا اور میں یہ سمجھتا کہ تیرتھی اس خاص مقدمہ سے کی گئی ہے مگر اسی صورت میں کہ مؤلف صاحب کے پاس اور کس معتبرہ کی سند میں ضرورت سے زائد اسی موجود تھیں کہ جس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو سکتا تھا پھر کسی ہیز نے علامہ کے نزد یہ کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو اس بیان کر تحریف پر مجور کیا۔ اگر بفرش عالی اس حدیث مسلم کے الفاظ ایسے کہ جن سے قطعاً حضرت مؤلف احسن الاتخاب کے ترجیح کی تائید ہے تو نکلی یہ بھی کیا علامہ کے نزد یہ اگر اور معتبر احادیث سے یہ ثابت ہو سکتا کہ قلمبین سے مراد کتاب اللہ اور البیت ہیں تو صرف مسلم کی حدیث میں اس مضمون کے شہ ہونے سے ان احادیث سے ہو جا۔ مطلب پیدا ہوتا وہ نظر انداز کر دینے کے قابل ہو جائے حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے اس امر کے ثبوت میں میں حدیثیں مختلف کتابوں کی بیش کی ہیں جن میں سے تمی مذہبیں ترمذی کی ایک نمائی کی چار طوراتی کی اور چار مندرجہ امام احمد کی ہیں۔ کیا علامہ کے نزد یہ کہ کتابیں پایہ اقتدار سے ساقط ہیں کہ جس کی وجہ سے ان کی احادیث پر استدلال جائز نہیں۔ اگر واقعی پایہ امر تھا کہ تو پھر علامہ نے ان کتابوں پر فصل الخطاب میں کیوں استدلال جائز رکھا۔ کیا علامہ کیلئے ان کتابوں پر استدلال جائز اور وہ سزا کیلئے ناجائز ہے علامہ نے حضرت مؤلف احسن الاتخاب کو تحریف کا مجرم تو قرار دیا یا مگر ان حضرات کے متعلق کیا کہتے ہیں کہ جنہوں نے ان سے قبل اس حدیث کے ترجیح اور مضمون میں البیت اطباء کو درست قتل قرار دیا ہے اور اسی طرح کے الفاظ لکھے ہیں علامہ بھی اس بات پر غور

تک کرتے کہ آنکہ پر خاک ذاتے سے ہمیشہ خاک ذاتے والے کے منہ پر پڑا کرتی ہے اب یہ بات دوسری ہے کہ علامہ اس خاک پڑنے سے یہ سمجھتے ہوں کہ اس سے ان میں اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔

میں باظیرین کے سامنے کچھ مثالیں ایسے رسموں کے قیل کرو دیا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ بااظیرین علامہ کی للہیت اور حقائیت کا اندازہ کر سکیں اور ان کے بھائیں یا امراء جائے کہ اسی قسم کی تحریرات پر علامہ محبت اللہ صلیم اور محبت البہوت الطہار ہو ٹکے مدی ہیں۔

امام نوری شارح صحیح مسلم سے علامہ بھی واقف ہوں اور ان کو لاکن استدلال بھی سمجھتے ہیں (ملاحظہ ہوں ۵۳) کیا علامہ نے وہ شرح مکاہظتیں فرمائی کہ جو امام نوری نے اس حدیث مسلم کی کی ہے یا بعد مکاہظت ان کے قول کو بھی میں برقراریق بھجو کر دیا گئے سے لکھ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو نام قویدی اس حدیث کی شرح میں جلد اس ۲۶۹ میں لکھتے ہیں:

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا نازک آنحضرت نے فرمایا میں تم میں دو گرفتار فیکم التقلین فذ کر کتاب اللہ و اہل (شقیل) چیزیں چھوڑنے والا ہوں اور ذکر بیتہ قال العلماء سبیا بعظامها و کبر کیا کتاب اللہ اور الہیت کو علماء کا قول ہے کہ ان دونوں کا نام تقلین یوجдан دونوں کی عظمت اور بلندی شان کے دروازہ شانہما

مولوی محمد سعین سندی شرح حدیث تقلین مردی مسلم میں لکھتے ہیں۔

”انتی نازک فیکم التقلین فان النبی اللہ میں تم میں دو گرفتار چیزیں چھوڑتا ہوں تو آنحضرت نے اپنے بعد حق و سنت پر قیام کی وصیت فرمائی اور اس مت میں انہیں گرفتار چیزوں کو چھوڑ اور دونوں کے تعلق اس لئے وصیت فرمائی کہ وہ دونوں ارشاد و بیانیت میں آپ کے بعد آپ کے قائم مقام ہیں بلکہ آنحضرت کے اسی ارشاد سے جس طرح خلیفت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بالقیام علی الحق والمسنة فترك التقلین فیہما و الوصیة لها ليس الا لكونهما خلیفتان منه صلی اللہ علیہ وسلم فی الارشاد الى ذلك فنظرا له كما وقع التصریہ بالتمکن بكتاب الله فلکلما

تمسک پر کتاب اللہ کی تصریح ہوتی ہے اسی طرح تمسک پر اس بیت کی بھی تصریح ہوتی ہے کیوں کہ آپ کے ارشاد اہلیتی سے لفظ اول ہمہ پر لفظ نانیہمہ عطف مقدمہ کجا جاتا ہے کتاب اللہ پر اس کا عطف مجھ نہیں اسلئے کروٹی دلوں اول میں یاد کرتا ہی کے تو ہم نے آپ کے ارشاد اذکر کرم اللہ کے تین بار فرمائے سے اہلیت کے ساتھ تصریک کئے جانے اور ان کے احوال اور احوال اور احکام اور توجہب کے خلاف نہ کرنے پر توجہ نکالا ہے اور اگر یہ کتاب اللہ پر بھی عطف کیجا جائے تو توجہ اول اس کا ثانی الامرین ہوا بھی کیجا جائے گا جس طرح کہ تمسک بالقرآن ہے اسی طرح تمسک پر اہلیت کی بھی تصریح ہے اور بھی خاہیر کلام سے معلوم ہوتا ہے لیکن ہم نے کچھ کے مطابق لفظ حدیث مسلم کی تفسیر کی۔

المراد بالتمسک باہل الیت اذ کان قوله و اهل بيته عطفاً على اولها به تقدير للخط ثالثهما بقربيه القرین او فيه من غير تقدير ولا صحجه بعطفه على كتاب الله للزوم كونهما اولين و عدم ذكر الثاني راساً فحملنا قوله الا ذكركم اللہ على مبالغة اتعلمت فيه على التذكير بالتمسک بهم و الروع عن عدم الاعتداد بالقول لهم و اعمالهم و احوالهم و نفيا لهم و عدم لازم بعلوهم و ان كان عطفاً على بكتاب الله في قوله فتمسکوا بكتاب الله و هو القريب الظاهر من الرجده الاول و بهم كونه ثانى اعرين من الامر بالتمسک كالاول كان التصریح بالتمسک بهم في حديث مسلم هذا كالتمسک بالقرآن كالاول و هذا كله في لفظ هذا الحديث بناء على ظاهر الكلام فانتظرنا للخط في هذا الحديث يفسر حديث مسلم على ما فہمنا (دراسۃ اللتب ص ۲۰۳)

مولوی وحید اثرمان خان نے بھی اس حدیث کا ترجیح کیا ہے بھی لاحظ طلب ہے ”میں تم میں دو بڑی چیزیں پھوڑے جاتا ہوں پہلی تو اللہ کی کتاب ہے اس میں پڑا ہت اور دوسرے تو اللہ کی کتاب کو

تمامے رہوادار اس کو منحیط پکڑے رہو غرض کر آپ نے رمہت ولائی اللہ کی کتاب کی طرف پھر فرمایا
دوسری چیز بھرے بلیت ہیں میں خدا کو یاد لانا ہوں تم کو اپنے بلیت کے باب میں " (علم در ملک ۳۴ جلد ۲) ^(۲)
امام تو روی کا قول مولوی محمد محسن سندی کی عبارت اور مولوی وحید الدین خان کا ترجیح میں
لے اور پرچیش کیا ہے اس سے ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس حدیث سلم کا جو ترجیح
حضرت مولف احسن الاتخاذ کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور علماء نے کھرا پتہ انسانیت سے اس کی وجہ
تفصیل فرمائی کی کوشش کی ہے۔

اب میں ناظرین کے سامنے اس امر کو بھی ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ علماء کرام کا مسئلہ اس
معالمہ میں کیا ہے اور وہ بھی حضرت مولف احسن الاتخاذ کی طرح بلیت کو دوسرا تقلیل کیجئے ہیں یا
تہیں اسلئے کہ اگر علماء کے نزدیک بھی قتل ہائی سے مراد بلیت ہیں تو پھر حضرت مولف احسن
الاتخاذ کے ترجیح سے دوسری چیز بلیت ہیں "حدیث معانی و مفہوم میں کوئی تحریر یہ اپنیں ہوتا۔
علماء کے نزدیک شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کا یا یہ دیانت ایسا ہے کہ انکی
تصانیف پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور اسی بناء پر انکی تصانیف پر علماء نے فعل الخطاب میں استدلال
بھی فرمایا ہے علامہ تحقیرۃ الحجۃ اعینین اور ازالۃ الحقائق کے ان عبارات کے متعلق کیا کہتے ہیں جہاں ان
حضرات نے الہیت اظہار کو دوسرا تقلیل مانا ہے میں ان عبارتوں کو پیش کئے وہاں ہوں تا کہ ناظرین
بھی اس امر کا اندازہ کر سکیں کہ کوشش سے بھی علماء ان عبارتوں سے موافق ہیں مطلب کے کوئی
ٹانی سے مراد الہیت ہیں اور کوئی دوسرا مطلب پیوں انہیں کر سکتے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے تو
یہاں تک اس معانی اور مفہوم کو معتبر نہ کرنے کا حکم میں ایک خاص باب (باب اشم) اسی
عنوان سے قائم کیا ہے باب اشم در معاودۃ الفتن شید باطلین" اور اس باب میں رد فعل کے عقائد
کا بطلان آیات کلام اللہ (قتل اول) ابوالا اگر الہیت (قتل ہائی) سے کیا ہے۔ کیا علماء کو تخدی
میں بابہ اشم بھی نظر نہیں ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے باب اشم میں وہ احادیث درج کئے ہیں
جن سے رد فعل خلاصہ بلا فعل نہ کرتے ہیں اور حدیث دوازدہ ہم میں۔ بھی حدیث باین الفاظ
درست فرمائی ہے روایت زید بن ارقم "عن النبي صلی اللہ علیہ و سلم انی تارک فیکم
الثقلین ما ان تمسکم بهما فین تضلوا بعدی احتجتما اعظم من الاخر کتاب اللہ و

عترتی" بحاسة اسکے کریں اس حدیث کا ترجیح خوبصور ترجمہ تحقیق ائمۃ عشرہ سے اس حدیث کا ترجیح لکھ دیا ہوں "نیز سے روایت ہے کہ میں تمہارے پیغمبر میں دو بخاری چیزیں چھوڑتا ہوں اگر ان کو ضریب پکڑا گے ہرگز نہ بخواہیں یہ بحدودہ دنوں ایک درسی سے بزرگتر ہیں یعنی خدا کی کتاب اور میری اولاد (ترجمہ تحریک مولوی عبد الحمید خان صاحب م ۳۲۲) کیا اس کے بعد بھی علامہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ "الظفیرین سے مراد اول کتاب اللہ اور درس سے المردیہ نہیں۔"

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ترۃ الصنیع میں اس حدیث کو حسن الفاظ میں لکھا ہے وہ

بھی قائل بلا خطا ہے

و عن زيد بن اورقم قال قال رسول الله
آنحضرت نے فرمایا تم میں دو ایک بڑی چیزیں
صلعم اتنی تارک فیکم الظفیرین میں ان
چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک تم ان کو
تمسکم بھما لن تصلوا بعدی احدهما
پکلے رہو گے گراہندہ ہو گے ایک ان میں
اعظم من الاخر کتاب اللہ جبل ممدود
کی درس سے بڑی ہے اور دو کتاب اللہ جبل ممدوہ
من السماء الى الارض و عترتی اهل
ایک رتی کی ہے کہ آسمان سے زمین تک الٹی
ہوئی ہے اور درسی میری عترت یعنی المردیہ
فانظر کیف تخلوفونی فیہما (اعمر جد
شہوں گے بیان کتاب کہ درس سے علیحدہ
پر آئیں میں دیکھوں گا کہ یہرے پاس حوش کوڑ
بعد تم ان سے کیا سوال کر تے ہو۔

اسی حدیث کو حضرت مولف احسن الاتخاب نے ص ۱۳۸ پر لکھا ہے ازانۃ الفتاوی میں بھی شاہ صاحب
نے اسی حدیث کو اقل فرمایا ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

کافی قد دعیت فاصبیت اتنی قد تركت
تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑتا ہوں ایک ان
کتاب اللہ و عترتی فانظر کیف تخلوفونی
اور (درسے) میرے المردیہ ہیں پس میں

فرمایا میں بالا گیا ہوں اور عنتریب جاندے الہوں
فیکم الظفیرین احلہما اکبر من الاخر
کتاب اللہ و عترتی فانظر کیف تخلوفونی
فیہما فانہما لن یغرقا حتی یوردا علی

دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح
کام عاملہ کرتے ہو اور وہ ایک دوسرے سے
کبھی جدا نہ ہوں گے بیہان تک کہ حوض
کو شوپ پائیں گے۔

التحویل (ص ۲۵۹)۔

علامہ سے ہماری یہ استدعا ہے کہ وہ کوشش کر کے ان احادیث کے ترجیح میں بھی کوئی ایک ایجاد فرمائیں کہ جس سے اس امر کی تردید ہو سکے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک دوسرے غسل سے مراد بالعین نہیں جب یہ امر علماء کے نزدیک سلسلہ ہے کہ حدیث تقلین میں دوسری غسل سے مراد ایالت اطہار ہیں تو کسی شخص کا عبارت میں "دوسری حیثیت" کے الفاظ کو استعمال کرنا کس حیثیت سے راجح ہے تجاوز کرنا کہا جاسکتا ہے کہ کیا علامہ کی یہ یہ سود کوشش کر اس حدیث سے فضیلت الہمتو ٹابت نہ ہو سکے ان کے نزدیک محبت الہمتو کی دلیل ہے کیا علامہ کو اور حدیثوں کا تجزیہ جرایی بحث کے ماتحت احسن الاتخاب میں درج ہے یہ قصہ بصارت و کوئا نظری و تھہیب و کھلائی نہیں دیا۔ کیا ان کے نزدیک اسی کو ایمانداری اور دیانت سمجھتے ہیں کہ اس طرح کی افتراوے سے احسن الاتخاب کے خلاف نہیں تکریب کی جائے اور حرام میں ایک ٹوڑش اور بیجان بیجا کرنے کی کوشش کی جائے علماء دوسرے کے متعلق تو بہت سچھ تکریبہ الفاظ بدلادب استعمال کیا کرتے ہیں کیا علامہ اس کے سچھ نہیں کہ ان کی اس حیثیت کی تحریر کے بعد ان کو بھی اسی طرح کے بندہ اس سے زائد تکریبہ الفاظ سے یاد کیا چاہئے۔ تہذیب کا خیال واضح نہ ہوتا تو میں علامہ کو اس امر کا ثبوت دیتا کہ تکریبہ الفاظ علامہ کے سوا اور لوگ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

ص ۳۷ سے ۳۹ تک علامہ نے ہماری اور آپ کی زحمت چنانیکے لئے مسلم کی وہ حدیث صحیح ترجیح بھی درج کر دی ہے کہ جس کے ترجیح میں بقول علامہ افتراوے سے کام لیا گیا ہے اور ص ۳۹ میں اس حدیث کے ختم کے بعد یوں گہرائی فرمائی ہے "ما ظریف ملاحظہ فرمائیں کہ سچھ مسلم کی اس روایت میں دوچیزوں نے اصل حقیقت کا سارا غلطیا ہے اور یہ کہ کتاب اللہ کے ساتھ اولهمم کا الفاظ موجود ہے تکریبہ الفاظ نقل مصنف علام ثابیہما کا نہیں ہے" معلوم نہیں کہ احسن الاتخاب میں کہاں پر حضرت مولف نے مسلم کی اس حدیث کو تفسیر فرمایا ہے جس کی طرف ملامت نے

بخلاف فعل حضرت مسیح کے الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے مطبوعہ کتاب کی بہت ورق کردانی کی صورت میں سطر سطر کو بغور پڑھا مگر مسلم کی اس حدیث کی نقل کہیں نظر نہ آئی ہاں یہ بات درستی ہے کہ حضرت مولف نے خصوصیت مصاہیرت کو جانپنے کیلئے علامہ کے پاس کتاب کا کوئی خاص لمحہ نہیں بیٹھا ہوا کہ جس میں یہ حدیث مسلم کی نقل کی ہو۔ اگر یہ معاملہ ہے تو علامہ کو اسے صاف کر دینا چاہئے تماشی میں شرم کا ہے کی ہماری رسائی تو صرف مطبوعہ شخصوں تک ہے جہاں سوائے ترجیح کے اس حدیث مسلم کی نقل موجود ہیں یا علامہ کے نزدیک ترجیح کو نقل کیا جاتا ہے "وہم یہ کہ کتاب اللہ کے ساتھ ہدی اور نور کا لفظ موجود ہے اور اسکے ساتھ اخذ و تمکن عمل کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی ترغیب و تحریک قرآنی گئی ہے مگر الحدیث کے لئے یہ کوئی بات نہیں بلکہ "اذکرم اللہ فی اہلیتی" "جس میں ان کے حقوق کی رعایت کی ہو کریدے ہے اور بس۔

اوپر جو عبارت نقل کی گئی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو اس روایت میں دو چیزوں نے اصل حقیقت کا سارا غیر دیا ہے لمبا یہ دو چیزوں میں ملحدہ علیحدہ ماظرین کے سامنے میں کی جاتی ہیں جہاں تک علامہ کی عبارت کے جزو اول کا تعلق ہے اس کے تعلق تو صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ علامہ دوسروں سے تو صرفی و خوبی تو احمد کی پاندی کے بہت سختی رہا کرتے ہیں مگر جب خود ان کے لئے عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو تمام صرفی و خوبی تو احمد بیکار محض سمجھ کر مکفر ادیے جاتے ہیں۔ کیا علامہ سنتے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ حروف عاشر کا عبارت پر کیا اثر ہوا کرتا ہے یہ مرے کہنے کو تباہی علامہ سنتے کیلئے تیار نہ ہوں اسلئے میں پھر علامہ کی توجیہ مولوی محمد میمن مندی کی تحریر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جس کو میں اوپر بھی لکھ کچا ہوں اس کا ترجیح میں پھر محض علامہ کی خاطر سے یہاں لکھتے دیتا ہوں علامہ نے اگر کچھ بخشی سے کام نہ لیا تو ان دلوں چیزوں کی حقیقت اسی ایک تحریر سے ان کی خود بھیں آ جائیں۔

"ا) حضرت" کے ارشاد سے جس طرح "تمسک بکتاب اللہ" کی نصرت ہوئی ہے اسی طرح تمسک بـ"الہیت" کی بھی کیوں کہ آپ کے ارشاد "اہلیتی" سے لفظ "اولهمما" پر "لناقیہما" مخطوط مقدار سمجھا جاتا ہے کتاب اللہ پر اس کا عطف صحیح نہیں لفظ "اذکرم اللہ" سے تمسک پر تائید ہوتی ہے اور الحدیث کے

اقوال واعمال واحکام سے اخذ کرنیکی تذکرہ بھی جاتی ہے اور اگر یہ کتاب اللہ پر بھی عطف سمجھا جائے تو بیچ لفظ اول کے اس کاٹائی الامرین یوتا بھی سمجھا جائے گا جس طرح کہ تم سک بالقرآن ہے اور یہی ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ ”دراسۃ اللیب مطبوعہ لاہور میں ۱۹۰۲ء“

شایعہ علامہ اس امریکی شاگرد کریں کہ میں نے بحث کی اس جزو میں شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے اتوال پیش نہیں کئے ہیں لیے ان کی تسلیم خاطر کیلئے قرآن مجید اور تحدداً شانہ عشرتی کی عبارت بھی ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت سے خود علامہ کی حیثیت پر جو روشنی پڑتی ہے اس کے حقیقی مضمون کا فصلہ بھی ناظرین ہی پر پھوڑتا ہوں۔

جیسا کہ میں اس سے قبل لکھ چکا ہوں شاہ عبد العزیز صاحب نے تھنڈیں علاوہ باب ہفتم کی
بکثرت اس حدیث تلقین پر استدلال فرمایا ہے صرف دو عیار تھیں تھنڈی کی پیش کی جاتی ہیں جو بحث
کے اس جزو کیلئے کافی ہوں گی کیونکہ ہزار وہجم میں شاہ عبد العزیز صاحب نے اس حدیث تلقین کو
درج فرمایا ہے اور اس کے تعلق لکھتے ہیں۔

حدیث تخلیت اپنی تارک فیکم التقليدین
میں بھی اشارہ اُسی طریقوں ارشاد سے
ہے کس واسطے کہ کتاب اللہ واسطے تاہر
تعیم شریعت کی کافی ہے اور علم اخت اور
امول جن کا تحفظ موقوفہ اور حکم سے ہے
فہم شریعت کی امداد کو بہت ہی کسی امام کی
ارشاد کی حاجت نہیں اور جو کچھ حجاج پر
تعیم امام ہے ہار کیاں سلوک طریقت کی
جیں کہ ظاہر کتاب اللہ سے سمجھیں جائیں
حضرات ائمہ نے بھی ان اشارات کو سمجھو

کرباگ توہیہ کی اس امر ضروری کی طرف بعین امر ضروری ساخته اند.

بیہری ہے (ترجمہ تحدیث ۱۲۷)

اس کے بعد شاہ صاحب باب چہارم کے تہذیب الباب کے ختم فائدہ اخیری میں لکھتے ہیں۔

باید دانست کہ بالاتفاق شیعہ و سنی این حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمود:

انی نازک فیکم النقلین ما ان لم يكست بهما لن تصلوا بعدي احدهما اعظم من الآخر كتاب الله و عترتي اهل بيتي

پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی

و احکام شرعی مارا یغمیر حوالہ یا بن

دو ہیز عظیم القدر فرمود است پس

مذهبی کہ مخالفت این باشد در امور

شرعیہ عقیدہ و عسلأً باطل و نا معین

است و ہر کہ انکار این دو بزرگ نماید

کمراہ و خارج از دین است الخ

شیعی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقدمات

دینی اور احکام شرعی میں ہم کو توہیر نے خواہ

ان دلوں (کتاب الشادور واللبریت) عظیم القدر

بیرون کافر نہیا ہے اس لئے وہ دہب کروان

دلوں کے خالف ہو شرعی امور میں عقیدہ

و عسلأً باطل ہے اور جو کوئی انکار ان دلوں

بزرگ بیرون کا کرے گراہ و خارج از دین

ہے (ترجمہ تحدیث شریم مولوی عبدالعزیز خان ۱۲۷)

شاہ عبد العزیز صاحب کا جواب شادوں نے اور فضل کیا ہے اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث

نکھلین کا مکفر گراہ اور خارج از دین سے۔ کیا علامہ کے نزد یہ اس امر سے انکار کر نکھلین میں سے

ایک قتل سے مراد ہمیں حدیث نکھلین سے انکار کا مشترک ہیں۔ کیا علامہ کے نزد یہ اب کوئی

اور ترجیح اس حدیث کا ایسا نکن ہے کہ جس کے ذریعے سے علامہ شاہ عبد العزیز صاحب کی اس

عمارت کی زد سے محفوظ رہ سکیں گے۔ میں اس امر کا فیصلہ خود علامہ اور ناظرین کرام پر چھوڑتا ہوں

کہ اگر یہ ارشاد شاہ عبدالعزیز صاحب کا چیز مانا جائے تو علامہ کے عقائد کی اور تحریر کی کیا حیثیت ہوتی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کے ارشادات اس حدیث کے متعلق میں اس بحث میں آگے چل کر پیش کروں گا۔ جن دو چیزوں سے علامہ کو اصل حقیقت کا سراغ لاتا ہا اس کی حیثیت تو ناظرین کے سامنے آپکی اب یہ دیکھنا ہے اس سے آگے بڑھ کر علامہ کی خیر مانتے ہیں۔

صفحہ ۲۰ پر علامہ نے تجویز کیتیں اور سراغ رسانی درج فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔ لہذا تم اس تجویز پر یہو چیز ہیں کہ آخر حضرت نے جو اپنی امت میں تھیں یعنی دو گرفتار چیزوں کے چھوڑ جانے کے متعلق فرمایا ہے اس میں سبھی چیزوں تو قرآن ہے گرد و سری چیز الہمیت نہیں ہیں ورنہ جس طرح قرآن کیلئے انہمہما کا لفظ ہے ان کیلئے ثانیہما کا بھی لفظ ہوتا اور جس طرح قرآن کو ہدی اور نور فرمائے اس کے ساتھ اخذ و تمسک کا گھم دیا ہی طرح بیٹھت کیلئے بھی ہوتا۔ علامہ نے جو تجویز کہ اس عبارت میں پیش کیا ہے اس کی حیثیت تو ناظرین کو مولوی محمد عین بن مندی اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریر سے تجویز حکوم ہوتی ہو گئی ”علماء کے نزدیک الہمیت اہلہ بار کی حاجت امت کیلئے ایسی ضروری ہے کہ جن کا مکر سلطان نہیں رہ جاتا“ (قاعدۃ اخیری تحریر) اس لئے میں اس سے زائد تصریح اب فتحی اوقات کی گھٹاں ہوں۔

ہاں اس سلسلہ میں علامہ کی تجویز ایک امر کی طرف میدال کرنا تھا تاہم اس امر کو شاید بھول گئے کہ وہ تصریح اس کمل ہستی کے ارشادات کی کرد ہے ہیں کہ جس پر تمام واقعات عالم جو قیامت تک پیش آئیں گے آئینہ کی طرح کا ہر ہو چکے تھے آخر حضرت صلیم کا اس حدیث میں عزرت فی تشریع الہمیت کے الفاظ سے کریں اصل غایت یعنی تھی کہ علامہ کے ایسے حضرات کے طفظوار اور احاطات کا جواب خود آخر حضرت صلیم کی زبان فیض ترجمان سے امت کے سامنے آجائے۔

صفحہ ۲۰ سطر ۱۷ تا سطر ۲۱ اس صفحہ میں آگے چل کر علامہ نے اپنے اس استدلال کو دو یوں کی عادت سے مذکور فرمائے کی وجہ گوارا فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ”اس دوسری چیز کو ادی نے اس روایت میں بیان نہیں کیا یہ ایک عام عادت راویوں کی ہے کہ جس ضرورت کیلئے حدیث فرماتے ہیں اگر چہ وہ حدیث بڑی ہو گر روایت میں صرف اتنا یعنی حصہ بیان کرتے ہیں جو اس

ضرورت سے تعلق رکھتا ہو باقی کو حذف کر دیتے ہیں۔“
علامی بڑی علایت ہوئی اگر انہوں نے دو ضرورت ہمیں بیان کر دیں کہ جس کی وجہ سے
یہ حدیث بیان کی گئی تاکہ میں بھی علامہ کے اس استدلال کو پکھ قدر کر سکا مگر علامہ نے یخوت ہمیں
فرمایا کہ اگر خود ان کا معیار ہو انہوں نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے صحیح ماذا جائے تو خود ہمیں کی ہیں
کہ وہ حدیث ان کی اس استدلال کی تقویت کو ثابت کرنے کیلئے بہت کافی ہو گی۔ میں علامہ کی توجہ
اٹھیں کی پیش کردہ حدیث کی عبارت کی طرف مہدوں کرنا چاہتا ہوں۔

قال انطلقت الماء و حصنين بين سورة و زید ابن حسان کہتے ہیں کہ میں اور حصین
عمر بن مسلم الى زید بن ارقى فلمما این ببرہ اور عمر ابن سلم بنیون زید ابن ارقی
کے پاس گئے جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے
جلستا الیه قال له حصین لقد لقيت و
عنده حسیناً كثرا رايت و مني الله و
ازيد حسيراً كثرا رايت و مني الله و
سمعت حلبيه و غزوت معه و
صلیت خلفه لقد لقيت يازيد حسيراً
كثيراً حدثنا ما سمعت من رسول الله
صلی الله علیہ وسلم قال بابن اسحی الخ
زید نے فرمایا اے بیرے پتھر جان
جو عبارت کہ میں نے اپر لکھی ہے اس پر اگر ایک سرسری نظر بھی زدنی جائے تو یہ صاف معلوم ہو جاتا
ہے کہ اس حدیث بیان کرنے کی غایب سرف آنحضرت کا ارشاد سننا تھا کسی خاص مسئلہ کے تعلق
حصین بن ببرہ نے زید ابن ارقی سے دریافت نہیں کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ آنحضرت کا ارشاد جیسا
کہ اس مسئلہ کا تعلق تھا۔ زید ابن ارقی نے بیان کر دیا اور بتیہ ارشاد تبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا
ضرورت بھی کر حذف کر دیا۔ جب حصین ابن ببرہ کی فرمائش آنحضرت کے ارشاد سننے کی تھی تو زید
ابن ارقی کیلئے یہ ضرور تھا کہ وہ آنحضرت کا ارشاد تمام و کمال ان تینوں حضرات کے سامنے پیش
کر دیں۔ حدیث کے الفاظ ما سمعت من رسول الله صلی الله علیہ وسلم خود اس امر کو
ثابت کرتے ہیں کہ علامہ کا یہ استدلال کہ اس حدیث میں دوسری تھیز کو زید ابن ارقی نے بیان نہیں

کیا تلقی الفخر ہے۔ ہاں یہ بات دوسری ہے کہ حضرت زید ابن ارقم کی روحا نیت سے علماء کو یہ امر عتلایا ہو کہ رہنگوں نے اسی حدیث میں دوسری قتل کو پیان نہیں کیا ہے علماء کو چاہئے کہ کم از کم اخلاق غور فرمائیا کریں کہ جو کچھ وہ لکھد ہے یہ خود ان کی پیش کردہ احادیث بھی ان کے اس استدلال کی تائید کرتی ہیں یا انہیں اس شہم کی بے سر و پا یا اتنی الکھدیت سے تحریر کی وقعت میں چارچاہنہ نہیں لک جاتے ہیں بلکہ بحمدہ اللہ عالم صنف یا مؤلف کی دماغی مالت کے توازن کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

علامہ نے اسی صفحہ کی سطر ۱/۲۱ میں اپنی رائے کو اس حدیث میں ثقل ہائی حذف کر دیا گیا ہے ایک اور ترکیب سے قوت دینے کی کوشش فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں فقط قم بھی اسکے اجتہاد کی تائید کرتا ہے اس لئے کہ یہ قول علماء تم صرف تراخی کیلئے آتا ہے کسی مسئلہ اور تحلیل کلام کے درمیان میں لفاظ تم ہرگز نہیں آ سکتا علماء نے اپنی تحریر سے جو محنت کتب درسیہ خوبیرو شرح لما جائی کی کی ہے وہ بھی قابل قدر ہے میں تو علماء کے اجتہاد کا قالب ہی ہوں۔ میرے لئے ان کا ارشاد صاحب خوبیرو شرح لما جائی سے ہزار گوتہ زائد و قیع ہے گر تملک ہے کہ ناظرین کے نزد دیکھ علماء کا یہ اجتہاد قابل جمیت نہ ہو اس لئے میں اس مسئلہ کی واقعی حیثیت بخیل کے وجا ہوں اور علماء کو یہ لفظ دلاتا ہوں کہ میں بالکل علماء کی رائے مانے کیلئے تیار ہوں اور صرف علماء کے ارشاد کو باوجو داس کی احتجاجی خامی و تحریک کے ہزار عالم پاٹکل و اخترف کے مقابلہ میں ترجیح دینے کو مستعد ہوں ناظرین کی واقعیت کیلئے صرف خوبیرو شرح لما جائی کی عبارت بخیل کے وجا ہوں۔

(۱) شائز دهم حروف عطف است و آن ده است و او، فاء، شم، حنی، ام،

او، ام، لا، بل، لکن (خوبیرو میں ۲۷ فاتحہ بیان حروف عالمہ) سے صفحہ کے حاشیہ پر

ہے ”شم براہی ترکیب و مہلت“۔

(۲) و الفاء للترکیب ای للجمع مع
الترکیب لغير مهلته و ثم مثلها ای مثل
الفاء فی مطلق الترکیب مفرونه
بعهمته و تراخی (شرح لما جائی م ۳۶۹)

جو عبارتیں اور پر درج ہیں ان سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس حدیث میں تم فاکے معنی میں ہے اور علامہ کاظم کو صرف تراجمی کیلئے مخصوص ہلا نا علامہ کی صریح زیارتی ہے۔ اسی وجہ سے علامہ نووی شارح مسلم و مولوی محمد محسن سندی اور مولوی و میدا الزمان خان نے اس حدیث کی شرح میں تم کے معنی دوسرے کیلئے ہیں ناظرین اگرچا ہیں تو علامہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مکرم اور شرح مل جائی پھر سے پڑھیں مجھ سے طامہ کی خدمت میں یہ گنتا غنی نہ ہوگی۔

علامہ نے حدیث مسلم بیش کی راویوں کی عارضت یا ان کی الفاظ کے استعمال پر روشنی ذہلی مگر یا اس ہر قلب مخدود کو تسلیم نہ ہوئی تو صفحہ ۲۷۳ سے صفحہ ۲۷۲ تک تین حدیثیں حدیث تسلیم کے مقابلہ میں پیش کردیں اب تو کسی شخص میں اس کی محنت نہیں رہی کہ حضرات امامین کی حقیقت و منقبت حدیث تسلیم یا اور کسی حدیث سے ثابت کر سکے۔
ص ۲۷۳ پر جو حدیث علامہ نے پیش کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں
تو رکت فیکم امنین لن لضروا ما	چھوڑی ہیں جب تک کہ تم ان دلوں سے
تمسک کر تے رہو کے کرہ نہ ہو گے دو دو	تمسک بہما کتاب اللہ و سنته رسولہ
چیزیں کیا ہیں اللہ کی کتاب اور رسول کی حدت	

اس کیلئے نذر امام مالک کی مذہباً کو مون کرم بنا یا بے اور اس کو قابلی محنت بنا کیلئے یہ ترکیب اختیار فرمائی کہ اس حدیث کو حدیث مسلم تراویدیں۔ کیا علامہ نے اس حدیث کو خود مذہباً میں طاہظ ہیں فرمایا جس عالمک ائمہ بلطفہ (ع) (محلہ ۲۲۳، جلد ۴) کے القاط موجود ہیں جو صریح اس حدیث کے مرسل ہوئے خلاف ہیں۔ کیا علامہ کو حدیث مسلم کی تحریف معلوم نہیں کہ انہوں نے یہ غلطی فرمائی۔ علامہ دورہ جاتے مقدمہ مذکوہ ہی طاہظ فرمائی تو انکو مسلم کی تحریف معلوم ہو جاتی۔

”و اگر سقوط در آخر سند است بعد از تابعین انرا حدیث مسلم
خواستند و این فعل را ارسال گویند چنانکہ تابعی گویند قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم“ (منہمہ مشکوہ ص ۲ مضبوعد مطبع مصطفانی)

یہ حدیث حنفیہ تاحدیث منقطع معلق ہے جس کی تعریف یہ ہے۔

"کہ اگر بیکی یا زیادہ استاد از اوائل ساقط گردد آنرا حدیث معلق

منقطع گویند" (حدیث مکہہ ۲۳)

اس کو علماء بھی حلیم کر لیں گے کہ حدیث منقطع معلق یوں ہی قائل استاد تھیں ہوتی تھے کہ جب اس کے مقابل میں کوئی حدیث حصل شد تھیں تو اسے موجود نہ ہونا اور بھی اس حدیث منقطع معلق کو منکروں کرتا ہے۔ اگر بحث کیلئے یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ حدیث مرسل بھی ہے تب بھی جمہور علماء کے نزد یہ حدیث مرسل پر استاد کی بجائے توفیق کرتا چاہئے۔

"و حکم مرسل توفیق است نزد جمہور علماء جنابه تو ان دانست کہ

ساقط تھے است یا نہ زیرا کہ روایت تابعی از تابعین بسیار است و در

تابعین نعمہ بودندو غیر نعمہ" (مس ۲۴ مقدمہ مکہہ)

اور اسی بنابر امام شافعی مر اجل کے مجتبیہ ہونے کے قائل ہیں۔

"و مذهب الشافعی لم يست بحجة" (بیزان الاحوال جلد اس ۲۰۲)

امام شافعی کے ذریب میں ہے کہ راکل لاکن استدلال نہیں ہیں۔

علام اس حدیث کو طاکے بعد فرماتے ہیں کہ "اس روایت کو پڑھنے کے بعد وہ مری چیز جمیع مسلم کی روایت میں مخدود و فیض ہے سنت نبوی ہے اور تھلبین کتاب اللہ درشت رسول اللہ ہیں" علماء اس پر تو تیار ہیں کہ اس حدیث منقطع معلق سے مسلم کی روایت کی کمی کو پورا کیا جائے مگر اور احادیث صحیح جن کا خواہ اور پرورج کیا جا چکا ہے جن سے یہ امر صاف ثابت ہوتا ہے کہ تھلبین سے مراد کتاب اللہ اور اہلیت ہیں ان پر استدلال کا خیال بھی علامہ کوئہ آیا۔ ایک ایسے فرض کیلئے جس کا ایمان مجتبی نہیں اکرم صلم و اہلیت اطہار" ہو یہ فرد گذاشت کس قدر حق بجا ہے اس کا فیصلہ ناظرین کرام خود کر لیں۔ کیا علامہ کے بیہاں مجتبی میں بھی ہوتا ہے کہ قوی والاں جو محبوب کے ہو افیق ہوں ان کو حتی الموضع رد کیا جائے اور کمزور و خالق امور کو امکانی تصور ہے ہو تجھائی جائے۔ اس حدیث منقطع پر یہ ہے بخیا دستدلال کرنے کے بعد غالباً ایسا علامہ کو یہ اور اسکے باوجود سو طالام مالک پڑھی تو ان کے اس مرسل حدیث کی حقیقت اسی طرح ناش بھی کہ علامہ کے مقام نہ بنتے گی اس

لئے اپنی اس استدلال کو علامہ نے ص ۳۲ و ۳۳ پر دو اور حدیثوں سے موکد فرمائے کی رسمت گواہ فرمائی اور بحولہ مدد و رک حاکم اس حدیث کی دو طریقوں کو فضل الخطاب میں درج فرمایا کہ اپنے نزدیک اس امر کو تقطیعیات کی حدیک میں خادیجا کر ٹھیک سے مرا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں ناظرین کے سامنے ان دونوں حدیثوں کی صحیحیت کو پیش کئے دیجاتے ہوں تا کہ وہ اس امر کا اندازہ کر سکیں کہ بخوبی اور غیر معتبر رواۃ پر استدلال کرنے میں علامہ کو کیا ملکہ حاصل ہے۔

بھلی حدیث کو علامہ نے ص ۳۴ پر پیش فرمایا ہے کہ حضرت ابن جباس کی طرف مشوب ہے:

انی قد ترکت فیکم ما ان اهصتم میں نے تم میں دو حجیس چھوڑ دی ہیں اگر تم بل قلن تعظلو ابدا کتاب اللہ و سنته بہ ان کو مضبوط کپڑے رہو گے تو بر گز مگرہ شہو گے اللہ کی کتاب اور اسکے نبی کی سنت

اب اس حدیث کے روایات ملاحظہ ہوں (۱) احمد ابن اسحاق (۲) عباس ابن الفضل (۳) اسحیل ابن اویس (۴) اسحیل بن محمد بن افضل شعرانی (۵) افضل شعرانی (۶) ابن ابی اویس (۷) ابن اویس (۸) اثر ابن زید (۹) عکرمه مولیٰ بن جباس (۱۰) ابن عباس۔

(۱) احمد ابن اسحاق {الوصیم} کہتے ہیں کہ لا اقل احتجاج چیزیں کذا ب اب تھے (بیزان جلد ۱ ص ۲۶)

(۲) عباس ابن الفضل {اس نام کے تین شخص ہیں اور تینوں بخوبی (بیزان جلد ۲ ص ۱۸۰)

(۳) اسحیل ابن اویس {۱) سمجھی کا قول ہے کہ یہ ضعیف اقل تھے۔

(۴) نسائی کا قول ہے کہ ضعیف تھے۔

(۵) دلبیت نے ان کا ثار حضنائیں کیا ہے

(۶) اصرار ابن سلیمان روزی کہتے ہیں کہ یہ کذا ب اب تھے

(۷) ابن سعین کا قول ہے کہ یہ حدیثوں کا سردہ کیا کرتے تھے

(۸) اسحیل ابن محمد ابن افضل شعرانی {ان کے مخالف ذہبی نے بعد حدیث طلب العلم طبیعتہ غریب و فردا کھا ہے (بیزان ج ۱ ص ۹۸) اسان المحرر ابن حیان ص ۳۳۷}

(۹) افضل ابن محمد بنیتی شعرانی

(۱۰) ابو حاتم کا قول ہے کہ ان پر مکٹھوں کی ہے۔

- (۲) صینیانی نے ان کو حکم پر کتب کیا ہے۔
- (۳) ابین ابی اویس (۱) ان میں کہتے ہیں پوچھی تھیں یہ اور ان کے بیٹے دونوں ضعیف ہیں
- (۴) ان الدینی و عمرانی علی و منائی بھی ان کے ضعیف ہونے کاں ہیں
- (۵) ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ حدیث میں قائل جو حدیث ہے۔
- (۶) ان عذری کا قول ہے کہ اگر حدیث صحیح تھیں ثابت نہ اگری واقعت نہیں کی ہے
- میران الاختدال جلد ۲۷ میں بھی انکے ضعیف و غیر ثقہ و خالل جوست نہ ہونا مرقوم فرمایا ہے۔
- (۷) ٹورابن زید (۱) امام مالک نے عکرمه کے ساتھ ان کو بھی چھوڑ دیا تھا خارج کی طرف میلان تھا نہ ہب الکافر یہ تقدیم (تقدیم الحدیث بحاجت ۲۷)
- میران الاختدال میں بھی ان کا حکم ہونا مرقوم ہے۔
- (۸) عکرمه مولیٰ ابن عباس
- (۱) ان لہیہ کہتے ہیں کہ عکرمه قلیل لطف تھے جو مادہ حکم حروف یوس کے ساتھ رہے ایک روایت میں ہے کہ ان کا میلان صفریہ کی جانب تھا۔
- (۲) علی ابن الدینی کہتے ہیں کہ انھوں نے خارج ضرب سے حدیث اخذ کی۔
- (۳) بھی ان صینیان کہتے ہیں کہ امام مالک نے عکرمه سے کوئی حدیث تھیں لی اس لئے کروہ صفریہ تھے۔
- (۴) عطا کا قول ہے کہ یہ باعیسی میں سے تھے۔
- (۵) محب زیری کا قول ہے کہ ان کا میلان خارج کی طرف راندھا
- (۶) بھی ایک کا دیکھتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو باخ سے یہ کہتے سنائے تم خدا سے ذروری تھے کہ جیسا کہ عکرمه نے ابن عباس کی تکذیب کی سعید ابن الحصیب کا بھی اپنے خلام سے بھی کہنا مردی ہے۔
- (۷) زید ابن ابی زیاد کہتے ہیں کہ میں علی ابن عبد اللہ ابن حباس کے بیان گیا میں نے عکرمه کو مقید و مکحود پوچھی تو انھوں نے کہا کہ اس نے

میرے بائیں پر جھوٹ تراشائے۔

(۸) ابو عبد اللہ کیتے ہیں کہ مکرمہ حضرت الحدیث تھا (تہذیب ج ۷ ص ۲۶۷)

ان کے بعد لین تک ان کے ماتل پر عطا کرد گوارج ہوتی تھیں۔ ان کا حال میرزاں الاعتدال جلد
۲۸۹۴ء میں بھی اس طرح پر ہے

(۱) سچی اکن معین

(۲) علی ابی عبد اللہ ابن عباس

(٣) مجرمين سر سر کا قول ہے۔ "ما پستوی ان یکگون من اهل الجدہ لکھے کلاداب"۔

اس ناقی شہیں کہ جنت والوں کے برابر ہو درحقیقت کذاب ہے۔

اسکے علاوہ اور جوخت اقوال جس ان کو میں نے حذف کر دیا۔

دوسری کا مدد بھٹ جم حضرت ابو جرہہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اسے:

انی قد ترکت فیکم شمین ان تضلو
بعدھما کتاب اللہ و سنتی و لئن یفترقا
حتی یردا علی الحوض.

ایک دوسرے سے جدا ہوں گے یہاں
تک کہ میرے پاس خوش کوڑ پر پھر پہنچ
جائیں۔

اس کی حیثیت بھی ناظرِ من ملاحظہ فرمائیں اس کے دروازہ حسب ذہل ہیں۔

(۱) ابوکربابن اسحاق (۲) محمدابن میثمی ابن اسکن (۳) راودبن عراقی (۴) صالحبن موی طلحی

(٥) عبد العزىز بن بر قع (٦) ابو صالح (٧) حضرت ابو جعفر

(۱) اپنے احتجاجات کی وجہ سے ان کی جریح اور کمی حاصل کیے۔

(۲) محابرہ عسکری اپنے بھری کا قول ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو مدد شیش چراتے

^{٢٣} شیخ الہنگری کا اور دیگر ائمہ ائمہ شیعیین سے (میں ان الاعتراف جلد حس (۲۳۱)

(۳) داؤ دا بین عمشی مقدمہ اونکی (۱) اسراجم کا قول سے کہہ کچھ بھی نہیں تھے۔

- (۲) ابوذر حدیث کہتے ہیں کہ یہ مکرالحمد ہشت حصے
 (۳) ابوحاتم مکرالحمد ہشت حصے۔
- (۱) سچی کا قول ہے کہ یہ کھٹکی تھان کی حدیث نہ کسی جائے
 (۲) بخاری۔ مکرالحمد ہشت حصے۔
- (۳) نسائی۔ مذرا وک المحدث (بخاری ج ۲ ص ۲۷۸)
- (۴) ابوحاتم۔ مکرالحمد ہشت حصے۔
- (۵) ابن عدری کا قول ہے کہ ان کی روایت قائل متابعت نہیں
 (۶) عبد العزیز بن رفیع { ان کا تذکرہ میزان الاعتراض۔ میزان المیزان۔ تقریب الجدید }
 تہذیب الجدید میں سے کسی نہیں ملی۔
- (۷) ابوصالح { سچی این میں کہتے ہیں کہ ضعیف ہیں۔ ان کے حال میں یہ بھی درج ہے کہ حضرت
 ابوہریرہ سے مردوں میں دو دوست کرتے تھے } (میزان الاعتراض ج ۲ ص ۶۷۹)
 اسکی حدیثیں کہ جن کے دروازہ ہر سوں بخوبی ان پر بخوبی کر کے علامہ یہ ثابت کرنا
 چاہتے ہیں کہ حقیقتاً قلیں سے مراد کتاب اللہ و ملت رسول اللہ ہیں۔ اب اس کا فیصلہ ناظرین
 کر لیں کہ یہ کوشش متنی پر جب بلیغ اطہار ہے یا اس کو اس کے بالکل خالف لفظ سے یاد کرنا
 مناسب ہے کیا اسی حرم کی تحقیق کو علامہ سعیج تحقیق کہتے ہیں کیا ان فضائیت سے تحقیق کرنے میں کوئی شان
 و عفرانی لگ جاتی ہے۔ جو اس کو شخص و میز کرنے میں مدد دیتی ہے۔
- ان حدیثوں کے درج کریکے بعد علامہ نے ایک لطیف سوال بھی کیا ہے جس کو میں من دون
 ناظرین کرام کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں ”کیا اس کے بعد بھی حضرت علام (صاحب اسن
 الانتساب) کا دعویٰ اپنی جگہ پر رہتا ہے یا یہ بات پایہ یقین کو ہوئی تھی جاتی ہے کہ قلیں سے مراد کتاب
 و ملت ہیں“ ناظرین تھیوں حدیثوں کے بخوبی اور غیر معتر بھئے کی وجہ سے ضرور پر تحلیم کر لیں
 گئے کہ حضرت مؤلف اسن الانتساب کا استدلال دو ترجیح قطعی طور پر حق بجا ہے۔ مگر مجھ سے اس
 کی امید رکھنا افضل ہے میں تو علامہ کے خلاف تکمیل کر کے کہہ سکا اور نہ اب کہوں گا میرا جو اب تو یہی
 ہے کہ علامہ کی یہ نفوذ اور قدر خیر اس سے بھی زائد فوادر پچڑاہیں بھی اگر علامہ کے قلم کی طرف

مشروب ہو جائے گی تو میں بھی شیخ علامہ ہی کا ساتھ دوں گا چاہے مجھ کو بھی علامہ کے ساتھ جتنی ہیں
حضرات کی فہم تک بیس اور کیک اخیال ہی کیوں نہ کہن۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ تو اسی
چیزوں ہیں کہ جن کے متعلق اگر تلقین کا الفاظ استعمال کیا جائے تو کوئی تحجب خیز یا حیرت انگیز امر نہیں
ہیں تو علامہ کو بیہاں تک تعمیل دلا۔ نے پر تیار ہوں کہ اُر رہہ تلقین سے مراد آم اور اعلیٰ لے لیں تو
بھی میں چاہے گناہ کاری کیوں نہ ہو جاؤں گر بلہ آمنا و صدقہ کیے رکنے والا جیسی ”تو مشق ناز کر
خون دو عالم سیری گردن پر“ میں طلاق کے اس بھولے پر اور سادگی کو کیا کیوں کہ ستر نصیتی سے
انھوں نے یہ سوال مرتب فرمادیا بھلا ان کے ارشادے بعد کہیں اس کی تجھیش رو سکتی تھی کہ کسی کو کوئی
شک و شبہ ان کی مفروضہ حقیقت کے متعلق ہاتھ رہ جائے علامہ سے یہ استدعا ہے کہ اپنی تحقیقوں و
معرفیوں کے جذبات کا انتہا احترام کریں کہ کبھی ایسی ستر نصیتی کے مرکب نہ ہوں۔

ای صفحہ پر علامہ نے ایک اعتراض اس حدیث پر فرمایا ہے کہ جس کا ترجیح حضرت مولف
نے ص ۱۳۸ پر (۲) کا نمبر داں کر درج فرمایا ہے اور اس اعتراض کی تشریع امام احمد رحمان حبیل کے
مقول سے بھی کی ہے۔ مگر اس سرتیپ علامہ نے اس حدیث کو محروم کرنے کی ترکیب بالکل جدا ہاگاہ
اعتبار فرمائی یعنی ہجاءے رو واقع و غیرہ کے قسم کو ظاہر کرنے کی ایک عربی عبارت بالا کسی حوالہ کے لئے
دی اور اس کو امام احمد بن حبیل کی طرف مشروب فرمادیا۔ خدا معلوم کہ امام احمد کا کوئی مقول اس قسم کا
مورود بھی ہے یا نہیں۔ یہ بھی علامہ کی جدت طبع کا تجھے ہے ماذکار حوالہ کر فرمائے سے تو اس
اس کے متعلق یہ شک ہوتا ہے کہ غالباً اس ارشاد کا وہ مصرف علامہ کے ذہن و رسانی تک محدود ہے
اور اسی کمزوری کو رفع کرنیکے لئے امام احمد رحمان حبیل کے مقول کو اپنی عقلی دلیل سے قوی ہو چکا
کی کوشش فرمائی ہے چنانچہ طبع ۲۶ میں لکھتے ہیں ”اوْسَعْ جَهْنَمَ هُوَ الْجَنَّةُ“ تھی اسے تریامت تک
تیقیناً دینیا کے سامنے رہے گا لیکن کیا الہمیں بھی رہیں گے پھر اگر نہیں (۲۷) حضرت کیا تکلیف مالا
یطاق امت کو دیکھنے تھوڑے بالا اللہ علامہ کو جو خاص عقیدت و اعتبار شاد ولی اللہ صاحب کی تحریر پڑے۔ اس کو
میں اس سے قبل پیش کر چکا ہوں اس لئے بھائی خود جواب لکھنے کی میں علامہ کے سامنے شاہ ولی
اللہ صاحب کی تحریر اسی حدیث کے متعلق پیش کئے دیتا ہوں انھوں نے جو مسکل الحسد و
الجماعت اس حدیث کے متعلق پیش کیا ہے وہ بھی ناظرین کے سامنے اسی سلسلہ میں آ جائیگا۔ اسی

حدیث کے تعلق شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریر پر اس سے قبل ناظرین کے سامنے پیش کر پکا ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن اعین فی تفصیل الحجت میں اس حدیث کو تعدد مواقع پر درج فرمایا ہے اور ازالۃ الحجۃ میں بھی اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ کیا علامہ کی رائے یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی تصانیف میں رطب دیاں سب ہی کچھ بھروسہ کرتے تھے اور ان کا معیار بھی علامہ کی طرح صرف کتاب کا جنم بر حملات ادا کرنا تھا۔ اگر یعنی صورت واقعہ علماء نے ازالۃ الحجۃ وغیرہ پر کیا اسلئے استدلال جائز رکھا کہ اس میں غیر معتبر روایتیں چیزیں میں یہ بحثتا ہوں کہ شاہ صاحب کا پایہ ایسا نہیں کہ موضوع وغیرہ معتبر رواۃ پر استدلال کریں اور غالباً ناظرین کو بھی میری اس رائے سے اتفاق ہو گا۔ اسلئے قرآن اعین کی کچھ عبارت میں ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں شاہ ولی اللہ صاحب نے اسی حدیث ترمذی کو مناقب حضرت جناب امیر میں مندرجے ۲۰ پر لکھا ہے ”انی تارک فیکم الشکلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلووا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الى الارض و عنترني اهل بيتي ولن بغیر فاختی بودا على الحوض فانظر كيف تخلقونی لیهمَا“ اخراج الترمذی ص ۱۰۸ کی تحریر میں لکھتے ہیں۔

”پس قولی انحضرت صلعم ما ان تمسکتم بهما لن تضلووا محسوب
است بر محبت اهليت و معنی لن يتفرقوا آنست کہ تاوجوب عمل بر
قرآن باقی است و حجوب محبت اهليت نیز باقی است و در آخرت
چنانکہ ثواب بر عمل قرآن خواهدند یافت بر محبت اهليت نیز ثواب
خواهدند یافت و همین است عقیدۃ اهلیست الخ“

اسی حدیث کو پھر شاہ صاحب نے ص ۲۸۸ پر لکھا ہے اور اس کی تحریر بھی اس الفاظ کی ہے۔

”و از آنحملہ حدیث حم غدیر که مدلول آن وصیت است بمودت
اهليت و تاکید درین معنی که آن حکم باقی است الی دن القيمة و
جنون از قرآن مستول یوند از مودات اهليت نیز مستول شوند“

کیا علامہ کے نزدیک شاہ ولی اللہ صاحب با وجود علم و فہل کے اس قدر کوئے تھے کہ انکو

اس امر کا خیال پیدا نہیں ہوا کہ وہ نب مختار کے انکر سمجھی نہ لگیں کہ جن سے یہ توجہ لٹکے کہ آنحضرت صلم امت کو تکلیف مالا بیطاق دے گئے رشید احمدیں صاحب کی حریر سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے مراد کام اللہ اور اہلیت اطہار ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اعلیٰست بحکم حدیث نقیلین تمسیح را بعترت ظاهرہ مثل تمسیح به"

قرآن لازم میدانند و حکم بوجوب محبت اہلیت اطہار مثل محبت

سرور ابرار من نہایتند۔" (المضاح لطائفہ المصالح ص ۷۶)

علام نے جس خوبی و دیانت سے بحث الفضیلت پر غیر معتبر اور مجرور ح رواۃ سے روشنی ڈالی ہے اس کی حقیقت تو ناظرین کے سامنے جو شیش ہو گئی اور علامہ کی نفسانیت اور حکایت کا علم بھی ناظرین کی خوبی ہو گیا ہو گا اب تسلی ناظرین کا توجہ یقینہ صد٪ کتاب کی طرف مبذول کرنا ہاں ہوں تا کہ ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ وکردار میادیت میں علام نے کیا مگل کھلانے ہیں اور کیسے کیسے صحیح اور معتبر رواۃ پر استدلال فرمایا ہے فہیت ہے کہ علام نے بحث الفضیلت کو اب بھی فرمادیا معلوم ہوتا ہے کہ اب مجرور ح اور غیر معتبر رواۃ پر استدلال کیلئے اور دوسری میدان عمل کی خالش شروع فرمائے کا تصدیق ہے خراب ناظرین دوسرے بحث میں اُسیں مجرور ح اور غیر معتبر رواۃ پر استدلال کی سیر بھی کرتے چلیں۔

ای مخفیں ایک اور اعزاز حضرت مؤلف احسن الاتخاب پر فرمایا ہے جس سے بہتر مثال عامیانہ و سوچیانہ تحقیقی کی شاید ملا ممکن نہ ہو گی حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے ص ۲۷۴ پر ارشادات خلافیے راشدین و مصطفیٰ و نبیین و اکرم دین دربارہ اہلیت اطہار لفظ فرمائی ہیں جس میں سے سب سے پہلا غیر ارشادات حضرت ابو بکرؓ کا ہے حضرت مؤلف نے اس امر کو ضروری نہیں سمجھا کہ ابھر ایک ارشاد کے سامنے غیر ذوال کر علیحدہ علیحدہ ارشادات کو درج فرماتے ہوکارا انہوں نے عمارت کے سلسلہ میں مختلف ارشادات کے ترجیح کوچھ فرمادیا ہے جن میں سے بعض ارشادات صحیح بخاری سے مانو ہیں اور بعض اور کتب معتبرہ سے۔ ان ارشادات حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایتنا حسب ذیل عمارت سے ہوتی ہے "نام بخاری اپنی بھی میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں اور یوم ختم خدیغہ فرمایا" پران ارشادات کا ترجیح تم وجہا ہے علامہ قو نصوی اور قواعظ انشا کا مورخ

عی خلاش کیا کرتے ہیں چنانچہ حضرت مؤلف کی اس فروگذشت (یعنی نمبر ۷۳ اللئے) سے انہوں نے ایسا عمدہ اعتراض پیدا کیا ہے کہ باید دشایہ چانچی (ص ۲۵) پر لکھتے ہیں کہ "حضرت مسلم حضرت صدیق اکبر" کی طرف منسوب فرمائی بخاری کے حوالہ سے طور بالائق کرتے ہیں اور تجویر سے پہنچنیں دیجئے کہ بخاری کی روایت کہاں تک ہے بخاری اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ تمام ان الفاظ کے ساتھ حدیث موجود نہیں..... کیا اس تسلیس دختر اپر جواناً متقدح ماحصل کرنیکے لئے کی گئی ہے آخوند میں امام بخاری موافذہ نہ کریں گے" عمارت کے جس قدر جزو پر علامہ معرض پیش کیا اس میں سے کسی بخوارے کے متعلق یہ کہنے پر بھی تذار ہیں کہ وہ حضرت ابو بکر کا ارشاد نہیں ہے اگر علامہ اس بات کیلئے تیار ہیں تو انہیں صاف یہ کہنا چاہئے تھا۔

علامہ کی یہ عمارت کے تمام ان الفاظ کے ساتھ حدیث موجود نہیں جس قدر دادطلب ہے اس کا صحیح احساس بھی مشکل ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک عربی عمارت سے اردو میں ترجید کرنے میں تمام وہ الفاظ حدیث باقی رہ جاتی ہیں۔ علامہ نے بھی فصل الخطاب میں بہت سے عربی عمارت کا ترجیح کیا ہے مگر مجھ کو تو کہیں پہنچ کوئی مثال ایسی نظر نہیں پڑی کہ جس میں تمام عربی عمارت کے الفاظ باقی رہ گئے ہوں۔ علامہ نے معلوم نہیں وہ مقدمہ کیوں نہ لکھ دیا جس کی وجہ سے ان کے نزدیک یہ تسلیس کی گئی ہے کیا اس کے لکھنے میں علامہ کو کوئی شرم مانع تھی۔ رہ گیا امام بخاری کا موافذہ وہ تو علامہ کے اختیارات میں ہے جب چاہیں امام بخاری کو موافذہ کرنے پر آمادہ کر دیں امام بخاری کی یہ عنایت غالباً علامہ کے حال زار پر ان کی شدت دیانت کی وجہ سے ہوئی ہو گئی جس عمارت پر علامہ نے اعتراض کیا ہے میں اس کی اصل عمارت ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو بھی ان ارشادات کے معانی و مفہوم پر واقعیت ہو جائے۔

(۱) اخرج البخاری في صحيحه عن أبي بُرٌّ أَوْرَدَ بخاري در صحيح حدود از ابي بکر انه قال والدى نفسى بیده بقرباته
بکر صدیق کے گفت قسم بذاته کہ نفس رسول الله صلی اللہ علیہ و آله و سلم
من به قبیة قدرت او مست هر آیت فرات
رسول الله صلعم دوست تر هست و
احب الی ان اصل من قرابتی و فی
رسوی من از اینکه بیامیزم من از فرات
روایته احب الی من قرابتی . . .

- (۲) وَاللَّهُ أَنْتَ أَضْلَلْكُمْ أَحَبُّ إِلَيْكُمْ
أَصْلِ قَرَابَتِكُمْ بِقَرَابَتِكُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبِعَظَمِ تَعْظِيمِ
الَّذِي جَعَلَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ كُلُّ مُسْلِمٍ
(بنماري)
- (۳) اَرْقُبُوا مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فِي اهْلِيَّتِهِ
(روض الانوار ج ۳، بکاری ص ۴۰۷ من بحرۃ متعدد خاتم از متعدد آیت رائج عذر از آیت فضائل الہمیت)

(۴) قَوْلُ ابْوَيْ بَكْرٍ عَلَى عَشْرَةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيِّ الْذِي حَثَّ
عَلَى النِّسْكِ بِهِمْ فَعَصَهُ لَمَّا قَلَّتِهِ وَ
كَلَّتِكُنْ خَصَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدَيرِ خَمِّ.
(روض الانوار ج ۳، بکاری ص ۴۰۷ من بحرۃ متعدد خاتم از متعدد آیت رائج از فضائل الہمیت)
وابو بکر علی عشیرة رسول الله
رسول الله اند یعنی از آن کسانیکه ترغیب
دادانحضرت بر جنگ زدن باشان و
معصوم ساخت وی را جنادنکه گفتم
و همچندن مخصوص من کرد وی را آن
حضرت صلمع به آن که یوم غدیر خم
واقع شد.

جن عبارتوں کو شے علیحدہ علیحدہ ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے ان سب کا تجزیہ و تطبیق
ایک ہی جگہ پر حضرت مؤلف نے لکھ دیا ہے حیثا تحریر کے شروع کے جو الفاظ "کام بخاری اپنی صحیح
میں روایت کرتے ہیں" عبارت کے اس جزو کے متعلق ہے کہ جس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے
اون کے الہمیت میں خلاش کرو" اس کے بعد کی عبارت کیلئے حضرت مؤلف احسن الاستفاب نے

صواعقِ محنت کو اپنا مخفی بنا ہے جس کی تحریج ص ۱۲۸ مطر ۲ میں موجود ہے۔ علامہ کو اسن الاتخاب میں شاید وہ نشانِ انظرت پرے کہ جس کے ذریعے کا تب نے دوسرے ماحض کے شروع ہونے کا وظیفہ رکھا گیا ہے۔ علامہ اگر خود اردو و عبارت بخوبی نہ پڑھ سکیں تو کسی سے پڑھوالیا کریں اس میں کوئی ضمانت نہیں۔

ای مسلم کے مطر ۱۲ میں علامہ نے پھر اپنی اعتراض کو دوبارہ لکھ دیا جو وہ ص ۱۳۵ اور ۳۶ میں لکھ چکے تھے اس کا جواب میں اس سے قبل ص ۱۳۵ اور ۳۶ کی تقدیم کے مسلسلہ میں ناظرین کے سامنے پیش کر چکا ہوا علامہ کی طرح اگر بھی کوئی ان طریقوں سے کتاب کے جنم کو بڑھانا ممکن ہوتا تو جواب کا اعادہ میں بھی کردیتا مگر ایک فضول یا توں سے اپنا اور دوسروں کا وقت ضایع کرنا طالع ہی کو مبارک ہے۔

ص ۳۶ پر علامہ نے اسن الاتخاب کی حسب ذات عبارت لکھی ہے "اس سے بھی حضرات الحیثیت مراد ہیں امام ابو الحسن علیہ السلام الاصحی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے مردی ہے کہ جب آیت ﴿فَقُلْ لَا أَسْتَكِنُ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا المُؤْدَةُ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں جن کی حدودت خدا نے ہم پر واجب کی آخریت نے فرمایا کہ علیٰ وفا طریقہ حسین اخ "اس کے بعد اس عبارت پر اعتراض ہائیں الفاظ فرمایا ہے "یہاں بھی سابقہ غواہیت کا اعادہ ہے "معلوم ہیں کہ الفاظ "سابقہ غواہیت" میں کس طرف اشارہ فرمایا ہے اگر اعتراض کی وقت اسی سے ہوتی ہے کہ کسی کی بھی میں نہ ہے کہ اعتراض کیا ہے اور اس میں کس امر کی طرف اشارہ ہے تو اسی یہ اعتراض بہت خوب ہے اور یہ علامہ ہی کا حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ حیثیت میں نفس اعتراض کے متعلق تو میں کچھ عرض ہیں کر سکتا ہاں البتہ ان دلائل کے متعلق جن سے علامہ نے اپنے اس اعتراض کو کہا کہ فرمایا ہے ناظرین کے سامنے کچھ عرض کرنا ضروری مسلم ہو ٹاپے علامہ نے اپنی اس تحریر کو دی جزو پر مختص فرمایا ہے پہلے جزو میں یہ فرمایا ہے کہ آیت پیشی طور پر کسی ہے اتنے اس کا اعلاق حضرات حسین پر ہیں ہو سکا (۲) دوسرے جزو میں ہمارے اور آپ کے ذہنی احساس سے اعلیٰ کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ آخریت سلم کے متعلق یہ کہا کر آپ نے مودہۃ قریبی کو اجبر سالت قرار دیا آخریت کی توہین ہے میں ناظرین کے سامنے علامہ

کے اعتراض کے ہر جزو کو علیحدہ علیحدہ پیش کرتا ہوں تاکہ باخترین کوشود میں کی محنت اور غلطی کا احساس ہو سکے۔

(۱) آیت کا حقیقی طور پر کی ہو ناسب سے پہلے جو چیز ناظرین کے سامنے اس اعراض کے متعلق پیش کی جاتی ہے وہ کمی ہوتا کے الفاظ میں علامہ کی تحریر سے یہ پڑھ چلا ہے کہ اگلے زدیک "کمی" کا اطلاق صرف ان آئتوں پر ہتا ہے کہ جو قبیل بھرت کے معظمر میں نازل ہوئیں۔ بہتر تو یہ تھا کہ علامہ لکھنے سے قبل اس کی تحقیق کر لیتے گر خیر میں اب علامہ کی توجہ ترجمان القرآن میں ۵۳۲ جملہ ۱۲ کی طرف منتظر کرنا ہوں اس سے انھیں اس امر کا پہل جانیا کہ یہ چیز خود مختلف فیہ ہے کہ "کمی" کا اطلاق صرف انھیں آئتوں پر ہوتا ہے کہ جو قبیل از بھرت نازل ہوئیں یا کمی کا اطلاق ان آئتوں پر کمی ہوتا ہے کہ جو (بعد فتح کر) کم سمعظمر میں بعد بھرت نازل ہوئیں۔ دوسری چیز جو اس سلسلہ میں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیا کمی سورتوں میں صرف وہی آیتیں ہوتی ہیں جو مکمل معظمر میں نازل ہوتی ہوں یا وہ آیتیں کمی ہوتی ہیں کہ جو مدد مورہ میں نازل ہوتی ہوں اور جب اسکی صورت واضح ہوتی ہے تو کیا سورۃ کا کمی یاد فی ہونا آیت کے کمی یاد فی ہونے کے لئے کمی بدل دیا کر جاتا ہے۔ اس کو تو علامہ بھی تسلیم کریں گے کہ کلام اللہ کی کمی سورتوں میں مدنی آیتیں موجود ہیں۔ جہاں تک آیت حذف کرو بالا کا تعلق ہے علامہ نے یہ بھی غلط تکھوا کر آیت تسلیم طور پر کی ہے اسلئے کہ اس سورۃ (سورۃ شوریٰ) میں حضرت ابن عباس و قابوہ کے قول کے طبقاً جاری آیتیں تسلی طور پر مدنی ہیں جن میں سے ایک آیت یہ ہے (ترجمان المحرر آن میں ۱۹۶ جلد ۳) شاہ عبد العزیز صاحب کا مسلک بھی اس آیت کے متعلق سیکھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ تصدیق میں لکھتے ہیں۔

قسم اول محبوین اهل بیت تبوی ہیں کہ
قریلہ تعالیٰ قل لا استلکم علیہ احراراً الا
مودة فی القریب و قریلہ تعالیٰ انساً بِرِبِّ اللہ
اللهم اعزک الْحَجَّ لِهَا السَّمَاءُ فَلَا

تغواز مولوی میرزا الجید خان صاحب (ص ۱۳۶)

کیا طلامد کے نزدیک شاہ عبدالعزیز صاحب کا مبلغ طلبی اس تدریجی تھا کہ وہ کلام اللہ کے آیات

کے کمی اور مدنی ہونے سے بھی واقعہ نہ تھے یا شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس استدلال کی تاویل علامہ یوسف فرمائیں گے کہ شاہ صاحب نے باوجود اس آیت کے کمی ہو یہکہ اس کے اطلاق کو بدل دیتے کے ساتھ صحیح قرار دیا اس میں تو غالباً علامہ بھی کمی نہ کریں گے کہ بھیت سے مراد حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؓ اور حضرت حشمتؓ ہیں اگر علامہ کو اس میں بھی کچھ شہید ہو تو وہ اینماج لطلاط القال مطالعہ فرمائیں جہاں رشید الحکیم نے اس مسئلہ پر کہا ہے حضرت وحشیؓ والی ہے علامہ کے اعتراض کے اول جزو کی نبویت کا احساس تو ناظرین کو ہو گیا ہو کا ب دوسرا ہے جزو کو ان کے ساتھ پیش کرنا۔

(۲) جیسا کہ میں نے اس سے قبل لکھا ہے اعتراض کا دوسرا جزو صرف ہمارے اور آپ کے ذہنی احساس سے اچھا ہے مگر چون کہ جو یہی اور تحقیقید مذہبی امور پر ہے اس لئے پہ اعتراض نہیں کہ اس قسم کی ایجل حقیقتاً دلیل کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔ میں ناظرین کے سامنے یہ امر پیش کرتا ہوں کہ اگر خود علامہ کی پیش کردہ حدیث بخاریؓ میں اصل الخطاب پر استدلال کیا جائے جس کو انہوں نے مسئلہ اہلسنت و ایمہاعت کے انہم کیلئے پیش فرمایا ہے تو اس سے بھی علامہ کا اعتراض رفع نہیں ہوتا اس لئے کہ حضرت ابن عباس نے اس حدیث میں اجر رسالت کی ثقیل نہیں کی صرف قربی کے منی کو دست دیجی ہے جو سید بن جبیر کے قول کے مطابق صرف حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؓ و حضرت حشمتؓ پر مدد و تحریق صرف اتنا ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق اجر رسالت بجا ہے مودود حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؓ و حضرت حشمتؓ مودود قریش ہو جاتا ہے یعنی بالاتفاق دیگر مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو رسالت میں تم سے یہ پاہتا ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کا لحاظ رکھو۔ کیا علامہ کے نزدیک اگر قربی سے مراد حضرات حشمتؓ نے چائی تو اجر قابل اعتراض ہو جائیگا اور اگر قرابت قریش (یعنی وہ قرابت جو حضرتؓ کے ساتھ قریش کو تھی) مراد یا جو اجر قابل اعتراض نہ ہو گا۔ اگر اجر کا سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز کی حد تک نہ ہو پختا ہے تو وہ حیثیت دلوں مالتوں میں یکساں ہے خواہ اجر رسالت کچھ بھی قرار دیا جاسے۔ سید ابن جبیر کا سکوت جس کو علامہ محول برداول کیجھے ہیں وہ حقیقتاً اس بات پر تھی معلوم ہوتا ہے کہ سید بن جبیر کے نزدیک قربی کے لفظ کو وسیع معنوم میں استعمال کرنے سے بھی چونکہ حضرت علیؑ و حضرت

فاطمہ و حضرات حسینؑ کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا اس لئے انہوں نے مزید گفتگوؤں کے متعلق ضروری نہیں بھیگی۔

اس آیت کے معانی کیے متعلق وقول معلوم ہوتے ہیں قول اول یہ ہے کہ قرآنی سمعنی قرابت درستہ ہے تھی رشدہ درای قوال کو بخاری کی اس روایت میں اختیار کیا گیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قرآنی سمعنی اقارب ہے جس کے متعلق تجاوز حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

فَلَا إِسْلَامُ عَلَيْهِ أَجْرٌ إِلَّا الْمُؤْدَةُ فِي
الْقُرْبَىٰ إِنِّي حَفَظْتُنِي فِي أَهْلِ بَيْتٍ وَ
شِلٌْ أَوْ مُودَّتٍ رَّحْمَوْنَ سَتَ نَسِيبٍ مِّنْ
(ترجمان القرآن ج ۲۳ ص ۸۸۸) (کوفی و بیہقی و الدیلمی)

اور اسی کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو بطریق سعید بن جعفر حضرت ابن عباس سے مردی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یکوں آپ کے اقارب ہیں جن کی مورث واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا مغلی فاطمہ اور ان کے دلوں بیٹے (حضرات حسینؑ) اور اسی کو اہن المحدث رواں ان ای حاصل و طریق اور ان مندرجہ یہ نے روایت کیا ہے اور اسی قول کی طرف حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے بھی ص ۲۰۰ میں اشارہ کیا ہے۔ علماء تو اعزز اس پر اور حارکھا لئے پیشے ہیں انہوں نے یہ غور نہیں فرمایا کہ حقیقتاً اس آیت میں کبھی اجر کی قسمی موجود ہے گر اس قدر مدد و برافر یہ میں اس کو ادا کیا گیا ہے کہ تجویز نہیں کہ علامہ کاذب ہم وہاں تک شہروں تھا ہو۔ حقیقتاً یہ آیت اس قابل ہے کہ بخلاف کسی بکترین مثالیں کچھ کراس کوئی نہیں کیا جائے اسلئے کہ جو اجر تخلیق رساالت پر مانگا گیا ہے وہ حقیقتاً اجر نہیں اسلئے کہ اجر اس کو کہتے ہیں کہ جو عمل کے مقابلہ میں واجب ہوتا ہے۔

اور مودۃ آپ کی اور آپ کے لمبیت (اقرباء) کی تقریباً پر یہ میں بھی واجب تھی اگر آپ پیغام رساالت ان تک نہ بھی پیو تھا تے کیوں کہ آپ اور آپ کے لمبیت (اقرباء) ان کے رشتہ دار تھے اور آپ کے ساتھ صدر رحم کرنا اور آپ کی ایذا اور حق سے باز بیان گھرمہ جملی ان پر واجب تھا اسلئے مودۃ قرآنی جس کا وہ جوip ان پر یہ میں بھی تخلیق رساالت کا اجر نہیں ہوئی اور نہ آپ تخلیق پر ظالیب اجر ہوئے آپ نے صرف مودۃ کا نام اجر کر کہا اور مودۃ کو اجر کے ساتھ تشبیہ دیکھا اجر سے

اس کا استثناء کر لیا۔

اس سمجھت کے خاتمہ پر علامہ نے چلتے چلاتے جو ازتیہ پیش فرمایا ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے فرماتے ہیں "ناظرین فصلہ کریں کہ امام بخاری کی حدیث قابل دووق ہے جس میں رو و تدرج کی صحیحیت نہیں کہ سب راوی تقدیم ہیں یا ابو الحسن علی ابن احمد الواحدی کی تحریر یعنی بالاتفاق دیگر چون کہ ایک حدیث امام بخاری نے نقش کی ہے اسلئے امام بخاری کی صحیحیت سے مردوب ہو کر اسی حدیث کو مان لجھئے اور اگر کوئی دوسرے شخص کوئی اور حدیث اس کے مقابل شیخیش کرے تو ہر طرح سے قابل دووق ہوتا اس کو صرف اس لئے روک دیجئے کہ امام بخاری نے اس کے خلاف حدیث روایت کی ہے۔ علامہ کا یہ معیار ترجیح ان کے لئے مختتم ہوتا ہو مگر اور کوئی صاحب عقل تو اس کو تسلیم کرنے پر مشکل سے آمادہ ہوگا۔ اگر ابو الحسن علی بن احمد الواحدی کی حدیث میں کوئی سقم تھا تو علامہ کو اس سقم کے لکھنے میں کیوں شرم راستکری ہوئی۔ کیا علامہ کے خود یہ خود ان کا ٹیک کردہ معیار (ص ۱۵۰)

الظفر الی ما قال و لا تنظر الی من قال ہم ہے اگر اس کے کوئی سمجھی ہیں تو کیا اس کا مطلب ٹیکنے کو صرف صحیحیت سے مردوب ہو بلکہ یہ دیکھو کر کہنے والے نے کیا کہا ہے اصول تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ علامہ ابو الحسن علی ابن احمد الواحدی کی روایت کو جا چھپتے اور اگر اس میں کوئی سقم نہ پاتے تو تلفیق میں الاحادیث کی طرف قبہ مبذول کرتے۔ اس میں ٹیک نہیں کہ یہ کام منت اور قابلیت چاہتا ہے اسلئے علامہ کو اپنے مقصد کیلئے میکیں آسان طبلہ ہو اسکا ابو الحسن علی ابن احمد الواحدی کی روایت کو صرف اس نہاد پر روک دیں کہ اس کے مقابل کی حدیث بخاری سے مردوبی ہے۔

ای صفحہ پر سطر ۶ میں علامہ نے احسن الانتساب کی اس حدیث پر اعتراض کیا ہے جس کو حضرت مؤلف نے صفحہ پر احادیث متعلق "پابلویت تماز" میں بہرہ پر لکھا ہے اور اس حدیث کو اعتراض تھیں اور وسعت نظری کی مثال کے طور پر ٹیکنے کیا ہے علامہ کے علاوہ کسی شخص کا مدعی تھیں اور سچے انظہر ہونا ایسا غیر ممکن ہے اس کے روکیلے کسی دلمل کی حاجت تھیں تھیں اور وسعت نظری جس کی طرف علامہ نے اشارہ کیا ہے خدا کی دین ہے جس کو غالباً اقسام ازل نے صرف علامہ ہی کیلئے مخصوص کر دیا۔ بھاگتیں کوئی شخص اس معیار تھیں وہ سخت نظری پر ہوئے تھیں کہا ہے کہ جس کا ثبوت علامہ کی تحریر کا ہر نقطہ پڑھنے والے کے سامنے پیش کرتا ہے اسی عبارت کو ملاحظہ

فرمایئے کہ جس میں علامہ نے احسن الاتخاب کے حس اور اعتراض کیا ہے آخوندی میں تکمیل ہے ہیں۔ علامہ ذہبی میران الاعتماد جلد و میں ۱۰ اپریل عباد بن عبد اللہ کے نام میں یہینہ اسی روایت کو لکھ کر فرماتے ہیں ”تلت هذا كذب على على رضي الله عنه“۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی طرف اس حدیث کو منسوب کرتا ان پر جھوٹ باندھتا ہے علامہ نے ان الفاظ کو بھی دیکھا ہیں کہ جن الفاظ میں یہ حدیث میران الاعتماد میں امیں درج ہے کیا علامہ کے خردیک میران الاعتماد والی حدیث اور حماکش نہیں اور غیرہ (جن سے حضرت مؤلف آخذ ہیں) کی حدیث کے الفاظ میں کوئی فرق نہیں خدا بحلا کرے اس دعوت نظری کا کہ علامہ کو یہ بھی پہنچنے چاک کہ علامہ ذہبی کا اعتراض حقیقت اس حدیث پر کس وجہ سے ہے اور حضرت مؤلف اور دیگر علامے نے جو اس حدیث کی توثیق کی ہے اس کے الفاظ کیا ہیں میں ظاہرین کے سامنے دونوں روایتیں پوش کئے دیتے ہوں جس سے ظاہر ہے کہ علامہ ذہبی علامہ کی تحقیق اور اور دعوت نظری کا اندازہ ہو جائے گا۔

عن عباد بن عبد الله عن علي قال أنا عبد الله و اخوه رسول الله و انا الصديق لا يكرب و ما قالها احد قبلى ولا يقولها الا كاذب و مفترى ولقد اسلمت و صليت قليل الناس بسبع سنين (میران الاعتماد ج ۳ ص ۱۰)

Ubādah ibn Abī Dīnār rāyūt qāl: Anā ʻAbdūllāh wā aخو hūs nabi wā anā ṣadīq. La yakarib wā ma qālha aħħid qabili wā la yiqalluha. Al-kāzib wā mafṭirū wā l-qad̄ as-salimt wā salīt qalīl al-nām bissiġġ minn iġġid. (Mīrān al-At̄imād J 3 p 10)

حدیث علامہ ذہبی نے جس وجہ سے اس حدیث سے انکار کیا ہے اس کا راز و ما قالها احد قبلی و لا يقولها کے الفاظ میں پوشیدہ ہے اس لئے کہ اگر اس حدیث کو اس الفاظ کیجس مانا جائے تو حضرت ابو بکر مددیق کی صدقہ یقین کی اس سے تلقی ہوئی جاتی ہے اور اسی طبق علامہ ذہبی نے اس شدید سے حدیث کی تکذیب کی اور عباد بن عبد اللہ اسردی پر جب جرح کرنے پر آئے تو اپنے معمول کے مطابق جن لوگوں نے ان کی توثیق کی تھی ان کے قول بھی بالکل عذر کر دیئے اُمیں

وتجوہ سے علماء نے ان کی کتاب سے اخذ کرنے میں اختیارات سے کام لے لایا ہے۔ علامہ تاج الدین سیکی طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ذہبی میں تصحیب زائد حق اللہ تعالیٰ ان سے مروایہ کرے گا اسی وین یعنی فقرہ اپر ان کے اعتراضات بہت ہیں اکثر ائمہ شافعیہ و حنفیہ پر انھوں نے زبان درازی کی اور ان کا تصحیب شتری حد کو بیدار کیا۔ این وقت العید اقتراح میں لکھتے ہیں کہ شیخ ذہبی کے اعتراضات و تعقبات المحدث کے متعلق زائد از قوت پر دو اشتیں ہیں یہ جائز نہیں کہ ان پر بھروسہ کیا جائے اور ان کی کتاب سے اخذ کیا جائے۔

علام الدین خلیل ابن کیکلہ میں علائی لکھتے ہیں کہ ذہبی کا خیال ہے اپنے طرف سے اچھا ہوتا ہے جائے کہ حد سے زائد تعریف کرتے ہیں ان کی نظر اوس پر بھی کچھ خیال نہیں کرتے جہاں تک ہو سکتا ہے تو اسی کرتے ہیں اور جب اپنی مذاہیں میں سے کسی کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً امام الحرمین و امام غزالی وغیرہ تو ان کی تعریف نہیں کرتے بلکہ مترجمین کے اقوال نقش کرنے پر زائد توجہ کرتے ہیں اور اسی پر زور دیتے ہیں اور ان کے محسن خاصہ سے اعتراض کرتے ہیں اور ان کے حالات میں کل الوجہ جیسے نہیں کرتے اور ان پر شعور رکھتے (رضی اللہ عنہ مرض) (۱۲۷۴-۱۲۷۵)

میزان الاعتدال میں ۱۰ کے مطالعہ سے علاوہ ان احوال کی مکاہف تقویتیں ہوتی ہے عباد بن عبد اللہ کے متعلق علامہ ذہبی نے جو عبارت اس صفحہ میں درج فرمائی ہے اس میں اس کا شاید بھی نہیں آئے دیا کہ کسی شخص نے ان کی تقویتیں بھی کی ہے حالانکہ اگر اور کتب جرح و تحدیل دیکھے جائیں تو عباد بن عبد اللہ کی تقویتیں کرنے والوں کے نام بھی ملتے ہیں چنانچہ تہذیب الجدیب جلد ۵ میں ۹۸ پر ان جہاں کا انھیں ثقافت میں شمار کرنا بھی درج ہے۔ معلوم نہیں علامہ نے لفظ عبید سے کیا مطلب پیدا کیا ہے کیا یہ لفظ علامہ کے نزدیک ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جب وہ جیزیں ایک درس سے مختلف ہوئیں اور شاید بت کے موقع پر اس کا استعمال اب تک لفظ ہوتا رہا۔

دوسری حدیث جس پر حضرت مؤلف نے بحولہ نصائر نسائی و دیگر کتب استدلال کیا ہے اس کے الفاظ بھی میں ناظرین کے ساتھ میں کئے دیتا ہوں اور اس کے بعد علامہ کے معتبر مصنفوں کے اقوال اس کے متعلق لکھوں گا کہ ناظرین کو بھی اس امر کا اعتماد ہو جائے کہ علامہ مکی

جرح و قدح اس حدیث پر بھی تین برصداقت ہیں۔

حدیث (۲) عن عباد بن عبد الله قال قال علياً أنا عبد الله و أنا رسوله و أنا الصديق الأكبر لا يقول ذلك بعدى (ن . غیری) الا كاذب صلیت قبل الناس سبع سنین (عماں نساں میں ۵)

اسی حدیث کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب ترقی اعتمدین میں لکھتے ہیں:

”وقال علي رضي الله عنه انى عبد الله و اخوه رسوله و انا الصديق الاكبر لا يقولها بعدى الا كاذب صلیت قبل الناس سبع سنین“ و معنی این حدیث است کہ در زمان حلاقت او کسی مانند او نبود ”اس کے بعد م ۲۹۱ پر لکھتے ہیں“ مثلاً قول حضرت مرتضی الا الصديق الاكبر لا يقولها بعدى الا كاذب صادق است بد آنکہ در ایام حلاقت مرتضی هرچیز کس در منزلہ او نیست در معنی صدقیۃ و همین است معنی بعدی“.

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تحریر میں اس حدیث کا حوالہ دیا ہے اور انہوں نے بھی اس حدیث کے بھی معنی لئے ہیں (لاماں عربی تحریر تحریر میں ۲۲۵) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تاوی میں بھی اس مسئلہ پر ردِ ذائل ہے چنانچہ ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

”و در احادیث صحیحہ کیتی ایشان به ابو تراب و ابو الریحانین و تفکیب ایشان بن دیوی القرنین و یعقوب الدین و صدیق و فاروق و سابق و یعقوب الامة و یعقوب الحموین و یعقوب قرقش و یحیی اللد و امین و شریف و هادی و مهدی و غیرہ مروی و ثابت است“ (تفاوی عزیزی جلد ۱۸، طبعہ علمی تہرانی (علل))

علام کی نظر سے تفسیر کیہر اور الروحۃ الندویہ دونوں گذروی ہوں گی جن میں وہ حدیثیں موجود ہیں کہ جن سے صداقتیت جاتی امیر کا ثبوت علی وجہ الکمال ہوتا ہے مگر غالباً علماء کے نزد یہ شاہ ولی اللہ صاحب دشائے عبدالعزیز صاحب و امام فخر الدین رازی و علماء امیر کمالی پر ان الفاظ کا اطلاق نہیں ہوتا جو علامہ نے م ۲۹۱ پر تھیں میں اور یہ حضرات مشائخ صوفیہ علامہ پھر لے

بڑے آشنا بیگانہ گورت مرد پڑھے لکھے جاصل کسی بقدر میں آنے کے مستحق نہیں ورنہ علامہ یہ کیوں لکھتے کہ تھوں نے مثلاً صوفی، علماء، چھوٹوں، بڑوں، آشناویں، بیگانوں، گورتوں، سردوں پڑھے لکھے، جاہلوں کو جاتا امیر کیلئے صدیق کا الفاظ استعمال کرتے نہیں دیکھا۔ علامہ کی تکفین کیلئے میں وہ روایتیں جو تفسیر کیہا اور درودتہ اللہ یہ میں موجود ہے لکھ دیتا ہوں۔

(۱) روی عن رسول اللہ صلعم اللہ قال
آنحضرت سے مردی ہے کہ آپ نے فرمایا
الصدیقوں ثلاثة حبیب التجار مومن
صدیقین تین ہیں اول حبیب التجار مومن
الیاسین (خواری حضرت عینی) جس نے یہ
کہا تھا اے میری قوم کے لوگوں نیکی تابعیت
کر دوسرا حبیب قریون کے گروہ سے ایمان
لانے والا جس نے یہ کہا تھا اے لوگوں تم
ایسے ٹھنڈ کو قتل کرتے تو جو کہتا ہے کہ میرا
رب الشہبے تیرا حلی بن ابی طالب۔

(۲) قال الصحابي الطبرى لم يزل اسمه
علياً في الجاهلية والاسلام وكان يكتبى
أبو الحسن و سماه رسول الله صديقاً
عن معادنة العذريه قال سمعت علياً على
المبير متبر البصرة يقول أنا الصديق
الاكبر اخوه جده ابن قبيه و عن ابى خر
سمعت النبي صلعم يقول نعلى انت
الصديق الاكبر و انت الفاروق الذى
تفرق بين الحق و الباطل و انت
يعصوب الدين و روی احمد ابن حنبل
في كتاب المناقب ان النبي صلعم قال

الصلیقون لللہ الخ (روحة النبی و ریاض سردار ہو اور کتاب المناقب میں امام احمد بن حنبل سے مردی ہے کہ تھفت نے فرمایا صدیق تین بیانات

الحضرۃ مددہ من (۱۵۵)

کیا ان علماء کی توفیق کے بعد بھی علامہ کے نزدیک جناب امیر کے نام کے ساتھ صدقیت کا استعمال کرنا جرم ہے۔

علامہ ذہبی کی تائید میں م ۵۰ پر علامہ نے ایک جبارت اور لکھی ہے اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مولف کا حضرت مولیٰ مرتفعی کرم اللہ وجہہ کے نام کے ساتھ صدقیت کا لفظ استعمال کرنا اسلئے خطا ہے کہ علامہ نے آج تک اس لفظ کو اس ذات ہمارکات کے لئے استعمال ہوتے ہیں دیکھا۔ اب فرمائیے مجھ کو آپ کو اس معیار میں گفت و شنید کہا یا اب اس بمعیار صحبت علماء کی واقعیت ٹھبیری تو پھر بالا میں اب کیا کہہ سکتا ہوں میں نے آپ نے مجھ سے تجھ و اقصیٰ قیں کیا مستبر و مقدروہ اور اقوال پر استدلال کیا ام توں یہ کوشش کی کہ کتاب میں وہی روایتیں آئیں کہ جن میں کسی حرم کا کوئی ستم نہ ہو مگر علامہ کی صرف ایک جنیں قلم نے میری اور آپ کی یہ سب کوشش پیکار کر دی اور ہر علامہ نے یہ لکھا کہ انہوں نے اسی کوئی روایت نہ کہی۔ مجھی سنی اور ادھر وہ تجھ و مستبر روایت پائی اخبار سے ساختہ ہو گئی تھی یہ ہے کہ علامہ نے طریقہ توبہت معمول توشیں کیا اور اب کسی امر کے متعلق کسی جو یاۓ صداقت کو اس کی مردودت نہیں کہ قاصر و احادیث و فقہ و تاریخ کی کتابوں کی بیکار ورقی گردانی کرے اس کے لیے تو مفر صرف اس میں ہے کہ کسی طریقہ علامہ سے یہ بات دریافت کرے علامہ نے اسے کی مردودگورت سے تباہے لائیں۔ مجھ کو تو اس امر کا افسوس ہے کہ علامہ کا وجد جو میں دوسری صدی ہجری میں کیوں نہ ہوا کہ علامہ الصدف و الجماعت کو کتابوں کی بیکار خلاش و جنگو سے فراخست حاصل ہو جاتی۔ میرے خیال میں علامہ نے اس معیار کے اعلان میں کسی قدر تجلیت سے کامیاب۔ کچھ بڑی اور گندنے کے بعد ان پر زردا نیتیتی بھی تو ملکن ہے کچھ لوگ یہ بکھر کر میں ہے کہ اسے مدد کر پرشدی صفحہ ۱۳۷ پر علامہ نے اس جبارت کو منت کیا تھی جسی فرمائیے جو احسن الاتخاب میں صفات ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۳۱۰، ۴۴۳۱۱، ۴۴۳۱۲، ۴۴۳۱۳، ۴۴۳۱۴، ۴۴۳۱۵، ۴۴۳۱۶، ۴۴۳۱۷، ۴۴۳۱۸، ۴۴۳۱۹، ۴۴۳۲۰، ۴۴۳۲۱، ۴۴۳۲۲، ۴۴۳۲۳، ۴۴۳۲۴، ۴۴۳۲۵، ۴۴۳۲۶، ۴۴۳۲۷، ۴۴۳۲۸، ۴۴۳۲۹، ۴۴۳۳۰، ۴۴۳۳۱، ۴۴۳۳۲، ۴۴۳۳۳، ۴۴۳۳۴، ۴۴۳۳۵، ۴۴۳۳۶، ۴۴۳۳۷، ۴۴۳۳۸، ۴۴۳۳۹، ۴۴۳۳۱۰، ۴۴۳۳۱۱، ۴۴۳۳۱۲، ۴۴۳۳۱۳، ۴۴۳۳۱۴، ۴۴۳۳۱۵، ۴۴۳۳۱۶، ۴۴۳۳۱۷، ۴۴۳۳۱۸، ۴۴۳۳۱۹، ۴۴۳۳۲۰، ۴۴۳۳۲۱، ۴۴۳۳۲۲، ۴۴۳۳۲۳، ۴۴۳۳۲۴، ۴۴۳۳۲۵، ۴۴۳۳۲۶، ۴۴۳۳۲۷، ۴۴۳۳۲۸، ۴۴۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۴، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۵، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۶، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۷، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۸، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۹، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۰، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۱، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۲، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۳، ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۳۱۴، ۴۴۳۳

سے بھی ذہست ہیں۔ اگر علامہ کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ روایت بودی میں سے فردوسی الاحرار میں لکھی ہے تاہم استناد نہیں تو، نہیں اس کو صاف الفاظ میں ادا کرست شر کیوں بخوبی ہوئی۔ مجرد اتنا کہنا کوئی بھی اور فردوس الاحرار والے اس کا کیا الزام رکھتے ہیں کہ مجھ حدیث پس لائیں گے؟ اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں کہ یہ حدیث بھی صحیح نہیں۔ صرف یہ بات کہ کسی کتاب میں صحیح احادیث کے ساتھ ضعیف احادیث بھی موجود ہیں کل احادیث کو جو اس کتاب میں درج ہیں پاپیہ اہل بارے ساقط کرنے کے لئے کافی نہیں اور نہ ضعیف احادیث کی موجودگی سے اس کتاب کی صحیح احادیث غیر معتبر ہو سکتی ہیں علامہ نے یہ خود بھی فرمایا کہ اگر یہ معیار فرادر کیلئے بھی صحیح مان لیا جائے تو کوئی کتاب انکی نہیں ملے گی کہ جس کی احادیث قابل استدلال ہو سکتیں علامہ نے خود بخاری اور ترمذی اور غیرہ پر استدلال فرمایا ہے کہادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کتب میں مجرد اور ضعیف احادیث موجود ہیں۔ جو حدیثیں علامہ نے بخاری کی چیزیں کی ہیں ان کی روایۃ کی حیثیت میں نے اس سے قتل چیز کر دی ہے اور یہ ثابت کر چکا ہوں گوہ حدیثیں مجرد ہیں کیا علامہ کے نزدیک ان روایۃ کو مجرد حالت کر دیتے بعد یہ کہتا درست ہے کہ بخاری پر استدلال جائز نہیں۔ علامہ نے غالباً اسی تحریر کے اس پہلو پر خود بھی فرمایا جیکہ کسی کتاب میں موضوع اور مجرد احادیث کا موجودہ بتا کل کتاب کو غیر مستند بنانے کیلئے کافی نہیں ہوتا۔ علامہ اگر روایت کو غیر معتبر ہاتھ اچاہتے شے قوائیک لئے ضروری تھا کہ وہ اس حدیث کی روایۃ کی کیفیت کو چیز کرتے محدود الکایہ لکھ دینا کہ یہ روایت فردوس الاحرار و بیانی میں موجود ہے اس لئے ناقابل اعتماد ہے قطعاً کافی ہے کیا علامہ کے پاس کوئی فردوس الاحرار اسکی بھی ہے کہ دیلمی کے علاوہ اور کسی کی تصنیف ہو علامہ کی بہارت "دیلمی اور فردوس الاحرار والی" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فردوس الاحرار دیلمی کی تصنیف سے نہیں ہے۔ کیا علامہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی رسمت گوارا فرمائیں گے یا اس کو طاعت کے سرخوب پر دوں کہ علامہ کی تاؤاقیت قابل گرفت نہ ہو سکے۔

ای صفحی میں آگے جل کر پھر علامہ نے اپنے بخرا ناداقیت کا یہ تجھ ناظرین اور خوف طوالت کے ذمہ دشکنی کی ایک مثال چیز کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "خوف طوالت برج کوڑک کر کے بھل اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جو ایک حافظ حدیث کا قول ہے" ان هذا کلذب موضوع

بالاتفاق" علامہ نے اتنی عبارت تو لکھ دی کہ جس میں فضل الخطاب کی تین صورتیں کمپ گئیں تھیں اس حافظہ حدیث کا نام اور کتاب کا حوالہ اور جرح جس کے لئے نصف طریقہ کافی ہوتی تھوڑی طوالت حذف فرمادیا گئیں علامہ نے حافظہ حدیث سے اپنی قابل تدریستی کی طرف تو اشارہ نہیں فرمایا ہے اگر یہ صورت ہے تو اکسار اور شرم واقعی قابل قدر ہے کہ امام گرامی کے بجائے صرف حافظہ حدیث کے الفاظ پر اتنا فرمائی۔

تم اس کے کہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی اس عبارت کے متعلق پچھلے سو جس کو علامہ نے اپنی تائید میں بیش کیا ہے ایک چیز میں اور ناظرین کے ساتھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اسن الاتخاب میں جو عبارت حضرت مؤلف نے آئیستہ تذکرہ کے متعلق صفات ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸ کی سی ہے اس کے مأخذات میں انھوں نے علاوہ فردوس الاخبار و دلیل کے اور بھی کتابوں کا حوالہ دیا ہے (تفسیر امام واحدی والوں کا منہج و موصوف حرقہ) کیا علامہ کے نزدیک دلیل کی روایت کے مجموع ہونے سے اور اپنی کتابوں کی روایتیں خود بخود مجموع اور غیر معینہ بوجاتی ہیں اگر بحث کیلئے یہ امر بھی مان لیا جائے کہ واقعی دلیل کی موجودی حدیث کا مدلال نہیں تھا بھی اس بحث میں اس سے کوئی ستم پیدا نہیں ہوتا۔ اگر مأخذات مدرجہ اسن الاتخاب میں سے ایک مأخذ بھی قابل استدلال ہو تب بھی حضرت مؤلف کی تحریر قطعاً حق بجا ہو گی۔ غالباً علامہ صواعظ حرقہ کے متعلق تقریب کیلئے پر تیار ہوں گے کہ اس میں بھی معلوم اور غیر معین احادیث اور روایات کو جمع کیا گیا ہے ورنہ علامہ کیوں استدلال فرماتے اگر بحث کیلئے پفرض کر لیا جائے کہ یہ واقعہ معرف صواعظ حرقہ ہی میں موجود ہے تو کیا علامہ کے نزدیک پھر بھی حضرت مؤلف کی تحریر قابل اعتراض ہے کسی کتاب پر تخفیف لکھنا اتنا آسان نہیں ہتنا کہ علامہ نے کھڑکا ہے انھیں چاہئے کہ ابھی کچھ دونوں اور سبق لیں تھے اس میدان میں قدم بر گئیں۔

عمری باید کہ بار آید بستکار۔

علامہ نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقولہ مسئلہ الفردوں دلیل کے متعلق تو لکھ دیا مگر جہاں شاہ عبدالعزیز صاحب نے امام واحدی کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے (ای آئت کی بحث میں) اور جہاں پر شاہ صاحب نے خود اپنا مسلک اس آیت کے متعلق لکھا ہے وہ بالتفہم حذف فرمائے گئے میں ناظرین

کے سامنے تھنڈی کی وہ عبارت بھی پیش کئے دیتا ہوں جہاں پر شاہ صاحب نے ان آئتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن پر رواقی خلافت بلا فعل ثابت کرنے کیلئے استدلال کرتے ہیں وہاں پر اس آیت ہو تو قفوهم انہم مسنونوں ۴۰ کو لکھا ہے اور شروع بحث میں فردوس الاحرار دہلی کے تعلق وہ عبارت لکھی ہے جس کو علامہ نے ص ۵۲ میں سطر ایک لکھا ہے اس کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

اور اس روایت کو واحدی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اس طور پر کہ عن ولایت علی و الہمیت اور ظاہر ہے کہ سب الہمیت امام نہ تھے اسلئے ولایت کو محبت پر قیاس کیا جائے گا اس واسطے کی لفاظ مشترک ہے اور موافق خارجی قریزوں کے اس کے دو مخلوقوں سے ایک سختی مقرر ہوں گے اور بالآخر سوال محبت چتاب امیر اور ان کی المامت سے اچھائی ہے یعنی تشقیق علیہ کہ المامت بھی اس کے قاتل اہلست نبیز قالل اند بآن الخ

(۱) (ترجمہ مولوی عبدالجید نان م ۳۶۷-۳۶۸)

جو عبارت تھنڈی میں نے مدد جسد اور پلٹھی ہے اس سے دو ہاتوں کا پتہ چلتا ہے:

(۱) یہ کہ امام واحدی کی تفسیر کی یہ روایت قابل استدلال و استناد ہے اور اس میں کوئی ستم نہیں ورنہ شاہ صاحب بجاۓ لفاظ ولایت کے سختی لکھنے کے اس حدیث (روایت) پر ترجیح فرماتے اور اس کو غیر معین قرار دیتے اور ولایت کے لفاظ میں باویں نہ فرماتے۔

(۲) یہ کہ مسلم المحدث و اجماعت یہ ہے کہ لوگوں سے محبت چتاب امیر و الہمیت کے تعلق سوال کیا جائے گا حیثیت جو عبارت کہ حضرت مؤلف نے ص ۷۷ پر لکھی ہے اور جس پر علامہ اس شودہ سے تحریک ہیں پر تحریک افالا تحریک کی اس عبارت کا ترجیح ہے طالحہ وہ عبارت اسیں الاتخاب امام واحدی تفسیر میں اور ایوکر ایکن مردویہ اور دہلی فردوس الاحرار میں لکھتے ہیں کہ الہمیت

حدیقی اور انہی عبادت سے مردی ہے کہ الش تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ ہے کہ لوگوں سے فرمات کے روز ولایت جناب امیر و محبت بہبود کے تعلق ہواں کیا جائیگا۔“

اسی فردوس الاحرار و بلیں کے متعلق جس کوشش صاحب نے تھوڑی میں غیر معتمر قرار دیا ہے شاہ صاحب عجالہ نامہ میں لکھتے ہیں ”لکھری ان مردوں پر انتیزیر دہلی و قصیر اہم جریدہ وغیرہ مٹاہیز قصیر حدیث انہوں کتاب و منشور سیوطی جامع ہے است“ یہ امر کہ جو کچھ شاہ صاحب نے تھوڑی میں لکھا ہے وہ ان کے حقیقی مسلک پر روشنی ڈالا ہے اور ان کی واقعی تحریر یہ یا جو باتیں کہ انہوں نے اپنی اور تصانیف میں درج فرمائی ہیں ان سے شاہ صاحب کے حقیقی مسلک کا اطمینان ہوتا ہے خود قابل بحث ہے جس پر میں انشاء اللہ آمیں ملک کا لفظ تفصیل بحث کروں اس وقت مرفق مجھ کو اس امر کا ثبوت دینا تھا کہ حضرت مولف کی تحریر جس پر علامہ مطریض ہیں متنی برائیت ہے یا انہیں میں نے جو کچھ اور پر اس بحث کے باہت درج کیا ہے وہ اس حقیقت کے اکٹھاف کیلئے کافی ہے اس لئے اب میں علامہ کے اور کارناسوں کی طرف ناظرین کی توجیہ مبذہول کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور اس مجھ کو شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر پر ختم کئے دیتا ہوں شاہ صاحب نے قرۃ العین میں اس آیت کے متعلق لکھا ہے ہو قفوهم انہم مستولون یہ کہ صادق است یا انکہ حضرت مرتضی در ایام عخلافت خود خلیفہ حق بود پس واحد بود بر مردمان قبول عخلافت او و اگر قبول نکنند مستول و معاتب نہون (قرۃ العین میں ۲۷)

مختصر ۵۵ پر علامہ نے حدیث ”اذا ملہنۃ العلم و علی بابها“ پر اسی پر تغیر طریق سے تعمید فرمائی ہے کہ بے اختیار علامہ کو ان کی اس تخفید پر وادیئے کوئی چاہتا ہے معلوم نہیں کہ اس موقع پر علامہ کا خیال طوالت کیاں ہلا گیا۔ بھلا جب حدیث پر تخفید فرمائے ہیٹھے تھے اور کچھ حضرات کے نام بھی چیل کرنے کا ارادہ تھا تو یہ تودیجہ لیتیے کہ جن اقوال کو علامہ ان حضرات کی طرف منسوب کرنے پر تیار ہوئے ہیں وہی ان لوگوں کا آخری فصل تھا یا ان کی تصانیف و اقوال سے یہ پڑھتا ہے کہ انہوں نے اپنے ان اقوال سے رجوع کیا تھا۔ میں ناظرین کے سامنے ایک ایک کا نام پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ناظرین کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ علامہ نے اس حدیث کی تخفید میں صداقت اور راستی کوچھ میرب شریعی میں داخل کیجئے کہ کس محمد طریق سے وہ سے کنارہ

فرمایا ہے۔

(۱) بیکی این مسین لا اصل له

علامہ نے بیکی این مسین کا مقول تو لکھ دیا مگر اس بات کو بالقصد نظر انداز فرمادیا کہ انہوں نے اپنے اس مقول "لا اصل را" سے رجوع کیا تھا اور حسب ذیل حضرات سے اس کی صحت پہان کی تھی:

(۱) قاسم ابن عبدالرحمن البخاری (صحیح البخاری و تاریخ سیوطی) (تذکرہ البخاری جلد اس، ۲۷۷)

(۲) جماس ابن محمد دری (مستدرک حاکم جلد اس، ۱۲۷)

(۳) قاسم (خطبہ تاریخ بغداد جلد اس، ۲۹۰)

(۴) صالح این چھوڑہ (مستدرک حاکم جلد اس، ۱۳۶)

(۵) امام بخاری انه منکر ليس له وجہ صحيح

خدولام بخاری کے استاد عبدالرؤف مصباحی نے دو مندوں سے اس کی صحیح کی اور امام احمد این حبل نے جو جلد مشائخ بخاری سے ہیں اس حدیث کو بطرق متعدد روایت کیا اور بیکی این مسین شیخ بخاری نے اس کی صحیح کی جیسا کہ میں اپر لکھ چکا ہوں اور حاکم نے محدث ک میں بر شرط شفیعین بخاری و مسلم بطرق متعددہ تحریک کی تھا انام بخاری کی جرح و قدح اسکی صورت میں التی جست و استدلالیں بیش روی معلوم یہ ہوتا ہے کہ بیکی این مسین کے مقول "لا اصل له" سے امام بخاری بھی متاثر ہوئے مگر نکلے بیکی این مسین نے اپنے اس قول "لا اصل له" کی تردید و مدعو مواقع پر بر کی (جیسا کہ اپر لکھا چکا) اس لئے امام بخاری کی اپر رائے قابلہ کن نہیں سمجھی جا سکتی۔

(۶) ترمذی انه منکر غریب

ترمذی کے منکر کہنے کو علامہ این جوزی نے روکیا ہے کہ اس حدیث کے اور طرق کی شرہ میں یہ صن کی تمکنستہ و مختی ہے (کنز الہدیہ جلد اس، ۲۰۰)

(۷) این جوزی انه موضوع

موضوعات این جوزی خود مقدوح ہے جس کا تقبیح سیوطی۔ سبظ این جوزی، این جوزی عقلانی وغیرہ نے کیا ہے علماء کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ یہ حدیث کو موضوع کہنے میں

بہت بھول تھے تو تم سے زائد حاشر ہوتے تھے۔ علامہ ابن حجر وغیرہ کا قول ہے کہ ان کے موضوع کہد دینے پر اعتماد نہ کرنا چاہئے (اماء الرجال، شیخ عبد الرحمن محدث وطہی) علامہ علی بن حجر، سیدوطی۔ ذرقانی، ان کے موضوع کہد دینے کو محترم نہیں مانتے تھے۔ امام تقی الدین، علامہ سقاوی، ملا علی قاری، بدر الدین زرشکی وغیرہ نے ان کے قول کو قاتل، احتقار اور توجیہ نہیں سمجھا۔

(۵) امام نووی شارح مسلم اللہ موضوع
اولاً یاقب و مراجعت، ابن جوزی سوھنگ ہوئے تاکہ تھے بعد میں محنت کے قاتل ہوئے اور
اسی حدیث کو جناب امیرگی مرح میں خود لکھ کیا (فتح الدالیل از المأثہب الدین احمد)

(۶) امام ذہبی اللہ موضوع
امام ذہبی کے قول کی تردید بھی ملائی کی ہے۔ صلاح الدین علائی، زرشکی، سقاوی، سیدوطی،
علی تقی، ملا علی قاری، منادی، حدیث و حلولی نے ذہبی کے قول کو رد کیا ہے۔ خود امام ذہبی نے اپنے
اس قول سے رجوع کیا تھا چنانچہ اسی حدیث کو میرزاں الاعدال میں بند متعلق سویں اہل سعید فہی
مسلم سے روایت کر کے اس سنکو جو میں مشتمل کر رکھا ہے (میرزاں الاعدال ترجمہ سویں اہل سعید الحدیث وغیرہ)

(۷) کشش الدین جزری اللہ موضوع
خنوں نے بھی اولاد اس حدیث کو موضوع کیا اور پیراپنے قول سے رجوع کر کے اس کو اسی
المطالب میں فضائل جناب امیر میں روایت کیا اس کتاب میں خداوندوں نے لکھا ہے کہ ”اس
کتاب میں مستند متواتر صحیح اور حسن احادیث مناقیب حضرت علی رضی کرم اللہ وجہ میں مسلسل اور
متصل الکم جاتی چیز جو محدث علیہ ہے“

جو اقوال میں نے اور درج کئے ہیں ان سے ناظرین کو یہ ضرور پڑھ جائے گا کہ علامہ
نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ کس حد تک ہو کے اور فریب پر منی
ہے اب میں ناظرین کے سامنے چد اقوال ان علا کے پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس حدیث کی
تصدیق کی ہے۔

(۱) ملا علی قریبی لکھتے ہیں کہ اس طریقہ کا قول ہے یہ حدیث ثابت ہے (مرآۃ الشرح مکملہ مددہ، ۱۷۵)
(۲) علامہ سیدوطی لکھتے ہیں کہ حدیث مذکورہ اعلم حدیث حسن ہے این جوزی نووی وغیرہ کا اس کو

موضوع کہنا صحیح نہیں ہے (ترجمہ ترین انقلاف بالسیوطی) علامہ سیوطی تعریفات علی الموضوعات اہن جزوی میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے طرق کے اعتبار سے حسن کے درج پر ہو چکی ہے اور لائق استدلال و بحث ہے یہ شیف کی جانبی سے اور نہ موضوع (تعقیبات ص ۵۱)

(۲۳) علامہ خاوندی لکھتے ہیں کہ حسن غصی نے اس حدیث پر کذب اور ضعف کا حکم لگایا اس نے خطاب کی اس میں سکرہ الفاظ ایسے ٹکیں جو خلاف عقل کئے جائیں اس بارہ میں بہتر حدیث اہن عباس کی ہے اور وہ حقیقت حدیث حسن ہے (متا صد صفحہ ۲۷)

(۲۴) علامہ اہن مجرم کی کاول ہے کہ اس حدیث کو ایک جماعت نے روایت کیا حاکم نے اس کی صحیحی کی اور حافظ علائی نے بھی اس کی تحسین کی (فتاویٰ حدیثیہ ۱۲۶)

علامہ کی داقیت کیلئے ایک تختیر فہرست ان علاقوں کی میں کئے دیتا ہوں جنہوں نے اس حدیث کو ثابت کیا ہے اور جو اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں۔ ان علاقوں کے کاول میں نے بخوبی طوال حذف کر دیئے ہیں

(۱) وہ علماء جنہوں نے اس حدیث کو ثابت کیا ہے۔

(۱) امام احمد اہن خبل (۲) سیوطی اہن سعین و سیوطی، الاجملی، جریر طبری (۳) حاکم نیشاپوری (۴) محمد طلوی قرشی (۵) سبط ابن الجوزی (۶) صالح الدین علائی (۷) شمس الدین جزرا (۸) امام خاوندی (۹) امام سقاوی (۱۰) علامہ سیوطی (۱۱) فضل اللہ شیرازی (۱۲) علی تحقیقی (۱۳) سید محمد بنخاری (۱۴) مرزا ابوذر خشافی (۱۵) صدر عالم (۱۶) عمر ابن اسحیل امیر بیانی (۱۷) قاضی شاوند پانی پتی (۱۸) مولوی حسن الزمان ترکمانی

(۲) وہ علماء جو اس کے حسن ہوئے کاول ہیں

(۱) ابو عبد اللہ محمد اہن یوسف شافعی (۲) صالح الدین علائی (۳) علامہ اہن مجر عسقلانی (۴) امام سقاوی (۵) علامہ سیوطی (۶) علامہ سعین و سیوطی (۷) ابو الحسن علی سرتانی (۸) اہن مجر تحقیقی (۹) ملا علی قاری (۱۰) عبد الرؤوف منواری (۱۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۱۲) علی اہن احمد عزیزی (۱۳) علامہ ذر قرانی (۱۴) سبان مصری (۱۵) علامہ شوکانی

اس حدیث کو موضوع ثابت کرنے میں علامہ نے بڑی جانفشاری فرمائی ہو گی جب تو

استئنے مقولہ فرمائی کر سکے معلوم ہیں علامہ ایسی مشقتو شاہزاد کیوں برداشت کرتے ہیں تھے پر بلا کچھ بوسنے ہر حاملہ میں استدلال کرتا عالمہ کو مشقتو سے تو ضرور تجھات دلا دیتا ہے مگر اس کا نتیجہ کبھی بھی یہ بھی ہو جاتا ہے کہ علامہ وہ بات لکھ دیا کرتے ہیں کہ جو مسلک ہدایت و اجماعت کے خلاف ہوا کرتے ہے۔ علامہ سے یہ امید کرنا کہ وہ ان حضرات کے آتوال کی طاش و جیتو کی رحمت گوارا کرتے تھے میں نے اور کھاہے تکلیف مالا بیٹا ہے مگر ہاں علامہ کو اتنا ضرور جانے تھا کہ وہ درست جاتے صرف قرآن تھین عی کو پڑھ لیتے تو اس سے بھی کم از کم علامہ کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ یہ حدیث موضوع نہیں اور تحدی کی وہ عبارت جہاں اس کو موضوع لکھا گیا ہے صداقت سے درست ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے ص ۱۲۸ سے حضرت جناب امیر کے فضائل و مناقب شروع فرمادے ہیں اور ان احادیث کو جوان کے زاد یک بھی پایہ صحبت و اعتبار کو ہے جو تھی ہیں ص ۱۲۰ اوس اپر کھاہے تھیں احادیث میں شاہ صاحب نے اس حدیث کو بھی لکھا ہے "وقال أنا مدينة العلم و على باهها" (ص ۱۲۰ قرآن تھین) اس کے بعد پھر اسی حدیث کو ص ۲۹۱ میں بھی لکھا ہے اور اسی کے مقابلہ کی دو احادیث جو حضرات تھین کے مغلوب تھیں معلوم ہیں وہ تکھی ہیں۔ اگر یہ حدیث علامہ کے مقولہ کے مطابق موضوع ہوتی تو شاہ ولی اللہ صاحب کو اس کے مقابلہ کیلئے حضرات تھین کے مغلوب حدیث طاش کرنے کی ضرورت تھی وہ صاف ہیں تکہ حدیث کی یہ حدیث موضوع ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا اس حدیث کو ان احادیث سے جن کو الحشوں نے قرآن تھین میں موجود احادیث کے محسن میں لکھا ہے علیحدہ کرنا اس حدیث کی رحمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

علامہ نے حدیث "انا مدينة العلم و على باهها" کو موضوع لکھا اور کچھ آتوال (جن کی حقیقت میں اور دکھلا چکا) اپنے اس لغودعوی کی تائید میں پیش فرمائی تحریکت ہمیں اظہار کا جذبہ ہنوز طالب مل من جزیع تھا چنانچہ اسی جذبہ کی تسلیک کیلئے ایک حدیث بھی میں پر پیش فرمادی تا کہ بالکل یہ حدیث مدنیۃ العلم کی فضیلت سے ان کے تبعیین کو اخراج کا موقع مل سکے۔ جو الفاظ علامہ نے اس حدیث سے قتل کئے ہیں چونکہ ان کو بھی ایک قسم کا

تعلیق اسی چند پہ محبت المحبیح اطہار است ہے اس لئے میں ان کو بھی ناظرین کے سامنے پڑھیں کے دیتا ہوں ص ۲۵۵ مطہر ۳ میں لکھتے ہیں ”اگر یہ حدیث موضوع نہیں تو قسمی مصنف علام سے کوئی پوچھنے کے افضلیت مظہون کیسے ثابت ہوتی کیا اس حدیث کے الفاظ جائز ہیں یا حدیث ذیل کے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت نے ارشاد فرمائے ہیں“ علام سے اس حدیث کو ص ۱۱۳۰ حسن الاختباب سے نقل فرمایا ہے جہاں یہ حدیث تعلیم و تربیت کی سرفی کے تحت میں لکھی ہے کیا علام سے کے نزدیک کسی شخص کی تعلیم و تربیت کے متعلق کچھ لکھنا اس کو اور لوگوں پر افضلیت دینا ہے کیا وہ اس عمارت میں کوئی ایسا جملہ پڑھ کر سکتے ہیں کہ جو افضلیت پرستی ہو اس محبت کی عمارت تو افضلیت مقابله قی حضرات شیخینؒ کی مورید معلوم ہوتی ہے صاحب کی یہ عمارت جو اسی محبت میں موجود ہے حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ و میر سحابہؓ حضور میں مہاجرین جن میں سے ہر ایک کتابت و شعر و شاعری و علوم و خوب و خیرہ میں ضربِ افضل سمجھا جاتا تھا ہم محبت و علمیں رہتے تھے جن سے بچوں حصول فوائد و منافع متعلق پر علم و عمل اور دروس امراض نظری کیا ہو سکتا تھا اور ”کیا علام سے کے نزدیک میں بر افضلیت مقابله فی ذہن ہے“ بچوں اس کے اور کیا کہیں کہ علام کو قارروہ میں بھی بجا لے نظر آتے ہیں کیا علام سے کے نزدیک محبت اسکو کہتے ہیں کہ بچوں کی بر افضلیت کے مقابلہ میں دوسرے شخص میں بھی اس فضیلت کا وجود ٹاہرت کیا جائے۔

اب میں ناظرین کے سامنے اس حدیث کو پڑھیں کرتا ہوں کہ جو حدیث ”انا مدینۃ العلم“ کے مقابلہ میں پڑھی کی گئی ہے اس حدیث کے الفاظ حسب زیل ہیں ”ما صب لله فی صدری شیئاً الا و صبته فی صدر ابی بکر“ میں اس سے قبل بھی علام سے یہ گزارش کر چکا ہوں کہ بلا سوچے سمجھے تقدیر پر استدلال شفر مایا کریں علام سے تقدیر سے اس عمارت کو اخذ تو فرمایا مگر اس کے متعلق علام کی رائے ملا ہذہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

”در باب فضائل ابی بکر صدیق آنچہ مشہور تو است از
موضوعات حديث ان الله بتحلى يوم القيمة للناس عامة ولابی

بکر خاصہ و حدیث ما صب لله فی صدری شیئا الا و صبته فی
صلوٰت ابی بکر و امثال لبّها از مفتریات است کہ بطلان و بدینہ
عقل معلوم است " (مراحل التحیم شرح مسلم حادثت میں ۱۲۵ و میں ۱۲۶)

علامہ کیمین خاطر کیلئے میں اور علماء کے نام بھی لکھ دیا ہوں جو اس حدیث کے
 موضوع ہوئے تھے قال ہیں (۱) ابن جوزی (۲) ابن قیم (۳) مجدد الدین فیروز آبادی (۴)
محمد طاہر فتحی (۵) علامہ شوکافی (۶) لماطی قادری۔ علماء اگرچا ہیں تو ان حضرات کی تصانیف
ٹھانٹھل رہما سکتے ہیں۔

علامہ نے اکثر مقامات پر حضرت مؤلف کو تحقیق روافض بیان کیا ہے اور اس کا ثبوت میں
۱۲۵ خسطر سے میں تک دینے کی رسمت گوارا فرمائی ہے میں اس سے قبل ناظرین کے
سامنے وہ عبارتیں پیش کر چکا ہوں جو حضرت مؤلف احسن الاتقاب کے تحقیق روافض ہوئیں
تھیں تزوید کرتی ہیں یہاں مجھ کو صرف یہ دیکھا ہے کہ علامہ نے جو شہود اپنے اس دعوے کی
دلیل میں پیش کیا ہے اس کی نوعیت کیا ہے علامہ میں ۱۲۵ کی خسطر میں فرماتے ہیں "اس اہل
تشیع کے اقوال اپنی کتاب میں نہ لیتے کہ نومنہ لاحظہ ہوں" پھر میں ۱۲۵ فرماتے ہیں "مضاف علام نے صفحہ ۱۲۱ پر بعنوان آیات دربارہ فضائل الہمیہ کے مباحثت آئی تطہیر کو
باخصوص الہمیہ کیلئے نازل ہونے کے ذمے میں پاروسا چار صفات رکھے ہیں اور" جس
سے یہ تطہیر نکلا ہے کہ حضرت مؤلف کا یہ تحقیق و خیال کہ آیت تطہیر باخصوص الہمیہ اطمینان
کے حق میں نازل ہوئی ہے علامہ کے تزوید کی تلید روافض (شیعہ) ہے حضرت مؤلف نے
اپنی اس تحریر کی تائید میں پارہ احادیث پا استدال فرمایا ہے جن میں سے دو ایک حدیثوں پر
علامہ نے اعتراض بھی کیا ہے۔ اس اعتراض کی توجیہ میں آئے میں کر ناظرین کے سامنے
پیش کر دیں گا فی الوقت ناظرین کے سامنے اس امر کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آیت تطہیر کو
الہمیہ اطمینان سے تخصیص کیا ہے اسی وجہ سے اسی وجہ سے اسی وجہ سے اسی وجہ سے
قبل مولیعہ رشید الدین حاصل ڈبوبی المعرف پرشید امکھنفین شاگرد و رشید شاہ عبد العزیز
صاحب کا تواریخ علامہ سے کراچکا ہوں اس مسئلہ کے متعلق رشید امکھنفین نے کتاب

الیتخار للطلاق والمقابل مفصل بحث کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں

" و صاحب عین المعانی فرمودہ کہ ظاہر تفسیر دلالت بر آن دارد کہ اهلیت ازوج باشند اما از حضرت عائشۃؓ و ام سلمہؓ و ابو سعید خدریؓ و انس بن مالک نقل کردہ اند کہ اهل بیت حضرت فاطمہؓ و حضرت علیؓ و حسینؓ و حسینؓ اند و در اسباب نزول آورده اند کہ ام سلمہؓ فرمودہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در خانہ من بر گلیمی کہ بر فراش وی افکنده بودیم نشسته و فاطمہ رضی اللہ عنہا در آمد و جھٹ پدر سبو سات با گوشت پختہ آورده حضرت مفرمودند کہ ای فاطمہ علی و هر در فرزندان را بخوان تا بر این خوان با ما هم کاسه شوند چوی طعام خورده شد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آن گلیم را برایشان پوشاند و گفت خدا یا اینها اهلیت من اند رحس را از ایشان بر ایشان را پاکیزہ گردان این آیت نازل شد من سر خود را از زیر گلیم کردم کہ یا رسول اللہ من نہ از اهلیت تو ام فرمود کہ انک علی خیرو از این جھٹ آں عبا برین پنج تن اطلاق میکند

آل العبار) رسول اللہ و ابنته والمرتضی ثم سبطاه اذا جمعوا ذہن کے بعد رشید المتكلّمین نے رسالہ مذاقب السادات کی عیارات اس مسئلہ کے حل کل کی ہے۔

"عن ابن عباس انه قال هذا خاص في حق رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم و على فاطمة و الحسن و الحسین هذا هو الاكثر وهو ارجع" ... اما

۱۔ آنہ بحث سے رسول الداڑہ را کی تینی اور ترقیتی بودند اور تو اس مراد ہیں۔

”باعبار تصریح کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معانی دیگر از این آیت ساقط باشد و خاصۃ در حق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین باشد“
اس کے بعد خود لکھتے ہیں۔

”درین عبارت لو تنصیص است بین و ارجح خصوصیت آن بحضرت امیر و حضرت فاطمہ حضرت حسین است“ (ص ۱۲۷)
اس کے بعد رشید لمکمل نے امام رازی و پیشوای صاحب کتاب تفسیر حسین و تفسیر جالین اور ایطال الاطل کی مبارات سے اس آیت کا حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرات حسین کیلئے نازل ہونا ثابت کیا ہے پھر لکھتے ہیں

”و اکثر علمائی اهلیت تصویح کرده اند باینکہ اکثر مفسرین قالیل نزول آن در حق آل عبا ہستند چنانکہ صاحب صواعق در باب حادی عشر از ان می فرمایند آیۃ الاولی قال اللہ تعالیٰ ھانما یویند اللہ لیلھب عنکم الرجس اهل البیت و بظہر کم تطہیراً ۝ اکثر المفسرین علی انہا نزلتی ہی علی و فاطمہ و الحسن و الحسین لذکور ضمیر عنکم و ما بعد هو قیل نزلت فی نسالہ“
پھر اسی طبقے آخر میں لکھتے ہیں۔

”نزد اکثر مفسرین آیت خاصہ در شان آل عبا نازل یا ایشان در مورد آن داخل و صاحب صواعق تصویح بکثرت قائلین نزول آن در حق آل عبا کرده کہ نزول آنرا در حق ازواج مطہرات بصیغہ تمہیض کے لفظ قیل باشد دلالت علی ضعف هذا القول ذکر کرده (ص ۱۳۹)
پھر تجھے بحث کو ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے۔

”روشن تراز مہر انور واضح گردید کہ نزد بعضی علماء اهلیت آیت

فقط بستان آل عبا نازل و تزد بعض آل عبا درمورد آن داخل» (ص ۱۲۶)

جو عمارت میں نے اور کسی ہے اس سے یو پچھا ہے کہ علامہ الحسن و امامہ عت اور اکابر مفسرین اسی امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت بالخصوص آل جہاں کے حق میں نازل ہوئی ہے اس لئے علامہ کا یہ مقولہ کو الف حاصل نے اس آیت کو آل جہاں کیلئے خصوص کرنے میں تائی رواضش کیا ہے تھا خالہ ہے اس اگر علامہ کے نزدیک رشیدا حنفی متن و صاحب صواعق و امام رازی و پیغمبر اور صاحب کشاف و صاحب تفسیر حسینی و الباطل الباطل و مراتب المفاتیح سب ایک سرے سے تائی رواضش تھے تو باستعین دوسری ہے۔

غالباً علامہ کے نزدیک بجز اون کے اور اسکے قبیلین کے تمام مسلمان تائی رواضش ہی ہیں۔ اسی بحث میں ابھی علامتے اپنی پرانی روشن سے اخراج کرتا پہنچنے کیا اور انہارہ حدیثوں میں سے (جن کو حضرت مؤلف نے اپنی دوڑے کی تائید میں بیٹھ کیا ہے) صرف تین حدیثوں کو بریعم خود مجرور حکایت کر کے اپنے نزدیک تمام وکال بحث کو فلکاٹا بہت کر دکھایا۔ علامہ اگر اس کے مدعی ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؓ و حضرت فاطمؓ و عصرت حسینؓ کے حق میں نازل ہیں ہوںکی تو انکو بقیہ نو حدیثوں کو بھی مجرور حکایت کرنا ضروری تھا اگر ایک حدیث سے بھی یہ امر پائی ہے ثبوت کو کہا تو مجھ سے کیا کہ مورداں آیت تطمیہ بھی حضرات ہیں تو بھی حضرت مؤلف کا اس آیت کو فحفل اہل الہوت میں درج کرنا تلقعاً حق سچا ہوگا۔ معلوم ہیں علامہ کو قس علیہما الیوا فی کا کس شاطراً تزاد نے حق پڑھایا ہے کہ وہ موقع بے موقع ہر جگہ اس کو لکھ دیا کرتے ہیں علامہ اگر ماتس تو میں یہ کہدیں کہ یہ بھلا ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب بحث کا انعام محفوظات پر ہو منقولی ہا تو اس پر کہ بحث کا انعام درستا ہے تو اس جملہ کا استعمال کرنا تختیہ سے بھر کی دلیل ہوا کرتا ہے اسلئے کہ اگر کسی شخص نے دس آیتیں یا حدیثیں کی امر کے ثبوت میں بیٹھ کیں اور ان میں سے زائد حصہ بھی مجرور ہوتا بھی بقیہ آیات کو محض اس وجہ سے روکنے کیا جا سکتا کہ اس نے مجرور حدیثوں کو بیٹھ کیا یا پہنچ دیوں سے مطلب فلکاٹا۔

اب میں ناظرین کے سامنے اس تختیہ کو بیٹھ کرنا چاہتا ہوں جو علامہ نے ان احادیث پر قرمانی

ہے جن کا خواہ اسی بحث میں ہے۔

سب سے پہلا اعتراف علماء کا اس حدیث ہے کہ جس کا ذکر جسہ حضرت مولف نے نمبر ۳ پر درج فرمایا ہے اور جس کے مأخذات میں (۱) ترمذی (۲) امام احمد (۳) ابن حیر (۴) طبرانی (۵) ابن مرویہ (۶) سیوطی ہیں۔ علامہ نے ان مأخذات میں سے صرف ترمذی کے متعلق مکرہ الشائی فرمائی اور بقیہ مأخذات کے متعلق سکوت اختیار فرمایا جس سے یہ پڑھ چکا ہے کہ علامہ کی یہی جو نکاح بھی ہاد جو دو کوشش بقیہ مأخذات میں کوئی تقصیٰ نہ لے جاؤ کر سکی۔ کیا علامہ کا یہ مطلب ہے کہ میں ان کی طرف سے اس موقع پر ان کے آزمودہ دمغہب شد ”و قس علیہما الواقی“ کا استعمال کر کے علامہ کی اس فرمودگذشت کو ایک بے صحیحیاں پہنانے کی بے سود کوشش کروں علامہ نے یہ خوب نہیں فرمایا کہ اگر احادیث غریب پر استدلال کیجیں نہ جو تب بھی بقیہ چار مأخذات کے مجرد نہ ہوں بلکہ سے واحد کی تو بیس پر کوئی وہ نہیں پڑتا۔ علامہ اگر احسن الاتقاب کی اس عبارت کو خطا ثابت کرنا چاہتے تو قو تو انکو بقیہ مأخذات کی حدیث پر بھی رواۃ کی حیثیت سے روٹی ڈالنا ضروری تھا۔ کیا علامہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ترمذی کی تائل کردہ حدیث میں کوئی ضعف بوجہ کسی راوی کے پیدا ہو گیا ہے تو اس کا اثر اور کتب احادیث کی روایتوں پر بھی خواہ تو اہ پڑ جائے گا عام اس سے کہ ان حدیث کے روایۃ مختلف ہی کہوں نہیں اور ان میں سے کسی کو عالمائے جرج و تقدیل میں نہ بخوبی نہ سکھا ہو جب علامہ کے نزدیک بھی رواۃ میں فرق ہے تو ان کا مکمل ترمذی کے قول سے بقیہ چار کتب کے احادیث کو بخوبی کرنے کی کوشش کرنا صریحاً مخالف ہے۔

اب میں ناظرین کے سامنے اس تحدید کو بھی پیش کرتا ہوں جو علامہ نے بخوبی ترمذی لکھی ہے ریکھنا ہے کہ ترمذی کے مقولہ کوئی صحیح مانے کے بعد اس حدیث کی حیثیت تاکلی استدلال راستی ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے دیکھنا چاہئے کہ غریب حدیث کی حیثیت کیا ہوتی ہے اور اس سے اس کی حدیث پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں۔ علامہ اگر غریب حدیث کی تعریف پر بھی ایک نظر ڈال لیتے تو وہ غریب کے لفظ سے فائدہ اخلاقی کی پیدا ہو جائے کوشش نہ کرتے میں ناظرین کے سامنے حدیث غریب کی تعریف پیش کیے دیتا ہوں جس سے ناظرین کو خود اس امر کا اندازہ ہو جائے گا کہ ہاد جو دو

ترمذی کے اس مقولہ کے مؤلف صاحب کا استدلال اس حدیث پر ہو سکتا ہے "حدیث صحیح اگر راوی وی ریکے است آڑا غریب نامند" (مقدمہ شرح مکملہ مس) اس حدیث پر استدلال اس وقت جائز نہیں کیجا جاتا جب اس کی صحت میں کوئی ستم واقع ہو غریب حدیث میں (جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے) چونکہ اس قسم کا کوئی ستم واقع نہیں ہوتا اس لئے مباحثت میں اس پر استدلال جائز ہو سکتا ہے جس کو شیخ عبدالحق حبیث دہلوی نے مس ۱۲ مقدمہ شرح مکملہ میں بائیں الفاظ بیان فرمایا ہے۔

"معلوم شد کہ غرایت منافات بصحت ندارد و حدیث غریب صحیح می تو انہ بود"

اسلئے مجرد اس امر سے کہ ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے علامہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے علامہ کو خود بھی غالباً اپنی دلیل کی اس کمزوری کا احساس تھا اس لئے آگے بڑھ کر انہوں نے اپنے اعتراض کو محمد بن سلیمان کی جرح سے مدد کرو دیج یا نہیں کی کوشش کی ہے اور میرزا ان الاعدال زہبی میں جو جرح ان پر درج ہے وہ لکھ کر اپنے نزدیک جماعت کو اعلان تھا کہ یہ نچایا ہے مگر علامہ نے یہ امر کیوں بھلا دیا کہ اُنہیں محمد بن سلیمان کی تو نہیں بھی علانے کی ہے چنانچہ تہذیب العہد یہ ب جلد ۹۰ میں این جوان نے اُنہیں محمد بن سلیمان کو ثقافت میں شمار کیا ہے۔

دوسرے اعتراض علامہ کا اس حدیث پر معلوم ہوتا ہے کہ جو اسی بحث احسن الاتباب میں ثبوت ہے درج ہے میں علامہ کی ندرت و جدت پسندی کے اکثر ممون و دکھلائیکا ہوں مگر اس حدیث کے بحروف کرتے کا جو طریقہ علامہ نے اختیار فرمایا وہ کچھ ایسا اتوکما تھا کہ طبیعت بے اختیار پہنچ کر علامہ نے اس مرتبہ یہ بحث گوار فرمائی کہ واہدہ این الاستحق کی اسی حدیث کے دو طریقہ درج کتاب فصل الخطاب فرمائے اور پہنچ کر دو طریقہ میں بعض راویوں پر جرح بھی موجود ہے اس لئے اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ خود علامہ کے درج کردہ طریقہ حدیث کے بحروف ہونے سے واہدہ این الاستحق کی حدیث اپنے اوتھام طریقہ میں بھی بحروف ہو گئی کیا علامہ کی نظر سے ایسا کوئی طریقہ گزدرا ہے کہ جس میں حدیث کو اس طریقہ پر بحروف کیا گیا ہو یا اس طریقہ تعمید کی ایجاد کا سر اعلامہ اسی کے سر کھا جائے

علامہ کی تحریر سے تو یہ پڑھ پڑتا ہے کہ اس مرتبہ علامہ حضرت مولف سے اسلئے خواہوئے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کے وہ طرق کیوں ترک کئے کہ جن میں تم موجود تھا جلا اس تکون کا کیا تھا ناتھا ہے ایک طرف حضرت مولف حسن الاتخاب پر یا اعراض ہے کہ تحرید سے کتاب کیوں نہیں لکھی اور دوسری طرف اس پرنا گواری کا اظہار ہوتا ہے کہ محدود طرق پر استدال کیوں نہ کیا جگہ اس کے اور کیا عرض کروں کہ چوں کہ شرعاً کے نزدیک ایک طبع خاص کیلئے تو تکون ضروری والا بدی ہے اسلئے علامہ کے اس تکون پر کوئی حقیقتی کوئی مجب میں داخل بحکم کسی سے کثارہ کشی ہوتا ہے۔

علامہ نے خود وہ طرق واطہ اپنی الاستح کے اس حدیث کے لئے ہیں اس میں اس امر کی تحریر نہیں کی کہ وہ کس کتاب میں موجود ہیں مگر چونکہ علامہ نے رواۃ کے نام قاہر فرمائے اور جو شخصی ہے اس لئے میں ان رواۃ کی حیثیت بھی باطنین کے سامنے پیش کئے دیجا ہوں پہلے طریقہ کی حدیث میں علامہ کا انتراض فعل بن وکیم پر معلوم ہوتا ہے اور انہیں کی وجہ سے وہ اس حدیث کو محدود قرار دیتے ہیں جو افاظ کو فعل بن وکیم کے تعلق میزان الاعتداں جلد اس صفحہ ۲۹۷ سے اخذ کر کے علامہ نے لکھے ہیں اگر انکو بغور پڑھتے تو یہ صاف نظر آ جاتا کہ اس عبارت سے فعل بن وکیم میں کوئی ایسا اسم پیدا نہیں ہوتا کہ ان کا پایہ رواۃ کی حیثیت سے گردابیا جائے علامہ تو میزان الاعتداں زہبی کے حافظ معلوم ہوتے ہیں اس میں تسبیح بالاغلوسیت اور لعی پنچلوسیت (رفض) کے افاظ اتوان کے نظر سے گذرے ہوں گے کیا اسکے خلاف یہ دونوں حقیقیں یکسان ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے اس کو تو غالباً علامہ بھی تسلیم کر لیں گے کہ یہیں بالاغلوسیت منوع و کروہ نہیں اور علامہ شیعی عقائد کرنے والوں کو ثقہ و عدول ہاتا ہے اور ان سے برادر رواہت حدیث جائز بھی ہے چنانچہ عدی این طبیر و ابان اینکن تطلب کرنی جن کا شمار شیعہ حضرات میں تھا ان سے شیعہ اور امام احمد ان ضبل اور ابن حیثم اور ابو حاتم نے رواہت حدیث کی ہے اس لئے ذہنی کا صرف یہ لکھتا کہ فعل بن وکیم شیعیت بر بتا ہے اس کے لئے اور عدول ہونے کے خلاف نہیں ہو سکتا علامہ نے شاہ عبدالعزیز کے تکذیب کو اس موقع پر کیوں بھالا بیشاہ صاحب نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ ”باید دانت کے شیعہ اولیٰ کے فرقہ چاننا چاہئے کہ شیعہ اولیٰ کے فرقہ کی اور“

لطفی اس زمانہ سا بیان میں اپنا لقب شیعہ
تھا جب غلامہ رواضن نے یہ لقب اختیار کیا
باہم لقب خود رواضن کیا اور
تو سیوں نے اس لقب کو ترک کیا اور
الحمدہ والجماعت اپنا لقب قرار دیا تک
تاریخ قدیم یہ میں جہاں قلان کن ہیجہ اور
من ہیجہ علی واقع ہے وہ لوگ
رسائے اصل مت والجماعت سے ہیں
سب حق ہے تاریخ والقوی و استیعاب
میں انکی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔
(تحفہ زہرہ تقدیر)

سیہ و تفضیلہ اند در زمان سابق
بغیثہ ملقب بودند ہوں غلامہ رواضن
باہم لقب خود را ملقب کردنند...
فرقة سیہ اپنے لقب را برخورد نہ
بسندیدند و خود را به اہلسنت و
الجماعت ملقب کردند و آنچہ در
کتب تاریخ قدیمہ واقع می شود کہ فلان
من الشیعہ و من شیعہ علی حالاتکے لواز
رسائلہ اہلسنت و الجماعت است
راست امانت و فی تاریخ الولقدی و
الاستیعاب شی کثیر من هذا الحسن

علامہ فضل بن وکین کو صرف شیعہ کہو کر ان کو مجرموں نہیں کہ سخت علامہ نے اس موقع پر بھی اسی
صداقت کو صرف فرمایا ہے جس کے دعاوی ہیں فضل بن وکین کے مقابل بھی وہ عبارت تو قتل فرمادی جو
ان کی شیعیت سے تعلق تھی مگر ان کے محدثین کی رائے کو پھر بالقدم نظر انداز فرمادیا ملاحظہ ہو جائی قفضل
ابن وکین۔

فضل ابن وکین ان کی کلیت ابو الحیم تھی، اور ایک جماعت محمدیں نے ان سے روایت حدیث کی
ہے:

- (۱) یعقوب ابن الی شیبہ (تفصیل مددوق).
- (۲) ابوکبر ابن الی خیثہ کہتے ہیں کہ بھی ان میں سے پوچھا گیا کہ سب سے زائد افہم کون تھا
انہوں نے کہا پائی آدمی اور ان پائی میں ابو الحیم بھی ہیں۔
- (۳) ابوذر محمد مشتی کہتے ہیں کہ میں نے ان میں کہتے تھا کہ ابو الحیم اور عفان سے زیادہ میں نے
کسی کو افہمت نہیں دیکھا۔

- (۴) احمد ابن صالح کہتے ہیں کہ ابو قیم سے زائد صد و تین صد نسبت بیس دس کھانگیا۔
- (۵) ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اکن الدینی سے نہ کتاب ابو قیم فتاویٰ سے تھے۔
- (۶) علیؑ کہتے ہیں کہ یقین ثابت فی الحدیث تھا۔
- (۷) اکن حمدؑ کہتے ہیں پیغمبر مسیح مسیح الحدیث تھے۔

لطفہ

(۸) اکن شاہزادؑ

- (۹) عبد الصمد ابن سلیمان رضیؑ کہتے ہیں کہ میں نے احمد سے نہ کتاب ابو قیم سے زائد سخت رجال میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

علامہ غالباً ان کے اس وجہ سے خلاف ہوں گے کہ ایسا معاویہ کے جانشین میں سے تھے اور ان کی برائیوں کا انعام کر دیا کرتے تھے (مولانا اہن جہان، کولون ٹھہریب الجہد جلد ۲ ص ۲۷۰)

اگر یہ وجہ اسکے غیر معین بھائی کی ہے تو علامہ صاف یہ لکھ دیتے کہ ان کے نزدیک فضل اپنے دیکھنے غیر معین ہیں۔

اس کے بعد پھر اگر میں فضل بن وکیب کو غیر معین بھائی صدقہ طابت کرتا تو مجھ سے بڑھ کر دیدہ دلیر علامہ کسی کو نہ بھیتے مگر خرابی تو یہ ہو جاتی ہے کہ علامہ شدت اکسار میں خود اپنے مقولہ کو لچر بکھر کر دوسروں کے اقوال سے اس کی تائید کرنے لگتے ہیں اور مجھ کو اسی وجہ سے امر حق بیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

پہلی حدیث کی حیثیت تو آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ کیسی کچھ محروم ہے اب دوسرے طریقہ حدیث کو بھی دیکھتے چلے اسے بھی علامہ نے صرف ایک ابو عمر وہی وجہ سے محروم قرار دیا ہے اور اس جرم میں جس قدر صفات سے کام لیا ہے میں تو خبر شاہزادؑ کے قبیل و معرفین بھی اس کی کماحتہ راویوں سے سمجھی گئی۔ علامہ نے جو جرم ابو عمر پر کیا ہے اسکے لئے میرزا العتمان جلد ۲ ص ۱۰۷ کا حوالہ بھی دیا ہے علامہ کے مقام و تحریر پر مشک کرنا تو میرے نزدیک بڑا اگناہ ہے اس لئے میرزا العتمان دیکھنے کا خیال اس وجہ سے کیے ہیں اور کہ شاید اس سے علامہ کے مقولہ کی تردید شہادت کے الیمن علامہ کی تحریر کی اور مضبوط ہنانے کی جگہ میں خیال ایسا کہ میرزا العتمان دیکھوں شاید کوئی چیز

علام سے رہ گئی ہو تو اس کوئی پورا کروں ناظرین اس سے لفظیں مانیں یا نہ مانیں اختیار ہے گرہ و تعالیٰ یہ ہے کہ میرزا ان الامتدال جلد اس میں اچھیں معلوم کئی مرتبہ پڑھی گھر یہ جرج ابو عرب دریاں میں کہیں تھیں آتی البتہ اس صفحہ میں بھی وہ جرج جو علامہ نے لکھی ہے عبد الرحمن ابن زید اور ابن قیم و شقی پر ضرور تظریفی علامہ کی تحریر کو پایہ صدر قلت پر پڑھنے کیلئے کھویں پر تظریف دوڑ آتی وہاں سے بھی ما یوس لوٹا چاہا کشیوں میں بھی کوئی ایسا ابیر عمر تظریف آیا جو واعظہ سے حدیث روایت کیا ہے جس سے ولیدہ اونٹ سفرہ اولیٰ ہے۔

آخر یہ تجھ میں آیا کہ تحریر علمی قیاس بشری سے تجاوز ہو جانے پر غالباً اس قسم کے تصرفات کا اہل ہو جاتا ہے کہ ایک شخص کی جرس و درسے غص کے متعلق لکھ دی اور ایک شخص کی کہتی اپنے مقاصد کیلئے جس کو چاہے عطا فرمادے ناظرین کی واقفیت کیلئے اخاطر و عرض کئے دیتا ہوں کہ متعدد جلد ۲ کتاب التلہیر ص ۲۱۶ و متعدد جلد ۳ ص ۲۷۱ و مسندا امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۱ پر جو حدیث وائلہ ابن الاشعی سے مردی ہے اس سکرداۃ میں اوزاگی ہیں جن کا نام عبد الرحمن ابن عمرہ و ابن ابی عمرہ ہے اور کہتی ابیر عمر یہ بالاتفاق ثقہ صدوقی و صالح شیخ اور ان کے امام زمان و ماموں و فاضل ہونے کا تذکرہ تہذیب العہد بیب جلد ۲ ص ۲۳۸ و تذکرۃ الخطاب جلد اس ص ۱۶۰ میں موجود ہے۔

معلوم ہیں کہ علامہ کا مقصد ان دو طرق کو پہنچ کرنے سے کیا تھا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس حدیث کے (وائلہ ابن الاشعی) ہی دو طرق کیلئے جائیں تب بھی مؤلف صاحب کی تحریر اپنی جگہ پر قائم در قرار رکھتی ہے اور علامہ کی پیش کردہ طرق کی ناتید مفت میں ہاتھ آتی ہے۔

دوسرا اعتراض علامہ کا اس حدیث پڑھنے ہے جو اس باب میں حضرت انس سے مردی ہے اور جس کا تبرہ حضرت مؤلف نے ص ۱۲۲ پر سات تبرہ ذاکر لکھا ہے جس کے ماقولات میں مسندا امام احمد وغیرہ ہیں۔ علامہ نے اس مرتبہ یہ احسان کیا کہ اعتراض خود حضرت انس سے مردی حدیث پر کیا صرف ایک ماقوذ کو مجرد ج کر کے بقیہ ماقوذات کی روایت کو مجروح نہیں قرار دیا ہے۔ علامہ اس حدیث کو اس وجہ سے ماقوذ انتدال بیان فرماتے ہیں کہ ان طرق مفترض میں مغلی این زید اتن

جد عان حضرت اُس سے روایت کرتے ہیں۔ علی ان زید اکن جد عان کی جرح پوچکہ علامہ نے میران الاعتدال سے نقل فرمادی اس لئے ان کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال نہیں رہی۔ علامہ نے اس موقع پر بھی محدثین کے اقوال پر بالقصد پر وہ ذاتی کی کوشش کی ہے۔ اس جرح میں جو انہوں نے لکھی ہے یہ غور ترین فرمائیا کروہ لوگ بھی آگئے ہیں جن کی جرح حضرات الہمیت اطہار اور متعلق قابل قبول نہیں ہو سکتی مثلاً خود خارجی المذهب (حوروی) تھا اور جناب امیر والہمیت اطہار سے بعض رکھنا اپنا ایمان سختا تھا (میران الاعتدال جلد اس ۲۷ و تدبیر شدید جلد اس ۱۸۱) اس کے متعلق خورز بھی بھی اس امر کے مقابل تھے کہ اس کو جناب امیر سے بعض تھا چنانچہ لکھتے ہیں:

و كان شدید العيل الى منصب اهل مدحه اهل دشّق پر شدت سے مائل تھا
دمعشق في الشحاميل على على رضي او حضرت علي سے بہت زائد بعض رکھتا
انه عنه (میران الاعتدال جلد اس ۲۷) تھا۔

میں ہاظرین کے سامنے علی ان زید اکن جد عان کے محدثین کے نام بھی چیز کئے دیجا ہوں تا کہ ہاظرین اس امر کا اندازہ کر سکھیں کہ علی ان زید اکن جد عان کی صحیح حیثیت کو علامہ نے چیز کرنے سے کیسا گز فرمایا ہے۔

علی ان زید اکن جد عان:

- (۱) عجل کا قول ہے کہ شیعہ تھے مگر ان میں کوئی مخالف نہیں (یعنی ان سے حدیث لیجا سکتی ہے)
- (۲) یعقوب اکن شیعہ کہتے ہیں کہ قدم صالح تھے۔
- (۳) ترمذی کا قول ہے کہ صدق تھے۔
- (۴) سعید جریری کہتے ہیں کہ قدم صالح تھے
- (۵) مساجی کا قول ہے کہ یا اہل صدق تھے

خود علامہ ذہبی بھی ان اقوال سے جن کو انہوں نے میران الاعتدال میں لکھا تھا مطہر و موقوف نہ تھے اس لئے کہ انہیں علی ان زید اکن جد عان کے متعلق تذکرہ المحتاظ میں لکھتے ہیں "امام عالم

بصرہ علی ابن زید اہن جدھان و هو من او عیته العلم "یعنی امام عالم بصیر علی اہن زید اہن جدھان علم کا ظرف ہیں (ذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اس) ۱۳۶

الکی صورتوں میں کہ خود علامہ ذہبی ان کے تعلق اچھی رائے رکھتے تھے اور اپنی اس تحریر کو جو انہوں نے میران الاختال میں لکھی تھی دیکھنے لگتے تھے۔ علامہ کا اسی مبارات اور انہیں اقوال سے انکو بخوبی سمجھ لینا قرین راستی ہیں اور صرف ان کی وجہ سے احسن الاتخاب کی دہ مبارات جو غیر کے پر درج ہے اور جو اس حدیث کا ترجیح ہے قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔

اس تغییر میں علامہ نے ایک سوال بھی پیش فرمایا ہے جو انتظار پر لفظ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے علامہ فرماتے ہیں "کاش مصنف علم تبادیتے کہ یہ حدیث حضرت انسؓ سے مطبوعہ ترقی کے کس صورت میں درج ہے" گویا بالفاظ و مکار علامہ نے حضرت مؤلف کے تعلق پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ترقی میں حدیث موجود ہیں مگر باہمیں یہ حضرت مؤلف نے اسے مأخذات میں لکھ دیا۔ علامہ نے یہ خور ٹہیں فرمایا کہ اگر اسیسا واقعہ ہوتا بھی سب بھی اس کا کوئی تبیہ نہ تھا اس لئے کہ اگر اور کتب تواریخ میں یہ حدیث موجود تھی تو حضرت مؤلف کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ خواہ موجودہ ترقی کی نام مأخذات میں لکھیں علامہ کو اعتراض کرنے سے قبل یہ لاحظہ فرمایا جاتا ہے تھا کہ اور مأخذات میں (جن کا حوالہ احسن الاتخاب میں موجود ہے) یہ حدیث موجود ہے یا نہیں اگر مأخذات میں جتو سے یہ حدیث مستیاب نہ ہوئی تو اسوقت علامہ کا یہ اعتراض ایک حدیث و قیم ہوتا کہ حدیث کا دو جو ٹہیں اور ترقی کا حوالہ دیا اگر علامہ تو یہ ہو اور پھر اعتراضات پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں احسس معمولیت اور غیر معمولیت سے کیا بحث علامہ نے ترقی کو پڑھا بھی بایہ اعتراض ہی کر دیا اگر علامہ شن ترقی ایواب التغیر سورۃ الازاب ملاحظہ فرماتے تو احسس اپنی اس یہ یورہ اور لا یعنی اعتراض کی حقیقت کھل جاتی۔ علامہ کو یہ کس طرح سمجھا جائے کہ کتاب کو حقیقت سے لکھنے کا مدعا ہوتا اور شے ہے اور کتاب کو واقعی حقیقت سے لکھنا اور شے ہے علامہ سے قیامیدن کیں کتاب بھی ان کو یہ حدیث شن ترقی ایواب التغیر سورۃ الازاب میں دکھائی دے گی مگر ما فرین کی واقعیت کیلئے حدیث شن ترقی مودع والہ لکھتے دیتا ہوں... حدیث شن ترقی۔

حدیث بیان کی ہم سے عبد ابن جعید نے وہ کہتے ہیں خبر دی ہم کو عقاب این مسلم نے وہ کہتے ہیں خبر دی ہم کو حاد بن سلمہ نے وہ کہتے ہیں خبر دی ہم کو علی این زید نے وہ روایت کرتے ہیں اس این مالک سے کہ آنحضرت پھر میئے تک حضرت قاطر کے دروازہ پر سے گزرتے جبکہ نماز صبح کیلئے گمراہ سے باہر تحریف لاتے تو فرماتے چلوا یا اهل الہیت پھر آیت تطہیر الحا من حسن غریب من هذا الوجه المعاشر عرفه من حدیث حماد بن سلمة عن عائشة و قی الباب عن ابی الحمراء و معقل بن يسار و ام سلمة (عن ترمذی) الباب التغایر مردۃ الاذباب ص ۳۶۶ مطبوعۃ ایح العلان آئی پرنس تھونی (تھونی) ہے (ترجمہ من ترمذی لازم لوگوں لئے)

علام نے اس بحث کو بھی ای خوبی کے ساتھ قسم فرمایا ہے کہ جس میں وہ فرد ہیں اور باوجود واس کے کہ احسن الاتخاب میں اس بحث کے سلسلہ میں بارہ حدیثوں کا تجزیہ درج ہے مگر علام نے صرف متذکرہ بالانجیرات پر اس نہیں طریقہ سے تقدیم فرمائے ہیں بلکہ اکٹھا کی اور یقین کے متعلق پھر اسی بے پناہ اور لا بواب جملہ و قس علیہا الیاقی کی پیشہ لیا ہے فرمایا۔

ص ۴۰ سے شروع ص ۶۲ تک علام نے احسن الاتخاب کے اس بحث پر اعتراض فرمایا ہے جس کو حضرت مولف نے ص ۵۲ پر انظام دوست و عطا نے خلصہ دعائیت و نیابت و رافت کی سرفی سے لکھا ہے علامہ کائن از تحریر پر خلا تابے کہ احسنین جناب امیر کے تعلق وصی اور وارث وغیرہ کے

القاطل کا استعمال ہونا گراں گزرا اور اس لئے وہ حضرت مؤلف کی اس تحریر کو بے اہل ثابت کرنے پر اڑ آئے قبل اس کے علامہ کے احترام کے متعلق پکھا اور لکھا جائے یہ بھی دیکھ لیتا چاہئے کہ یہ القاطل وہی اور وارث وغیرہ جتناب امیر کے متعلق اور علامہ کرام نے بھی استعمال کئے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پکھا چکا ہے کہ آپ کی ذات مبارک کیلئے یہ القاطل استعمال کئے گئے ہیں تو اسی صورت میں اگر تفسیر معالم المتریل کی روایت غیر معتبر بھی ٹاہب ہو جائے تو بھی اس بحث میں کوئی ستم نہیں پڑتا امام نے اپنی طاقت کے موافق اس امر کو بالقصد میں پروردہ رکھا کہ اس بحث میں حضرت مؤلف نے تاریخ طبری و مسلم امام احمد کا بھی حوالہ دیا ہے اور تفسیر معالم المتریل کا حوالہ جمال پر فتح فرمایا ہے وہاں پر حسب ذیل مأخذات کا حوالہ بھی موجود ہے "یہ واقعہ جس طرح علامہ المتریل میں لکھا ہے امام شافیٰ محدث و علامہ ابن اثیر و ابو الفد اور طبرہ مورخین کے نزدیک بھی مسلم تحقیق ہے" علامہ شیعہ بھر بجول میں کصرف تفسیر معالم المتریل کے مجموع ہو جانے سے احسن الاستخاب کی عبارت کے واقعیت پر کوئی اثیں پڑتا اور علامہ کا یہ احراام کہ کتاب تحقیق سے نہیں لکھی گئی صرف اس کتاب کے مجموع ہو جانے سے یا یہ ثبوت کوئی نہیں ہو پختا جس بحث کہ علام اس امر کو ثابت نہ کر دیں کہ امام احمد و امام شافیٰ و علامہ ابن اثیر و ابو الفد اور غیرہ کے توہن بھی مجموع اور غیر معتبر ہیں علامہ کو غالباً وہی وارث کے القاطل بے طرح لکھتے ہوں گے اس لئے میں علامہ کو اسیں القاطل کے متعلق یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حضرت مؤلف ان القاطل کے استعمال میں منفر و الذات نہیں ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی جناب امیر مگود بھی وارث رسول اکرم ہماں ہے چنانچہ قسم است ہیں:

فَوَرَأَهُ اللَّهُ أَخْلَقُوا الْحُكْمَ وَالْعَصْمَةَ وَ
الْقَطْعِيَّةَ الْبَاطِنِيَّةَ هُمُ الْهَلَبِيَّاتُ خَاصَّةٌ لَهُم
أَعْلَمُنَا إِنَّ هُوَ لَأَءَ الْمُسْتَبِرِينَ بِهِنْوَ النَّبِيُّونَ
عَلَى طَلَبَاتِ الْلَّهِ الْأَوَّلِيِّ وَارِثُ الْحُكْمِ مَتَّوِّلِ
الْعَصْمَةِ وَالْوِجَاهَةِ وَهُمُ الْأَهْلُ الْبَيْتِ وَلَدُ
جَرَتِ السَّنَةُ الْإِلَهِيَّةُ عَلَى إِنْ تَكُونُ أَهْلُ

بس وارثین ولاست آن کسانند که
حاصل کردنند حکمت و عصمت و
قطیبیت باطنہ را همانند اهلیت
بالخصوص باز بتحقیق بدانکہ این کسان
که حاصل کنند گان نور نبوت اند
بر سه طبقہ اند اول انکه وارث اند

بیت کل نبی من وارت هدایت‌الخضیل
الجلی و هو لاء علی و اولاده و فاطمة
رضی الله تعالی عنهم اجمعین
(روض‌الازہر ۳۸۶)

حکمت و عظمت و وجاهت را و
او شاند اعلیت بالخصوص و عادت‌الله
بر این امر حاریست که آن وارت
کسی می باشد که از اهلیت نبی باشد
بووجه این بزرگی ظاهری و مراد از این
کسان حضرت امیر رضی الله عنه و
اولاد وی و حضرت فاطمه رضی الله
تعالی عنهم اجمعین بوده‌اند

”تبرشاه ولی الله صاحب محدث دھلوی اثبات وجاہت می کند برائی
حضرت امیر المؤمنین و لفظ وصی رسول الله برآتحناب اطلاق می
نماید . . . ایشان بنا تید ریانی تتفیح و تبیح بر او بووجه اتم فرموده اند“
(روض‌الازہر ج ۳۸۲ بحواله نهیمات‌الله)

اسکے متعلق رسیداً محدثین نے بھی بہت کچھ لکھا ہے مگر بخوب طوالت میں ان کی تصنیف
الیشارح لطائفۃ المقال سے کچھ تصور اس اساز و علام کی واقعیت کلینے پڑیں کئے دیتا ہوں ملاحتی ۹۷۔

”وصایت جناب امیر زادہ ما مسلم است آری وصی ساختن نبی
شخصی را جانشین کردن اوست بکمالات نبوت جناب جانشین
ساختن پادشاه شخصی را جانشین کردن اوست در امور متعلقه
برایاست ظاهر . . . زرد ما مسلم است که جناب امیر المؤمنین و دیگر
الله طبیین بوصایت حتم الرسل صلعم که عبارت از عهد اشاعت علم
و هدایت و حفظ قوانین شریعت است کامیاب و نائب خاتم الرسل
درین باب بودند. . . زیرا که وصایت زرد این کمترین عبارت از
محض ادایت دیون و انصرام دیگر مهیمات نیست بلکہ معظم آن معنی

الذماعت علم و حدیث و حفظ قوانین شرعیہ و تبلیغ علم و معرفت است" (ایضاً علارض المخالفین ص ۸۹)

منہ امام احمد بن حنبل و خاصاً امام نسائی کا حوالہ خود حضرت مؤلف نے احسن الاتخاب میں درج فرمایا ہے اس لئے ان حضرات کے اقوال اس بارے میں نقل کرنا ناظرین کا واقع شانی کرہ ہے علامہ تم محدثین کے دو جو دکاپنے لئے خار سے کم نہیں سمجھتے اس لئے جب کسی شخص کے تعلق کسی کتاب سے جوں نقل فرماتے ہیں تو محدثین کے نام پر کہاں بروی طرح واسع سے کامل پہنچ دیتے ہیں کہ باید و شاید چنانچہ یہاں بھی جب عبد الغفار ابن القاسم کو متروک ثابت کرنے پر آئے تو ان کے محدثین کے دو جو دکا بالکل بخلاف دیا علامہ کی تصریح سے لسان المیز ابن علامہ بن حجر تو خود گذری ہو گئی کیا اسکی عبد الغفار ابن القاسم کی توثیق یوچہ صرف بصارت نظر نہیں آئی جو جلد ۲۳۳ ص ۳۴۳ میں درج ہے جیسا کہ میں اور لکھ چکا ہوں تفسیر الحالم المشریع کے متروک ہونے سے بھی چونکہ کوئی اثر واقعہ کی اصیلیت پر نہیں پڑتا اس لئے اور علامہ کے اقوال اپنی ثبوت میں پہنچ کر تحصیل حاصل سے رائمو قیع نہیں۔

ص ۶۲۳ کا زائد حصہ علامہ نے طبری کی اس روایت کو محروم کرنے میں صرف کہا ہے جو احسن الاتخاب میں پڑ کر شہادت حضرت امام حسن درج ہے اس واقعہ کا تمام تعلق چونکہ امیر معاویہ کی ذات اور شخصیت سے ہے اسلئے میں اسے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کی احوالی کیفیت بھی ناظرین کے سامنے چیش کر دوں۔

علامہ نے دویں زبان سے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت امام حسن کو زور دلانے کی ذمہ داری بجائے امیر معاویہ کے بیوی کے سر پر عائد ہوتی ہے اور بہاری اس سے گزیر کرتے ہوئے صرف طبری کی روایت پر تقدیم کرنے پر اکتفا فرمائی اس لئے میں ناظرین کے سامنے دونوں پہلو ہیں کے دو جا ہوں۔ یہاں تک طبری کی روایت کا تعلق ہے علامہ اس روایت پر استدلال اسلئے ناجائز تراویح ہیں کہ اس میں کے دو راوی علامہ کے نزدیک محروم ہیں محمد بن حمید الرازی اور علی بن جعفر علامہ نے اس موقع پر بھی اپنی پرانی روشن کے مطابق صرف تصویر کا ایک رخ ناظرین کے سامنے چیش کیا

اور دوسرے رخ کو بالقصد دبائیے معلوم نہیں کیا یافت ہے کہ علامہ اسی سے موقع پر محدثین کی رائے تبیشہ بھول جایا کرتے ہیں شاید علامہ کے نزدیک تحدید اسی کا نام ہے کہ تبیشہ مضمون کے ایک پہلو پر بحث کی جائے اور دوسرا پہلو جواب پر خلاف ہواں کو خذف کر دیا جائے علامہ نے محمد ابن حمید الرازی اور علی بن حیاہ کے معاملہ میں بھی یہی صورت اختیار کی ہے اس خیال سے کہ شاید علامہ کو تهدیہ بہ العہد یہ وغیرہ جتنی میں ان روایات کے محدثین کے نام درج فراہم کرنے میں دشواری ہو اگلی واقعیت کیلئے میں ان روایات کے محدثین کے نام بھی لکھ دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو اس بات کا پہنچ جائے کہ علامہ نے اس روایت کو مجرموں قرار دیتے میں کس حد تک تقاضیت سے کام لیا ہے محمد ابن حمید الرازی، ان سے ابو داؤد، ترمذی، اہن مجتبی، احمد ابن حنبل۔ تبیشہ میں اور محمد ابن حرب طبری نے حدیث روایت کی ہے۔

انکن میں کا قول ہے کہ یہ ثقہ تھے۔

ابوالثان کہتے ہیں کہ ثقہ تھے (تہذیب العہد یہ جلد ۹ ص ۱۱۷)

کیا علامہ کے نزدیک ابو داؤد، ترمذی، اہن مجتبی، احمد ابن حنبل۔ تبیشہ میں اور محمد ابن حرب طبری کا شمار ان لوگوں میں ہے کہ جو مجرموں قرار دوایا سے حدیث لیا کرتے تھے اب تک تو ان حضرات کے تعلق یہ کہیں نظر نہیں پڑا اور علامہ نے خود بھی ان لوگوں کے قول کو قابل اختبار نہیں ہے ہاں اب محمد ابن حمید الرازی سے حدیث لینے اور اس کی تحدیدیں کرنے کی وجہ سے علامہ کو اختیار ہے جو چاہے لکھدیں۔ علی بن حیاہ الرازی کہدی۔

(۱) ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان کے متعلق احمد کا قول ہے کہ میں نے ان سے حدیث لکھی میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) اہن حبان پڑا، اہن میں بھی بھی کہتے ہیں

(۳) نزدیک کا قول ہے کہ یہ ثقہ تھے

(۴) اہن حبان نے ان کا شمار ثابت میں کیا ہے۔ (تہذیب العہد یہ جلد ۹ ص ۱۱۷)

جو قول کہ میں نے ان دو فوں راویوں کے متعلق اور لکھے ہیں ان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ

علامہ کی اس کوشش کا کہ طبری کی سیر و ایت بحروف قرار پا جائے کامیابی سے دوچار ہونا خلی دشوار ہے اور اس مسئلہ میں اس روایت پر استدلال تھعا جائز ہے۔

اب ناظرین اصل واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں شہادت جناب امیر علیہ السلام کے چھ میئے بعد حضرت امام حسنؑ خلافت سے دلکش ہو گئے اور امیر معاویہ سے چند شرائط پر صلح کر لی۔ مبلغہ شرائط صلح ایک شرط یعنی کہ بعد انتقال امیر معاویہ خلاف پیر حضرت امام حسنؑ کی طرف واپس ہو گی (تاریخ الفتحاء و مذکورہ انکرام)

اسی شرط میں حجۃ آپ کی شہادت کارازگاری ہے اداخر ۸۷ ھ یا اول ۸۸ ھ اور بعضوں کے نزدیک اداخر ۹۰ ھ یا اول ۹۱ ھ میں امیر معاویہ کو زیر یہ کی خلافت کی بیعت لئی کی گلہ ہوئی اور امیر معاویہ نے اس کی کوشش شروع کر دی۔ شرانک صلح نامہ امیر معاویہ کیلئے یہی سے مکلف ثابت ہو رہے تھے اور سب جناب امیر وغیرہ کے متعلق انہوں نے کبھی شرائط صلح نامہ کی پاندنی نہیں کی تھی پر مسئلہ ویانا تھا امیر معاویہ سمجھتے تھے کہ اگر میں نے اس معاملہ میں ذرا بھی خلاف درزی کی تو حضرت امام حسنؑ کے بھی خواہ جواب نکل اس امیر پر خاموش ہیں کہ کچھ دنوں میں خلافت ہمروں میں وابس آئے گی ان کی جان کو آ جائیں گے اور عوام میں ایک یہجاں پیدا ہو جائے گا۔ اس شخص کے مقابلہ میں کہ جو امیر معاویہ سے بھی ہزار درجہ اکر سخت خلافت ہے زیر یہ کی خلافت کی بیعت بیجاناتی ہے اس نے زیر یہ کی بیعت خلافت کی کامیابی کیلئے حضرت امام حسنؑ کا راستہ ہے ہٹانا ضروری تھا جن حضرات نے اس کو زیر یہ کی طرف منسوب کیا ہے انہوں نے اس امر کو ہملا دیا کہ زیر یہ اس وقت پر سرکومت و اقتدار نہ تھا اور وہ آزادی کے ساتھ مردان سے اس حسم کی خط و کتاب کر سکتا تھا اس لئے کہ اس کو جزا اور احتیار تھا صرف امیر معاویہ کو تھا۔ حضرت امام علیہ السلام کی شخصیت وثائقے اسلام میں ایک تھی کہ تکلی شہادت کا واقعہ چھپائے چھپ سکتا۔ مردان وغیرہ اس کو تکونی سمجھ سکتے تھے کہ اگر باز پر اس ہوتی تو ان کو زیر یہ کو جواب نہیں دیا پڑے کا بلکہ امیر معاویہ باز پر اس کریں گے اگر وہ اس شہادت میں شریک نہ تھے تو جدید بنت الاعوف کو مردان نے اسکے میں پناہ کیلئے کیوں رواند کیا۔ زیر یہ کے پاس کیوں نہ تھیجا اور امیر معاویہ نے جدید بنت الشعفہ کو کوئی مزا

کیوں نہیں دی اور سروان سے یہ کیوں تدریافت کیا کرتے جدید کوئیرے پاس کیوں روانہ کیا مجھ کو اس سے کیا تھیں امیر معاویہ کا جدید بنت الاشعث کو صحیح سلامت نکل جانے دیا اور کوئی تھیں اس واقعہ شہادت کے متعلق ترکنا صرف اسی ایک اصول کے تحت سمجھ میں اسکا ہے کہ وہ خود اس میں شریک تھے اور یہ واقعہ انہیں کی ایجاد اشارہ سے ہوا تھا۔

اس بحث میں یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کے وجود باوجود سے تکلیف کسی کو تھی اور کس کو آپ کی شہادت سے فائدہ اور آرام ہو، پھر کی امید تھی شرائط مصلحت نام کے مطابق امیر معاویہ پر یہ فرض تھا کہ وہ حضرت امام کو ایک مقررہ رقم درمودیہ دینے کی تحریر کرتے رہیں اس قسم کے دریں میں بھی امیر معاویہ اہمیت پہلو تھی کیا کئے اور امام علیہ السلام کو اکثر تقاضہ پر تقاضہ کرنا پڑتے تھے زیر یہ کی بیعت کارست صاف ہونے کے علاوہ امیر معاویہ کو اس سے مالی محفوظت کی بھی امید تھی اس واقعہ پر جس پہلو سے بھی نظر کی جائے صرف امیر معاویہ کی ذات اس سے فائدہ اٹھائی نظر آتی ہے زیر یہ پر اس کا الراہ رکھنا خطاۓ اجتہادی دلی کوشش سے زائد و قیم نہیں۔ تاریخی شہادت سے بھی یہی پتہ چلا ہے کہ اس کے بعد امیر معاویہ تھے۔

(۱) استیباب میں ہے کہ حضرت امام حسنؑ کو اگلی یوں جدید نے زہر دیا اور اس معاویہ کی سازش تھی۔

(۲) مسعودی مروج الذهب میں لکھتے ہیں کہ قدارہ کا قول ہے کہ اگلی بی بی جدید نے انکو زہر دیا اور اسکی معاویہ کی سازش تھی۔

(۳) تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ نے معاویہ کے زمانہ میں وقت پائی ان کو زہر دیا اور کیا معاویہ کے پاس کچھ چیزیں تھیں انکو خفیہ جدید بنت الاشعث نے وہ حضرت امام حسنؑ کے پاس بھیجا اور یہ کہا بھیجا کہ اگر تم ان کو قتل کر دو گئی تو میں تمہارا نکاح زیر یہ کے ساتھ کر دوں گا۔

(۴) طبقات ابن سعد میں ہے کہ معاویہ نے امام علیہ السلام کو کوئی مریض نہ زہر دیا۔

(۵) ابو الفد اگرچہ ہیں جب حضرت امام حسنؑ کی شہادت کی خبر امیر معاویہ کو یہ بھی تو وہ بہت خوش ہوئے اور جدید نظر بھالا۔

(۶) تبییر الباری شرح صحیح بخاری متعلقہ حاشیہ کتاب الحسن میں ہے کہ محاویہ نے بعد وفات حضرت امام حسن اظہار صرفت کر کے یہ بھی کہا تھا کہ امام حسن ایک اثمار وہ تھے جن کو اللہ نے بجادیا۔
 (۷) تذکرۃ الخواص الامامت اور سعادت الکوئین میں بھی امیر محاویہ کا زیر دلوانا موجود ہے۔

(۸) سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامامت میں لکھتے ہیں کہ صلی (عامر ابن شراحیل) کا قتل ہے کہ امیر محاویہ نے زیر دلوایا۔ یہ کی طرف اس امر کوستہ ہی نے مسوب کر دیا۔

آخر میں ۶۳ و میں ۶۴ پر دوبارہ علام نے آیت ۶۷ فل لا استنکم علیہ اجرأ الا المودة فی القریبی یہ پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے جس کے متعلق میں تفصیل سے میں ۳۶ کی تحقیق کے مسلم میں سالقا لکھ چکا ہوں ناظرین سے پیدا رش ہے کہ علامہ بخاری میں اکثر تذہیب ہوئے ہیں ناظرین اس پر بخوبی کریں کہ مقصود و ضمانت بڑھانا ہے بلکہ اسی تحریر میں جو رس ہے اس سے بار بار وہ اپنا راں ترکرتا چاہتے ہیں اور اس میں کوئی عیب بھی نہیں ہر عایی کو اپنی بد صورت و بد قوادر ج ہیئت اپنی ہی معلوم ہوئی ہے۔

میں اس سے قبول دیباچہ کتاب میں لکھ چکا ہوں کہ فصل الخطاب میں علام نے دو مباحث پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے:

(۱) افضلیت شیخین

(۲) مناقب امیر محاویہ

اور سبک دو پہلو ایسے تھے کہ جگل ، ریس علامہ اپنا ولی بخار جناب امیر والہیت الہباز کے خلاف دل کھوکھر کرنے پر بھی بدی محبت الہبیت اطہار وہ رکھتے تھے جس نے علام نے کسی نہ کسی طرح سمجھ افضلیت کو کھینچا اور میں ۶۵ سے اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوئے اور امیر محاویہ کے مناقب پر روشنی ڈالنے کی رسمت گوارا فرمائی تسبیح نہیں اسی نواب کی اس پرکاری سے جو انہوں نے امیر محاویہ کو صحابی رسول کا معزز مرتبہ عطا کرنے میں صرف کی تھی اب بھی فائدہ اٹھاتے کی کوشش کرتے ہیں اور علام نے بھی امیر محاویہ کو جملی القدر صحابی رسول یہ لکھا ہے اور اسی طبقہ وہ حضرت مؤلف پرمعترض یہیں کہ انہوں نے ایک صحابی رسول کے متعلق حق بات کیسی نہیں۔ بحث کیلئے اگر یہ

بھی مان لیا جائے کہ امیر معاویہ صحابی رسول تھے تو بھی کیا علامہ کے نزدیک صحابی رسول کا تذکرہ لکھنے میں اپنے واقعات کو جوان کی لفڑیوں کو آہکار کر دیں حذف کرنا ضروری ہے مثلاً اگر مسٹر این انٹریشنال فراہم اسمن مالک اسلامی یا ابو بکرؓ کا تذکرہ ہو تو اس میں اتفاقی حذف حضرت عائشہؓ میں شریک ہوتا۔ زنا کا مرتب کب ہونا اور شراب پیانا نہ یا ان کرنا چاہئے اگر علامہ کے نزدیک یہ امر محبوب تھا تو علامہ نے اس سے پہلے ان علماء اور مصنفوں کی کتابوں پر اسی حیثیت سے تحریک کیوں نہ فرمادی ہیں میں یہ امور موجود تھے کیا علامہ کسی مصنف سوراخ کی کسی تالیف کا خالدے سکتے ہیں کہ جن میں ان تینوں حضرات کا پورا تذکرہ ہوا اور ان واقعات کا ذکر نہ ہو۔ کیا علامہ کے نزدیک ان تینوں حضرات کے متعلق تو یہ لکھنا کہاں سے نہیں لفڑی ہوئی جائز ہے گری امیر معاویہ کے متعلق یہ لکھنا کوہ فلاں صحیت کے مرتب ہوئے ناجائز ہے کیا علامہ نے امیر معاویہ کی صحابیت اور ان حضرات کی صحابیت میں کوئی اقتیاز ایسا رکھا ہے کہ نہیں امیر معاویہ کی حیثیت پکھا اور ہو جاتی ہے۔ علامہ اگر جذبہ بنی الاعوامی سے مغلوب نہ ہوتے تو انکو یہ بات نظر آ جاتی کہ کسی واقعہ کا لکھنا محبوب نہیں سمجھا جاتا البتہ کسی اپنے واقعہ کی وجہ سے اس کے مرتب کو برائی کہنا مسلک الحدیث والجماعت کے خلاف ضرور ہے امیر معاویہ کے متعلق اگر یہ امر ثابت بھی ہو جائے اور بحث کا خرچ سے یہ بات تسلیم بھی کریجائے کہ وہ صحابی رسول تھے جب بھی ان کے متعلق حق بات کہنا یا لکھنا مسلک الحدیث والجماعت کے خلاف نہیں ہو سکتا اور حضرت مولف کی تحریر اس حیثیت میں کسی نوع سے قائل اعتراض ہے مشاہرات صحابہ کے متعلق جو کاف السان کا اصول رکھا گیا ہے اس کے بھی سبی سختی ہیں کہ واقعات کا لکھنا منوع نہیں البتہ ان واقعات کے روشنی میں صحابہ کرام کو برائی کہنا نہیں کہنا چاہئے۔

علامہ شاہزادہ میرے اس اصول کو ماننے کیلئے تیار نہ ہوں۔ اس لئے میں علامہ کی توجہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے ارشاد کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جس میں انھوں نے اس مسئلہ کو واضح طریقہ سے لکھا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس سوال کے جواب میں۔

”نیز در جمیع متنوں کلامیہ مرقوم است کہ صحابی را طعن نیاہد کرد“

مضمون حديث کہ تم بکون منکا ممضوضاً یقیناً معاویہ ملک است کہ بعد سی سال شدہ است پس اگر کسی معاویہ را بمعتضانے حدیث طعن کند جو مضائقہ دارد و بسبب ظلم وغیرہ کہ لوازم عضویت است "الخ"

کافیسان کے اصول پر جو روشنی ذاتی ہے وہ ملاحظہ کے قابل ہے لکھتے ہیں۔

"آلجه در متون عقائد مرقوم است کہ صحابی را طعن نباید کرد درست است ما روایت حدیثی متضمن وجهی از وجوه طعن کہ در بعضی صحابہ باشد یا کمی نداد و بالجملہ غرض اصحاب متون بلیں لقب صحابہ نیست نہ آن کے صحابہ کالم معصوم انہ کہ وجهی از وجوه طعن نداشتند چہ از بعضی صحابہ شرب خمر ثابت شد چنانچہ در مشکوہ است و بارہا انحضرت صلعم اقامات حدود م آنها کرده انہ و از حسان بن ثابت و مسطع بن ائلہ قذف ثابت شدہ و بر آنها حد نیز حاری گشته و از ماضی اسلامی "زن صادر شدہ و مرحوم گردیدہ . . . زلات و خطای این مردم از اد قبول نیستند کہ امت زبان طعن

در از کند ناوقتیکه نقائی دارند و آنها بالقطع معلوم نہ گردد" الخ

شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو اصول اپنی تحریر میں پیش کیا ہے دویں اصول تمام علماء کرام کا ربا ہے اور ای اصول کے ماتحت انہوں نے واقعات لکھنے میں کمی کوئی تلاف نہیں کیا اور یہاں کسی ایسے صحابی کا ذکر کیا ہے کہ جس سے کوئی لغوش یا حسیت صاریح ہوئی ہے وہاں پر انہوں نے اس لغوش یا حسیت کے لکھنے میں کوئی کوتاہی نہیں بر قی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود مطلع این احادیث ماضی ایک اسلی وغیرہ کے لفڑیوں کا تذکرہ فرمایا ہے خود ایم محاویہ کے تعلق شاہ صاحب لکھنے پیسا۔

"و محاربة ایشان از راه شامت نفس و سب جادہ یا از راه ناویل باطل و

شبیهہ فاسد فسق عملی یا فسق اعتمادی است" (تحفہ ص ۳۱۶)

"اپنے حرکات خالی از شایعہ نفسانی نبود و خالی از نہمت تعصب

امویہ و قریشیہ کے بحثاب ذی التورین داشت نبودہ است پس نہایت

کارش این است کہ مرتکب کبیرہ و باغی باشد و الفاسق لیس با اهل

اللعن" (فتاویٰ عزیزی ص ۹۳ جلد اول)

اور علماء کرام نے بھی جو بظاہر امیر معاویہ کی صحابیت کے قال تعالیٰ کے متعلق اسی حتم کے
لفاظ لکھے ہیں مجھ کو چون کراس بحث پر اور بھی ابھی لکھتا ہے اس لئے تفصیل سے اپنے ارشادات
آگے چل کر لکھوں گا یہاں پر صرف دو خوبصورت علماء کے نقشیں کوئی نہیں لکھ دیتا ہوں۔
صاحب سعادت الکوشیں لکھتے ہیں:

"معاویہ ((ا)) دنبا را دوست داشتی لهذا از حضرت علی "حدا و قتل

کردہ و بر خود نام باغی و طاغی از امام حق تا قیامت بر گردن نہاد"

(سعادت الکوشیں مطبوعہ دہلی)

(۲) "اما مشاجراتی کے میان امیر المؤمنین علی" رضی اللہ عنہ و
معاویہ اتفاق افتادست اعتماد کشم کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ در
اجتہاد خلافت محق و مصیب بود و مباشرت امر خلافت را مستحق و
متعین و معاویہ مخطی و مبطل و مذنب و غیر مستحق (و من بهدی اللہ
فهو المهد و من يضل فلن تجد له ولیاً هدأ) (۱) (صبح الدنیا

ترجمہ حوارف ص ۲۶)

استعیاب میں ہے۔

اہل دین یبحبون علیاً و هل دیا اہل دین علی کو دوست رکھتے ہیں اور اہل
یبحبون معاویۃ۔

۱- جس شخص اذن براتیت کر رہا تو اپنے اہل دین کو دنالات میں رکھتا ہے اس کا ای دسمہ ادا کلاتے، اما اگر رکھنے بند۔

جو اقوال میں نے اور لکھتے ہیں ان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ امیر معاویہ کو صحابی رسول مانتے والے حضرات نے بھی امیر معاویہ کو باقی شخصی محل مذہب اور دینی اور لکھا ہے اس لئے میں اگر ان کی صحابیت کا قائل بھی ہوں تب بھی متذکرہ بالا یا اس کے ہم مقنی الفاظ امیر معاویہ کے متعلق استعمال کرنے کا چیز ہوں گا۔

جو معمایر کفت انسان کا امیر معاویہ کی خاطر سے علامہ پیش کرتا چاہتے ہیں وہ کسی عام کے تزویک قابل اختیار و محل نہ کبھی تھا اور شابِ ہو ملتا ہے اس لئے کہ اس معيار کو قول کرنے کے حق پر ہوں گے کہ وہ امام علماء است کہ جن کی تقلید کو آج بھی دنیا کے اسلام و بنا فخر بھی ہے سب کے سب اسی وجہ پر آ جائیں گے جہاں پر علامہ اپنی تحریر کے مفہوم سے پر حضرت مولف کو یہ پونچا چاہتے ہیں۔

علامہ نے امیر معاویہ کو جملہ القدر صحابی لکھا ہے ملاحظہ ہوں ۱۹۵۱ء لئے مجھ کو اس امر پر ایک لحاظی نظر دننا ضروری ہے کہ امیر معاویہ کی واقعی حیثیت دنیا کے اسلام میں کیا تھی۔ جملات قدر کا حال تو کہ علامہ کادل ہی جانتا ہو گا میں اس سے اس وقت گریز کرتا ہوں اور تاظرین کے سامنے مختصر طور پر اس امر کو پیش کرتا چاہتا ہوں کہ صحابی رسول کس کو کہتے ہیں اور اگر صحابی کی وہی تعریف مان لیجائے جو علامہ نے ص ۷۷ و ص ۸۷ پر لکھی ہے تو بھی امیر معاویہ صحابی رسول ٹاہر ہوتے ہیں یا انہیں اس کے بعد میں وہ تعریف صحابی کی تاظرین کے سامنے پیش کروں گا جس کو جواہر پر صحابی کی تعریف کہنا چاہئے۔

لغظہ صحابی کی تعریف کیا ہے اسکے متعلق اقوال مختلف ہیں عام طور سے صحابی کی تعریف یہ بھی جاتی ہے کہ جس نے آنحضرت کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا ہے وہ صحابی ہے اور اسی تعریف کو علامہ نے درست الفاظ کا جامہ سہا کر دیا ہے وہی ۷۷ پر یاں الفاظ میں فرمایا ہے ”جمهور الہدیۃ و اہماعت صحابی اس کو کہتے ہیں کہ جس پر حالت ایمان میں آنحضرت کی نظر کیا اڑ پڑ گئی ہو اور وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے گیا ہو۔

من لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس نے آنحضرت سے حالت ایمان ملاقات بالایمان و مات مزعنًا کی اور حالت ایمان انتقال کیا۔

علامہ کی طرح امیر محاویہ کو صحابیت کا شرف عطا کرنے والے اور حضرات بھی اسی تعریف صحابی پر استدلال کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تعریف امیر محاویہ کو شرف صحابیت عطا کرنے کیلئے کافی وسیع ہے مگر علماسی کی طرح وہ حضرات بھی اس امر کو غالباً بھول گئے کہ اگر اس تعریف کا تجویز کیا گی تو بھی امیر محاویہ شرف صحابیت سے محروم ہی رہیں گے علماء نے جو تعریف صحابی کی لکھی ہے اس کے تحت میں آنے کیلئے تم پیروی کی ضرورت ہے (۱) آنحضرتؐ سے ملاقات ہونا (من لفی) (۲) اس ملاقات کا ایسے وقت میں ہونا کہ ملاقات کا شرف حاصل کریں والا شخص صاحب ایمان ہو (بالایمان) (۳) ایمان کے ساتھ دنیا سے گیا ہو (مات مل منا) صحابی ہونے کیلئے ان تینوں پیرویوں کا پایا جانا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی ایک پیروی بھی محفوظ ہوئی تو صحابی کی تعریف سے ایسے شخص کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر بھی تعریف صحابی کی بحث کیلئے صحیح کی جائے تو کبھی امیر محاویہ اس تعریف میں آنکھے ہیں یا نہیں۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں امیر محاویہ کی موجودگی اور آپ سے ملاقات سلسلہ ہے قائل خور جو پیروی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ ایمان لائے یا صاحب ایمان ہونے سے کیا مطلب رکھا گیا ہے اگر ان الفاظ سے صرف یہ مراد ہو جائے گی کہ جس نے زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا وہ ان الفاظ (بالایمان۔ صاحب ایمان۔ صاحب ایمان) کے تحت میں اچائے گا تو پھر اس تعریف میں وہ سب لوگ بھی آ جائیں گے کہ جن کے افعال یعنی فسانیت پر مبنی ہوا کرتے تھے اور جن میں شانہ تھانیت بالکل معدوم تھا اور لفظ صحابی ماتفاق اور غیر متفق دلوں پر کیکاں طریقہ سے استعمال ہو سکے گا۔ ظاہر ہے کہ لفظ صحابی کی تعریف کو وضع کرنا اسے نہ کبھی ان الفاظ کے معانی اتنے وسیع نہ رکھے ہوں گے ورنہ وہ شرف جو اس لفظ صحابی میں مضمون ہے بالکل بخست و تابود ہو جاتا اگر ان الفاظ کے معانی کو اتنی وسعت دی�ی جائے تو پھر این سلوں ہا جو درمنافق ہونے کے اسی حد تک صحابی کہے جانے کا مستحق ہو گا یعنی کہ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم السلام اجمعین اور اس کے لئے بھی علامہ کوکف انسان کا حکم دینا پڑے گا تھوڑا یہ لکھتا ہے کہ ایمان سے مراد صرف ایمان بالسان نہیں بلکہ اقرار بالسان و ایمان بالقلب ہے۔ علامہ کوشیدہ ایمان کی یہ تعریف اسنتے میں اسلئے تکلف ہو کہ میں نے لکھی ہے اس لئے میں

علامہ کے سامنے ایمان کی رو تعریف جو حکاکے نزد یک احادیث سے ثابت ہے ورنج کئے دیا ہوں۔

”روایت کردہ است این مادہ باسناد ضعیف بایں نظر کے ایمان عقد بالقلب و اقرار بالسان و عمل بالارکان است و در جم جم الحوامع ذ طبرانی از حدیث امیر المؤمنین علی ”آورده بایں لفظ الایمان معرفه بالقلب و قول بالسان و عمل بالارکان و شیرا زی از حدیث عائشہ آورده بایں عبارت ایمان بالله اقرار بالسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان (صرادۃ المستفیم شرح سفر السعادت ص ۱۲۹)

پھر صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں:

تبیہ مشہور نزد جماعت اہلسنت و جماعت آنست کے ایمان عبارت است از تصدیق بالقلب و اقرار بالسان و تحقق آنست کے حقیقت ایمان ہمار تصدیق فتنی است و آنکہ از علماء محدثین مشہور شدہ است کہ الایمان تصدیق بالقلب و اقرار بالسان و عمل یہاں ایمان کامل است و عمل نزد ایمان وشرط کمال ایمان است“

(صرادۃ المستفیم شرح سفر السعادت ص ۶۳)

جو عبارت کہیں نے اوپر قتل کی ہے اس پر سرسری نظر آلتے سے بھی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ایمان کی تعریف میں تصدیق بالقلب ضروری جزو ہے اور اگر تصدیق بالقلب کا ثبوت نہ ہو تو وہ ایمان نہیں کہا جاسکا اس لئے صحابی کی جو تعریف علامہ نے ص ۷۷ و ۸۸ پر لکھی ہے اس میں بھی لفظ ایمان سے مراد تصدیق بالقلب و اقرار بالسان و عمل بالارکان لیٹا گزیر ہے۔ اب یہ دیکھا ہے کہ بس شخص کی صحابیت کے لئے علامہ اس شدید سے ساغی ہیں اس میں ایمان کے یہ تمام اجزا بھی موجود تھے یعنیں کہ وہ صحابی پڑیا ہو گیا اور کسی شخص میں یہ تینوں جزوں کیلئے پائے جائے تو وہ حقیقی مذنوں میں کامل مسلمان ہی نہیں کہا جاسکت۔ صحابیت تو شی دیگر ہے اس پر تو بحث اس وقت ممکن ہے کہ جب ایمان کا مل مسلمان ہو ایمان بالقلب کا اندازہ صرف دو طرح سے ہو سکتا ہے

اول یہ کہ وہ اس معیار فضل پر پورا اترتا ہو کہ جو علاج مقرر کیا ہے یعنی اس کا ایمان بالقلب کسی نفس سے ثابت ہو اور اگر یہ صورت کسی وجہ سے پوری نہ ہو سکی ہو تو اس کے افعال اس کے ایمان بالقلب کے تصدیق کرتے ہوں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صحابہ کی عزت و وقت کا اصلی سبب ان کی صداقت ایسا را درود فرہانیا ہیں جو انہوں نے فرمبہب حق کو دینا وی فوائد کے مقابلہ میں قبول کرنے میں دھکلائی تھیں اس امر کے تضمین کرنے میں کہ حضرات کے ایمان کو بلار و کوکہ کامل ایمان سمجھا جائے طلاقے یہ کیجا ہے کہ جو لوگ صلح حدیبیہ سترف بالسلام ہوئے وہ فقط اس قابل تجزیہ کران کے ایمان کو کامل سمجھا جائے اس لئے کران کے ایمان کا شہرت نفس سے ہتا ہے اس کے بعد کوئی ایسا شہد نہیں کہ جو معیار فضل صداقت سمجھا جائے کیون کہ صلح حدیبیہ کے بعد اکثر منافق بھی دینا وی فوائد کی غرض سے اسلام میں شریک ہو گئے تھے (ملاحظہ ہو سراج محل شاہ عبدالعزیز صاحب کی امر حجاج بخت نہیں کہ امیر معاویہ مسلمین فتح کہ میں ہیں اس لئے ان کا ایمان بالقلب کسی نفس سے ثابت نہیں ہوتا اب یہ دیکھنا ہے کہ ان کے افعال زندگی ان کے ایمان بالقلب کے متعلق کیا شہادت دیتے ہیں۔ ایک مختصر فہرست امیر معاویہ کے کچھ افعال زندگی کی ناظرین کے سامنے ہوش کیجا تی ہے اس سے خود ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے گا کہ یہ افعال کیاں تک ایمان بالقلب ہونے کے موافق ہیں اور کہاں تک ان سے اس کے خلاف تبہ برآمد ہوتا ہے اسی کے ساتھ اس کا بھی وزارہ ہو جائے گا کہ اس میں سے حضرت مؤلف صاحب احسن الاتخاب نے کیا کچھ نظر انداز کیا ہے۔

(۱) امیر معاویہ کا مولانا القلوب میں ہونا (تاریخ طبری طبع لیٹن حصہ بیان جلد چھارم، ابو الفداء بن حارث شریف ترجیح تاریخ اخلاق، روشنۃ الاحباب، استیعاب، روشنۃ الصفا، تاریخ الامت وغیرہ) مولانا القلوب کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جاتا تھا کہ جنہوں نے اسلام کو بدر جد مجبوری قبول کیا تھا۔ اسی جب اسلام نے استدرزتی کی کہ اس کی خالفت کا یار بیانی نہیں رہا تو جان دمال کے تحفظ کیلئے اسلام قبول کر لیا۔ مولانا القلوب کی تعریف سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ جو چیز مسلمان کیلئے طغراۓ امتیاز ہو سکی ہے یعنی ایمان بالقلب وہ ان حضرات میں باشکن مفہوم ہے۔ مذہبی

حشیت سے صرف وہی شخص احرام کے قابل ہو سکتا ہے جس نے مذہب کو مدھب کیلئے اختیار کیا ہو اور دینا وی اغراض اس میں شرکیت نہ ہوں۔ اگر دینا وی اغراض کیلئے مذہب اختیار کیا گیا ہے تو اسی بستی کیلئے نہ بنا احرام تابت کرنا (یعنی صحابی معزز مرتبہ عطا کرنا) خود مذہب کی توہین ہے۔ غرہہ میں کے بعد جب آنحضرتؐ تقبیل نیمت میں صروف ہوئے تو آپ نے انصار کے دو ایک نوجوانوں کی شکایت پر اس فرقی کو صاف طریقے سے ظاہر فرمادیا تھا آنحضرتؐ نے جب اس موقع پر مال نیمت تضمیں فرمایا ہے تو امیر معاویہ کو مقابله دیکھ لے تو اس نے بہت زیادہ مال نیمت کا حصہ عطا فرمایا تھا اس پر انصار کے کچھ نوجوانوں نے آپس میں شکایت کی تھی آنحضرتؐ کو جب اس کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے انصار سے بخاطب ہو کر فرمایا۔

اما لغير حضور ان ينهى عن الناس بدلها و من می خواستم کہ یہ سب ایں اموال
لتحبیون برسول الله (بخاری) دلہای ایشان وا به اسلام رغبت دھم

(روحدۃ الاحباب)

اور اسی وجہ سے صاحب تاریخ الخلفاء نے امیر معاویہ کو یہ کہہ کر بچانگی کوشش کی ہے کہ ان کا مرجعہ ایمان شروع میں کچھ بیوں ہی ساتھا مگر بعد کو حسن اسلام اور رسول ایمان سے منصف ہو گئے تھے (ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۷۰) اور حضرت عمرؓ کے ارشاد "و هو من الطلقاء اللذين لا يجوز بهم المخلافة" (ازلۃ الفتن طبع دہلی و استیعاب ابن عبد البر) میں بھی اسی حشیت ایمان کی طرف اشارہ ہے جہاں تک امیر معاویہ کے اسلام اتنا کا تعلق ہے اس کی حشیت خود آنحضرتؐ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ امیر معاویہ نے اسلام دیا کیلئے اختیار کیا تھا اور اسی لئے امیر معاویہ میں ایمان باللقب کا وجود اس قتل طلحہ غیر ملکن تھا۔ حقیقت آنحضرتؐ کا امیر معاویہ کو مولانا والقطوب میں شمارنا امیر معاویہ کی صحابت کی ایسی تائی کرتا ہے کہ جس کا کوئی جواب ہی نہیں اور جب تک آنحضرت صلیمؐ کی صحیح ارشاد سے امیر معاویہ کی یہ حشیت (مولانا والقطوب میں ہوتا) وقوع نہ ہو اس وقت تک بہرہ امیر معاویہ کا آنحضرتؐ کی محبت میں حاضر ہونا امیر معاویہ میں علامہ کی تعریف صحابی کے دوسرے بزرگی موجود گی کا ثبوت نہیں ہو سکتا، صاحب تاریخ الخلفاء کے مقولہ

کے مطابق اگر امیر معاویہ کو بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسوخ ایمان اور حسن اسلام فتحیب بھی ہو گیا ہو تو بھی اس کا اثر اس سے ناجیں کی حالت پر نہیں پڑ سکتا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بعد کے رسوخ ایمان اور حسن اسلام سے ان کا وہ زمانہ کہ جب آنحضرت سُلْطَنِ رَحْمَةِ الْعَالَمِینَ رَحْمَةَ تَمَّاٰسِ رَسُوخِ ایمان اور حسن اسلام کے تحت میں آئی گی اور اس پر من نفی رسول اللہ بالایمان کا اطلاق ہو جائے گا۔

حقیقت تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت کے اس ارشاد کے بعد امیر معاویہ کی صحابیت کا دعویٰ کرنا حقیقہ یہ ہے کہ میں علام کی خاطر سے امیر معاویہ کے بغیر حالت زندگی پر بھی ایک اجرانی تظریذ اے لیتا ہوں چاہ کہ ناظرین کو اس امر کا بھی اندازہ ہو جائے کہ علام صاحب تاریخ الفتن کے مقولہ پر بھی استدلال نہیں کر سکتے اور امیر معاویہ کی حیثیت بعد وفات آنحضرت بھی وہی جو سلام لانے کے وقت تھی اور صاحب تاریخ الفتن کی تحریر بخوبی خود تحریر کے اور کسی حقیقت پر نہیں یوں تو امیر معاویہ کی زندگی کا کوئی فعل یہ مشکل ہے مثلاً ایسا لے گا کہ جو اس بات کا ثبوت نہ دے سکے کہ امیر معاویہ کو مدست العز و نیازی دیتا نظر آئی اور ہمیشہ وہ اسی دلیل کے طبقاً رہے۔ خود ان کا مقولہ کہ ”دیتا ہمیری ماں ہے اور میں اس کا بیٹا“ نفسی امنی و انا بھیہا (عدا الفربید جلد دوم طبع مصر) ان کو پہاڑ دینا اور ثابت کرنے کیلئے بہت کافی ہے علام کو اگر اور واقعات کی ضرورت ہو تو میں وہ بھی نہیں کئے دیتا ہوں۔

(۱) امیر معاویہ کا شراب پینا (مسنون احمد بخاری جلد ۵ ص ۳۴۷ مطبوعہ مصر) یہ واحد اس وقت کا ہے جب امیر معاویہ تمام ہماراں پر فخر کرنا۔ جب امیر معاویہ مدد متوہہ و مکمل معنفہ یہی کی بیعت لیئے

(۲) جھوٹ بولنا اور اس پر فخر کرنا۔ جب امیر معاویہ مدد متوہہ و مکمل معنفہ یہی کی بیعت لیئے کی خوش سے یہ ہو چیز تو انہیں یہ احساس ہوا کہ جب تک حضرت امام حسین والیں عمر والیں ابو بکر و ایں زیر پیغمبربن کریمؐ کے عوام انس بیعت پر راضی ہوں گے پہلے انہوں نے ان حضرات کو روپیے سے سُخْرَنَا چاہا مگر جب اس میں ہا کا ہی ہوئی تو جبر کیا۔ اور جب اس سے بھی حسب دخواہ کام نہ کلما تو جھوٹ پر کرنا زندگی اور مسجد نبوی میں بھرپر کھڑے ہو کر یہ کہدیا کہ ان چاروں حضرات نے بیعت کر لی ہے جوہا لکل جھوٹ تھا۔ (تاریخ الفتن و اثار الفتن الاست)

(۳) یزید کی خلافت کی بیعت ہو جو اس کے فاسق و فاجر و شرمنی ہونے کے مسلمانوں سے دہوکے اور زبردستی سے لینا۔ کیا ایک مسلمان جو نہ ملائی احترام ہو اور جس کے تخلق جملہ القدر صحابی کے الفاظ استعمال کئے جائیں اس کی بھی شان ہوتی ہے کہ وہ اپنا چارشین ایسے غمیں کو کرے جس پر بیٹھی صبری موجود ہوں۔ تاریخی شہادت کے خلاف علامہ کاہلی دوئی کامیروں معاویہ کو یزید کی ان بیوہوں گیوں کا علم تھا جنہیں علامہ کی سادگی پر ہی ملاحظہ ہوا تاریخی ثبوت

(۴) وہو یہ علم منفہ و بطلع علی عبده و وہ اس کی تھافت کو جانتے تھے اور اس کے بیاعین سکرانہ و فجورہ و سکرہ نسبت پر مطلع تھے اور کفر و فجور و شراب تو شی دیکھتے تھے۔ (تاریخ طبری طبع لیڈن)

(۵) علامہ ابوالقدیر نے جو مقولہ حضرت سن بصری کا لفظ کیا ہے ”معاویہ کی عاقبت خراب ہونے کیلئے بھی کافی ہے کہ اس نے یزید کو مجہد کر کے اس کی بیعت لی اس میں بھی اسی والی طرف اشارہ ہے اور یہ واقعہ تاریخ طبری و تاریخ ابن حسکا کرو خواص الامم و بیانیق المودۃ میں بھی موجود ہے۔

(۶) جحد کی نماز چارشنبہ کو پڑھا دیا اور ایک روایت میں ہے کہ شنبہ کو پڑھا دیا اور یہ کہنا کہ ہم اس میں مذکور ہیں (ذکر الاجماعین الاممیین ۵۵)

(۷) مجرماں عدی مسیح الدنیوں (صحابی رسول) کو حضرت علی پر تحریر کرنے کی وجہ سے قتل کر لانا۔

حدیث میں ہے کہ من رحم عذر رام میں کچھ مایہ لے لوگ قتل کئے جائیں گے کہ جن کی وجہ سے خدا و ان کریم اور ملائکہ غصب میں آئیں گے (کنزیں بھاول) من رحم عذر رام اس مقام کا نام ہے جہاں امیر معاویہ نے مجرماں عدی اور ان کے ساتھیوں کو تھوڑے نے حضرت جناب امیر پر سب کرنا مقرر تھیں کیا تھا شہید کرایا تھا۔

”خدا وند کریم اور ملائکہ کا غصب بھی شاید ایسی لوگوں کے لئے ہے جو جملہ القدر صحابی ہیں“ (نحوی بالله) علامہ کو اختیار ہے وہ چاہے کہیں گرہم تو اس کے لئے بالکل چیز نہیں۔

(۶) عبد الرحمن ابن خالد اتن و لید کو اپنے طفیل شام بن آنال سے زہر دلوانا (استیاب ابن عبد البر عارف الحقدار، میون الدبان) امیر معاویہ نے ایک موقع پر اہل شام کے سامنے اپنے جانشین کو نامزد ہو جانے کا تذکرہ کیا تھا جس پر کچھ لوگوں نے عبد الرحمن ابن خالد اتن و لید کا نام پیش کر دیا اس کے پھر لوگوں کے بعد امیر معاویہ نے اتن آنال سے انکو زہر دلوایا۔

(۷) زیاد کو صرف حدیث نبوی کی حالت میں بھل پٹھکل مصالح (طعن دنیا) سے ابوسفیان کا پڑنا ہوا ولد للفراش و الماعور الحجور لا کا صاحب فرش کا ہے اور زانی کیلئے پتھر
(۸) اہل حدیث کو بیت زینہ کے تعلق اور انہا۔

من اخاف اهل الصدیۃ اخالله اللہ عز جس شخص نے اہل حدیث کو ذرا یا اللہ اس کو وجل و علیہ لعنة اللہ و ملائکہ و الناس ذرا وے گا اور اس پر اللہ اور ملائکہ اور سب اجمعین (مندانا ماجحا ان ضلیل جزو الی طبع مصر) کی لعنت ہے

(۹) شہدائے احمد کی قبرین کھدوانا (تعمیر کر جاؤں مطہر مصر) "غم رسول خدا (حضرت حمزہ) کے پاسے مبارک پر جب کہاں پڑی تو خون تازہ اس سے جاری ہوا (اصناع کاظمین بیہقی)

(۱۰) قیس بن سعدؓ کے تعلق جھوٹ بولنا اور جھوٹی خبروں کی شہرت دینا (روحة الصفا۔ تاریخ الاستاد۔ رابع اللہ توب قلقنی راشدین مفتاحی عین الدین بخاری)

(۱۱) حضرت امام حسنؓ کو جده بنت الاشعث کے ذریعہ سے زہر دلوانا اور ان کی شہادت پر خوش ہو کر بحدہ شکر کرنا (تذکرہ خواص الاستاد، ملاقات ابن حجر، الحقدار، اہل الحقدار، اہل الطالب، بکار، استیاب و مردین الذهبی و تاریخ طبری) حضرت امام حسنؓ جب خلافت سے دست کش ہوئے تو آپ کے اور امیر معاویہ کے درمیان پکھڑا کا شام طہوری تھے من جملہ شرانکا کے ایک شرطی تھی کہ امیر معاویہ کے بعد خلافت حضرت امام حسنؓ کی طرف واپس ہو گی (تاریخ الفلاح، تذکرہ اکرام اہل الطالب) ادا خرچ ۲۸ هجری اول و ۳۴ هجری اور بعضوں کے نزدیک ادا خرچ ۵۰ هجری یا اول اکتوبر ۱۹۷۷ء میں امیر معاویہ کو بزری کی خلافت کی بیعت لینے کی تک روشنگیر ہوئی اور حضرت امام حسنؓ کا وجود باوجود خارجی طرح امیر معاویہ کی آنکھوں میں نکلنے کا اسلئے کہ حسب شرائط اسلام حضرت امام

حسن کی ذات مقدس ان کی اس خواہش میں مانع تھا آئی تھی چنانچہ یہ بیکی خلافت کا راستہ صاف کرنے کیلئے جدید بہت الاعداد زوجہ حضرت امام حسن کے ذریعہ سے ذیر روا یا گیا جس سے آپ کا دosal ہوا۔

احادیث نبی جن میں آنحضرت صلم نے یہ ارشاد فرمای ہے کہ ”جس نے حسین کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بخشن رکھا اور جنگ کی اس نے مجھ سے بخشن رکھا اور جنگ کی اور جس نے مجھ سے بخشن رکھا اور جنگ کی اتنے اللہ سے بخشن رکھا اور جنگ کی“ (طریقی، حاکم ترقی، نساتی، ابن ماجہ) اس پر جیسا مغل امیر معاویہ نے کیا شاید کسی اور مسلمان سے نہ ہو سکا کیا ایمان بالقلب اسی کا نام ہے کہ احادیث نبی کی صریح خالق است کی جائے اور ایسے ہی بخشن کو جعلی القدر صالح کہنا بھی چاہئے جو کہ اپنی زندگی کا معیار خالق است اسی اکرم صلم قرار دے۔ (۱۲) حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ پر باوجود اس صریح ممانعت کے جو احادیث صحیح میں وارد ہے سہت کرنا

من سب علیاً فقد سبی و من سبی	جس نے علی کو برآ کیا اس نے مجھ کو برآ کیا اور
فقد سب اللہ اخر جهہ احمد و الحاکم و	مجھ کو برآ کیا اس نے اللہ کو برآ کیا
صحيحہ	(احمد نے اسکی حرج شیع کی اور حاکم نے شیع کی)

اور ہر بخشن سے اس کی فرمائش کرنا کہ وہ جناب امیر پرست کرے (ذکرۃ المؤمنین اللہ، لا ولی عزیزی) اور جناب امیر کو شرک انظہریت میں رکھنا (فقہ المتریع جلد دوم)

(۱۳) حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کرنا (حدیث)، جس نے علی و حسین سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی” (امام احمد بن حنبل، طبری و حاکم) معلوم ہیں کہ طلامہ کے نزدیک آنحضرت سے جنگ کرنا مسلمان بھی رہ جاتا ہے یا انکی صحابیت و ایمان توٹی، وہ دیگر ہے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے بخشن رکھنا علامات نقاش سے ہے۔

لَا يحبك الا مؤمن و يبغضك الا	فہیں دوست رکھے کام کو اے علی گرہ مس
العنافق (نساتی)	

اور وہیں نہیں رکھے کام کو مگر مخالف

”بغض على آية النفاق“ (الراوي شاد عبد العزيز صاحب) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه“
 نعرف المناقفين ببغضهم علينا“ کیا علامہ کے خردیک کسی سے جنگ و جدل کرنا اور اس کی سبب کرتا علمات بغض میں سے نہیں ہے۔ کیا علامہ کہدست ہیں کہ سب جناب امیر اور ان سے بغض رکھنا اور جنگ و جدل کرنا (جن میں امیر معاویہ تباہی سے حیات مصروف رہے) خدا رب پرستی تھا۔
 کیا علامہ کے خردیک معيار محبت یہ ہے کہ جس سے محبت رکھی جائے اسی کی برائی کی جائے اور اسی سے برپر خاموش رکھا جائے امیر معاویہ کو جو قلیل پر خاش حضرت علیؑ سے تھی اس کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت سید ابن الہی وقاں سے حدیث ”الحق مع علی“ سے ”سُنْ مِنْ نَّبِيٍّ فَإِنْ تَرَكَهُ فَأَنْهَى إِنَّمَا يَنْهَا“ سے اس کی تقدیر ہے مگر باوجود تقدیر اس تمام عمر جناب امیرؑ کی خالفت اور سبب پر کمر بست رہے۔
 احادیث نبوی پر اس وجہ عامل تھے کہ باوجود اون احادیث کے کہ جن میں صحابہ کی برائی کرنے کے متعلق لعنت آئی ہے ”العن الله من سب اصحابی“ (طبرانی ازان بن عمر) ”من سب اصحابی فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعین“ (طبرانی ازان بن عمر) عمر بربست جناب امیر پر دل و جان نثار کیا کے۔

اس قلیل پر خاش کے متعلق میں ناظرین کے سامنے ایک اور واقعہ بھی پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو امیر معاویہ (جلیل القدر صحابی) کی التحریث کا اندازہ پوری طور پر ہو سکے حضرت جناب امیرؑ کے دصال کے بعد کچھ لوگوں نے امیر معاویہ سے کہا کہاب جناب امیرؑ کی سب کرنا بیکار ہے اس لئے کہا اپ شہید ہو چکے اور جس مقصود کیلئے یہ پڑھنیلے جا رہے تھے (یعنی حکومت حاصل کرنا) وہ حاصل ہو چکا اس لئے ایک برے کام پر وقت صرف کرنے سے کیا فائدہ گرا امیر معاویہ کا الخلف قلمی اور محبت انھیں کب جنین لیئے درجا تھا جواب میں کمال محبت سے فرماتے ہیں.....

فقال لا والله حتى يربوا عليه الصفيرو	خدا کی قسم ہرگز علی کو گالی دینا اور سب کرنا
يهرم عليه الكبير ولا يذكر له ذاك	ترک نہ ہوگا جب تک لڑکے اس عادت پر
فضلاً (نماذج کافی مطبوعہ بھی)	نشود نہاد پا جائیں اور جو ان شیع فاطمی نہ ہو جائیں
	تاکہ دنیا میں علی کی فضیلت بیان کرنے

وَالْأَكْوَلَيْتِي شَدَّهُ جَاءَتْ -

علامہ کے تزویہ یک غالباً صحابی رسول سے بُلْفُر کئے گو ایمان بالقلب کہتے ہیں اور اسی میں شدت بُلْفُر سے صحابی مسحول صحابی درجہ سے ترقی کر کے جلیل القدر صحابی کے درجہ تک ہے یہ پختا ہے۔

(۱۴) حضرت مبارکان یا سرگی شہادت کے متعلق تاویل کرنا حضرت مبارکے آنحضرت نے فرمایا تھا "تفصیل فضیل الباعیۃ المخ" (سلم۔ ترقی، نسائی) جنک صحن میں جب آپ شہید ہوئے تو عبد اللہ بن عمر داہن العاصی نے امیر معاویہ سے یہ حدیث یہاں کی امیر معاویہ نے بجا کے اظہار نہامت و پیشیاں یہ کہا کہ حضرت مبارکے قائل ہو لوگ ہیں جو ان کو لڑائے لائے تھے (سد امام احمد ابن حنبل جزو د مطبع مصر) مگری ہمارت جزا کے تاویل کفار نہیں نہ ہوں گے بلکہ رسول اکرم صلم ہوں گے (نحوہ بالش) اس لئے کہ حضرت جزا آنحضرت کی طرف سے جنک کرنے میں شہید ہوئے تھے۔ ایمان بالقلب اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے داہن کو پہنانے کے لئے آنحضرت صلم کی ذات مبارک کو سورہ الزام بناتے کی کوشش کی جائے اور غالباً علامہ کے تزویہ یک امیر معاویہ کی یہی حرکتیں ان کو جلیل القدر صحابی کے معزز و مفتر مرتبہ پر فائز کرنے کا باعث ہوتی ہوں گی اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہ کے سے جلیل القدر صحابی سے اس سے کم کی توقع رکھنا ان کی مقتنر و جلیل ہستی کی توجیہ ہوگی۔

(۱۵) سو دو کوچاڑ کھندا اور اس قسم کا لین دین کرنا جو ربوہ کی حد میں داخل ہو امام بالک موطائف زید اہن اسلام اور وہ عطاہن بیمار سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ نے چاندی اور سونے کے ایک ظرف اس کے وزن سے زائد پر فروخت کیا حضرت ابو الدردہ نے ان سے کہا کہ آنحضرت اس کی ممانعت کرتے تھے مگر ہیں صورت میں کہ جب مساوی ہو امیر معاویہ نے حضرت ابو الدردہ کے کہتے ہیں بالکل توجیہ نہیں کی۔ حضرت ابو الدردہ مدینہ طیبہ چلے آئے اور حضرت عمر سے سارا اقتداء ہواں کیا۔ حضرت عمر نے امیر معاویہ کو لکھا کہ ایسا کہ جا زیشیں اور آندرہ کیلئے ممانعت فرمائی (صلیع شریعہ طاجدہ میں ۲۷۵) مگر یہاں کچھ گھرستہ کی تو چچی مذہبی کہ حضرت عمر ہی ممانعت سے اتر جاتی۔ ابیہدہ ویہاںی واقعہ عبادہ اہن الصیامت کے ساتھ دروم کے غرہ میں ٹیڈیں آیا ملاظام الدین

فرمکی علی تے صحیح صادق شرح منار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ مولانا حشید الدین خاں (رشید و مکملین) لکھتے ہیں۔

”مولانا نظام الدین سہالی در کتاب صحیح صادق شرح منار علی ہذا نقل

هند بعض الفتاوی الکبار فرمودہ :

لہ کیسے وہ شخص مجتہد ہو سکتا ہے جس پر
فکیف ہو کون من اشیعہ علیہ حرمة
حرمت رہا وغیرہ مجتہدا کم معاویہ و
الربوا و غیرہ مجتہدا کم معاویہ و
عمر و ابن العاص (ایمان لاذن القائل) اس
اکن العاص (۱۵۷)

آگے بڑا کہ ملاظ قام الدین صاحب لکھتے ہیں۔

و هو ماتلی الی الدنیا فی هذلا لا مر وہ اس امر میں دیباکی طرف مائل تھے
عائیا علامہ کے نزدیک جلیل القدر صحابی وہی ہے کہ جو آنحضرت صلم کے ارشاد کی صریح
خلافت کو جزو وہی سب سمجھتا اور جس کا معیار حصول دریا ہو۔

(۱۶) ماں ایک ایک اشتر کو ہر روانا (ذکر الکرام و خلقائے راشدین صطفیٰ مولوی محسن الدین عدوی ہو
روشنۃ المقا) یہ مختصر کارنا میں وہ شخص کی نہیں کے ہیں جو علامہ کے نزدیک جلیل القدر صحابی رسول
کے مرتبہ پر فائز تھے ان میں سے کوئی واقعہ بھی لے لیا جائے ہو ایک واقعہ سے امیر معاویہ کے ایمان
بالقلب کی تکذیب بخوبی ہو جائے گی ہاں اگر علامہ کے نزدیک شراب چینا جھوٹ بولنا سو کو جائز
سمجھنا حضرت امام حسن و حجر اہن عدی اور دیگر مسلمانوں کو بخوض دینا شہید کرنا ایسا شہداء احمد کی تبریز
کھداوندان حضرت جانب امیر پر سبب کرنا اور ان سے خلافت کیلئے جنگ کرنا ایمان بالقلب کا دوسرا
نام ہے تو بات دوسری ہے اور اگر جو اس قدر کا معیار بدلائے معاویہ و مثیہات ہوتا ہے تو پھر علامہ کو
اختیار ہے امیر معاویہ کو جو مر جہاں ہیں عطا فرمائیں۔

امیر معاویہ کے کارناموں کی مختصر فہرست جو میں نے اور پکھی ہے اس پر ایک سرسری نظر دیا
جائی اس امر کے ثبوت کیلئے کافی ہے کہ ان میں ایمان کی تحریف کے جزو وہی کا چوند کہیں نام کو بھی نہ

تحاصل لئے خود علامہ کی پیش کردہ تعریف کے مطابق بھی امیر معاویہ پر فقط صحابی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ زندگی کے مختلف قضاۃ میں کوئی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کس طریقہ پر نمر کی تحریکی تحریک داری کے ساتھ یاد بینداری کے ساتھ۔

اب میں ناظرین کے سامنے علامہ کی پیش کردہ تعریف کے جزو و تالث تینی ماف مونا کے مختلف بھی ایک واقعہ پیش کردیا چاہتا ہوں ناکہ ناظرین اس امر کا اندازہ کر سکتیں کہ سوت کے وقت یہ صحابی جملہ القدر کن ٹکروں میں چلا تھے۔ امیر معاویہ نے بروصحت بیرونی کو مدینہ منورہ کے مختلف کی تھی اس کا تجہید نیائے اسلام کے سامنے مدینہ منورہ کے ناشت و نمارچ کی صورت میں شورا رہوا تھا (واللهم حمد و شکر) جس میں مدینہ منورہ تین دن تک لوٹا گیا زنا جائز کروئی اور کوئی دیققہ مسجد یہی کی تحریکی کا انٹھ لیں رہا۔

"ہندا دام کہ ترا از اهل مدینہ روزے پیش خواهد آمد باید کہ علاج نو سلیم بن عقبہ سکھی چوں نیزید پلید بعد از پلدر بر سر امارت نشست بروصحت پدر عمل نعمود تا بحدیکہ آورده اللہ کہ هزار زن بعد از این واقعہ اولاد زنا زالید ند" (حلب القلوب شیخ عبد الحق محدث دہلوی)

مسلم بن عقبہ کا اس فعل بد کیلئے انتخاب امیر معاویہ کی تزندگی کا آخری کارنامہ کہا جاسکتا ہے اس کا قیصل ناظرین کے ہاتھ ہے کہ اس سے صحابی کی تعریف کے جزو و تالث پر کسی روشنی پڑتی ہے جو کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی استیوں کی انتخاب میں کہ جن کو مذہب سے بخس و عناد ہو امیر معاویہ کا قلب و دماغ خاص طور سے موزوں و افتح ہوا تھا۔

جو تعریف صحابی کی علامتے بیان فرمائی ہے اور جس کوئی لکھ چکا ہوں اس میں چوں کہ ایمان بالقلب کے ثبوت کی ضرورت تھی جو آسان کام نہ تھا اس لئے صحابی کی تعریف علامہ نے یہ کہ جس نے ایک مرد تک آنحضرت کا شرف محیت بپرضح حصول علم و عمل حاصل کیا وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہے علامہ صالحی فتح المغیث میں لکھتے ہیں۔ "ابو الحسنین نے محدثین کہا ہے کہ صحابی وہ سبے

کر جس نے بطریق اجماع آپ کی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم و عمل حاصل کیا ہو جنہوں نے اس کے بغیر آپ کی طویل یا غیر طویل صحبت اٹھائی وہ صحابی تھیں (اسوہ صحابہ) اس میں تھک نہیں کر صحیح تعریف صحابی کی بیانات پرے گئی اور گروہ صحابہ کی عزت و وقعت غیر اقوام کے سورثین کے سامنے قائم رکھنے کیلئے بھی بھی تعریف صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اس تعریف کے مطابق وہ تمام ہستیاں کر جن کے افعال ہمیشہ تین برنقانیت رہے اس معزز و ملکر گروہ سے درستکل جاتی ہیں۔ اسی استعمال میں ایک بات اور بھی خور طلب ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت نے جب اس لفظ کو استعمال فرمایا تو اس کے کیا معنی مراد نئے اگر بیرے پاں کوئی سند اس بات کی ہو کہ آنحضرت نے اس لفظ کو ایک محمد و دارالہ اور معافی میں استعمال فرمایا ہے تو مجھ کو یہ حقیقتی نہ رہے کا کہ اس لفظ کو ایسے موقع پر استعمال کروں کہ جن سے اس لفظ کے معافی میں کوئی انکی وحشت پیدا ہو جائے جو ارشادات آنحضرت کی منشاء کے خلاف ہو۔ اس وقت صرف وہی تعریف صحابی کی صحیح مانی جائے گی جو آنحضرت کے ارشاد و منشاء سے قریب تر ہو۔ آنحضرت کے ایسے ارشادات پر کہ جن میں صحابی کا لفظ آیا ہے اگر ایک عالم لفظ را میں جائے تو یہ چاہے چاہے کہ آپ نے اس لفظ کو بہت ہی مدد و متعین عطا فرمائے تھے جو وحشت دینے پر بھی صرف ان حضرات تک میں پوچھتی ہیں کہ جن پر صحابہ کیبار کا اطلاق ہوتا ہے اور جو ساتھوں الادلوں کے تحت میں آتے ہیں میں اس استعمال کو اس طرح واضح کرتا ہوں کہ ایک موقع پر حضرت عبدالرحمن ابن عوف اور خالد ابن ولید میں سخراج ہو گئی آنحضرت کو جب اس کی خبر ہو گئی تو آپ نے حضرت خالد سے ارشاد فرمایا کہ اسے خالد تم بیرے صحابی کی برادری نہیں کر سکتے چاہے تم کوہ واحد کی برادر سونا کیوں نہ خیرات کراؤ۔ آنحضرت بات کی کلی ہوئی دلیل ہے کہ آنحضرت نے اسوق حضرت خالد کو اس لفظ میں داخل نہیں فرمایا اور جس معنی میں آپ نے اس لفظ کو استعمال فرمایا وہ صرف اس گروہ تک مدد و وحشا کہ جن پر صحابہ کیبار (سابقون) کے لفاظ کا استعمال ہلام نے کیا ہے اور جن کے لفاظ و مناقب تو اتر کی حد کو پورا چکے ہیں جن کی صفات مقررہ مشہد سے ثابت ہے اسی وجہ سے جب علماء نے ان احادیث

پر نظر رکھی ہے کہ جس میں یہ لفظ آیا ہے تو اس کے معنی کو حق الامان ایک محمد دوسرے بھک دعست دی چنانچہ تعلق الدین بھک "لا تسبوا اصحابی" کے تعلق رکھتے ہیں کہ "اصحابی" سے مراد اصحاب مخصوص ہیں لیکن وہ لوگ جو بھی مکہ ایمان لائے۔ (درجات مرقات صدور حاشیہ ابو راؤوس) (۱۰۵)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں "کہ خطاب اس حدیث میں وہ ہیں کہ جو سابقین الاسلام ہوئے ہیں اسی امر میں بہتر ہے جس شخص نے اس خطاب میں ان کے غیر دو کوشال کیا اس نے غلطت کی" (درجات مرقات صدور قول ابوالحاس احمد ابن حنبل) قوت المعرفتی علی صحیح الترمذی میں ہے کہ "اس حدیث میں یہ حقول ہے کہ مخالف لا حظین اوپرین سے خطاب ہی بہتر ہے" (قوت المعرفتی علی صحیح الترمذی) (۲۲۲)

آنحضرت کا اپنی دامت کے تمام افعال پر مطلع ہونا مسلم ہے خود علامہ بھگی بھک اللہ اس کے مقرر معلوم ہوتے ہیں (شروع ص ۷۷) (فصل الخطاب) آنحضرت نے جس طرح صحابی کی وس تعریف کی (جو عالمہ کے نزدیک صحیح تعریف ہے) تردید فرمائی ہے اس کی مناسب تعریف کرنا تو امکان بشری سے ہاہر ہے مگر ہاں اختراض کر کہا جا سکتا ہے کہ اب سے تیرہ سورں قتل زبان فیض ترجمان آنحضرت سے جو الفاظ اداہ ہوئے تھے وہ اس وقت کی حالت پر اسی روشنی وال رہے ہیں کہ تاریخ عالم میں اس کی نظریہ بمعکل ملے گی۔

(۱) آنحضرت صلم نے اسی تعریف صحابی کی وجہ سے فرمایا تھا "ان فی اصحابی منافقین" (منداہم احمد بن عقبہ طبع مصر جلد چارم ص ۸۳۶)

(۲) در اصحاب من منافقین بسیارند کہ روئے بہشت نحو اعتد دید" (محارج الموجہ)

(۳) لیود علی اقوام اعرافهم و یعرفونی تم
یحال بینی و بینهم ... قال انهم منی
گے جن کو میں پوچھاتا ہوں وہ مجھ کو پوچھاتے
فیقال للهک لا للهی ما يدلوا بعدک بیں پھر وہ روک دینے جائیں گے مجھ میں اور

ان میں آڑ کر دیجائے گی آنحضرت فرمائیں
گئے یہ لوگ میرے ہیں ارشاد ہو گا تم نہیں
جانتے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا
تھی یا تمکی کالیں بیس میں کہوں گا درود و حسن
نے میرے بعد دین میں تجدیلی کی (تحمیر
الباری ترجمہ بخاری)

حضرت انہیں جہاں سے مردی ہے کہ آنحضرت
ہم لوگوں کو خلبے سنانے کیلئے کمزے ہوئے
آپ نے فرمایا تم لوگ نگھ پاؤں نگھ بدن
محشور کے جاؤ گے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ
جس طرح ہم نے تم کو شروع میں پیدا کیا
ای طرح دیوارہ بھی پیدا کریں گے اور خلقہت
میں سب سے پہلے ابراہیم کو اہشتی جوڑا
پہنچا یا جائے گا اور ایسا ہو گا کہ فرشتے ہیں
کے کچھ لوگوں کو لا کر یا کئیں طرف
والوں میں (دوزخ کی طرف) لے جائیں
میں کہوں گا پر وہاگر یہ میرے اصحاب ہیں یعنی
ارشاد ہو گا چھیں بھیں معلوم کہ تمہارے
بعد انہوں نے کیا کیا جو جو حقیقی باشیں تمہارے
بعد کالیں اللہ کے نیک بندہ (حضرت میں)
سے کہا ہے پھر فرشتے ہیں گے یہ لوگ بھیں
اپنی ایزوں کے مل بھرے ہی رہے۔

فالقول مسحقاً مسحقاً لمن بدل بعدي
(سچ بخاری پارہ ۴۹۶ کتاب الحسن ص ۲)

(۳) عن ابن عباس قال قام علينا النبي الله
عليه و سلم يخطب فقال انكم
محشورون حفاقاً عروة كما بدأنا اول
خلق نعبد الآية و ان اول الخالقين
يكتسي يوم القيمة ابراهيم و الله سبحانه
بوجمال من امتي فهو خذ بهم ذات
الشمال فالقول يا رب اصحابي فيقول
انك لا تذرى ما احدثوا بعدك فالقول
كما قال العبد الصالح و كنت عليهم
شهيداً ما دمت لهم الى قوله الحكم
قال فيقال لهم لهم بيزالو امر تدلين على
اعتقابهم (سچ بخاری پارہ ۴۹۶ کتاب الرقة)

(۵) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت نے فرمایا کچھ لوگ میرے اصحاب
قال بود علی یوم القیامۃ رهط من میں سے میرے مانے آئیں گے لیکن حوض کوڑ
اصحابی پنهانوں عن الحوض ظافرول یا
پرسے ہناریے جائیں گے میں کہوں کا اے
پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں ارشاد ہو گا
رب اصحابی لفقول انک لا علم لک
کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انہوں
بما احدلتو بعدک الہم اولدوا علی^۱
ادیارہم الفقہری (داری پارہ ۱۰۷) اکابر الرحلان
نے کیا کیا یہ پیشہ بھیر کر لوت گئے۔

(۶)

اس امر کے علامہ بھی تائل ہوں گے کہ جو لوگ صحیح حدیثیں تک شرف پر ایمان ہوئے ہیں ان کا
ایمان نفس سے ثابت ہے اور ان پر ان دلوں حدیثوں میں سے کسی کا اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا اب
دیکھنا یہ ہے کہ ان حدیثوں کے حکم سے سابق الذکر گروہ کے علماء ہو جانے کے بعد وہ کون خود
ہو جاتا ہے جس کی حالت کی صحیح ترجیحی یہ ارشادات نبوی فرمادے ہیں۔ صحیح تو علامہ بھی گھے ہوں
گے ہاں یہ بات درستی ہے کہ ہدیت درجی سے اقبال نے کہ ان حدیثوں میں اسی گروہ کی طرف
اشارہ ہے کہ جس کے افعال پر تقدیر کرنے کو علامہ کشف المان کے اصول کے ماتحت گناہ بناتا چاہئے
ہیں آنحضرت نے اپنے ان دلوں ارشادات سے اسی امر کو واضح فرمایا ہے کہ صحابی کی تعریف کو
وہ مت دینے سے اس گروہ کے حضرات کی ایمانی و اسلامی حیثیت میں کوئی تغیری پیدا نہیں ہو سکتا اور
جو لوگ صحابی کی تعریف کو وہ مت دے کر ان حضرات کو قائد ہوں چانے کی کوشش کریں گے وہ
راتی سے مترلوں دور ہوں گے۔

بھتی تحریقیں صحابی کی گئی ہیں ان سب میں چوں کہ صاحب فتح المکہ کے بیان کی ہوئی
تعریف ارشاد و فتح آنحضرت مسلم سے قریب تر ہے اسلئے لفظ صحابی کی صحیح تعریف اسی کو مانا پڑے
گا اس استدلال کی تائید ایک حد تک اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جو فقراء الاسلام میں بحوالہ
طبقات ان سعد لکھا گیا ہے۔

علامہ نے جو تعریف صحابی کی لکھی ہے اس میں تو امیر معاویہ آئے تھیں اب دیکھنا یہ ہے کہ امیر

محادیہ اس تعریف صحابی میں جو صاحب فتح المکہ نے لکھی ہے آتے ہیں یا نہیں۔ ان کی تعریف میں جو اتفاق ملا جنہے طلب ہیں وہ حسب ذیل ہیں: ”بطریق اجماع آپ کی طویل محبت اخلاقی ہوا اور آپ سے علم عمل حاصل کیا ہو“ کیا امیر محادیہ کے کارناموں پر نظر رکھنے کے بعد کوئی شخص ذرا سی دریکیلے یہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے بطریق اجماع آپ کی طویل محبت اخلاقی تھی اور آپ سے علم و عمل حاصل کیا تھا آپ سے علم و عمل حاصل کرنے والی ہستیاں نعمود بالله من ذکر و دامن الحمدی۔ درویشی، ناصی کشی وغیرہ کے صفات سے منصف نہیں ہو سکتیں اور ان کا مطیع نظر خلاف ورزی آیات قرآنی و احادیث نبی ہو سکتا ہے۔

صحابت کی بحث پر ایک سرسری نظر رکھنے سے یہ صاف پڑتا چلا ہے کہ صحابی کی کوئی تعریف کیوں نہ کی جائے امیر محادیہ پر اس لفظ صحابی کا اطلاق کسی طرح سے صحیح نہیں ہو سکتا اس لئے علامہ کسی مسلمان سے یہ استدعا نہیں کر سکتے کہ وہ امیر محادیہ کے متعلق کسی مسلمان کے مسئلہ کا پابند ہو امیر محادیہ کے تمام افعال پر اسی آزادانہ طریقے سے تنقید کی جاسکتی ہے جس طرح اور مسلمان باوشاہوں کے افعال پر اب تک ہوتی چلی آتی ہے اور یہ مشہد ہوتی رہے گی احسن الاتخاب میں جو کہ امیر محادیہ کے افعال پر تنقید ہے اگر علامہ میں استحقی تو ان اعتراضات کو محتمول دلائل سے رد فرماتے یہ کوئی مرد اگئی تھی کہ صحابت کی اڑ میں ڈھونڈنا شروع کر دی اور اعتراضات کا جواب یہ عنایت فرمایا کہ صحابی رسول کو برائے کبوتر ملام مجھ کو قویہ کہہ کر روک لینے میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے وہ مجھ کو اس محالہ میں مطعون کرنے کی کوشش کریں گے مگر علامہ کے پاس ان غیر اقوام کے ملزمن کیلئے کیا جواب ہے کہ انہوں نے امیر محادیہ کے ہر فعل کو تنقید کی روشنی میں عوام کے ساتھ بیٹھ کیا ہے (ملا جنہوں نے اسلام) کیا علامان لوگوں کو بھی اس جملے سے مغلوب کرتا چاہتے ہیں۔ میں تو علامہ کو یہ رائے دوں گا کہ وہ ہر جگہ صحابی کے لفظ کو استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس سے بھائے فائدہ کے محنت پر چھپتی ہے اور ایک حد تک بحث میں بجز کی دلیل ہے۔ میں اپنے اس حصہ تحریر کو علامہ اتن روز جہاں کے مقولہ پر قائم کرنا ہوں ”مطاعن معاویہ کی تاویل ہم پر لازم نہیں کیوں کہ وہ باوشاہ تھا اور باوشاہ اپنے احوال میں خالی از مطاعن نہیں ہو سکا

اس کا گرد و باغی تھا اس سنتے عمار کو قتل کیا، (ارادتی المفہم مولانا حیدری) قبل اس کے کہ میں ناظرین کی توجیہ فضل الخطاب کے صفات کی طرف مہذل کراؤں مجھ کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کے متعلق پہنچا اور مقتدر ہستیوں کے ارشادات بھی پیش کر دوں جس سے ناظرین کو امیر معاویہ کی واقعی حیثیت کے سمجھنے میں مدد ہو گلت ہو۔ یا مریخان جھٹ نہیں کہ کسی شخص کے متعلق بہترین رائے اس کے ہم نشیوں کی ہوا کرتی ہے اور اس کے افعال کے بہترین ترجیحان اس کے ہم صور اور ہم شمشیں ہوا کرتے ہیں۔

میں علامہ مکی خاطر سے ان اقوال کے پیش کرنے سے پہلے عمر ابن العاص (جن کو امیر معاویہ کا داہماہرا و ہونے کا شرف حاصل تھا) کے اقوال پیش کرتا ہوں جن سے ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے گا کہ امیر معاویہ کے متعلق جو کچھ میں سے اوپر لکھا ہے اس میں کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ تدقیق ہو تو جس اس خط کا جو عمر و ابن العاص نے امیر معاویہ کو اپنے شریک ہونے سے قبلى لکھا تھا ”اے معاویہ تمہارا خط آیا تم چاہتے ہو کہ میں اسلام سے خارج ہو کر تمہارے ساتھ گمراہ ہو جاؤں اور باطل کی مدد کروں اور امیر المؤمنین کے مقابلہ پر تکوا رکھیں ہم حضرت علی پر بیان الرام کر نہیں تے لوگوں کو قتل حضرت عثمان کی ترمیب ری بالکل جھوٹ مکاری اور گمراہی ہے“ (تذكرة خواص الامة سبط ابن الجوزی)

ایسی طرح بعد شہادت حضرت عمار ابن یاسر جب لوگ قاتل حضرت عمار بن کریم حضرت نے لئے تو عمر و ابن العاص نے کہا تھا خاصمان فی النادر روزخ کیلئے لوار ہے ہو۔ امیر معاویہ نے یہ سن کر کہا کہ ایسا نہ کہو اس سے برہنی پیدا ہوتے کا خوف ہے۔ عمر و ابن العاص نے اس پر یہ کہا کہ ”الذریعہ لکھی ہے و انت تعلم تم جانتے ہو“ (تذكرة خواص الامة) ایک اور واقع پر عمر و ابن العاص نے اور بھی صاف الفاظ میں اسی مطلب کو ادا کیا ہے ”جس سے ہم جنگ کرتے ہیں اس کے فضائل و قربت رسول اور سلفہ سے ہم واقف ہیں مگر کیا کریں دنیا حاصل کرنے کو یہ سب کر رہے ہیں“ و لکھا انہا از دننا هذه الدنیا۔“ ارشادات حضرت عمر

وهو من الطفقاء والذين لا يجوز لهم دخول مقام الرؤساء

(ازدواجیں جلد اول صفحہ ۱۸۹، و انتیاب بہن جلد اول)

الخلافة

(۲) حضرت عمر بنت امیر معاویہ کو دیکھتے تھے فرماتے تھے "هذا کسری العرب" یہ عرب کا کسری ہے (تفصیل الأذکیار جلد ۲ ص ۵۷۳) کیا علامہ کو حضرت عمر کے ارشاد سے امیر معاویہ کی ایمانی حیثیت کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

ارشادات جناب امیر

(۱) امیری اور معاویہ کی محبت کسی کے دل میں آنکھاں ہو گئی" (انسان کا ذریعہ مطہرہ بھائی) یہ معلوم ہے کہ جناب امیری کی محبت ہر اسلام پر فرض ہے (ملاحظہ ہوں احادیث) اور علامہ بھی اس محبت رکھتے کے بعد ہی اس پیران لوگوں کے مقابل علامہ کیا کہیں گے جو امیر معاویہ کے محبت و معرف معلوم ہوتے ہیں کیا اس ارشاد سے ان کی اسلامی حیثیت پر کوئی روشنی مل پڑتی۔

(۲) فلان عمر و ابی معاویہ و ابین ابی معاویہ داہم ابی معیط داہن ابی سرع و معیط و ابین ابی صرح و الصحاک بن خواک بن قیس بن اصحاب دین سے ہیں نہ قیس لیسا باصحاب دین ولا قرآن اصحاب قرآن سے۔

(انسان کا ذریعہ)

قیس بن سعد بن عبادۃ الصفاری "اوہت پرست پرست تو ہجرا اسلام لایا اور انکو شی اسلام سے خارج ہو گیا تو خدا کا دشمن ہے اور تیر اگر وہ شیطان کا گرد ہے" یہ جملہ اس مخدوکت کتابت میں ہے کہ جو درمیان قیس بن سعد امیر معاویہ ہوئی تھی جب کہ قیس امیر مصر ہو کر گئے تھے ملاحظہ ہو طبری جلد ۲ ص ۲۷۹ اور کتاب اللامة والسياسة۔

سعد ابن ابی و قاسم

حضرت سعد علی معاویہ فلم یسلم علیہ دخل سعد علی معاویہ فلم یسلم علیہ
پاس آئے اور امیر المؤمنین کہہ کر سلام نہیں باصرة المؤمنین فقال نحن المعلومون لم
نؤمرك (ابن مساکر جلد ۲ ص ۱۰۶)

ثین سچتے

سرقة بن جذبؑ

"نہ الختن کرے معاویہ پر اگر ایسی اطاعت میں خدا کی کرتا تو خدا بھی مجھ پر عذاب نہ کرنا" (بلدی جلد ۴ ص ۲۳۹ فصلخانہ کافرین ۵۸)

حسن باصریؓ

"معاویہ کی عاقبت خراب ہونے کیلئے بھی کافی ہے کہ اس نے یزید کو موبہک کر کے اس کی بیت لی" (ابوالحد امیح الخطيرون فصلخانہ المودة)

ان یزید و قبانعه و سیستانہ کلہا سبندہ	بیزید کے قبال حکومت پر سب معاویہ کے
واحدۃ من میثات معاویہ (صلح کافر)	سیستان میں سے ایک گناہ کے برابر ہے۔

معاویہ بن یزید بن امیر معاویہؓ

"وَجَدَ مِنْ مُعَاوِيَةِ أَبِيهِ سَفِيَّاً مَنَازِعَتْ كَرِدَ بَا عَلَى مَرْضِى بَا وَجُودَ
يَكَهْ بَاوْ شَانْ اَحْقَنْ بِالْخَلَافَتِ لِرْ مُعَاوِيَةِ بُو دَنْ كَهْ وَ آتِهِ شَمَا مِيلَانِيدَ
حَتَّىْ كَهْ قَوْتْ شَدَهْ درْ قَبْرِ عَوْدَ اَزِيْنْ گَاهَانْ وَ بَالْ بَرَدْ" (روض الازمہ
ص ۳۸۸ بحوالہ سیف مسلول قاضی شاہ اللہ)

یجوز التقليد من السلطان الجابری کما
خالیم بادشاہ ہوں کہ یہاں ملازمت کر لیتا
یجوز من العادل لان الصحابة تقليد و
جاڑی ہے جیسا کہ عادل کے یہاں اکثر
امن معاویہ (بلدی جلد ۴ ص ۲۳۹ اکتاب القاضی) صحابہ نے معاویہ کی ملازمت کر لی تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ علماء کو اب سوائے امیر معاویہ کے اور کچھ بادشاہیں رہ گیا جب ہی ہدایہ کی
عیارات بھول گئے جس کو سبق اسٹار پڑھنے کا لائق ہوا ہوگا۔ علماء اگر برائی نہیں تو میں یہ کیوں گا کہ
کسی علی مسئلہ پر قلم اٹھانے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ کم از کم دریافت ہی کو پھر دوبارہ سبق اسٹار
پڑھ لیں امیر معاویہ کے متعلق آنحضرتؐ کے اور ارشادات تو آگے آؤ یعنی یہاں صرف اتنا عرض
کرتا ہے کہ حدیث سابق و قادر سے علامہ کوئی واقفیت ہو گی جس سے آنحضرتؐ کا یہ ارزاب ابو

سقیان و امیر معاویہ پر لعنت کرنا ثابت ہوتا ہے رشید انصفسین نے ایضاً حلقہ القائل میں اگرچہ اس کی تاویل محتول حیثیت سے کی ہے۔

”حدیث سابق و فائد واقعہ یوم احزاب است و آن در سنہ رابعہ با
خامسہ از هجرت بود و اسلام معاویہ و پدرش در زمان فتح مکہ بس
لو و پدرش یوم احزاب کافر بودند درین حال یعنی کہ بر آنها قبل
اسلام بود ہمگونہ بعد آن عوامد ماند“ (ف ۱۶۵)

مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کڑی کمان کا تیر اور پرتوت دالے کے ہاتھ سے بلا
امکانی توڑ کئے ہوئے پیش رہتا علامہ اگر مرف آنحضرتؐ کے ارشادات ہی پر ایک عارف لفڑا لایے
تو ان کو امیر معاویہ کی محبوبیت اور جلالت مقدر کا سچی انکمازو ہو جاتا۔ میں علامہ سے یہ کہوں گا کہ ہر جگہ
پر خواہ کوہاں بلا سوچی سمجھے تعلیم پر کمرست نہ ہو جایا کریں یہ اصحاب نے جو کچھ کیا اس کو فو اصب کیلئے
چھوڑ دیں پرانے پھٹے میں قردنیے سے کیا فائدہ علامہ امیر معاویہ کی حیثیت سمجھانے کیلئے ان
حضرات کی ایک فہرست بھی پیش کئے دیتا ہوں جو امیر معاویہ کو گراہ کیجئے تھے چون کہاں میں سے
بعض حضرات کے اقوال اور درج کرچا ہوں اور بعض کے اقوال آگے مباحثت میں آجائیں گے
اس لئے بیجاں تکرار اس موقع پر وہ اقوال درج کرنے سے پریمیر مناسب سمجھا ہوں۔

- (۱) امام ابو منین حضرت عائشہ صدیقہ (۲) امام ابو منین حضرت امام سلمہ (۳) ابودرداء صحابی
رسول (۴) عمار بن یاسر (۵) قیس بن حمد (۶) حضرت عبد اللہ ابن عباس (۷) سرہ بن جنبر (۸)
- (۸) جبراہن عدی سجتاب الدحوات (۹) غنمہ ابن عاص (۱۰) حضرت حسن بصری تابی (۱۱)
- حضرت اوسیں قرقی تابی (۱۲) چاریہ بن قداستہ تابی (۱۳) غرمیدہ ابن اغور (۱۴) معاویہ بن حزمہ
بن معاویہ ابن سقیان (۱۵) امام نسائی (۱۶) امام الحنفی (۱۷) امام راغب اصفہانی (۱۸)
- علامہ ابن جریر طبری (۱۹) علامہ ابن الحبیر جرجی صاحب تاریخ کائل (۲۰) علامہ ابوالحداد (۲۱)
- علامہ سبط ابن الجوزی (۲۲) استاد البشد لاقلام الدین محمد لکھنواری فرغانی محلی (۲۳) شاہ عبدالعزیز
صاحب محمد دہلوی (۲۴) مولوی رشید الدین خان المردوف پر شید انصفسین تکید رشید شاہ عبد

العزیز محدث دہلوی (۲۵) مولوی اکرم الدین صاحب مؤلف سعادت الکوئین نبیرہ شاہ جد الحق
محدث دہلوی (۲۶) علامہ ایمن روز بھان (۲۷) مولوی سید محمد علی صاحب فضائی کافیہ (۲۸)
مولوی محمد قاسم دیوبندی (۲۹) مولوی سعید الدین خان کا کوروی سفیر شاہ اودہ مصنف تاریک اخلاقاء
(۳۰) مولوی عاشق علی خان کا کوروی مؤلف کلمۃ الحق و نیرہ (۳۱) مولوی شاہ حسن بنخش صاحب
تصریح الادا ذکریا و غیرہ مترجم رحمۃ اللہ علیہم۔

مرفین و تبعین بنی امیہ نے امیر معاویہ کی بیچت کیلئے دو ترکیبیں ایجاد کی تھیں جیلی ترکیب
تو امیر معاویہ کو صحابی رسول نہالے کی تھی تاکہ جنگ صفين مشاجرات صحابہ کے تحت میں لا آئی جائے
اور امیر معاویہ کے انفال پر صحیح تقدیر کاف لسان کے اصول سے بند کی جائے کی میں امیر معاویہ کی اس
حیثیت پر اجتماعی طور سے بحث کر چکا ہوں اب ناظرین کے سامنے دوسرا ترکیب جو تبعین و
مرفین بنی امیہ نے ایجاد کی تھی اسے پیش کرتا ہوں ان حضرات نے امیر معاویہ کو صرف صحابی رسول
کا مرتبہ عنایت نہیں کیا بلکہ ان کو مجتہد کا خطاب بھی عطا فرمادیا کہ خیر اگر کاف لسان کے اصول کے
ماتحت تم چپ نہیں ہو جے تو ہم انکو مجتہد کا مرتبہ عطا کئے دیتے ہیں اور خلیفہ برلن کے خلاف جنگ کو
خطائے اجتہادی قرار دیتے ہیں اب تو ماونگے کہ امیر معاویہ پر احتراش نہیں ہو سکتا علامہ نے بھی
تبعین و معرفین بنی امیہ کے تھنی میں اس معاملہ میں بھی ادلوں پہلو انتیار کئے ہیں۔

یہ کہنا کہ علامہ نے خطائے اجتہادی کی تعریف پر غور نہیں فرمایا اور امیر معاویہ کے مرفین کی
کوئی انشا تقلید پر اس معاملہ میں بھی اکتفا فرمائی علامہ کی شان میں شاید گستاخی کی حد تک پہنچ جائے
اس لئے اس سے قلع نظر کر کے ناظرین کے سامنے صرف مجتہد اور خطائے اجتہادی کی تعریف پیش
کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کو خود اس بات کا ادراک ہو جائے کہ جنگ صفين کو خطائے اجتہادی کہنا
روز روشن کوشش تاریخی سے کہنیں امیر معاویہ پر لفظ مجتہد کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں اس کو مجتہد کی
تعریف بخوبی واضح کر دے گی۔

مجتہد اس فحص کو کہتے ہیں جو حاکم فہریہ کو کا حق جانتا ہو مج اس کے دلائل تفصیلیہ یعنی کتاب و
سنت و احادیث و قیاس کے اور ہر حکم کو اس کی ملکت کے ساتھ مرتبہ جانتا ہو اور اس کی علمیہ کا تھن

قوی رکھتا ہو یعنی قرآن پاک کی فرائیت و تفسیر احادیث کا علم معاون کی سندوں اور صرفت گھنی د
ضیف کے لئے حاصل ہو (اذلة الله)

قبل اس کے کہ اس پر کچھ نکھا جائے کہ امیر معاویہ اس تعریف میں آتے ہیں یا نہیں یہ بھی بحث
لماجا ہے کہ خطاۓ اجتہادی کس کو کہتے ہیں کیا مجتہد کی ہر خطا پر خطاۓ اجتہادی کا اطلاق نہیں کیا
جاسکتا ایک مجتہد کی خطا کو خطاۓ اجتہادی ہانے کیلئے جن امور کی ضرورت ہے وہ چونکہ سب
خطاۓ اجتہادی کی تعریف میں موجود ہیں اس لئے اکو علیحدہ لکھتے سے خطاۓ اجتہادی کی تعریف
عن تاظرین کے سامنے پہنچ کرنا مناسب ہے خطاۓ اجتہادی اس خطا کو کہتے ہیں جس میں مجتہد
مستقل کی امر تباہ عفیہ کے مستقل کلام اُنہی اور احادیث تبوی میں بلا شایہ نہ سانسیت پورے طور پر
غور و خوض کے بعد تمام مال و مالعیہ کی تحقیقات کر کے نیک نتیجے سے کوئی رائے قائم کرے اگر وہ
رائے قاطع ہوتی ہے تو اس سے خطاۓ اجتہادی کہتے ہیں خطاۓ اجتہادی کیلئے حسب ذیل
باتوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) غلطی کرنے والا مجتہد ہو (۲) رائے قائم کرنے میں شایہ نہ سانسیت نہ
ہو (۳) وہ رائے کلام اُنہی اور احادیث تبوی سے مآخذ ہو خطاۓ اجتہادی کیلئے ان تینوں جزو کا
وجود لازمی ہے صرف ایک جزو یا دو جزو کی موجودگی سے ہر خطا خطاۓ اجتہادی نہیں ہو سکتی خطاۓ
اجتہادی جب تک جب یہ تینوں جزو دیکھ دو تو موجود ہوں۔

خطاۓ اجتہادی کی تعریف پر ایک مرسری نظر رائے کے بعد حقیقت اسکی ضرورت ہی نہیں رہتی
کہ یہ طے کیا جائے کہ امیر معاویہ مجتہد ہے یا نہیں اسلئے کہ اگر امیر معاویہ کا فعل خطاۓ اجتہادی
میں آتی ہو تو مجتہد ہے یا مجتہد نہ ہے یا نہیں ہے بحث پر کوئی ارشنہیں پڑتے۔ امیر معاویہ کا فعل کہ
அஹوں نے جناب امیر کے خلاف بغاوت کی اس لئے خطاۓ اجتہادی نہیں وہ لکھ کر ان کے اس
فعل میں خطاۓ اجتہادی کی تعریف کے جزو میں وہ میں کہیں وجود نہیں آتا یہ امر مسلم ہے کہ
حضرت جناب امیر کی خلاف نص کلام اللہ اور احادیث گھنی سے ثابت ہے اور نص کے مقابلہ میں
اجتہاد قطعاً ناقابل اعتیار ہے۔

”خلافت حضرت علیٰ عند المحققین نیز ثابت است در مقابلہ نص

اجتہاد را اصلاً اعتبار نیست" (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۳ جلد اول) کلام اللہ کی آیات (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ أَنَّكُمْ هُوَ أَنَّهُ يَنْهَا عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا) (سورة حج ۷ پارہ) صاف طور سے اس امر کو بتائیں گے تھیں کہ خلافت کی لوگوں میں ہو گئی جناب امیر کے اعلان خلافت کے بعد امیر معاویہ پر بھی ان آیات کلام اللہ کے موافق جناب امیر کی احتجاج ارجوی واجب تھی۔

کیا علماء کے نزدیک نہ زوال آیات کلام اللہ کوئی پوشیدہ امر تھا کہ جس کا علم امیر معاویہ کو نہ تھا اگر امیر معاویہ کو ان آیات کلام اللہ سے ناقصیت تھی تو پھر ان کے اجتہاد کا بے بنیاد و بھوکی کس دلیل سے ہے کیا علماء کے نزدیک مجہود و شخص بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو آیات کلام اللہ کا علم تھا کہ نہ ہو اس امر کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ جناب امیر کی خلافت نفس سے ثابت ہے۔

"خلافت حضرت علیؓ عند المحققین بمنص ثابت است در مقابلة نفس"

اجتہاد را اصلاً اعتبار نیست" (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۳ جلد اول)

"و عند المحققین خلافت حضرت علیؓ مرتضی ثابت بمنص الهی است"

"(ابصاع لطافة المقال من ۱۴۹)

آپ کے خلاف بیٹک کرنا اور آپ سے بخاوت کرنا کلام الہی و حدیث نبوی سے ماخوذ نہیں ہو سکتا اور امیر معاویہ کے اس فعل میں (بیٹک مخفی) خلافت اجتہادی کے تیر سے جزو کا وجود و تفعیل اپنیدہ ہو جاتا ہے جزو و مرموم کے ناپید ہو جانے سے لازمی تبیہ یہ کہاں ہے کہ امیر معاویہ کے اس فعل میں شاید تلقائنیت ضرور موجود تھا اور ان کی یہ بخاوت کلام الہی یا حدیث نبوی سے ماخوذ ہو نہیکے بجائے ہر قناعتی و دینا ظہی سے ماخوذ تھی۔

جز و مرموم کی عدم موجودگی سے امیر معاویہ کے اس فعل کے اصلی عایت و حشیث صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ علماء کے تکیین قلب کیلئے میں خلافت اجتہادی کے پہلے جزو بھی نظر ڈالے لیتا ہوں تاکہ ناظریں کو اس بات کا بھی علم ہو جائے کہ امیر معاویہ کے مخالف میں خلافت اجتہادی کے اس جزو کا بھی وجود تھا شاہ عبدالعزیز صاحب نے قاؤسی میں امیر معاویہ کے مجہود اور غیر مجہود ہونے پر

بھی روشنی ذاتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں

"ہس بعد از تفہیش و تفحص روایات معلوم میں مشود کہ ایشان (امیر معاویہ) در آخر عمر رتبہ احتجاد پیغمبر رسائیہ بودند اما پایہ علمی کم داشتند و عبور جمیع احادیث حاصل نبود" (فتاوی عزیزی ص ۱۰۳)
شاہ صاحب کی تحریر کے مطابق بھی امیر معاویہ کو مرجبہ احتجاد آخوند میں حاصل ہوا تھا اور اس مرجبہ احتجاد کی صحت بھی اسی ارشاد سے صاف معلوم ہوتی ہے۔

"اما پایہ علمی کم داشتند و عبور جمیع احادیث حاصل نبود"
اب پیدا کیختا ہے کہ جگ صحنی میں یہ مرتبہ احتجاد امیر معاویہ کو لپکا تھا یا نہیں۔ جگ صحنی اول ۵۳ ھجری میں واقع ہوئی اور امیر معاویہ کا انتقال ۷۱ ھجری میں ہوا تھی بالفلاڈ جگ صحنی کے بعد ۱۲۳ مالک بن قیقد حیات رہے اس لئے لازمی تجویز لکھتا ہے کہ جگ صحنی کے وقت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریر کے مطابق امیر معاویہ کو مرجبہ احتجاد حاصل نہ تھا اور نہ ۱۲۳ ہجری کی حدود کو مرجبہ احتجاد کہا جاسکتا ہے اس سے علامہ کوئی واقعیت ہوگی کہ آخوند حصہ میر انتقال سے دوچار بر سر پوش کرنا مانند ہو گرتا ہے۔

ملفاظ الدین فرجی محلی نے بھی امیر معاویہ کے احتجاد پر روشنی ذاتی ہے چنانچہ صحیح صادق شرح منار میں لکھتے ہیں۔

معاویہ اور ان کے مثل مجتہدین ہو سکتے
میکون من اشتبه علیہ حرمة الربوأ و
غیرہا مجتہدا کمعاویۃ و عمرو ابن
العاص و هو مائل الی اللذی (صحیح مادون)
شرح منار والیخان لظائف انتقال بحول الله صحیح صادق
کے وہ ریتیا کی طرف مائل ہے۔

معاویہ کے مجتہد ہونے میں کلام ہے ان کو
بل الكلام فی کونه مجتہدا کیف و قد
عدہ صاحب الہدایہ من السلاطین

البجايرة مقابل العادلين و لو كان
كـے مقابل میں شمار کیا ہے اگر وہ مجتہد ہوتے
بالاجتهاد لہما کان جوراً و لم ينفل منه
و زکمی ظالم نہ ہوتے ان سے کوئی خوبی بھی
فتویٰ علی طریقہ الاصول الشرعیہ
بطرائق اصول شریعت حقول نہیں۔
(ذوائع الرحموت شرح مسلم البیوت از مولانا عبد
الله بن عرباطوم ص ۵)

”هر چہ از مخالفات و معارضات واقع شد از طرف معاویہ شد و جنگ
او عالی از نفسانیت نیست و اینکے گویند کہ خطابی اجتہادی یوہ
یسند خاطر انصاف پسندان نیست“ (بسطة الرائد في شرح المقالات من ۵۹)
جسے جو کوئی اس مسئلہ کے متعلق لکھنا تھا وہ میں لکھ کر کا اس سے زائد کی فی الوقت ضرورت معلوم
نہیں ہوئی اپنے علامتی کی رفع شکایت کے خیال سے دو ایک اور علماء کرام کے اوائل بھی اس حصہ
بحث پر قوش کے دعائیوں کے کہیں دو یہ تکہ محسوس کرواد کسی عالم کا نظر تو پیش ہی نہیں کیا ماحظہ ہو کہ
شادہ عبد الحمزی صاحب اس خطابے اجتہادی کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

”و محققین اهل حدیث بعد تبعیع روایات صحیح دریافتہ اند کہ این
حرکات عالی از شایعہ نفسانی نبود و عالی از تعصّب تھمت امویہ و
قریشیہ کہ بمحاب ذی النروین داشت نبودہ است پس نہایت کارشن
انہ است کہ مرتکب کبیرہ و باغی باشد... . اگر مراد از سب ہمیں
قدر است این فعل او را بد گفتہن و بد دانستن بلا شبه بر محققین این
معنی واضح است الحج“ (نثاری عربی جلد اول ص ۱۹۳)

”و هر جانی خطابی اجتہادی را دخـل دادن عالی از شناعت نیست
(فتاویٰ عربی جلد اول ص ۱۳۰)
رشید اشکنیں نے جن الفاظ میں اس بحث پر روشنی ذاتی ہے ان سے علامہ کو اور بھی اشکنیں
ہو جائے گی لکھتے ہیں۔“

"اکثر اعاظم علمائی اہلست میں سے کسی قاتل بخطابی احتجادی نہ تھے بلکہ مرتکب کبیرہ میدانند و کسانیکہ قاتل بخطابی احتجادی شدہ اند مذہبیان نزد صاحب تحفہ (شاہ عبد العزیز صاحب) و دیگر محققین اہلست مرجوح است " (ابضاح لطفۃ السنال ص ۱۰۷)
مولانا حمید امیر صلاح الدین ایمانی روڈتہ اللہ یہ شرح تحقیق الطویل میں لکھتے ہیں

قال النواسی فیہ اخطا معاویۃ فی
الاجتہاد و اخطا فیہ صاحبہ و المفو
فی ذاک مرجو بفاعله و فی ایمانی جان
الخلدر را کہ قلتا کلذبتم فلم قال النبی
صلعم فی النار قاتل حمار" (روڈتہ دریجہ علیع و بعلیہ ص ۲۲)
کہتے ہیں کہ نواسی مجموعے ہیں کیا پڑھیا
رسول اللہ نے کہ قاتل حمار چنپی ہے۔

جس سے ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ خطابے احتجادی کے کسی جزو کا اطلاق امیر معاویہ پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے کام مسئلہ کو خشم کیا جائے ایک چیز اور بھی اسی مسئلہ میں قاتل توجہ ہے تبعین و معرفت میں امیر نے جب امیر معاویہ کو مجہد قرار دیا تو اس کے ساتھ ایک سورت یہ بھی اختیار کی کہ جگ سخن کو جگ خلافت سے بہانے کی کوشش کی اور امیر معاویہ کو بجاۓ طالب خلافت کہنے کے طالب قصاص حضرت عثمان (ترارویا اور جگ سخن کو جگ جمل کی حیثیت پر ہیو پچانے کی بے سود کوشش فرمائی اس پے سود کوشش میں وہ را پہلو جوان حضرات نے مد نظر رکھا تھا کہ خطابے احتجادی پر جواہر اپنے دارہ دنا تھا (یعنی امیر معاویہ کے اس فعل کا کلام الحمد و حمدیت ثبوتی کے خلاف ہونا) اس کی قومیت میں ایک حد تک فرقی ہو جائے تو سرے جو دلائل کہ بریت اصحاب جمل کیلئے خلاصے نہ پہنچ کی تھی وہ غرض مشترک ثابت ہو جانے سے ایک حد تک امیر معاویہ کیلئے متین ثابت ہو جائیں۔

میں ان دو لوگوں پہلوؤں کو بھی ناطرین کے سامنے قیش کئے دیا گواہ ہا کہ علامہ کو یہ کہنے کا موقع شہروک بحث کے اس پہلو پر روشنی نہیں ڈالی گئی ان دو لوگوں امور کو طے کرنے کیلئے اس امری ضرورت ہے کہ امیر معاویہ کے ان کارنا مولوں پر بھی ایک اجتماعی نظر ڈال لی جائے جن کو برداشت اس بحث سے تعلق ہے تا کہ یہ صحیح چیز ہل جائے کہ امیر معاویہ کی طرح بھی طالب قصاص حضرت عثمان کے جانستے ہیں یا نہیں جیسا کہ اور کچھ اجاچھا ہے کہ امیر معاویہ کو طالب قصاص آزاد ہے کی خلاف اتنی یہ حقی کہ کس طرح بھل صحنیں اور بھل جمل میں مشاہدہ پیدا کر دیجائے مگر قبیلین و مغربین امیر معاویہ اس بات کو بھول گئے کہ تاریخی واقعات ان کا اس معاملہ میں بالکل ساتھ نہیں دیتے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد امیر معاویہ پھر صفات نارتھ پر حضرت عثمان کے دور خلافت میں نمایاں طور پر ظاہر ہوئے ہیں خود حضرت عثمان کی حیات میں بھی باوجود اس کے کافروں نے کوئی وقید و ان کی ناطرداری کا اٹھانیں رکھا تھا ان کا بہتراء حضرت عثمان کے ساتھ قبصان ہیں رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں کچھ لوگوں کو ان سے ٹکاہاتیں پیدا ہو گئیں اور حضرت عثمان نے اپنے عمال کو اس امر میں مشورہ کیلئے مدینہ منورہ میں طلب کیا تو امیر معاویہ نے بھائیتے حضرت عثمان کے ساتھ قصاص و معاملت رکھنے کے حضرت چناب امیر اور حضرت زبیر سے ملاقات کے وقت اپنے آپ کو خلافت کیلئے ان دو لوگوں حضرات کے سامنے قیش کیا تھا (میں الوارث نے خلافت حضرت عثمانؓ) جب حضرت عثمان کا باغیوں نے حاضرہ کر لیا تو حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہ سے مدد طلب کی مگر امیر معاویہ نے اس وقت بھی حضرت عثمان کی مدد میں اس درجہ تسلی کو دھل دیا کہ جو با تقدیر و سے گریز کرنے کی حد تک پہنچتی ہے... (میں الوارث) حضرت عثمانؓ خوبید و نے اور امام ابوحنین حضرت عائشہؓ کو لوگوں کے کہنے سے حضرت عثمان کے قصاص پر آمادہ ہوئیں اور سب لوگوں کی قدر پر وازی سے جلگ جمل واقع ہوئی۔ امیر معاویہ نے باوجود اس کے کہہ اپنے آپ کو طالب قصاص حضرت عثمان ظاہر کرتے تھے اس جنگ کے موقع پر بھی حرکت نہ کی۔ غائب یہ چیز کہ قبیلین بھل جمل میں انتہے کر کر درجہ ایسیں کہ طالب گرد کو امیر معاویہ سے مقابلہ کی طاقت پائی تر ہے۔ کیا علامہ کے تزویہ طلب قصاص ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں جو بر احادو کے موقع پر

پہلو بچاتے رہے ہوں اور جن کی عایت حضرت علیاً کی زندگی میں بھی طلب حکومت روئی ہو جگ حکمین کی عایت طلب قصاص خاہیر کی جاتی ہے مگر بھب بات تھی کہ جگ حکمین کے ختم پر جب تقریب حکمین کی نوبت آئی تو امیر معاویہ پسے اصل مقدمہ (یعنی طلب قاتلین حضرت علیاً) کو ایسا صاف ادا کیجئے کہ باہر دشایا اور حکمین کے پر بجاۓ قاتلین حضرت علیاً شیخ جنوب کے خلافت کا فیصلہ فردا دیا۔ اگر امیر معاویہ کا مطلب صرف قصاص تھا تو پھر حکمین کے پر بمعاملہ خلافت کیوں کیا۔

اگر بحث کیلئے یہ فرض کر لیا جائے کہ تقریر عمر و ابن العاص قاتلین کی جنوب کیلئے ہوا تھا مگر خود عمر و ابن العاص نے اس محاکمه کو خلافت کا محاکمه بنا دیا تو امیر معاویہ نے عمر و ابن العاص کو ان کی اس فرد کی اشت پر جنم نہیں کیوں نہ کی اور خود و ابن العاص سے بمعاذہ حکومت مصر اتنی خلافت کی بیعت کیوں لی تقریر حکمین اور ان کے فیصلے کے بعد امیر معاویہ کو مملکت شام پر تمام وکال غلبہ و تصرف حاصل ہو چکا تھا اور حضرت امام حسنؑ کی خلافت سے دفعہ ہونے کے بعد ان کو کل مالک اسلامی پر اقتدار حاصل ہو گیا تھا کیا کسی ضعیف کی ضعیف رہا ہے سے پڑھ پڑتا ہے کہ انہوں نے اس اقتدار حاصل ہو چکیئے بعد کوئی کوشش قاتلین حضرت علیاً کی جنوب اور سرزا دینے کی کی۔ پر عکس اس کے ساتھ تو صاف صاف کہہ رہی ہے کہ حکومت حاصل ہونے کے بعد امیر معاویہ کو شاید یہ بھی پارٹیں رہا تھا اور حضرت علیاً کوئی شخص تھے اور ان کو کچھ لوگوں نے شہید کر لایا تھا امیر معاویہ کو طالب قصاص ثابت کرنے والی ہستیاں اس تقریر کو کیوں بخلاف دیا کرتی ہیں جو حکومت حاصل ہونے کے بعد اسی مسئلہ کے متعلق امیر معاویہ اور عائشہ بنت حضرت علیاً میں ہوئی تھی اور جس کا مفصل تذکرہ مقدمہ الفرید میں موجود ہے حضرت امام حسنؑ نے امیر معاویہ کو جب حکومت پر درکردی تو امیر معاویہ نے خون حضرت علیاً کا ذکر چھوڑ دیا اس کے بعد مدینہ طیبہ گئے حضرت عائشہ بنت حضرت علیاً سے ملاقات ہوئی انہوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ تم نے میرے پاپ کا بدلہ لینے کا خیال چھوڑ دیا حکومت حاصل ہوتے ہی زبان بند کر لی۔ امیر معاویہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے میری اطاعت کر لی میں نے اسنا دیا اس وقت تم یہ غیبت ہانو کہ امیر المؤمنین حضرت علیاً کی بیٹی اور امیر المؤمنین معاویہ کی بیٹگی کہلاتی ہوا اگر میں طلب قصاص کے فضول خیال میں پڑوں اور محاکمه گر گوں

ہو کر حکومت میرے ہاتھ سے نکل جائے تو اسوقت تم معمولی ہوت رہ جاؤ گی (عہد الفرید)۔ امیر معاویہ کے طلب قصاص کی جو کلمجھ تھی اس کو مولیٰ نصیحت الدین محمدی نے خلفائے راشدین میں ۲۵۰ھ میں جن الفاظ میں لکھا ہے اس سے بھی چونکہ اس بحث پر خاص روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کے اقتضایات ناظرین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں "امیر معاویہ بیس یا سیس ہر سے شام کے والی تھے اس طویل دست ولایت نے دل میں استھان اور خودخواری کی تھا پیدا کر دی تھی۔ حصول تمدن کیلئے اس سے زیادہ بہتر موقع یہ مریخیں آسکتا تھا: عوامیہ اور سوہاشم کی دریبینہ چمک پھر تازہ ہو گئی بہت سے قبائل عرب جو اگرچہ اموی نہ تھے تاہم شاہزادوں و پیش نے انکو بھی طرفدار بنایا تھا اسی طرح بعض صحابہ بھی اپنے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے ان کے دست و ہازوں تھے عروج بن العاص نے مصر کی ولایت کا عہد لے کر امامت و مساعدت کا دعہ کر لیا تھا مغیرہ بن شعبہ اور زیاد جو عرب کے بڑے چالاک اور سیاسی لوگوں میں سمجھے جاتے تھے دربار مرتفعوی سے پردہ شیر خاطر ہو کر امیر معاویہ کے حلقہ احباب میں شامل ہو گئے تھے..... حضرت عثمانؓ کی شہادت اور ان کے قاتمیں کو سزا دینے کا قصہ جوام کو یہجاں میں لاٹیکے لئے کافی تھا چنانچہ ملک شام میں پروردہ طریقہ پر اس کی اشاعت کی گئی ہر ایک گاؤں قصبه اور شہر میں واحداً اور خطیب مقرر کئے گئے کہ لوگوں میں جوش پیدا کر دیں۔ غرض آرزو ہر آری کے تمام اسباب ہمیا تھے امیر معاویہ اس نزدیں موقع کو ہاتھ سے نہیں دے سکتے تھے "ص ۲۵۰ اور ۱۴۷۰ھ دری طرف شام میں عوامیہ امیر معاویہ کے ذریعہ سادت خلافت راشدیہ کو اپنی مخصوص سلطنت میں تبدیل کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے ان کیلئے اس سے بہتر موقع کیا ہو سکتا تھا نچہ امیر معاویہ نے لیخن کی ہاں کے ہر ٹکن ڈریجہ سے تمام نلک شام میں ظیفہ ہالت کے انتظام کا جوش پیدا کر کے حضرت علیؓ کے خلاف ایک عظیم اثاثاں اور چیزیں اور حرب ڈالیں و جوہ کو نقاب ہنا کر میدان رزم میں اتر آئے۔ حضرت علیؓ نے مندین کے مقام پر میں حضرت عثمانؓ کو مد نہیں دی اپنی خلافت میں قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص نہیں لیا اور (غناۓ راشدیہ ص ۲۲۶)

تاریخی واقعات کے مطابق سے یہ صاف پڑھ چلا ہے کہ امیر معاویہ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت

صرف اس وقت تک یاد رہی کہ جب تک چنگ صحنیں کا دور رہا اس کے بعد جس قدر امیر معاویہ کی حکومت کی بنیاد سلسلہ ہوئی تھی اتنا ہی وہ واقعہ شہادت کو بحلاٰتے گئے اور تسلط کامل ہونے کے بعد تو انہوں نے خواب میں بھی اس کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن سرفین امیر معاویہ کے نزدیک ممالک بحر و دریہ اسلامی مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ پر تاختت و تاریخ میت المال پر دست دہازی یہ سب واقعات بھی طلب قصاص کے پرداہ میں چھپائے جاسکتے ہیں نیز جناب امیر پرست اور اس سے پوربیز کرنے والوں کا تلیں بھی کیا ان حضرات کے نزدیک قصاص پر بھی تھا اگر قصین و معرفین امیر معاویہ کیجیے کوچھ وہ دیں تو انہیں خود اس امر کا احساس ہو جائے گا کہ امیر معاویہ کے خلاف نہایت کحد کرنے کے باعث خود وہ حضرات ہیں۔ نہ یہ لوگ امیر معاویہ کو محابی رسول اور ہمہند کا مرتبہ عطا فرمائے کی لاطائل اور انہوں کو شش کرتے اور نہ حق ہیں اور حق ہو حضرات کو امیر معاویہ کی سچی حیثیت ہیں کرنے کی صورت ہوئی امیر معاویہ کو چھانے کی بھترین صورت بھی تھی اور اس بھی ہے کہ ان کو صرف پولیکل (سیاسی) آدمی تسلیم کیا جائے۔ سرفین و قصین امیر معاویہ انہیں پولیکل آدمی تسلیم کر دیکھیں تو انہیں خود یہ نظر آجائے گا کہ امیر معاویہ کے تمام اخال فوراً قابل ملامت رہنے کے بجائے قابل قصین ہو جائے ہیں یا انہیں اس لئے کہ سیاست کا ادنیٰ ماہر بھی اخلاقی اور نہ بھی تقدوں کو خارج رہا ہے زائد قبح ہیں سمجھا اس کا مطبع نظر صرف دنیاوی فاکنڈہ ہوتا ہے جس کو دنیٰ قیودوں نے سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ سرفین و قصین امیر معاویہ نے سرتوڑ کو شش اس امر کی کہ بخادت امیر معاویہ کو مدینہ الہاس اس طرح کا پہنایا جائے کہ امیر معاویہ کے مظہر و مدد بھی حیثیت میں کسی طرح کا لقص واقع نہ ہو۔ مگر تاویل پھر تاویل یہی ہے کہیں اس سے تاریخی و اتحادی کی حیثیت میں انقلاب ہو سکتا ہے حقیقت صرف اتنی ہی ہے کہ امیر معاویہ اس امر کو بخوبی سمجھتے تھے کہ اگر یوں ہی ہے پرداہ و جناب امیر کی تھافت پر آمادہ ہوتے تو ان کو دس قیصدی آدمی بھی ساتھ دینے والے تھیں میں گے۔ حضرت مسلمان کی شہادت کا واقعہ تاریخ تھا قوب اس سے متاثر تھے امیر معاویہ نے ایک سیاسی (پولیکل) ماہر قبض کی حیثیت سے اس واقعہ کو آنکھ برا لگا کر پہنایا اور طلب قصاص کے پرداہ میں حکومت حاصل کرنے کی تھک و دشروع کروی اس کے ماتحت امیر معاویہ کی وہ کوشش بھی تھی جو

انھوں نے تمام ملک شام میں جناب امیر کو شہادت حضرت محدثان میں ستم کرنے کے سختی کی تھی اور اسی خواہش حکومت کی وجہ سے انھوں نے حضرت امام حسن و عبد الرضاؑ این خالدین ولید و الک ذین اشتر و غیرہ کو زہر دیا اور اسی حکومت کو مظبوط کرنے کی علت میں عمر بھر سب جناب امیر میں بسر کی۔

جناب امیر کو جو حضرت والقدار دنیا نے اسلام میں حاصل تھا وہ کسی شخص سے پہ شیدہ نہیں امیر حمادیہ نے سخنی بھتھتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کے قوب میں ہماری اطمینان و جناب امیر کی بھت دعوت باقی ہے اس وقت تک امیر حمادیہ دیگر نہیں اسی کے دنیا وی افتخار کو حکم بنا دشوار ہی نہیں بلکہ ایک حد تک غیر ممکن ہے اسی بناء پر انھوں نے انجام سے ابتدا کر کے سب پر قرار دیا اور سبے جناب امیر کو شرائط بیعت میں داخل کر دیا جو حضرت عمر ابن عبد العزیز کے وقت تک ہمارہ جاری رہا۔ نہیں اسی نے جو کچھ دنیا وی فائدہ امیر حمادیہ کی اس پر فخری سے اٹھایا اس کو اس کتاب سے چونکہ کوئی تعلق نہیں اسلئے میں اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا بلکہ خود امیر حمادیہ کو جو کچھ ذاتی منحصر اس ترکیب سے یہو تجھی اس کے مقابل میں ناطرین کو صرف اس قدر یاد لانا کافی کہتا ہوں کہ شامیوں کی ابادی کا تمام وکمال راز صرف اسی پر فخری کا تعمیر تھا اور اسی کی بد و لاست شامیوں میں جناب امیر کے خلاف اتحاد خیال پیدا ہوا تھا کہ جس کے بعد وہ سب پر امیر حمادیہ مرد میمان بن پیٹھے تھے۔

جنگ جمل اور جنگ میلين کو ایک ہی چیز کہنے والوں نے اس مسئلے پر بالکل غور نہیں فرمایا کہ اخراج کے مقابلہ ہونے سے دوقوں کے احکام میں فرق ہو جانا قطعاً لازمی ہے اصحاب جمل کی فرض اور امیر حمادیہ کی فرض اتنی ہی علیحدہ ہو رہی تھی کہ جیسے روزہ رشی اور شب تار اصحاب جمل میں سے کسی شخص نے دوائے خلافت کرنا تو کیسا احباب بھی نہیں دیکھا تھا اور اسی وجہ سے علماء نے اصحاب جمل کو پا فی قرائیں دیا اور یافی دوں کا حشرف امیر حمادیہ کو مطافر مایا (شرط متعارف طلاقہ سعد الدین تھارانی) "اصحاب جمل میں سے کسی شخص نے بالارادہ جناب امیر سے جنگ نہیں کی بلکہ جب سایہوں کی قنطرہ پر دارانی سے جنگ واقع ہوئی تو فریقین کو مجبور ادا الحجت کر رہا ہے" (از شرح مقاصد) حضرت عائشہ کا مقصود قطبی طور پر صلح کراوائیں کا تھا ان کو جنگ بدل دیجہ بجوری مل دھننا اختیار کر رہا ہے۔ اصحاب

جمل میں سے کسی کا قصہ انتزاع خلافت نہ تھا اور نہ کوئی جاتب امیر کی خلافت پر قبول ہوا۔ حضرت زیر الدین احمد ہوکر مدینہ ان سے واپس ہوئے حضرت طلبہ بھی وہاں چار ہے تھے مردان نے زیر الدین تیر سے انکو زخمی کیا جس سے اگلی وفات ہوئی۔ انتقال کے وقت ان کا جاتب امیر کے ایک لشکری کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر رہا تھا جیسا کہ تھا۔ حضرت ماں شکریہ نہادت کتب سیر و اورنائیں موجود ہے انہیں واقعات کی وجہ سے علماء نے اصحاب جمل کی خطا کو خطا نے اجتہادی مانتا ہے۔

کیا امیر معاویہ کے متعلق بھی علامہ یا قطبین اور سرفراز امیر معاویہ جن کی تکمید کا علماء کو دو دفعہ ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ انکا ارادہ جنگ کا نتھیا ارادہ حضرت علیؑ سے خلافت جبراجمیں لینے پر آمادہ نہیں تھے کیا امیر معاویہ کی نہادت بھی کسی تاریخ یا سیر کے کتاب میں کہنے علامہ کی نظر سے گذری ہے کیا اس لفڑاویل کو جو امیر معاویہ نے حضرت عمر امین پاس رکھا شہادت کے متعلق کی جھی علامہ مسیح رینگ نہیں کہہ سکتے ہیں کلام اللہ کو سلمان فوز کو دھونے کا ذریعہ بنا لیا جنک سلطنت میں امیر معاویہ نے عمرو امین عاصی کے کہنے سے کلام اللہ کو نیزہ پر بلند کرایا تھا) بھی غالباً علماء کے نزد یہ خطا نے اجتہادی کے تحت میں آتا ہوا جنگ میں تو خیر بڑی چیز ہے اور اس کے جواز کیلئے شرعی روایات پیدا کرنا چاہیے دشوار بھی ہے علامہ بھی کوشش کریں کہ امیر معاویہ کے بقیہ افعال زندگی (جن کو زراعی حکومت سے تعلق ہو) میں سے ایک ہی آدھ شرعی حیثیت سے قرار پا جائے مجھ کو تو اسکی بھی امید معلوم نہیں ہوئی کہ علماء کو اس میں بھی کوئی کامیابی نصیب ہو۔ علامہ تو ان واقعات سے دوچار ہونے کے بعد ہونے کے بھی غالباً بھی کہے جائیں گے کہ جنگ جمل اور جنگ میں ایک ہی چیز ہے گرما نظرین غالباً اس تجربہ تک پہنچنے کے ہوئی گے کہ اصحاب جمل کی نیت اور امیر معاویہ کی نیت میں کوئی ادنیٰ مشاہدہ بھی پائی نہیں جاتی اور سرفراز و قطبین نبی امیر و امیر معاویہ کی یہ کوشش بھی سراسر دھاندی اور ضلالت پر ہوتی ہے۔

ابتدائی منزل کیلئے بقدر ضرورت امیر معاویہ کی شخصیت پر روشنی ڈالی جا سکی۔ اب جو کچھ ان کے متعلق اور ضروری ہوگا۔ وہ کتاب کے سلسلہ میں ناظرین کے سامنے آتا رہے گا۔ اب میں ناظرین کی توجہ فصل الخطاب کے صفات کی طرف منعطف کرتا ہوں۔

علامہ نے ص ۶۵ سے امیر معاویہ کے مناقب کو تحریر فرمائے کی زحمت گوارا کی ہے اور امیر معاویہ کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا ہے "امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے طبل القدر صحابی کا سب رسول اللہ" ۔ معلوم نہیں علامہ کے نزدیک صحابی طبل القدر ہونے کی لئے کچھ باتوں کی ضرورت مگر ہوتی ہے یا انہیں با صرف علامہ کی تحریر طبل القدر ہونے کے ثبوت میں کافی ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک علامہ کا یہ معیار کہ صحابی طبل القدر اس کو کہنا چاہئے کہ جس کے فضائل اور مناقب حدائق اتر کو یاد و تمجید کچھ ہوں جنی بہتر اتی و مددافت نہیں یا ان کے نزدیک امیر معاویہ کے فضائل و مناقب حدائق اتر کو کہہ دو جو گئے ہیں علامہ جب ان الفاظ کو استعمال فرمائے ہے تھے تو انہیں یہ یاد رکھنا چاہئے تھا کہ یہ الفاظ کو صحابی احادیث اور حقیقی رسمتھی ہیں اور صرف علامہ کی تحریر سے اس امر کا ثابت ہونا قطعی طور پر غیر ممکن ہے۔ علامہ اگر اسی تعریف صحابی پر جو انھوں نے کی ہے غور کر لیتے تو ان کے بھی میں آجاتا کہ جلالت قادر تو شے دیگر ہے امیر معاویہ کو صحابی رسول کہنا بھی زبردستی ہے ملک تفصیل سے اس امر کو ناظرین کے سامنے پیش کر چکا ہوں کہ صحابی کی کوئی تعریف کیوں نہ رکھی جائے امیر معاویہ پر اس لفظ کا اغلاق کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا حقیقت قوی ہے کہ امیر معاویہ کا صحابی ثابت نہ ہونا علامہ کی عطا کی ہوئی جالالت کو بھی ختم کر دیئے کیلئے کافی ہے مگر میں علامہ کی خاطر سے صرف اتنی بات پر اس بحث کو ختم کر دیئے جائے کسی قدر اور تصریح بھی کرنے دعای ہوں۔

یہ امر تحقیق بحث نہیں کہ صحابی کے شرف کا حقیقی راز ان حضرات کی ایمانی حیثیت میں پوشیدہ و مضرہ ہے اور اس ایمان کا ثبوت کسی عقلی دلیل سے نہیں دیا جاسکتا اس کے صرف دو طریقہ ہیں اول نفس کلام اللہ دوم احادیث آنحضرت اسکو غائب اپنے علامہ بھی تسلیم کر لیں گے کہ امیر معاویہ کا ایمان کامل کسی نفس کلام اللہ سے ثابت نہیں ہونا اسلئے کہ امیر معاویہ مسلمین حج مکہ میں سے ہیں اور سلحہ حدبیہ کے بعد لوگ ایمان لائے تھے ان کے ایمان بالقلب کی تصدیق کسی نفس کلام اللہ سے نہیں ہوتی۔ اور اس کے بعد کوئی اور مشہد ہے۔ (میر ابیلیل شاہ عبدالعزیز صاحب) اب رہ گئیں احادیث بیوی اگر ان سے امیر معاویہ کی جلالت قادر ثابت ہوتی ہو تو وہ قطعی طور پر قابل تسلیم و مل میں ہے ورنہ صرف قبیلین و معرفین امیر معاویہ کا قول اس محاںدہ میں وقیع نہیں ہو سکتا۔ علامہ نے چونکہ

خوبی امیر معاویہ کے تعلق احادیث بھی پیش کرنے کی رحمت فرمائی ہے اس لئے میں یہاں تفصیل سے وہ احادیث پیش کرنا اور ان پر بحث کرنا مناسب نہیں سمجھتا صرف چند علاوہ وحدتین کی رائے امیر معاویہ کے فضائل و مناقب کے احادیث کے تعلق پیش کر کے بحث کے دوسرے جزو (کاتب رسول ہونا) کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا ہوں۔ علامہ نے اگر دیجہ و دانستہ آنکھیں بند کری ہوتی تو ان سب عبارتوں کی حقیقت جن کو امیر معاویہ کے معرفتیں قبیل ہر زبان کی طرح محفوظ رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں ان تصانیف سے معلوم ہو جائیں کہ جن میں موضوعات درج ہیں میں علامہ کی توجہ تصانیف علامہ جلال الدین سیوطی۔ علامہ شوکانی اور علامہ فیروز آبادی کی طرف مبذول کرنا ہوں جن میں علامہ کوہہ سب عبارتیں مل جائیں گی جن کو علامہ نے حدیث کا لقب دیکھا امیر معاویہ کے جملات قدر کے ثبوت میں پیش کرنے کی رحمت گوار فرمائی ہے اگر وہ عبارتیں کہ جس کی پیدا پر جملات قدر کا پرکشود ہوئی کیا گیا ہے پاہی محنت و ثبات کو نہ ہو پھیل تو پھر علامہ اتنی تباہیں کہ امیر معاویہ کی سچی حقیقت اتنی بھی باقی رہ جائے گی یا تباہی جتنی کہیں اس سے قبل لکھ چکا ہوں۔

انھی عبارتوں کے تعلق (امیر معاویہ کے فضائل و مناقب کے احادیث) لا الی مصنوع علامہ سیوطی جزو اول میں ۱۲۱۵ اور فوائد انجومہ مصنفوہ امام الحنفی بن ابراہیم حلی میں حصہ ذیل عبارت ملے گی ”موضوع اکثر و جمال مجاہدیل“ (موضوع یہیں اکثر رجال اس کے محبول ہیں) انھی عبارتوں کے تعلق شیعہ عبارتیں حدیث دہلوی شرح سفر المعاویہ مطبوعہ لکھتے میں فرماتے ہیں۔

”قامت نشده درفضل معاویہ هیچ حدیث“

اما نہایی سکارا شادستے امیر معاویہ کے فضائل و مناقب میں اور بھی چار چاند لگا دیکھیے ہیں۔
 اما یو ضمی معاویہ ان یہ خرج و اساؤ بر امی معاویہ را ہمین بس کہ سر بسر تجھات
 پابند او را مناقب کیجا (مرآۃ العین امام یا شبل و
 حتی لفضل
 زہرہ بن شاذی از سلوی و یوسفی اور کتابہ اور کتابہ عالمی عربی و ترکی
 اخلاق ایضاً معاویہ را بس کہنے والے بخواہیں

انھیں عبارتوں کے متعلق ائمہ حدیث کے چند اقوال ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتے ہوں تاکہ ناظرین خود اس امر کا اندازہ کر لیں کہ امیر معاویہ کے فعل و مناقب کی عبارتوں کے متعلق حکم کو ٹلامانے حدیث کہنا گوارا فرمایا ہے بحدیش کی کیا رائے ہے۔

- (۱) امام شافعی۔ احادیث معاویہ ان بخراج رأس براس حتی فضل (معاویہ کیلئے یہ بہت ہے کہ وہ بر ارجحات پاجائے اس کو مناقب سے کیا واط)
- (۲) علامہ جلال الدین سیوطی۔ موضوع اکثر رجالہ مجاهدین (آلی مصنوعہ زادوں)
- (۳) امام اٹھ بن راہوی۔ لا یصح فی فضل معاویہ حدیث (فائدہ بخوبی)
- (۴) علامہ شوکانی۔ اینہا
- (۵) علامہ قیروانی۔ اینہا
- (۶) شیخ عبد الحق محدث رحلوی:

(۱) ثابت نشانہ در فضل معاویہ هبیج حدیث.

(۲) و امثال آن سیل و ضعف کردہ اذن در اسناید آن حماعۃ اللہ.

کہ علم اند در وضع و افترا (شرح سفر السعادۃ ص ۹۴۹)

ای بحث کے متعلق جو مبارت نصائی کافی مطبوعہ تینیں میں ہے اس سے بھی چونکہ میرے استدال کی تائید ہوتی ہے اس لئے اس کا ترجیح بھی لکھا جاتا ہے "جلال الدین سیوطی نے کتاب آلی مصنوعہ میں احادیث نقائل امیر معاویہ بیان کرنے کے بعد صاف لکھ دیا کہ یہ سب عبارتوں میں ان کی کچھ بھی احتیط نہیں پھر کہا حاکم نے ابو العباس سے راویت کر کے اور انہوں نے دیپتے اپ سے اور انہوں نے امام اٹھ بن ابراء کی حلی سے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور حافظ ابن حجر مستقلانی نے شرح بخاری میں ابن جوزی سے تقلیل کیا ہے اور انہوں نے امام اٹھ بن راہوی سے کہ فضیلت امیر معاویہ میں کوئی خبر صحیح نہیں"

علام کوچیتا ان حضرات کی سقی لا حاصل کا سکھور بونا چاہئے جنہوں نے امیر معاویہ کی خوشبوی کا پروانہ (فان هذا اصحاب لئی و الف لئینی، مقولہ امیر معاویہ) حاصل کرنے کے لئے

اپنی تمام عمر حدیثیں بنانے میں صرف کر دیں اُنھیں کی کوششوں کا یہ تجہیز ہے کہ آج علماء اور دیگر معرفین و قبیلین ہدنی امید ان عربی عبارتوں کو حدیث کے نام سے یاد کرنے کے قابل ہوئے ظاہر نہ بھی تو اصحاب کی تقدیمیں اُنھیں عربی عبارتوں کو حدیث قرار دے کر امیر معاویہ کے صرف ہوئے کا حق ادا کر دیا۔

علامہ کی توجیہ پھر اس والحقی طرف سبadol کر لائی جاتی ہے جس کوئی نے دیا چشم لکھا ہے جس میں امام احمد نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا تھا کہ جناب امیر کے دشمنوں (تی اسی) نے ان سے مکاری کرنے کے لئے عربی عبارتیں وضع کرائی تھیں جن کو وہ جناب امیر کے مقابلہ میں استعمال کرتے تھے اور ان کو حدیث کہتے تھے۔

بوجہارت اور پرکشی گئی ہے اس سے دو امور کا پوت چلا ہے اول یہ کہ امیر معاویہ کے فضائل اور مذاقب کے تعلق کوئی نص کلام الیحی میں موجود نہیں دوسرا سے یہ کہ جو حدیثیں ان کے فضائل اور مذاقب کے ثبوت میں بیش کی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور کوئی ہائی ثبوت کوئی نہیں پیدا ہوتی۔ صحابی کے جلیل القدر ہونے کا ثبوت صرف اُنھیں دو چیزوں سے دینا ممکن تھا ان کی یہ حالت ہے اب معلوم نہیں کہ وہ تیرسری چیز کوئی علامہ نے دریافت کی ہے کہ جس کی بناء پر امیر معاویہ کو جلیل القدر صحابی رسول کا مرتب علایت فرمایا گیا ہے ہاں یہ بات دوسری ہے کہ علامہ نے خواہی تو ت ایضاً تاد و ایجاد کے مجرم سے کھوڑا ہے اور امیر معاویہ کی اول الذکر حیثیت (یعنی جلیل القدر صحابی رسول ہونا) ناظرین کے سامنے پیش ہو چکی اس کا اندازہ ناظرین کو ہو گیا ہونا کہ امیر معاویہ کس رجیب کے ہیں اسپر یہ دیکھنا ہے کہ دوسرے جزو (کا ہب رسول ہونا) کا کیا حال ہے اور اس سے کوئی فرق امیر معاویہ کی حیثیت میں واقع ہو جاتا ہے یا نہیں۔ غور طلب بات اس مسئلہ میں صرف اتنی ہے کہ مجرم کتابت خود کوئی ایسا نصل ہے یا نہیں کہ جس سے کاتب کے ذاتی افعال و اعمال کی تو عیت بھی بدلتے اور صرف کتابت اس کے کچھ اخراجی اور علم راجح کا باعث ہو سکے کتابت کی صورت تحقیق کرہ آنحضرت نے کسی شخص کی حالت کا اندازہ فرمایا کہ اس کا رخاں کیلئے فتح بفرما لیا ہوا اور وہی شخص ہمیشہ کتابت کرتا رہا اور اگر یہ صورت واقع ہوتی ہوتی تو ضمناً یہ دلیل پیش کرنا شاید ممکن ہوتا۔

کہ آنحضرت نے ان کی باطنی حالت کی بیہتری کا اندازہ فرمایا ہوتا تو وہ ہرگز ان سے کتابت کا کام نہ لیتے گر واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ صورت حال اس کے بالکل بر تحریکی تھی آنحضرت نے کسی خاص شخص کو بھی اس خدمت کیلئے متعین نہیں فرمایا بلکہ صورت یہ ہوئی تھی کہ صورت کے وقت جو شخص موجود ہو یا جس کو بلانا بآسانی ممکن ہواں کو تھیک کا حکم دیا گیا۔ کتابت وقی تو اس سے بہت زائد اہم چیز تھی اس پر دنیاۓ اسلام کا بہت کچھ دار و دار بھی تھا مگر اس میں بھی بھی صورت واقع ہوئی تھی اگر انتساب کی صورت ہوئی تو آنحضرت بھی عبد اللہ ابن ابی ایلان سرخ سے کہ جو مرد ہوتا تھا اس کام کو نہ لیتے۔ اگر بحد کتابت باعث علم راتب ہوئی تو پھر عبد اللہ ابن ابی ایلان سرخ بھی اگر کام نہیں تو کم از کم اسی قدر طور ادب کا سختی ہوتا تھی کہ امیر معاویہ مگر اس کے متعلق کوئی شخص اس امر کا مدعاویہ نہیں کر وہ صرف اس خدمت کی وجہ سے باعث احترام یا علو مراتب کا مستحق ہے لازمی طور پر تجید یہ نہ لتا ہے کہ اگر کتابت کے اعمال و افعال زندگی اس کو قابل احترام ٹاہت کرتے ہیں تو خبر و صرف کتابت یا کتابت وقی باعث احترام و حلمرات نہ ہوگی اب اس کا فیصلہ ناظرین خود کر لیں کہ جو واقعات امیر معاویہ کی زندگی کے اوپر درج کئے گئے ہیں وہ امیر معاویہ کو قابل احترام ڈال قیر باقی رکھتے ہیں یا انہیں امیر معاویہ کی واقعی حیثیت آگے چل کر ناظرین کے سامنے آئے گی۔

ص ۲۵ پر علامہ نے حضرت حافظ پر حسب ذیل اعتراف فرمایا ہے ”وسر احمد بھر کتاب کا وہ ہے جس میں امیر معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی کاتب رسول اللہ اور بگرا جلد صحابہ کی بالنصرتؑ اور بالنصرتؑ غیر موقول طرق پر تو ہیں اور تنقیص کر کے ان عالم المنسعد و الجماعت نے مقصد بر اری فرمائی ہے“

جب تک امیر معاویہ کی جلالت قدر اور کتابت کا متعلق ہے میں اس سے قبل ناظرین کے سامنے محال مگر ہر حیثیت کو پیش کر پکا اور وہ بگرا جلد صحابہ میں کم حضرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب تک ملا اس کی تصریح فرمائیں ظاہر ہے کہ اس وقت تک کچھ عرض کرنا ممکن نہیں۔ اگر علامہ نے اور کچھ ایسی اسی استیوں (یعنی امیر معاویہ) پر بجلدہ صحابہ کے الفاظ کا اطلاق فرمایا ہے تو بہتر ہوہ

کہ علامہ نے ان کے نام درینے کی رسمت گوارننس فرمائی غالباً ان الفاظ کے پردہ میں بھی کچھ امیر معادیہ ہی کی حیثیت کی۔ سیاں پوشیدہ ہو گئی اس لئے کہ جن حضرات کے متعلق ملاء نے اپنے صحابہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان کے سطح تو احسن الاتخاب میں کہیں پر کوئی ایسا لفظ موجود نہیں کہ جو منی بتوہین تتفیص کہا جاسکے اگر یہ کہا جائے کہ امیر معادیہ کا نام ہر جگہ بالتفیص لیا گیا ہے۔ تو اس کے متعلق مناسب مانعیہ لفظ حافظ ہرم علی چشم تحریر آبادی مرجمہ مولوی پاری علی خاں صاحب ہیں شیخ عبدالحق محدث راوی کا رشاد بلا خطا ہو رکھتے ہیں

”در ذکرِ معادیہ فرمودند کہ شیخ عبد الحق محدث دھلوی نوشتہ کہ وقیکہ ذکرِ حناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ“ باشد در آن نام ایشان به تعظیم نہاید گفت“ (مناقب حلاظہ ص ۱۲۱)

ای صفحہ میں آگئے بڑھ کر علامہ نے بھی امیر معادیہ کی بقاوت کو خلاطے احتماری کا القب مذابت فرمایا ہے اور اپنی ذاتی رائے کو ایجاد امت کے الفاظ کے وزن سے ملک ترکنے کی کوشش فرمائی ہے۔ غالباً علامہ نے اس موقع پر ایجاد امت کے الفاظ سے صرف اپنی رائے مراوی ہے اور القہ بھی کچھ دیا ہے۔ علامہ کی تھمارائے ہمارے نزدیک قوایجاد امت سے بدر جہاز اندھیں وزنی ہے جن علامے نے اس کے خلاف لکھنے کی جرأت کی ہے ان کے قول اس بحث میں کہ امیر معادیہ مجہد تھے یا نہیں اور ان کی اس بقاوت پر خلاطے احتماری کے الفاظ کا استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں ہم لکھ جکے ہیں اس موقع پر ناظرین کی یادو بھائی کیلئے صرف مولوی رشید الدین خاں دہلوی المسرووف پرشید عوامیں کی کتاب ایشارہ لفاظ الفاظ سے کچھ مبارک لفظ کئے دیتے ہیں اس سے ناظرین کو علامہ کے ایجاد امت کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی اور واقعی امر کا پتہ بھی جمل جائے گا۔

هر کسی کہ با امیر المؤمنین (حضرت حناب امیر) حنک کردہ با غمی و مرتکب کبیرہ بود و بدآنکہ معادیہ بن ابی سفیان از ابتدائی امامت حضرت حناب امیر لغایت تفویض حضرت امام حسنؑ ہے او از بغاۃ بود کہ اطاعت امام وقت نداشت و بعد از تفویض حضرت امام بدؤ از

ملوک شد میں ۸۸ و صاحب تحفہ در عقیدہ مششم باب هفت فرموده کہ طفل دبستان کے عقائد نامہ فارسی اہلست را کہ نظم مولانا نور الدین جامی است خواننده یا دیدہ باشد بہ یقین می داند کہ اہلست قاطبیہ احمدیع دارنگیر آن کے محاویہ بن ائی سفیدان از ابتدائی امامت حضرت امیر "لغایت تقویض حضرت امام حسن" ہے او از بقاء بود (ص ۱۵۶) اکثر احاظتم اہلست میں گزر قاتل خطابی احتجادی نیستند بلکہ مرتكب کبیرہ می دانند و کسانیکہ قاتل بہ خطابی احتجادی شدہ اند با آن کہ مذہب شان نزد صاحب تحفہ و دیگر محققین اہلست مرجوح است (لیضاخ لعلۃ المقال ص ۱۵۷).

اب اس کا ایضاً غیر خود کریں کہ علامہ کی رائے زائد و قیچ ہے یا رسیداً لمحکمین اور شاہ عبد العزیز صاحب کی رائے اسی صورتیں ہیں ان اعزاز علامت مولانا جامی کے دو شعر کے تعلق اپنی بیش قیمت رائے کا اظہار فرمایا ہے اور تقریباً پار صفحہ (۱۸۳ ۱۵) اسی ضمول ولائی بخش کے مذرا کے یہیں۔

قبل اس کے کہ علامہ نے خواص مولانا جامی کو دی ہے اس کے متعلق کچھ کہا جائے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں شعر پہلے غیرین کے سامنے پیش کروئے جائیں تا کہ غیرین علامہ کی جدت پہنندی کی داد کا حقد دے سکیں مولانا جامی نے امیر معاویہ کی بیعت کو حسب ایں افلاطیں ادا کیا تھا۔

آن بخلافی کہ داشت با حیدر در حلقات صحابی دیگر حق در آنجا بدمست حیدر بود جنک با وہ خطابی منکر بود علامہ نے ان اشعار میں صرف ایک داد کے تغیر و تبدل سے وہ چانڈا الی کہ محمد اور حضرات ان کی تغیرت کی جس قدر چاہیں داد سے سکتے ہیں ان کے نزدیک دوسرے شعر کے آخر صورت میں بجا کے خطاۓ منکر کے خلاف منکر ہے اصلاح یا تحریف کی اصلی خوبی بھی ہے کہ ایک حرف کے تغیر و تبدل

سے معلوم کہیں سے کہل پڑتے تھے جائے مگر اس بے معنی تحریف کے ہم بھی قائل ہیں کہ جو تحریف بھی ہوا وہ پھر بھی ہمارت کے مظہوم پر کوئی اثر نہ ڈالے معلوم نہیں علامہ نے اس وادہ کے اضافے سے مولا ناجاہی کے شعر میں کیا سخنی خوبی پہرا کی ہے۔ اسوسی یہ ہے کہ علامہ نے کوئی معنی اس شعر کے ہذا پر نہ کہیں کئے ورنہ شاید میں بھی کچھ بھکھ کلائے جبھیں و مرضیں کے نکھر رہ طباخ اس خوبی تک پہنچ سکیں مگر وہ اخیر کو جواہر اس علم سید سے کہیں فائدہ اخلاقی کا موقع دیں گے۔ کیا علامہ نے یہ فخر نہیں فرمایا کہ خطاد مذکور کتبے سے بھی مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہاں اگر اس خطاد مذکور میں بھی کوئی اس حجم کی خوبی پہنچا ہو تو کہ حس کی مثال اس شعر سے ملتی ہے۔

تم کو پار غم میں جانے تردہ
کرنا حق خون پر وادہ کا ہوگا
(یعنی کسی بارثت میں جائے گی پھولوں کے دل سے شہد بھائے گی اس سے ہم بنے گا وہ موم شمع کی صورت میں جل کر پر وادہ کی جلنے کا باعث ہوگا)

تو بات وسری ہے میں مولا ناجاہی کی طرف سے اس اصلاح کا ٹھکریہ علامہ کی خدمت میں پیش کرنے پر مجبور ہوں۔ خود مولا ناجاہی کی روح پاک کا اس اصلاح سے جو کچھ حال ہوا ہوا اس کا صحیح اندازہ خیلے دشوار ہے۔ معلوم نہیں کہ علاس کو اپنی راستے کی تائیدی کیلئے کیوں ہوا کرتی ہے یوں اگری راستے کیا کام و قیح ہوتی ہے کہ وہ عالمیوں کی طرح ور برداشت کیلئے دوڑتا گوارا کرتے ہیں اس موقع پر بھی بلا ضرورت انہوں نے شاہجہان کے وقت کے لئے کا حوالہ دیکھا اپنی بات کو پہلًا کر دیا۔ اب خواہ خواہ لوگ یہ کہیں گے کہ علامہ نے ایک فرضی قصہ سے اپنی بات کی تائیدی کی تھی ورنہ وہ اس نظر کے متعلق یہ کہیں لکھتے ہیں اگر ناظرین کرام ہرے اس قول میں مشتمل ہوں تو مجھے اصرار بھی نہیں علامہ تو سادگی اور انہائے کفر قصی سے یہ کہہ گئے اُنہیں بھلا یہ ذیال کیسے ہوا کہ اس سے کھلا ہوا مطلب تھا ۱۰۰ ہے کہ اس نظر کا وجد صرف علامہ کی طبع موزوں تک محدود ہے اور اسی سے اس کے ماتحت پر اصرار نہیں۔ علامہ نے جس نظر کا حوالہ دیا ہے وہ غالباً خود ان کو کہیں سے دستیاب ہوا ہے اس سے قبل تو ان کے بیان اس کا وجد و ثابت نہیں ہو چاہئے کہ صاحب تقریب الاذکار اتو اہم محادیہ کے خلاف اجتماعی کے قائل نہ تھے انہوں نے تو امیر مساجد یہ کو ہاشمی لیکھا ہے اور عقلاً کہ شاہزادہ ملا جاہی پر اس

مجھت میں استدال بھی کہا ہے (تفریخ الاذکیار جلد ۲ ص ۵۲۲) اگر اس شاہجهانی نشو کا اس وقت بھی وجود ہو تو وہ اس مطلکی کے کیون مرکب ہوتے۔ تین قواعد کی خلاش و تجویز کا قال ہوں کہ وہ چیز انہوں نے ڈھونڈ کر پیدا کی کہ جس کی اوا بھی اور پھیجن کو جیسیں گی قسمت اسی کو کہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب درشید احکامن ایسے مخفی ہیں اور شاہ جہان کے وقت میں پھر بعد بھی نہ تھا اس تکہ شاہجهانی کے مطابق دو دوست سے مخدوم رہے اور یہ دو دوست ہاتھ آئی تو صرف طامہ کے شاہ عبدالعزیز صاحب تو محترم مولانا جاہی کے ان الشعار کو اسی طرح پڑھا کئے جس طرح حضرت مؤلف احسن لاتخاپ نے لکھا ہے اور اسی بنا پر عقیدہ شمس پاپ فتحم میں مسئلہ بقاویت کی متعلق مقام کہ نام مولانا جاہی پر استدال بھی فرمایا ہے (ایضاً حکایۃ القلیل ص ۶۵) (تفریخ الاذکیار جلد ۲ ص ۵۲۳)

رشید احکامن نے صرف حقاً کہ نامہ کے حوالہ دینے پر اکٹھائیں فرمائی بلکہ اجتہاد کی فتنی میں اسیں دلوں شعروں کو اس طرح ختم بھی فرمایا۔

"مولانا نور الدین عبدالرحمن حمامی نقیس سرہ در عقائد نامہ منظومہ میں فرمایا:

آن حلاني که داشت باحیرلو در علاقفت صحابي دیگر
حق در آنها بدلست حیدر بود جنک با او خططی منکر بود

(ایضاً حکایۃ القلیل ص ۱۵۷)

علام سے اس سلسلہ میں یہ استدعا ہے کہ اگر ان کو بھی کسی لفڑی یا اثر میں تحریف کی ضرورت لائق ہو تو بآفی تحریف زیادہ مناسب ہو گی جس سے کچھ فائدہ بھی اور بے معنی تحریف ایک لائیٹنی ہاتھ ہے۔

علام نے اپنی اس استدال کوں ۷۶ پر کتابات امام ربانی کی تحریر سے بھی ہو کر فرمائے کی رحمت گوار فرمائی ہے مگر اس پر ذرا بھی فوریتیں فرمایا کہ جو صارت انہوں نے اپنے استدال کی تائید میں پیش کی ہے وہ اس کے موہی کی تائید کرنے کے بجائے صاف الفاظ میں ان کی اصلاح کی ترویج کر دی ہے اور اس صارت سے بھی یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا جاہی نے خلاۓ مکر ہی کہا ہے لاحظہ و عمارت۔

"مولانا عبدالرحمن الحمامی کہ عطائی مسکر گفتہ است نیز زیادت

کردہ است بر خطاب الخ ”

علامہ جانے اس کے کہ حضرت مولف پر تحریف کا الزم دیتے انھیں مولا ناجاہی کے سلک پر
اعتراف کرنا چاہئے تاہم حضرت مجددؑ کے خیال میں بھی یہ بات دل آئی کہ مولا ناجاہی کے اس شعر میں
علامہ کی بخوبی اصلاح دیدے سیئے انھوں نے بھی شعر کو صحیح تسلیم کیا اور مولا ناجاہی کے شعر کی تاویل پر
آنکھا کی یہ بات علامہ بنی کیلیے انھری تھی کہ وہ اتنی مدت راز کے بعد مولا ناجاہی کو اصلاح دیں۔
حضرت مجدد نے جن کفرور الفاظاً میں ”و ظہر این سخن از مولانا جامی بر سبیل سهو و
نسیان سر بر زدہ“ ۔

مولانا جاہی کے اس ارشاد و تقدیر کی خالصت کی ہے وہ خود بہت بڑی ولیل اس تقدیر کی محنت
کی ہے۔ حضرت مجددؑ کی تحریر خود اس امر کو تواریخ ہے کہ جب اور کوئی ولیل اس اعتقاد کے ہاطل
ٹھہرنے کی تکنیک دیتے تو انھوں نے اس کو کہوں لیاں کے حوالہ کر دیا۔ اس بات پر بحث کی ضرورت
نہیں ہے کہ اس حجم کی تحریر ولیل نبیں کہی جاسکتی بلکہ اس کو ایک حد تک ولیل سے بغیر پر جھوٹ کیا جاسکتا
ہے کیا علامہ کے نزدیک مہاذب میں سینی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اور اس کو قول لیصل کہتے ہیں کہ
خالف کے اعتقاد اور ولائکل کو کہہ کر رکھا جائے کہ کہوں لیاں ہو گیا ہے۔

ص ۲۸ پر علامہ نے تھنا اور فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب کا موافع نہ فرمایا ہے اور فتاویٰ کو ناقابل
اعتبار اور بغروج قرار دیگر تھا کہ اس پر ترجیح دی ہے اور اپنے نزدیک الشعار مولا ناجاہی اور فتاویٰ شاہ
عبدالعزیز صاحب کی حقیقت کا انکھاڑ کر کے امیر معاویہ کی بخادت کو خلاۓ اجتہادی ثابت کیا ہے
سکر علامہ اپنی عادت موافق اور علامہ کرام کے اقوال اس سلسلہ کے متعلق بھول گئے مولا ناجاہی کے
اشعار میں تحریف اور فتاویٰ کو غیر معتبر قرار دینے سے امیر معاویہ کی بخادت خلاۓ اجتہادی نبیں
ہو سکتی علامہ دیگر علامہ کرام کے اقوال کو کیا کہیں گے جنھوں نے امیر معاویہ کو باقی و مظلوم و مذکوب مانا
ہے میں اس سے قبل خلاۓ اجتہادی کے بحث میں پہلے اقوال پیش کر چکا ہوں سکر علامہ کے حافظہ
سے ذر علوم بتاتا ہے کہ شاپی چند روئی پیشتر کی ہمارت بھی یاد نہ رہی ہوا ملتے ہاں و جو خوف سکر اکار کے
علماء کے کچھ اقوال پھر لکھے دیتا ہوں شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقولہ جو فتاویٰ میں درج ہے وہ تو

علامہ کے نزدیک پائی صحت سے گرا ہوا ہے اس لئے اس کو پیش کرنا غالباً ملامت کے خلاف ہو گا اس لئے میں اس کو پیش کرنے سے اجتناب کرتا ہوں البتہ تھوڑی عبارت جس کو ملامت شاہ صاحب کی تعصیف پلا تحریف دلچسپیتے ہیں غالباً علامہ کے نزدیک بھی معتبر ہو گی۔

(۴) شاہ صاحب نے ہبہ فضیل و تقدیرہ ششم میں امیر معاویہ کی اس بیانات پر حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

”اہلسنت فاطمۃ احمداء دارند بر آنکہ معاویہ بن ابی سفیان از اہلتدی امامت حضرت امیر“ لغایت تقویض حضرت امام حسنؑ ہے اور از بعایہ بود کہ اطاعت امام وقت نہ لاشت . . . آمد برس کہ جوں اور ای باعثی و متقلب میدانند پس چرالعن بر او نہیکنند جوابیش آنکہ نزد اہلسنت مرتكب کبیرہ را لعن حائز نیست بالخصوص آن شخص باعثی هم مرتكب کبیرہ است چرالعن نمایند“ (تحفہ) کیا علامہ کے نزدیک بیانات اور خطائے احتجادی روایوں ایک چیز ہیں کیا بیانات بھی کلام اللہ وحدیہ ثبوی سے ماخوذ ہو اکر قی ہے وہ بھی جبائے نقائیت کے للہیت و حقائیت پر ہی ہوا کرتی ہے کیا باعثی کو بھی ان کے نزدیک مجتہد کی طرح سے ایک ٹوکرہ ملکر کرتا ہے۔

”اکثر اعاظم علماء اہلسنت ہر گز قائل خطائی احتجادی نیستند بلکہ مرتكب کبیرہ می دانند و کسانیکہ قائل بخطائے احتجادی شدہ اند اینکے منصب شان نزد صاحب تحفہ و دیگر محققین اہلسنت مرجوح است . . . (امہماج لطائف العمال مص ۱۵۷)

(۳) ”ہمیں کا قول ہے کہ معاویہ سے جگ صحن میں خطا واقع ہوئی اور یہ خطا معاویہ اور اس کے صاحب کی خطا احتجادی ہے لہذا امید ہے کہ یہ خطا اس کی معاف کی جائے اور وہ جتنی ہوں گے ہم لوگ کچھ ہیں کرو اصحاب جھوٹے ہیں کیا نہیں فرمایا رسول اللہ صلیم نے کہ قائل مدارجیتی ہے“ (روضۃ عدیۃ طیعہ ولی مص ۲۲۳)

(۴) "هر چہ از مخالفات و مسحاریات واقع شد از طرف معاویہ شد و جنک او خالی از نفعانیت نیست و اینکه گویند که خطای اجتهادی بوده پسند خاطر انصاف پسندان نیست" (بضیة الرائد نواب صدیق حسن علان)

(۵) "امیر المؤمنین علی مرتضی در اجتهاد خلافت محق و مصیب بود و مباشرت امر خلافت را مستحق و منعم و معاویہ مخطی و مبطل و مذنب و غیر مستحق الخ" (مصاحف الہلیت ترجمہ عوارف)

(۶) اور مقتضیں اہل حدیث بعد تبع روایات صحیح قرائت ہیں کہیں حکمات (امیر معاویہ) اسکے خالی شایعہ نظرانیت و حیث و توصیب سے نہ تھے تمایز کارار کتاب کبیر و انتیار بخادت ہے کہ مجھ پیش ہوتا ہے، "قرآن الاذکار کا جلد ۲ ص ۲۲۳"

معنی الشافعیین اگرچہ مجموع ہے اور اکثر کے نزدیک استدلالی کے قابل نہیں مگر چونکہ علماء نے اس کو صحیح کر متعدد حوالہ اس کے دیئے ہیں اس لئے علامہ کی خاطر سے اس کی مبارک بھی پیش ہے۔

کما قال ملکان اماماً حقاً ای ان قتل و	حضرت امیر المؤمنین علی امام بر جن سخت تا
وقت شہادت اہلی کے اور جس نے خروج	و من خرج عن ذلك و لاعبه حریم کان
کیا اور خلافت کی اور لڑا حضرت سے وہ	پاشیاً و خارجاً على الامام
شیخین یعنی خروج کرنے والا ہوا۔	فلیۃ الشافعیین و قرآن الاذکار کا جلد ۲ ص ۲۲۳

(۷) "معاویہ دنیا را دوست داشتی لہذا از حضرت علی جدال و فتال کرد و بر خود نام باشی و طاشی از امام بر حق تاقیامت بر گردن نهاد" (سعادت الکونین مطبوعہ دہلی ص ۴۳)

(۸) جس نے امام بر جن کے خلاف خروج کیا اور لڑا و باغی ہے (ملک و ملک شہرستانی میں مصر) حیثیاتی بات تحقیق بحث بھی نہیں اور نہ اس بحث کیلئے اس کی ضرورت تھی کہ علماء کے اقوال

درج کر کے استدال کی محنت و صداقت کا ثبوت پیش کیا جائے اس لئے کہ امیر محاویہ کا مجتہد نہ ہو، اور ان کی اس بحث کا کلام اُنکی وادا دیتی نہیں سے اخذ کرنے ہو، اس بحث کے ستم کروئے کو کافی تھا مگر علامہ مکین کے خیال سے ہم کو یا تو ان پر فصل کرنا پڑے۔

علامہ نے جو عبارت قدوی شاہ عبد العزیز پیش کرنے کی رسمت گوارا فرمائی ہے وہ ان کے نزدیک شاہ صاحب کی تحریر نہیں ہے اور ان کے سلک کے موافق ہے اس سے ان کے نزدیک صرف اس تقدیر ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا سلک یہ ہے گرانصوں نے عمارت قدوی لفظ کرتے وقت اس عمارت کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا اور نہ وہ بقیہ بنا یہ رسمت کہ شاہ عبد العزیز صاحب کا سلک یہ تھا اس طبق کہ اگر صرف عمارت کے استثنے ہی جزو کو دیکھا جائے جو علامہ نے نقطہ دریہ کے بعد پیش کرنا مناسب سمجھا ہے تو بھی اس کے الفاظ سے کہا ہوا تجھے یہ لفظ ہے کہ سلک سمجھ بھی وہی ہے جس کو علامہ اس اہل حدیث کے سرمندہ کر شاہ صاحب کو اس سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں ملاحظہ ہو عمارت جو علامہ نے پیش کی ہے

”علماء مأموراء النہر و مفسرین فقهاء اہل حملہ حرکات و جنگ را حمل بر خططائی احتجهادی دارند لیکن محققین اہل حدیث بعد تبع روایات صحیحہ دریافت کہ اہل حرکات غالباً از شاہی نفسانیت نبود“
 کیا علامہ کے نزدیک شاہ عبد العزیز صاحب نے وہ الفاظ جن کے نیچے ہم نے خط کھینچ دیا ہے کھن عمارت کی زینت کیلئے اللہ دیے ہیں اور ان میں کوئی واقعیت پہنچ نہیں ہے یا علامہ کے نزدیک الفاظ اپر از سعی و تکمیلہ واقعیت ہیں گر شاہ صاحب کا سلک روایات سمجھ کے خلاف ہے کسی شخص نے جو شیل کی ہے کہ وادا شہن ناداں روسٹ سے اچھا ہوتا ہے وہ ایسے ہی موقوں کیلئے ہے علامہ نے شاہ صاحب کے ساتھ یہ ایسی دوستی کی کہ ان کے سلک کو روایات سمجھ کے خلاف قرار دے کر اُنہیں بھی وہاں یہو نچاد بنا چاہا جہاں خود ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے بقیہ عمارت کو جو اس سے متعلق تھی حذف کر دیا اپنے افراد سمجھا اس لئے کہ اس عمارت کے لفظت کے بعد تو شاید ان سے کسی یہ جس امرت نہ ہو سکتی کہ وہ ایسی لفظ کو شاہ صاحب کے سلک کا اس سے پہنچن چلا۔

میں ناظرین کے سامنے شاہ صاحب کے فتاویٰ کی پوری عبارت قیل کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین خود رکھ لیں کہ شاہ صاحب کا مسلک کیا ہے۔

”و علماء اهلیست در حال او (معاویہ) مختلف اند علماء ما وراء النهر و مفسرین و فقهاء این حرکات و سنتک و حدیل او را بنا حناب علی مرتضی از حمل بر خطابی اجتهادی دارند و محققین اهل حدیث بعد تبع روایات صحیح دریافتہ اند که این حرکات عالی از شائیہ نفسانی نبود و حالی از نہمت تعصیب اموریہ و قریشیہ نبودہ است پس نہایت کارش اہنست کہ مرتکب کبیرہ و باغی باشد و الفاسق لیس باهل اللعن اگر مراد از سب همین قدر است لہن فعل او را بد گفتن و بد دانستن بلا شبه بر محققین این معنی واضح است و اگر مراد از سب لعن شتم است پس معاذ اللہ کہ کسی از اهلیست پیرامون آن گردد و چہ نزد اینها برای فاسق و مرتکب کبیرہ استغفار مأمور ہے است فیکون اللعن حراماً معاشرۃ او کہ مرد صحابی امانت شفاعت است رسول اللہ و غیر صاحب حق یعنی حناب مرتضی در حق او زیاد بر فساق دیگر متوقع و مرجوح است الخ“

جن الفاسق کے نیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے ان سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا مسلک بھی وہی ہے جس کو علامہ نے صرف اہل حدیث کا مسلک قرار دیا ہے اسلئے یہ کہنا کہ فتاویٰ کی اس عبارت سے شاہ صاحب کا خود مسلک ظاہر نہیں ہوتا انہی نہیں ہے۔ اب علامہ نے اعتراض کا دروازہ اپنالیٹنی (الماق و زیادات) کو بھی دیکھ لیتا چاہئے کہ وہ کہاں تک میچ ہے۔ تھوڑے تھلک علامہ کا خیال ہے کہ اس میں کوئی تحریف والماق نہیں ہوا اسلئے اگر خود تھوڑے کی عبارت بھی امیر معاویہ کو اسی حیثیت (فتاویٰ) سے بیٹھی کریں تو پھر الماق اور زیادات کا خیال بھی قطعاً نادرست ہو گا تھوڑے کی جس عمارت کو علامہ نے قیل فرمایا ہے اس کی پوری عبارت کو اگر

ملا سخور سے ملاحظہ کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ تقدیر اور فتاویٰ میں امیر معاویہ کے تحفظ الفاظ کے علاوہ محاذ و معبوداً کوئی فرق نہیں اس لئے اس جزو کی عبارت بھی ہاظرین کے سامنے نہیں کی جاتی ہے اور علامہ کی توجہ تحدیکے ہب افتم عقیدہ مشتم کی طرف مہذول کی جاتی ہے جہاں تک شاہ صاحب نے الفاظ کے فرق سے امیر معاویہ کو وائی الحساب ہے کہ جو فتاویٰ کی عبارت میں موجود ہے اور جس پر علامہ اس قدر مistrust ہے، ملاحظہ ہو۔

”اہلسنت قاطبة اجماع دارند بر آن کہ معاویہ بن ابی سفیان از ابتدائی امامت حضرت امیر لغایت تفویض حضرت امام حسن“ یہ او از بعده بود کہ اطاعت امام وقت نداشت و بعد از تفویض حضرت امام بد و از ملوك شدہ آمدہم برین کہ چون او را باغی و متغلب میدانند پس چرا لعن او نہیں کنند جو ایش این کہ نزد اہلسنت هیچ مرتكب کبیرہ را لعن حفاظ نیست بالخصوص اذ شخص باغی و ہم مرتكب کبیرہ است او را چرا لعن نہایند و متسکل ایشان دریں باب ہم کتاب اللہ مطلب شارع در حق کسی کہ ایماندار و استغفار است پس امر به استغفار نہیں باشد از لعن باغی و ہر مرتكب کبیرہ پس لعن او منہیں عنہ باشد آری لعن بالوصف در حق اهل کبائر آمده است لکن این لعن در حقیقت لعن آن صفت است

اللخ

تحفہ کی اس عبارت پر تو خود علامہ کے مخولہ کے مطابق تحریف الحقائق دزیادات کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا کیا ان کے نزدیک اس عبارت میں شاہ صاحب نے امیر معاویہ کی وہ حیثیت قائم نہیں کی کہ جو فتاویٰ کی عبارت سے پیدا ہوتی ہے یہاں تک تہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں چکر شاہ صاحب نے ایک ہی چیز کو مختلف الفاظ کا جامد پہنچ کر نہیں کیا ہے شاہ صاحب نے فتاویٰ میں امیر معاویہ کو باٹی و مرتكب کبیرہ مانا ہے ان کے (امیر معاویہ کے) افعال کو ماکہا ہے گر خود ان پر لعن و شتم کو سمجھ کیا

بے جویدہ اسی طرح تحدی کی اس عبارت میں بھی شاہ صاحب نے امیر معاویہ کو باقی و مرکب کہ رہا تھا
ہے اور ان کے اس فعل کو برا کہتے ہوئے لحن کرنے سے مبالغت کی ہے۔

علامہ کے اعتراض کے دو نوں پہلوں کی حقیقت تو بھی کچھ دلیل ہے وہ ناظرین پر
محضی نہ رہی ہو گئی مجھ کو جیسی کچھ ہمدردی حلامہ سے ہے اس کو وہ بھی جانتے ہیں مگر انہوں نے پرواز
تحریر شی کچھ ایسا مکمل اختیار کیا ہے کہ مجھ سے ان کی حمایت و طرقداری اتنی بھیں ہو سکتی جتنی کہ
میں چاہتا ہوں۔ علماء کو یہ چاہئے تھا کہ تحد اور قاؤنی کی سے بھی شاہ عبد العزیز
صاحب کا صحیح مسلک ظاہر نہیں ہوتا حقیقتاً صحیح سلک وہ ہے کہ جوان کے قلب نازک میں اقامہ ہو
پہنچر میں دیکھتا کہ کون جھس اُنکے اس دعوی کے بالل ہونے کامی ہے۔

علامہ کے اس دعوی کی حقیقت تو ظاہر ہو گئی اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر انکی رفع
حکایت کے خیال سے میں تحد کے اس حصہ پر بھی نظر ڈالے لیتا ہوں جہاں سے عبارت اخذ
فرما کر علماء نے اپنے آپ کو محصور فرمائے کی لائیں کوشش فرمائی ہے علماء نے جو عبارت جوں
فرمائی ہے وہ بابِ دوازدہ مقدمہ ششم کی عبارت ہے جہاں شاہ صاحب نے جوابِ امیر سے
لڑنے والوں کی حیثیت پر حدیث حربہ کی روشنی ڈالی ہے اسی سلسلہ میں شاہ صاحب
نے جنگ نہروان و جنگ جمل اور جنگ مصلن پر ایک نظر ڈالی ہے اور جنگ نہروان کے لوگوں کو
کافر ثابت کیا ہے اور اصحاب جنگ جمل کی خطا کو خطاء اجتہادی نہایتے اس نے کہ شاہ صاحب کے
نژد یک بھی جنگ کو حضرات مسلم کا ارادہ جناب امیر سے جنگ کا نتھا اور نہیں نے بالا را وہ جناب
امیر سے جنگ کی اور نہ وہ جنگ میں بر عداوت جناب امیر تھی اس نے اس اتفاقی جنگ کو خطائے
اجتہادی نہایتے اسکے بعد شاہ صاحب نے جنگ مصلن کے متعلق صسب ذیل الفاظ میں لکھے ہیں۔

"وَمَحَارِبٍ حَضَرَتْ أَمِيرٌ نَهْ إِزْ رَاهِ عَدَاوَتْ وَ بَغْضٍ بَلْكَ إِزْ شَبَهٍ فَاسِدٍ وَ
نَاوِيلٍ بَاطِلٍ مِثْلٍ اصْحَابِ جَمْلٍ وَ اصْحَابِ صَفْنَنٍ پِسْ درِ خطائِي
اجتہادی و بطلان اعتقدادی خود مبشرتِ انہ فرقی ایمیست کہ این خطائی
اجتہادی اصحابِ جمل اصلاً محو ز ملعون و تحفیر نیست بسبب و رد

و فصول قطعیہ قرآنی و حدیث و متواریہ در مدح شنا حوانی ایشان
مانع است از طعن و تحقیر ایشان . . . و در اصحاب صفين چون
اين امور بالقطع ثابت نشده توقف و سکوت لازم است نظر
بعومات آيات و احادیث و آله بر فضائل صحابه بلکه جمیع مؤمنین و
امید شفاعت و نجات بعفو پروردگار آری اگر از جماعت شام بالیقین
کسی را معلوم کنم که عذالت و بعض حضرت امیر " داشت بحدی
که تکفیر آنها بعلمن و سب آن عالی قباب من کرد او را بالیقین
کافر حواهم دانست . . . و چون این معنی در حق خوارج نهروان
بالقطع به ثبوت پیوست آنها را کافر می گویند و از دیگران به ثبوت نه
رسیده آنها را تکفیر نمی کنند"

سب سے کلی چیز اس عمارت میں قابل خوری ہے کہ شاہ صاحب نے اسی قلا و تبر کے سلسلہ میں کھا
ہے (باب دزادہم در قلا و تبر) اور اسی حد تک اس عمارت پر استدلال کیا جا سکتا ہے مگر ان حدود سے
متجاوز ہو کر اس عمارت پر استدلال کرنا شاہ صاحب کے متعدد وفات کے تقطعاً خلاف ہو گا اس
مارت سے صرف یہ نتیجہ نکلا جا سکتا ہے کہ کسی حد تک اصحاب صحن کو بحیثیت جوئی ہر کجا جا سکتا
ہے انفرادی افعال اس عمارت کے حدود سے تعلقاً باہر ہیں اس عمارت سے افعال کے حق اور ناخن
ہونے کا تصریح بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری بات جو اسی سلسلہ میں قابل خور ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس جماعت (یعنی ال صحن) میں سے کوئی شخص عداوت و غص جناب امیر یا من دستے جناب امیر پر گرفتار پایا گی تو پھر باوجود
اس کے کوہ ال صحن میں سے بہاءں کے افعال عمارت کے اس جزو کے ماتحت اوجا بخیجے " او
را بالیقین کافر حوانم دانست " اور اس کوہ اکہنا بھی جائز ہو جائے طامہ جب کسی عمارت پر
استدلال کرتے ہیں تو اس کے اقبال و ما بعد کی عمارت کو بالکل بحال دیا کرتے ہیں یہاں بھی وہ یہ
یحول گئے کہ شاہ صاحب نے ابتداء میں ایسی نیز گی شرط لگادی تھی کہ امیر معاویہ کو اس عمارت

کے تحت میں لانا دشوار ہے شاہ صاحب نے "نہ از راه عدالت و بغض" بالقصد اسی خیال و ارادہ سے رکھے تھے کہ ان کی عمارت پر جائز حدود سے بڑھ کر ناروا استدلال نہ کیا جائے بلکہ حقیقت شاہ صاحب کا مقصد اس سے اصحاب صفين کے اس گروہ کو پچانے کا تھا کہ جن کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے امیر معاویہ کی پھیلائی ہوئی افواہ پر بیکن کیا تھا۔ علاوه بر این بھول گئے کہ جنگ صفين سے قبل امیر معاویہ نے تمام ملک شام میں یہ ثبوت دے رکھی تھی کہ جناب امیر شہزاد حضرت حسانؓ میں شریک ہیں اور اسی بنا پر شامیوں کے بہت بڑی تعداد امیر معاویہ کے ہمراہ ہو گئی تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ واقعی اس امر کو باور کرتے تھے، وہ ہمیہ فاسد و تاذیل بالطل کی حد میں آتے تھے اور ان پر از راه عدالت بخش" کے الفاظ کا استعمال نہیں کیا جا سکتا اگر کیا علماء کے نزد ویک وہ شخص کر جو ایک جھوٹ ہات کئے اور درست شخص کہ جو اس جھوٹ ہات کو یقینی سے سمجھ سکتا ہو تو دونوں ایک ای ہالت میں ہوں گے اس کے اتنے میں تو کسی ذی ہوش و ذی عقل آدنی تلاف نہ ہو گا کہ دونوں شخص کی نیت میں فرق ہو جائے سے دونوں کے احکام علیحدہ ہو جائیں گے اور جھوٹ کو حق بکھر کر اس پر عمل کرنے والا شخص ہمیہ فاسد و تاذیل بالطل میں آئے گا اور جھوٹ پھیلانے والی بستی کے افعال کی ترجیحی از راه عدالت و بخش کے الفاظ سے ہو گی علماء ایک طرف تو شاہ عبد العزیز صاحب کے مدعی ہیں اور دوسری طرف اپنے استدلال سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ شاہ صاحب ایک طفل دہستان سے زاد مرتبہ نہیں رکھتے تھے کہ جن کی عمارت اس قدر خامیوں سے ملو ہوئی ہے کہ اس پر جاؤ بھاہر طرح کا استدلال کیا جا سکا ہے شاہ صاحب کی یہ عمارت اہل صفين میں سے صرف ان لوگوں کیلئے مقید ہے کہ جن کا قصور صرف اتباع امیر معاویہ تھا جو یقینی تھا سے جناب امیر کو شہزاد حضرت حسانؓ میں شریک کیوں کر جناب امیر سے لاتے تھے کہ وہ لوگ جو اس دھوکے کے ہائی اور اس سے آگاہ تھے اور درست کو دھوکے میں رکھ کر آئش قند و فاس مختعل رکھنا چاہئے تھے تھما شہزاد فاسد و تاذیل بالطل کے حدود سے ہمارے علماء نے چونکہ اس عمارت سے امیر معاویہ کی بربت کی کوشش کی ہے اس لئے میں بھی ان کی تکلیف میں امیر معاویہ کی سمجھ نیت اسی عمارت کی حد سے ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں شاہ صاحب کی عمارت سے یہ پہنچتا ہے کہ سب و

لعن عداوت وبغض کی دلیل ہیں۔

"اگر از جماعت شام بالفین کسی رامعلوم کشم کہ عداوت وبغض حضرت امیر داشت بحدی کہ تکفیر آنختاب یا لعن و سب آن عالی قتاب الحجع"

اگر یہ امر پایہ ثبوت کو یہ وحی گیا کہ امیر معاویہ سب جناب امیر میں مشغول تھے تو ان کا جناب امیر سے بغض اور عداوت رکھنا ازام و لذوم ہو جائے گا جیسا کہون کے بعد رات کا جو نہاد اور ان پر ان تمام احادیث صحیح کا اطلاق ہو سکے گا جو مخصوصین جناب امیر و ولیت الہماز کے عقائد و اور ہوئی ہیں امیر معاویہ کا تمام عمر سب جناب امیر مگر نادرسوں سے اس کی فرمائش کرنا اور اپنے صحیعین و سفریں کو اس کا حکم دیا اب تقریباً مسلم ہے اور اس کیلئے کسی ثبوت اور بحث کی ضرورت نہیں مگر میں ملامت کی خاطر سے اس مسئلہ پر بھی ایک اجتماعی نظر زالے لیتا ہوں۔

امیر معاویہ یہ جانتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کے قبور میں جناب امیر والیت الہماز کی عظمت و منزلت باقی ہے اس وقت تک میں امیر کا شہادت اقتدار مخطوط و مخطوم نہ ہو سکے گا اس لئے جہاں انہوں نے حکومت میں امیہ کے استحکام کی اور تدیریں کیں وہاں ایک طریقہ یہ بھی ایجاد کیا کہ جناب امیر کی سب بر سر مجبر ہوتا کہ لذت رفتہ وہ قبور کے جو جنہے عظمت و منزلت سے متاثر ہیں۔

بقدر متنہ متنہ برائی کے قالی ہوتے جائیں اور مرنی آنے والی قسمیں اس جذبہ عظمت و منزلت سے متاثر ہوئے کے بجائے جذبہ تفترت سے متاثر ہوں۔ اسی خیال کے ماتحت سب جناب امیر کو انہوں نے شرائط بیعت میں رکما (عقد القریب جلد و م) جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے وقت تک جاری رہی اسی جذبہ کے ماتحت انہوں نے جبراہن حدی مسیحی الدواعی مسحی رسول اور اسکے پھر ایجوس کو شہید کرایا (اٹن خلدون و ابن امیر وغیرہ) جس کا قنسی حال اس سے قبل لکھا جا چکا ہے اسی مصلحت سے مخبر این شعبہ کو کوہ کا گورنر کرتے وقت حسب ذیل دستور اتمم بنا کر دیا۔

لَا تَحْمِلْ عَنْ هُنْمَنْ هُنْمَنْ عَلَىٰ وَذْمَعْ وَالْرَّسْمْ حضرت علیؑ کی شتم کرنے سے اور اگری مانیاں
عَلَىٰ عَدْمَانْ وَالْأَسْفَارَلَهْ وَالْعَوْبَهْ علیؑ کرنے سے یا زندہ ہو حضرت علیؑ پر

اصحاح علی و الاقصاء لهم و ترك استخاره تم کرتے رہوا صحابہ علی پر جہاں الاستماع منهم (ابن مساکہ جلد ۱ ص ۲۵) تکہ وہ سکے مجبوب نگاتے رہا اور وہ پھر کہنک تو مت سن آکرو۔

ای خلش کی بنا پر حرف کو بھور کر کے بھر پرست کرنے لئے بھجا اور اسی چذبہ کے ناتخت حضرت سعد ابن ابی و قاصی گوست جتنا بامیر گرنے کا حکم دیا اور ان کے انکار فرمائے پر ان سے یہ سوال کیا ما منعک ان تسب اما تراب میں بجائے اس کے کراس وال تحریکی تعمیل کی اور کتاب کے وال سے لکھوں مناسب ہی ہی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب علی کی تحقیف سے اس واقعہ کو بھی ثابت کروں۔

"لفظ حدیث در مسلم و ترمذی اینست کہ معاویہ بن ابی سفیان سعد ابن ابی و قاصی را گفت "ما منعک ان تسب اما تراب" بعضی جانب خاران معاویہ ابن ابی سفیان پل لفظ راتاویل می کہند و گویند مرادش ابن بود کہ چرا با حضرت علی مرتضی علیہ السلام درشتی در کلام نمی کنی و نمی فہمانی کہ دست از حمایت فائلان عثمان بردارد و در مقام قصاص بـما سوارد و لیکن درین توجیه دو خلاطہ بخاطر میگنرد و اول آنکہ برین تقدیر بر می ہايد کہ ابن گفت و شنید در ایام حیات امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام بودہ باشد و از روی تاریخ ملاقات سعد با معاویہ درست نہیں زیرا کہ سعد از ابتدائی فتنہ در موضوع عقیق کہ بیرون مدینہ امانت متبری شدہ و دران ایام آمدن معاویہ در مدینہ متبرہ اتفاق یافتاد بلکہ بعد از صلح از امام حسن برائے حج آمدہ و با اهل مدینہ ملاقات نمود دوم آنکہ حواب سعد "اما بما ذکرت غلطًا فاني آخره" از عن توجیہہ ایاء صریح دارد چہ کترت فضائل شمعہ مانع از تصحیحت و پند گوئی نمی شود بلکہ بہتر ہمین

است که این لفظ را بر ظاهرش حاری باید داشت نهایت کار آد که ارتکاب این فعل شیع یعنی سبّ با امر سبّ از معاویه بن ابی سفید لازم نداشت آمد..... چه مرتبه سبّ کمتر از قتل و ختال است "العاروی فی الحديث الصحيح سباب العومن فسوق و خاله كفر" و هر گاه قتال و امر بقتل یقینی القصور است از آن گزین نیست بالجمله اصلح همین است که ویرا مرتكب کبیره باید دانست و زبان از طعن و نعن بند باید نمود و هر جانی از خطای احتیادی را دخیل دادن عالی و سماحت نیست (فتاویٰ عزیزی جلد اصلحه ۱۲۰ و تذكرة عراض الامة) علامہ کوادر گتارنخ سے اس داندھ کا ثبوت در کار ہوتا بولقد امام تاریخ الائمه وغیرہ مطالع فرمائیں اور اگر حدیث سے ثبوت چاہتے ہوں تو مسلم اور ترمذی ویکھیں ہیرو جو صورت بھی علامہ اختیار فرمائیں اُجیں والقوی اصلیت کا پتہ چل جائے گا اب علامہ فرمائیں کہ اس امر کے ثابت ہونے کے بعد شاہ عبد العزیز صاحب کی تحریر کے مطابق امیر معاویہ کی عادات و شخص جناب امیر کے ساتھ ثابت ہوئی تھیں اور احادیث مخصوصیں کو نظر کر کر ان کی حیثیت کیا ہوئی امیر معاویہ کے اس شخص کا حال رشیداً مخصوصیں صاحب نے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"ظاهر حال و الى شام (امیر معاویہ) و عمر و ابن العاص و نابع شان باعتبار رسوخ شبہات و اهیہ بمحاطر شان مشعر بر معاواة و حکم به حدیث عاد من عاده مورد آفات است" (ابصراج لطافة المقال من ۱۵۱) تقلیل اس کے کریں مخصوص کی حیثیت ایمانی احادیث صحیح است ثابت کروں میں اس پیزیر کو ہی دیکھ لیتا چاہتا ہوں کہ اگر سب کو دلیل شخص نہیں مانا جائے تو بھی امیر معاویہ کی حیثیت ایمانی میں کوئی خاص فرق پیدا ہوتا ہے یا تکمیل جناب امیر کی سب کی خود آنحضرتؐ کی سب کرنے ہے حدیث من سب علیاً لقد سنبی و من سنبی جس نے علی کی سب کی اس نے میری سب فقد سب الله (اعرجہ احمد و الحاکم) کی اور جس نے میری سب کی اس نے الله

پرست کی۔

صحیحہ)

اور اسی بنا پر علماء نے جناب امیر کے سبب کر شوالے کو کافر مانا ہے شاہ عبد العزیز صاحب کہتے ہیں:

”اما متأخرین اهلست چون دیدند کہ حالاً آئ شبهات بالکلیۃ زال
گردد و حق از باطل معیز گشته و تهمت های آن ملاعون بی اصل بر
امنه و بعد از تبعیح احادیث صحیحہ در یافته شده که جناب رسالت امام
با منکران حضرات مختین معاملہ کفار فرموده اند اما در حق حضرت
عثمان پس در جامع نرمائی۔۔۔ اما در حق منکران حضرت علی پس از
آن حجهت که در احادیث صحیحہ وارد است که ”حب علی آبة
الایمان و بعض علی آبة الفاق“ و نیز وارد است ”لا یحک
الالمؤمن و لا یهدنک الا مخالف و اللهم وال من دلاه و عاد من
عاده“ ناجار حکم بتکفیر ساب مختین نمودند ”و هو الملهب
المنصور المفتی به فی زماننا“ (خواری عزیزی حد ۱)

(۲) منکر لیاقت امیر ولایت مآب برائے مخلافت رسول عالیٰ جناب و

سب کشندہ ان کرم اللہ و جہہ کافر است ”ابناج لطافة المسقال ص ۱۱۸

ای صفحہ میں آئے ہو کہ رشید الحکمین نے قادی کی اس ہمارت کا بھی جو البدایہ ہے جو شیخ نے اور پر
لکھی ہے اور شاہ صاحب کے اس قادی ”وهو المذهب المنصور المفتی به ما فی
زماننا“ کی تقدیل کی ہے

(۳) از کتاب ابطال الباطل منتقل شدہ کہ مؤلف آن عمود بلا مضائقہ

بصیغہ عموم لاصحین امیر المؤمنین (جناب امیر) را ملعون گفته ہیت

قال الا لعن الله من سب علیاً (۱) و از کشاف نحمدہ (شاہ عبد العزیز

صاحب) تکفیر بالغضین و اعداء امیر المؤمنین بر قدری قطعیت

ا۔ ہمارا کہیا گا، وہ لذت کرسے اس محس پر جس نے مل کا کیا ہو۔

عذاؤت جناب امیر[ؐ] و صدور لعن و سب آنجناب منقول شده ہاں
عبارت کہ اگر از جماعت شام بالین کسی رامعلوم کشم کہ عذاؤت
و بعض جناب امیر داشت بحدیکہ تکفیر آنجناب یا لعن و سب آن
عالیٰ فیض می کرد اور اب بقین کافر سوادم دانت الخ (ابصاع لطائف
المقال ص ۱۵۲-۱۵۳)

اب اس کا غسل علامہ خود کریں کہ امیر معاویہ کی واقعی حیثیت عالمہ روز بہار (صاحب ابطال
اباطل) و شاہ عبدالعزیز صاحب در شید الحکیم کے ذریعی کے مطابق کیا ہوتی ہے اگر سب کرنا دلیل
بھی وعداؤت مانا جائے جیسا کہ شاہ صاحب اور ریگ حضرات نے لکھا ہے (رسول الازہر ص ۳۸۲-۳۸۳
و ۳۸۴) ملکہ روز بہار در متن رسالت اعتمادیہ (سیف مسلول) اور مختصر نئے مختصر بھی معلوم ہوتا
ہے اسلئے کہ سب کرنا عذاؤت نہیں ہو سکتا ہے محبت کو تو کوئی واسطہ سب سے اونچی سکلاں وقت
امیر معاویہ کی واقعی حیثیت کو کہنے کیلئے ان احادیث پر نظر فراخان پڑے گی جو قبیل کے متعلق وارد ہوئی
ہیں مناسب معلوم ہتا ہے کہ ناظرین کے سامنے انکی کچھ احادیث بھی پیش کر دی جائیں تاکہ
ناظرین کو بحث کے اس پیلوے بھی کا حق واقفیت ہو سکے۔

احادیث دربارہ مخفی شخصیں

(۱) لا يحب عليا منافق و لا يبغضه (ملکہ ثریف ص ۵۵۶)

مومن

(۲) كنا نعرف المنافقين بهضمهم عليا (ترمذی باب المیسر فدری دریاض فخر زجلہ ص ۱۱۷)

(۳) على حبه ايمان و بهذه نفاق (جامع البزادہ بہاء الدین حافظہ شیرازی دریاض ص ۲۵۶)

(۴) اللهم وال من ولأه و عاد من عاده (ملکہ ثریف ص ۷۶۵)

(۵) اخرج الطيراني عن بر آوره ضرباتی لابن عمر فرمود رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم آما عموشونہ نکشم ترا اے

علی که تو براو در من هستی و وزیری
که مرد در حالیکه بغض میباشد از نو
ای علی بمرد سوت جاھلیت حساب خواهد
کرد وی را عداز آنچه که عمل در اسلام کرد

(روض الازهر ص ١٠١)

برآورده طبرانی در معجم کبیر از ابن عمر که
مفت خرمود رسول الله کسی که مفارقت کرد
از علی مفارقت کرد از من و کسی که مفارقت
کرد از من مفارقت کرد از عدا

(روض الازهر ص ١٠١)

صحیح است که فرمود رسول الله قسم بذاتی
که نفس من بغض قدرت اوست که نه دشمن
خواهد داشت اهلیت ما را کسی که دخل
خواهد کرد لله تعالی ویرا در دوڑخ و برآورده
امام احمد مرفوعاً که کسی که دشمن دارد
اهلیت را پس منافق است (روض الازهر من

٣٥٩ بجهة صوابع مقتدی ثانی ذ آئیه زایع عشر ص)
نصتاً اهلیت و اپساح لطافت المقال من ١٨٦)

برآورده حافظ ابو حاتم محمد بن حبان تبی
بشتی در صحیح عود و حاکم از این سعید
خباری که فرمود رسول الله قسم بذاتیکه بغض
من بغضه قدرت اوست که نه دشمن خواهد

ارضیک یا علی الت انجی و وزیری
و من هات و هو بیغضیک یا علی
هات میتا جاھلیت بحاسبه الله بیمال
فی الاسلام.

(۱) اخیر الطبرانی فی الكبير عن ابن
عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه
وآلہ وسلم من فارق علیا فارقني و من
فارقني فقد فارق الله

(۲) صحیح انه صلی الله علیه و آله وسلم
قال واللذی نفیسی ببله لا یبغضنا اهل
البیت احال لا ادخله اللہ النار
و اعرج احمد مرفوعاً من البغض اهل
البیت فهو منافق

(۳) و اخیر الحالظ ابو حاتم محمد
بن حبان الشیمی البصیری فی صحیحه
و الحاکم عن ابی سعید الخدیری قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم و

داشت اهل البيت رامکن (کسی) مگر سرنگون عوامد کرد و برآ عدا در دوزخ و در روایت دیگر نزد حاکم است که مگر داخل عوامد کرد عدا و برآ در دوزخ و برآورد طبلوی در معجم کبر از حسن بن علی و وی از تحضرت که فرمود نه حسن عوامد داشت ما را و نه حمید عوامد کرد بر ما کسی که مگر زیاده کرده عوامد شد يوم قیامت با روی تاریانها از دوزخ و ابو نعیم برآورد از حباب امیر کرم الله وحده و وی از تحضرت صلمع که فرمود آن حضرت که هر که اینا داد مرا در باره اهلیت من پس به تحقیق اینا داد عذر ارا.

برآورد ابن عساکر از علی^(۱) که فرمود رسول الله صلمع که هر که اینا داد برایر موی از من پس به تحقیق اینا داد ما را و هر که اینا داد ما را پس به تحقیق اینا داد خدرا را.

المذى لنفسى بيده لا يبغضنا اهل البيت أحد الا اكبه الله في النار و روايته اخرى عند الحاكم الا ادخله النار و اخرج الطبراني في الكبير عن الحسن بن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال لا يبغضنا ولا يحبنا احدا الا زيد يوم القيمة عن المعرض بساط من النار و اخرج أبو نعيم عن علي كرم الله وجهه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من آذاني في اهلي فقد آذى الله (روى الأذري بقوله: ملخص العجائب ٣٢٠)

(۲) اخراج بن عساکر عن علی رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیہ و آله وسلم قال من آذى شعرة ملي فقد آذاني و من آذاني فقد آذى الله (روى الأذري ٣٦٠ و ٣٦١ بقوله: ملخص عجائب ٣٢٠)

حادی عشر

(۳) محبت علی فرض است مثل محبت پیغمبر و دشمنی او حرام است مثل دشمنی پیغمبر و همین است مفهوم اهلیست (ابن الصاحب نعائمه

العقل ص ٨٨)

وجود شیئ کہ میں نے اپنے کھنچی ہیں ان سے جناب امیر سے لفظ و عداوت رکھنے والے کی

حیثیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کا شمار دشمن خدا و رسول میں کیا جائے گا اور منافق سمجھا جائے گا جاہلیت کی سوت اسے نصیب ہوگی اور دروزخ کا سخت عذاب اس رکبا جائے گا اس کافیصلہ میں علماء میں پرچم حوزہ تاہوں کے جناب امیر سے بغیر رکھنے کی وجہ سے امیر محاویہ کی حیثیت ان احادیث کی رو سے کیا ہوگی منافق کے متعلق بھی ایک حدیث مند امام احمد بن حنبل جلدہ ۳۲۶ میں کہے دیا ہوں ناظرین ملاحظہ کریں۔

عن عبد الله بن بريدة عن أبيه أن النبي
صلى الله عليه وسلم قال لا تقولوا
آخِرَتْ لِمَنْ لَقِيْتُمْ سَيِّدُكُمْ فَقَدْ
مُخْلِكُمْ رِبُّكُمْ عَزْ وَ جَلْ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيَّةَ قَالَ لَمَنْ لَقِيْتُمْ
كُوْنُونَ (يعنی يکہ جاہدار سدار اے ہے) أَنْتُمْ سَيِّدُكُمْ فَقَدْ
مُخْلِكُمْ رِبُّكُمْ عَزْ وَ جَلْ

پروگار تم پر خصوصیہ کا

علماء کی خاطر سے اگرست اور شخص کے مسئلہ کو درمیان سے نکال بھی ڈالیں اور یہ بھی مان لیں کہ تحدی کی جس مبارکت پر علمائے استدلال کیا ہے اس کا اطلاق امیر محاویہ پر بھی ہوتا ہے تو بھی شاہ صاحب کی تحریر کے مطابق امیر محاویہ کی بقاوت فتن ہوگی اور قاسق کے متعلق خود شاہ صاحب باب المفہوم عیقده خشم تحدی میں لکھتے ہیں کہ "ان مدح الفاسق غضب الرب" (۱) حدیث صحیح ہے پھر فرماتے ہیں "اذکر الفاسق بما فيه يحمله الناس" (۲) شاہ صاحب کی تحریر اور وہ بھی جو تحدی میں ہو جس میں علماء کے نزدیک الماق و تحریف بھی نہیں ہوئی ہے وہ مستبر و مستد مانتے ہیں اب اس کافیصلہ خود کو دیں کہ امیر محاویہ کی تحریف و توصیف باعث وعید "اذا مدح الفاسق غضب الرب" ہوگی یا نہیں اور اسکے صحیح واقعات اور خامیوں کو بیان کرنا "اذکر الفاسق بما فيه يحمله الناس" کے ماتحت اخلاقی فرض کی حد تک بیو پڑھا ہے یا نہیں۔

۱- جب قاتل کی مدح کی جاتی ہے تو پروگار خصوصیہ دیا جائے۔

۲- فاسق کا ذکر کس کے حقیقی کا ساتھ کرنا کر لوگ اس سے مطلع ہوں۔

تل علامہ سے پھر بیکی کہوں گا کہ متابع تو اصحاب اور ان کی کوران تعلیم پر آمادہ و مستعد نہ ہوں اور امیر معاویہ کو صحابی اور جلیل القدر صحابی رسول کا مرتبہ عطا فرمائے کی بے سود کوشش تر کریں اسی میں بات بڑھ گئی اور بڑھتی چلی جائے گی اُپنی بچانے کا بہترین طریقہ بھی ہے کہ ان کو (امیر معاویہ) صرف ایک پونچھکل آدمی کہ جما پائے کہ جس کے لذدیک ذہب قیود خارواہ کی ہے ابھی بھی وقیع نہیں ہوتے صرف اسی حیثیت میں امیر معاویہ کے تمام افعال کی فوجیت بکھو میں آسکتی ہے اور وہ تحفید سے فائدے کئے ہیں ورنہ حقیقتی شدت ان کو صحابی رسول ہانے میں کیجائے گی اتنی ہی حق پرست اور حق جو حضرات ان کی حقیقت کو عالم آفکار کرتے جائیں گے۔

علامہ مسٹر پارکیٹ ہمارت مکتوبات حضرت محمد کی ایشیں کی ہے جس میں حضرت محمد نے خارج بات صحابہ کے متعلق ایک کلیہ پیش کیا ہے گر علامہ نے یہ خور نہیں فرمایا کہ اس کلیہ سے مفترض کا مناس وفت ہندہ ہو سکتا ہے جب ان کی طریقہ درخواست بھی امیر معاویہ کی صحابیت اور طلاقت فدر کا صرف اور میں اس سے قبل اس پر مفصل طریقہ سے یہٹ کر چکا ہوں کہ امیر معاویہ کو صحابی رسول کہنا اور ان کے لئے جالالت قدر رہابت کرنا خود لفظ صحابی اور گردہ صحابی کی صریحی تو زیرین کی حد تک پہنچا ہے اس مقولہ سے وہ اس وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب کہ یہ امر مسلم ہو جائے کہ امیر معاویہ صحابی تھے وہ ری چیز جس پر علامہ نے اس مسئلہ میں خور نہیں فرمایا وہ یہ ہے کہ مکتوبات کی حیثیت اور غاؤی دو گر کتب کی حیثیت میں بھی بہت بڑا فرق ہے جو امور کے مکتوبات میں درج ہوتے ہیں وہ بسا اوقات خاص حالتوں میں اشخاص سے متعلق ہوتے ہیں اور ان کا اطلاق عمومیت کی حیثیت میں بھی نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے امور ممتاز و فیض میں مکتوبات پر دو گر کتب علیہ کی طرف سے استدلال نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے کہ کسی مکتوب پر استدلال کیا جائے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو ہو پنچا ضروری ہے کہ اس میں کوئی تحریف تو نہیں اور جب تک اس کا اطلاع ان نہ ہوں اس وقت تک وہ کسی حالت میں لا اُن استدلال نہیں ہو سکتا کہ کے مفہامیں کی صحت کا ذمہ دار ایک مصنف کتاب ہو سکتا ہے مگر مکتوبات کا لکھنے والا اسکی صحت کا ذمہ دار صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے اس کے بعد اس کی صحت کی ذمہ داری اس سے ساقط ہو کر مکتوب ایک کے سر ہو جاتی ہے اور

اکی صحت و عدم صحت کیلئے مکتبہ الیہ اور دیگر اشخاص جن کے قبده میں وہ ہو ذمہ دار ہو جاتے ہیں حضرت مجدد کی شخصیت ایسی نہیں کہ جس سے دنیا نے اسلام کا کوئی فرد واقف نہ بوان کی مسلم الشہوت شخصیت و قابلیت کی تحریر کی صداقت کی قدمداری ہو سکتی ہے اور دنیا نے مکتبات کے اگر علماء نے حضرت مجدد کی کسی اور تصدیق کا حوالہ دیا ہوتا تو شاید میں بھی اس سے بلا منازل ہوئے نہ رہتا مگر مکتبات حضرت مجدد تو تحریف سے پر محروم ہوتے ہیں ایسی حالت میں علماء کا کسی سے یہ امید کرنا کہ وہ مکتبات کے مقامیں کو بلا کسی عذر کی قبول کرے گا صریح زیادتی ہے میری اس دلیل کو شاید علماء نے کیلئے تیار ہوں اس لئے میں انھیں عبارتوں سے جن کو علماء نے فعل الخطاب میں بحوالہ مکتبات حضرت مجدد درج فرمایا ہے اس امر کا ثبوت ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں کہ حضرت مجدد کے مکتبات میں یہ تحریف کی گئی ہے۔

علامے امدادیہ کی مکتبات امام ربانی میں ۵۶ فقرے اول کے حوالے سے سب سذلیہ عبارت درج فرمائی ہے۔

و در احادیث نبوی باسناد ثقات آمدہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلاہ و السلام در حق معاویہ دعا کرده اللہ و فرمودند "اللّهُمَّ علِمْتَ الْكِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَ قَدْ أَعْلَمُكَ بِالْعِدَابِ" و حاجی دیگر در دعا فرمودہ نہ "اللّهُمَّ اجْعِلْهُ هَادِيًّا وَ مَهْدِيًّا" و در دعائیہ آنحضرت مقبول

اس عبارت میں "اللّهُمَّ علِمْتَ الْكِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَ قَدْ أَعْلَمُكَ بِالْعِدَابِ" اور "اللّهُمَّ اجْعِلْهُ هَادِيًّا وَ مَهْدِيًّا" کے متعلق اشارات کے الفاظ موجود ہیں، اگر یہ حماریں متصوّر فہمیں ہوئیں یا ان کی صحت پایی ہوئی تو اس سے یا تو یہ تبیح کالاذپرے کا کہ حضرت مجدد کو موجود ہوئی اور صحیح احادیث کا علم نہ تھا یا یان کی تحریر نہیں کیوں کہ حضرت مجدد کی شخصیت و قابلیت کے آدی کے متعلق میں تو ایک لمحہ کیلئے بھی یہ نہ کوئی نہیں کی جسیں موجود ہوئی اور صحیح احادیث کا علم نہ تھا۔

اسلئے لازمی طور پر تبیح کھلتا ہے کہ مکتبہ کی عبارت میں بالقصد تحریف کی گئی ہے جن دو حدیثوں کے متعلق اس مکتب میں باشدلالات کے الفاظ آئے ہیں ان کے متعلق میں ناظرین کے سامنے اسوقت صراط انتقیمہ شرح سن العادات (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کی عبارت ہیں کہ

وچا ہوں باقی علماء کے قول کا اعادہ بخوبی طوال مدت حذف کرنا ہوں۔

”در باب فضل معاویہ حدیثی صحیح نہ شدہ گفتہ اند آنچہ ثابت شد
است در باب وی کتاب است و کتاب وحی نیز به ثبوت فریست کشنا
فی جامع الاصول و غیرہ و دیگر این حدیث است که احمد در مسند
حود از عرباض بن ساریہ آورده که گفت شنیدم حضرت رسول اللہ را
که فرموده اند ”اللَّهُمَّ اعْلَمُ مَا عَلِمْتَنِي وَمَا لَمْ تَعْلَمْنِي
الْعَذَابُ“ و بالا تراز همه این حدیث است که ترمذی از عبد
الرحمن بن زاید عمیرہ آورده کہ ”اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًّا مَهْدِيًّا وَاهْدِهِ“
و هیچ یکی از این احادیث به صحت نرسیده و در شان معاویہ نیز
احادیث دیگر وضع کردہ اند و امثال آن بسیار وضع کردہ اند کہ در
اسانید آن جماعت کے علم اند در وضع و افشاء“

مس ۶۲۹ صراط المستقیم شرح سفر المعاویۃ کی عبارت سے ناظرین کو اس امر کا دراک ہو گیا
ہو گکہ ”اللَّهُمَّ اعْلَمُ مَا عَلِمْتَنِي وَاللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًّا مَهْدِيًّا“ دلوں پائی محنت کوئیں
یہو کوئیں اب اس کافی نظر ناظرین فرمائیں کہ حضرت محمدؐ کے تعلق اس امر کا قائل ہونا بہتر ہے کہ
انھیں موضوع اور سچی احادیث کا علم نہ فرمایا یہ بہتر ہے کہ اس عبارت کو تحریف پر یعنی سمجھا جائے ہمارا
یقین تو یکی ہے کہ کتاب کی عبارت میں بالتفہم تحریف کی گئی ہے ہمارے اس استدلال کی تائید ایک
حد تک اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جس کو علامہ نے آخر میں ۲۸ پر درج فرمایا ہے
جس میں حضرت محمدؐ نے مولانا جاہی کے الشعار پر ”بایں الفاظ و ظاهر این سخن از مولانا
جاہی بر سبیل سہو و نسبان سر بر زدہ“ تقدیر فرمائی ہے حضرت محمدؐ کی حقیقتی اس دور آخر میں
ایں علمی قابلیت کی حیثیت سے ایک بہت بڑی چیز تھی ان کی مسلمہ علمی قابلیت کو دیکھئے اور ان الفاظ
بر سبیل سہو نیان کو دیکھئے کیا کوئی ذی عقل و ذی هوش آئی ایک منت کیلئے بھی اس کمزور دلیل کو جو
خود ایں کمزوری کو پکار پکار کر بتاریخ ہوا اور یہی خود اس عقیدہ اور مقول کی صداقت کو پردازہ پردازہ میں

تلیم کیا گیا ہو جس کی تدوین کی چاروں ہو حضرت مجدد کی طرف منسوب کر سکا ہے حقیقت تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مجدد کی شخصیت کو پناہ بخواہ کر قبیل نواسب نے ان کے مکونات کی آڑیں یہ سب فخر پر داریاں کیں۔

علامتے اسی صفحہ میں آگئے جمل کر صواعقِ محقد کی ایک عبارت کو بھی فرمایا ہے یہ صاف پڑھ نہیں چلا کہ علامہ کا مقدمہ اس غیر مکمل عبارت کے بیان لکھنے سے کیا ہے مگر چنان کہ عبارت میں امیرِ معاویہ اور خطاب اجتہادی دلوں کا ذکر ہے اس سے تبھی یہ لکھا ہے کہ امیرِ معاویہ کی بغاوت کو خطاب اجتہادی ثابت کرنےکے لئے علامہ نے یہ سمعت گوارا فرمائی تھیں اس سے قبل اس پر تفصیل سے بحث کر چکا ہوں کہ امیرِ معاویہ نہ مجتہد تھے اور وہ ان کی بغاوت کی طرح خطاب اجتہادی ہو سکتی ہے اس لئے بیان پر صرف شاہ صاحب کی عبارت کی یاد ہلکی پر اتفاق کرتا ہوں "وہر جا خطاء اجتہادی را دھل دادن حالی از شناخت نہست" (فتاویٰ حزیری جلد اس - ۱۳)

اسی صفحہ میں علامہ نے سطر ۱۰ و ۱۱ ایک کچھ خلاء کے نام درج کیے ہیں کہ جو امیرِ معاویہ کی اس بغاوت کو خطاب اجتہادی کہتے ہیں مگر علامہ یہ بحوالے گئے کہ بحث یہ نہیں کہ کچھ بولوں قائل خلاۓ اجتہادی تھے یا نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ قول منصور کیا ہے اور کس حد تک یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ امیرِ معاویہ کی بغاوت خلاۓ اجتہادی تھی صرف نام فعل کر دینے سے کوئی بحث نہ عمل شدہ نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ قول منصور کے واجب الالتمان ہونے کے قائل ہیں مگر امیرِ معاویہ کے مسئلہ میں قول منصور سے اخراج کیوں ہے علامہ نے تمہید شیخ ابو ٹکوڑی سلی کا حوالہ تدوین یا مکرہ اس امر کو بالقصدر بھلا دیا کہ شیخ ابو ٹکوڑی سلی نے تمہید میں امیرِ معاویہ کے متعلق جو بحث کی ہے اس میں انہیں کی چیزوں پر زائد استدلال کیا ہے جس کو آج بھی علماء مفسریات میں سے کہتے ہیں ملاحظہ ہو کہ امیرِ معاویہ کے نہائیں کے متوت میں شیخ ابو ٹکوڑی سلی نے اسکی احادیث کو لیا ہے جیسے کہ "اذا ولیت او ملکت فالحسن" (بودھیث طبع صحیح نہیں) (شرح سفر المسادات الشیعیہ میدانی محدث دہلوی (ص ۶۲۹ و ۷۰۷

صارق شرح مغار لفاظ ملحدین فرنگی بکھل)۔

آگئے جمل کر علامہ نے ضمیم الطالبین کی جو عمارت میں فرمائی ہے وہ بھی اس بحث (خطاء

اجتہادی) سے بظاہر متعلق علوم تین ہوتی اسلئے کہ امیر معاویہ کی خلافت کے صحیح اور طابت ہونے کو بحث خطاۓ اجتہادی سے کوئی تعلق نہیں یہ بات دوسری ہے کہ علامہ نے صحیح کی وجہ کریں جو ان دونوں کو باہم ملائی ہوں اپنی ذہن میں اس کلیے کے متحف کہ داشتہ آبد بکار الحجۃ محفوظ رکھی ہوں اگر یہ صورت ہے تو اس عبارت کو بھی وہیں محفوظ رکھنا زائد مناسب تھا کیا علامہ امیر معاویہ کو اس بحروج چھارت کے بھروسہ پرست صدق ملوک سے اخراج کو صدق خلافاء میں لانا چاہیے ہیں اگر یہ مقصود ہے تو اتنے علی پر کیوں رک رہے این علمدوں کی طرح امیر معاویہ کے درکو خلافت راشدہ کا سلسلہ کیوں نہ قرار دیں یا علامہ اس مسئلہ میں موقوف ہیں اور علماء کا اجماع کیوں بھول گئے میں اس سے قبل اس امر کو یہاں کرچکا ہوں کہ پیشتر علماء کے نزدیک یہ کتاب حضرت غوث پاک کی تسانیف سے نہیں ہے اور اس قسم کی مبارتوں کا اس کتاب میں موجود ہونا علماء کے اس قول کی تائید کرتا ہے حضرت غوث پاک کی کتاب اور امیر معاویہ کی حکومت کو صریح احادیث نبوی کے خلاف "الخلافة بعدى ثلاثون سنة لم يكُن ملکاً عضوهَا" میرے بعد خلافت تینیں ہر سے ہے اور اس کے بعد بادشاہ پھاڑنے والے ہوں گے۔

خلافت کے یہ قطعاً غیر ممکن ہے عالمہ نے اگر صرف تقریب الاذکر کیا مولہ مولوی حسن بخش کا کورسی ملاحدہ فرمائی ہوتی تو احمدی غذیۃ الطالبین کی اس عبارت کی صحت و عدم ممکنیت پیدا ہوتا ہو لکھتے ہیں "افتین بالسدت اطلاق لفظ ظلیفہ سے تھائی کرتے ہیں چنانچہ سعید ابن جہان (راوی حدیث الخلافة بعدى ثلاثون سنة الخ (۱)) سے کسی نے کہا کہ مرد ایسا ہے آپ کو ظلیفہ کہتے ہیں۔ فرمایا "كَذَّابٌ بِنْوَ الْوَرْقاءِ إِنَّهُمُ الْمُلُوكُ مِنْ شَرِّ الْمُلُوكِ" اور ابو مکر برادر نے بعد حسن ابوسعیدہ ابن الحجر اس سے تقاض کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلیم نے کہ "اول دینکم هذه نبوة و رحمة ثم يكُون خلافة و رحمة ثم يكُون ملکاً و حبرة الخ (۲)" فخر الاسلام حسن بڑوی لکھتے ہیں کہ معاویہ کا شمار ملوک میں ہے تاریخ اخلافاء میں بھی امیر معاویہ کو بادشاہ کہا ہے اس ترقیات نے بحوث کمیٹی متحفہ یہ بادشاہوں میں سے ہیں۔

۱۔ تقریب الاذکر ایضاً زادتہ درجت اور درجت ہے بحث خلافت اور درجت کا بہگ بہر بادشاہی اور جہادی کا۔

علامہ انکن روز بہان اور صاحب ہدایہ اور دیگر لوگوں کے قول میں اس سے پیشہ پیش کر چکا ہوں ان کا اعادہ اس موقع پر فضول ہے اسی صفحہ پر علامہ نے پھر حضرت مجددؒ کے مکتوبات کے خواہ سے ایک عبارت پیش کی ہے جس کا پہلا جزو امام شعبی کے مقولہ کی تردید کرتا ہے اور دوسرا جزو شام معاویہ و عمرو بن العاص کے قتل کا جوازی فتویٰ رہتا ہے جہاں تک جزو دوم کا تعلق ہے اس کو علامہ نے شکایے تھا عیاض کے خواہ سے پھر اس پر کھاہے اس لئے تقدیم میں اس کو بھی ناظرین کے سامنے پیش کروں گا۔

مکتوبات پر کس حد تک استدال جائز ہے اور حضرت مجدد کے مکتوبات کی کیا حیثیت ہے یہ امور اس سے قبل ناظرین کے سامنے پیش ہو چکے ہیں اس وقت صرف یہ دیکھتا ہے کہ اگر مکتب کی عبارت کو صحیح بھی سمجھا جائے تو امیر معاویہ کی حیثیت خود علامہ کی پیش کردہ عبارت سے کیا ہوتی ہے مکتب امام شعبی کے مقولہ کی تردید کرنے والیں الفاظ میں کرتا ہے

”آنچه از امام شعبی در ذم معاویہ تقلیل کردہ اللہ و نکوشش اور از فسق بالا گذرا نباید اند به ثبوت نہ پیوستہ است“

حضرت مجددؒ کو امام شعبی سے اختلاف صرف اتنا ہے کہ انہوں نے (امام شعبی نے) کہوں خداوندی کو شخص سے بوجھا دیا یعنی بالفاظ دیگر اگر امام شعبی امیر معاویہ کی بخلافت کو شخص اسی قردر دیتے تو علامہ کی پیش کردہ عبارت یہ تھاتی ہے کہ ان کو بیان کرنا حضرت مجددؒ کو اس سے کوئی اختلاف نہ ہوتا عالمہ کو فہاریاً اس سلسلہ میں وہ حدیث نبوی یا انہیں روی ہر و تھنہ میں بھی باب غضب عقیدہ عشمن میں موجود ہے (اذا مدح الفاسق غضب الرب) کیا علامہ کے نزدیک امیر معاویہ کی تعریف کرنے والے اس عدید میں نہیں اور ان کے نزدیک اسی باب غضب عقیدہ عشمن کی دوسری عبارت ”اذکر الفاسق بما فيه يحمله الناس“ سے امیر معاویہ کے معماکب کا بیان کرنا ضروری نہیں ہو جاتا اگر امیر معاویہ کو خود علامہ شعبی کی پیش کردہ عبارت کے معیار پر بھی رکھا جائے تو بھی وہ شخص جو امیر معاویہ کے میوب بیان کرے شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت سے قابل ستائش اور تعریف ہاتھ ہوتا ہے اور ان کی (امیر معاویہ کی) تعریف کرنے والا حدیث صحیح کی دعید کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

میں اسے میں علامہ نے ایک بڑا شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتویٰ کا پیش کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے شام والوں (معاویہ) کی بخاوت کے متعلق لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا وہ مشرک ہیں آپ نے فرمایا کہ مشرک سے دور ہیں پھر پوچھا کہ کیا منافق ہیں آپ نے فرمایا کہ منافق تو اللہ کی یاد کم کرتے ہیں پھر پوچھا کہ ان لوگوں کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اور ان کے لئے کیا کہنا چاہئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارے بھائی ہیں ہم سے باشی ہو گئے ہیں اور ص ۲۷ پر اپنی رائے کی صحیت کو ان الفاظ میں بیس کیا ہے ”جیسا کہ میں نے عرض کیا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ سلک شرعاً یعنی بالاض و مکر علامہ کی یہ رائے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب خطائے احتیاجی کے قائل تھے گی ہے علماء درود کو تو تحریف و تدبیس و تلبیس ہر چیز کا مجرم قرار دیا کرتے ہیں مگر ان کو ایک بڑا عبارت سے ایسا نبیہ کلتے ہوئے (انکی صورت میں کہ بقیہ عبارت ان کے تھا خلاف حقیقی) شرم بھی نہ آئی کیا وہ افترا کی کوئی مثال اس سے زیادہ شرم ہاں کی پیش کر سکتے ہیں کیا ان کے خردیک ایمان داری اور دیانت اسی کو کہتے ہیں کہ عبارت کا ایک بڑا عبارت ہو سکے لے لیا جائے اور بقیہ بڑا خلاف ہونے کی وجہ سے اس طرح حکم دیا جائے کہ گویا اس کا وجود نہیں میں ناظرین کے سامنے شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ کی پوری عبارت پیش کئے دیتا ہوں کہ انھیں بھی ایک مدینی صداقت کا معیار صدق معلوم ہو جائے۔

سوال: ”در بعض کتب مرقوم است کہ بعضی صحابہ از عشرہ مبشرہ در نماز جمعہ حاضر یو دند و مروان ضر عطیہ سب حضرت علیؓ کرد صحابہ مذکور عقب ان نماز خواندند و حکم تکفیر او نہ

کردند مگر از سبّ حضرت علی الیه شدت تشیع بر مروان کردند عجب است که آهات علم و علماء کفر است چنانچه در اشاء النظائر موجود است پس این چنین آهات صحابی اجل چرا کفر نباشد توجیه آن چیست و سبّ شیخین کفر است و سبّ حضرت علی چرا کفر نباشد ترجیح بلا مرجع چیست حالانکه بزرگی و علو مرتبت در همه متواتر المعنی است پس تحقیق در این امر چیست؟

جواب: "حضرت ختنین" سب کشند گان خود را حکم به کفر فرموده اند اما حضرت عثمان پس در مشکوّة موجود است که هر گا ... خار جیان ایشان را معمصور کردند اما امامی از طرف خود در مسجد نبوی نصب کردند و ان ملعون سب حضرت عثمان می نمود مردم از حضرت پرسیدند پس احجاز دادند که همراه آن متبع نماز گزارند و اگر حکم بکفر می نمودند نماز چگونه ادا میشد اما حضرت علی پس دار قطنی و دیگر کتب حدیث مروی است که از حضرت علی حال بقاوت شامی پرسیده بودند "امشو كوهم قال من الشرك هو" (۱) باز پرسیدند "آهنا فقوهم" فرمودند "انَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَدْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا لَلَّيْلًا" باز پرسیدند که در حق آنها چه اعتقاد باید کرد و چه باید گفت فرمودند "اخواننا بطور علينا" (۲) یعنی مسلمانان اند که مرتکب کبیره و بدعت شده اند لهذا بمقتضای فرموده چتنین قدماء اهل سنت سبّ چتنین را بدعت و فسق نوشته اند لیکن بدعت و فسق عظیم بخلاف سبّ شیخین که در آن این قسم آثار وارد و نشله اند پس حکم

(۱) کیا که شرک ہی و لائک فلما کریک سے وہ بھاگے۔

(۲) اے یا ای چنون نئم سے بنادت گی۔

مکفر نمودن سائب ختنین از قبیل استحسان بالا تو است که بخلاف قیاس بعمل آورده و الا قیاس تقاضا می کند که سب هر همه این هم کفر باشد و هو اختیار متاخری المحققین زیرا که بزرگی و علّه مرتبت بر همه متواتر المعنی است و از ضروریات دین و اگر کسی را شبیه بظاهر رسید که ختنین چرا سائب خود را حکم به کفر نه کردند یا وجود قیاس و قیام ادله صحیحه بر وجود تعظیم اینها گوییم و جهش آنست که حضرات ختنین بنا بر احتیاط در تکفیر مسلمان شبهات آن ملاعین اعتبار نمودند باین جهت در مقام شبیه از حکم کفر آنها احتیاط فرمودند سبحان الله این مرتبه احتیاط در دین است که از حضرات ختنین بوقوع آمده اما متاخرین اهلستت چون دیدند که حالا آن شبهات بالکلیة زائل گردیده و حق از باطل معیز گشته تهتهای آن ملاعین بی اصل بر آمده و بعد از تبع در احادیث صحیحه دریافت شده که حناب رسالتاًب صلی الله علیه وسلم با متکران حضرات ختنین معامله کنمار فرموده اند اما در حق حضرت عثمان "الله کان یبغض عثمان فابغضه الله(۱)" و اما در حق متکران حضرت علی پس از آن جهت که در احادیث صحیحه وارد است که حب علی آیة الایمان و بغض علی آیة النفاق و نیز وارد است "لا یحبک الا مزمن و لا یبغضک الا منافق" و نیز وارد است "اللهم وال من والا و عاد من عاده" ناجار حکم بتکفیر سایت ختنین نمودند "وهو المذهب المنصور المفتی به فی زماننا"

جو مبارت کشی نے او پر کچھ بے اس سے ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو گیا یوگا کہ "اخواننا ایقک" و "حضرت علیان" سے بغرض رکھنا تھا اس سے بغرض رکھتا ہے۔

بفوا علينا" سے امیر معاویہ کی بخواتت کو خطاء اجتہادی ثابت کرنا صریح مذالت پر ہے اسلئے کہ جس شہید کا فائدہ جناب امیر نے تبھیں امیر معاویہ کو دیا تھا جب وہ باتی نہیں رہا۔

"حالا آن شبہات بالکلیہ زائل گردیدہ و حق از باطل معزز گشته و

تمہتھائی آن ملاعین بی اصل بر آمدہ"

تو اس ارشاد سے کوئی نتیجہ تبھیں امیر معاویہ کے موافق نہیں تھا لہا جا سکتا اور شاہ صاحب کا حقیقی ملک "اخواننا بفوا علينا" کے بجائے سب این فہمہ کفر باشد و هو المنعوب المنصور المفتری به فی زماننا کے الفاظ موجود ہیں۔

ای صفحہ میں پچھے سطروں کے بعد علامہ نے پھر حضرت محمدؐ کے مکتب پر استدال فرمایا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امیر معاویہ کی بخواتت الحسد و الجماعت کے نزدیک خطاء اجتہادی تھی کاش علامہ اس مکتب کی خلافت پر غور فرمائیج تو ان کو یہ پڑھ جلتا کہ اس مکتب سے خطاء اجتہادی ثابت ہونے کے بجائے تحریف کا ثبوت البتہ ایک حد تک ملتا ہے اسلئے کہ مکتب کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ شارح موافق نے الفاظ "اصحاب ما" استعمال کی تھے جس سے کھلا ہوا نتیجہ یہ لٹکتا تھا کہ شارح موافق کے مدھب و ملک (الحسد و الجماعت) کے لوگ ان کی خطاء اجتہادی تھے ہونے کے قائل تھے کیا علامہ کے نزدیک حضرت محمدؐ اتنی صاف عذرت کا مفہوم بھیتھے قاصر تھے کہ انھیں یہ سوال کرنا پڑا کہ "مراد از اصحاب کدام گروہ را داشتہ باشد" شارح موافق کا الحسد و الجماعت میں سے ہونا تو کبھی ممتاز نہیں رہا تھا ایسی صورت میں حضرت محمدؐ اگر شارح موافق کے راستے کے موافق تھی تو صاف اور صریح الفاظ میں شارح موافق کے اس تحریر کی تردید کرتے اور ایسا سوال مرتب نہ کرتے کہ جس کی شارح موافق کی تحریر میں کوئی مخالف تھی۔

من ۲۷ تا ۳۷ تک علامہ نے حضرت مؤلف کو ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قادر قدس برہانی و حضرت مولانا شاہ قیمی علی قادر قدس برہانی کی کتابوں یعنی شہادت نامہ و درود الازہر کے حوالہ سے اس بات کا یقین دلانا چاہا ہے کہ ملک تھیں یہی ہے کہ امیر معاویہ کی یہ بخواتت

خطاء احتجادی ہے۔

میں ناظرین کے سامنے ان کتابوں کی وہ عبارت، جس کا خواہ علامہ نے دیا ہے معدود ہے جو عبارت
ماقلہ پیش کئے دیا ہوں تاکہ ناظرین علامہ کی صداقت کی ایک اور مثال دیکھ لیں اور یہ سمجھ لیں کہ
اگر کسی کی عبارت سے اپنے موافق مطلب تھا انا ہوتا تو اسکی کاشتھاپت کس طرح کیجاں ہے۔

ظاہر ہو کہ شہادت نامہ کی عبارت سے کس طرح ناجائز فائدہ اخلاقی کی کوشش کی گئی ہے ٹالی
الذکر بزرگ خدا انہیں جنت فیصلہ کرے اپنی شور کتاب (شہادت نامہ) میں تحریر فرماتے ہیں ”اوہ یہ
حدیث دلالت کرتی ہے کہ دو لوگ فرقہ داخل ملت اسلام ہیں گو ایک برخلاف خطاء احتجادی ناچن پر تھا (س
۵۲) شہادت نامہ حافظ شاہ علی اور فکردردنی بردار والد ماجد صفت عالم“) جو اسی طرح ناظرین بھی سمجھے
ہو گئے کہ بحث پر نکل جگھ صحن کا خطاء احتجادی ہونا اور دو ہوئے اسلئے شہادت نامہ کی جو عبارت
علامہ نے پیش کی ہے وہ اسی جگہ صحن سے متعلق ہو گئی تفہیت یہ ہوا کہ عذر کی صداقت کا بھی کوئی اس
درجہ لیکن ہو گیا ہے کہ ان کی وقیع تحریر میں پر کذب معلوم ہی نہیں ہوئی تو یہ طبیعت اس کی مثالیں رہتی
ہے کہ کبھی سے اور کچھ مودا کشمکش کے پھنسی کو پھوڑ دینا نے میں علامہ کوہہ دہو پنجاہیں اسلئے فوراً خہادت
نامہ کالا اور علامہ کی تائید کی وہیں میں ۵۲ پر صادر ع کیا مگر افسوس کہ وہاں یہ عبارت اس مقابلہ کے
متخلق لکھی تھی پڑی کہ جناب امیر کے وصال کے بعد حضرت امام حسن اور امیر معاویہ میں ہوا تھا اور
حدیث جس کی طرف علامہ نے ”یہ حدیث کے الفاظ“ سے اشارہ فرمایا ہے وہ حدیث تھی کہ جس میں
آنحضرت اسی صلح کی طرف ہاں الفاظ ارشاد فرمایا ہے حدیث:

اہمی ہے سید ولعل اللہ ان يصلح به میر ایلہ کا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ صلح
کرن ٹھنین عظیمین من المسلمين کر اسے اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے
دو بڑے گروہ کے درمیان

ویکھنا چاہئے کہ علامہ کا انکسار (دوسرے لوگوں کی تحریر اور اقوال سے اپنی تائید کرنا) انکو کیاں
پہنچاتا ہے جتنا ان کو کیا ضرورت تھی کہ کسی کتاب کا خواہیں اور اگر خواہ بنا فرض تھا تو کسی اسی
کتاب کا خواہیں ہے جس کا وجود ہے ہوتا کہ لوگ مقابلہ سے علامہ کی تحریر کے کذب کا پہنچہ باسکتے

شہادت نامہ کے حوالہ میں جس کا ملٹا شوارنگیں یہ کاث چھانت کرنے کی علامہ کو معلوم نہیں کس عقل
جسم نے صلاح دی میں علامہ سے اس موقع پر یہ سوال کر کے کہ کیا راتی و صداقت اسی چیز کا نام
ہے علامہ کو تکلیف دینا پسند نہیں رہتا اسلئے کہ یہ احساس کہ پہلے گئے اور بڑی طرح خود منفصل اور
شرمندہ کرنے کیلئے کافی ہے ہاں احساس شرط ہے۔

بھوکا میں ہے کہ نظریں بھی علامہ کو ان کی اس بدو بیانی پر کوئی الزام نہیں گئے اور کتاب روشن الازم
کے حوالہ کی طرف اپنی آوجہ مبذول کر کر اسی کے علامہ نے اس بحث (یعنی بخات امیر معاویہ کا خطاۃ اجتہادی
ہوا) کے متعلق روشن الازم ہر کم کچھ صفات بھی اس ۲۸۶ صفحہ پر بھی اسدال لغہ مانا گواہ افریما یا ہے کہ کافی
ہے کہ اس موقع پر انہوں نے کیا تر کب احتیار کی ہے علامہ نے جن صفات روشن الازم ہر کا حوالہ دیا ہے ان کو بھی
 تمام و کمال پڑھتے کی زحمت نہیں انہوں نے گوارا انہیں قریبی ان کو اس امر کیلئے سندھیں کرنے کی ضرورت دیتی
کہ صحابہ کو دوست رکھنا اور ان حجاجب کو کہ جن سے اور حضرت علی سے اتفاق ہی جگ کی تو بتا آئی تھیں و تو قریب
کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے یہ وہ حقیقت ہے کہ جس پر روشن الازم ہر تو خیر خود علامہ کے مقولہ کو بھی مانتے
ہیں ہمیں ہر ذرائعی خور طلب مسئلہ فی امیر معاویہ کا ہے اگر حضرت علی اسن الاتخاب امیر معاویہ کی جملات
قدور کے قائل ہوتے اور اس پر بھی ان کے متعلق کوئی نہ سزا کل جو حقیقی ہے حقیقت و واقعات نہ ہوتا استعمال کرتے تو
ایشتان کو بجا طور پر یہ حقیقی تھا کہ وہ اس امیر کی یاد وہی کرتے کہ حجاجب رسول کے متعلق روشن الازم ہر میں اس طرز
مغل کی ہدایت کی گئی ہے جب اختلاف خواہ امیر معاویہ کی صحابیت میں ہے تو پہلا فرض علامہ کا یہ ہے کہ وہ حکوم کو
اس امر میں قائل کر دیں کہ امیر معاویہ کا صحابی رسول ہونا گزر ہے اور انھیں ایمان ہا لقب کی جائیں جو وہ صحابی
کی تعمیر کا اصلی جو ہے نصیب ہوئی تھی جب ایسی کسی عمارت کے وہی سے خائف کرنے کی تکلیف کریں
انھیں صفات میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا وہ مقولہ بھی موجود ہے جس میں انہوں نے جگ مصنفوں کو
تبلیغ نہ فسانیت و تھسب قرار دیا ہے اور انھیں صفات میں بلا محروم کاشانی کا یہ مقولہ بھی موجود ہے۔

"وَإِمَّا مُشَاهِدَةٍ أَعْتَدَهُ اعْتِقَادٌ كَبِيمٌ كَهْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَمَعَاوِيَهِ

اعْتِقَادٌ اعْتَدَهُ اعْتِقَادٌ كَبِيمٌ كَهْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ در اجتہاد خلافت محق و

صَبِيبٌ بُوْدَ" یعنی بالفاظ دیگر بقول صاحب ترجمہ عوارف امیر

معاویہ مخطوٰ و مذکوب و مبعل و غیر مبت Hwyen.

ائمهٗ محدثین میں تو سیف اصلوں اور علامہ روز بہان کی وہ عبارت بھی موجود ہے جس سے امیر معاویہ کی جگہ کے شخص اور عداوت پر بھی ہونے کا ثبوت ملتا ہے ان چیزوں کو علامہ نے کہوں ترک فرمادیا میرے خلاف تو وہ روضِ الازہر کو جب علی کام میں لاستہ ہیں جب دہا امیر معاویہ کی صحابیت کا ثبوت دیں مگر خود ان کے خلاف تو وہ صہاریں جن کا میں نے اپر حوالہ دیا ہے قطعاً باہم کسی ثلیل و قال کے استعمال کی جاسکتی ہیں علامہ نے روضِ الازہر کے میں مسحات بھی ملاحظہ فرمائے اور دیگر علماء کی تصانیف دیکھنے کا بھی دعویٰ ہے انھوں نے اس امر کو کیوں بخلاف دیا کہ ان علماء نے بھی جن کی تحریر پر انکو استدال ہے جب امیر معاویہ کا ذکر کیا ہے تو عبارت سے صاف یہ تبہی پیدا کیا ہے کہ امیر معاویہ مختلط و مظلوم تھے اور اس کے بعد اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی ہے مگر وہ صحابی رسول تھے اس لئے انھیں کچھ کہنا نہیں چاہئے۔ مل ۵۴ کی ابتداء علامہ نے ایک پر لطف سوال سے کی ہے فرماتے ہیں ”اور پھر یہ کہ کیا حقیقت و تقدیر ای کو کہتے ہیں کہ قول مر جو ح اختیار کر کے حد تھے صحیح کا خلاف کیا جائے؟“ معلوم نہیں قول مر جو ح اور حد تھے صحیح کے الفاظ میں کس طرف اشارہ کیا گیا ہے اگر صاف فرمائے تو یہ تھا مگر بحث چونکہ امیر معاویہ کی بنا و انتادی ہونا یاد ہوتا ہے اور وہ اس سے قبل شہادت نامہ کی عبارت سے اس پر استدال بھی کر چکے ہیں اس لئے میں اس عبارت سے یہ مطلب نکالنے پر بجور ہوں کہ قول مر جو ح سے علامہ نے غالباً ان لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو امیر معاویہ کی اس خطاب کو خطاب مختار کہتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک قول مر جو ح اسی کو کہتے ہیں کہ جس پر ایک کثیر تعدد اور عالم علماء مسلمین کی مشق ہو رہی کیا ان کے نزدیک دہاندی سے حقیقت و تقدیر میں انقلاب ہوتا ممکن ہے۔ علامہ تو پھر فرماتے ہیں کہ قائل خطاب مختار ہونا قول مر جو ح اختیار کرتا ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شیدا علی گلکشیں کی تحریر ثابت کرتی ہے کہ جو لوگ خطاب اجتہادی کے قالیں ہیں ان کا قول قول مر جو ح ہے۔

”اہلسنت قاطیبۃ الجماع دارند بر ان کہ معاویہ بن ابی سفیان از ابتدائی

۔ امامت حضرت حناب امیر لغایت تفویض، حضرت امام حسنؑ یہ او از

بغافت یوں“ (عقیدۃ ششم باب هفتم)

"صاحب تحدیہ خطاب اجتہادی متنزعہ نہ وہ افسق گفت" (ایضاً نطافۃ المقال ص ۲۵۴)

"اکثر اعظم علمائی اہلسنت ہر گز قائل خطابی اجتہادی نیست بلکہ

مرنکب کبیرہ میدانند و کسانی کہ قائل ہے خطابی اجتہادی شادہ اند

"مذهب شان نزد صاحب تحدیہ و دیگر محققین اہلسنت مرجوح است"

(ایضاً نطافۃ المقال ص ۱۹۷)

اب جہوں عالم نے خود ہی قائم کیا تھا وہ ان کی خدمت میں جواب کیلئے بیٹیں ہے یعنی کیا حقیقیں و تقدیر اسی کو کہتے ہیں کہ قول مر جو ح اختیار کیا جائے۔ حدیث سیمھ سے غالباً علامہ کی مراد وہی حدیث ہے جو شبادت نامہ میں اس پر درج ہے کہ "ابنی هذا سید و لعل الله ان يصلح به میں فتنین عظیمین من المسلمين" اس کے متعلق میں تفصیل سے بحوالہ عبارت شبادت نامہ کی چکا ہوں کہ اس کا کوئی تعلق جنگ صلح میں سے نہیں غالباً علامہ اسے بھی حقیقیں و تقدیر کے نام سے سہوم کرتے ہوں گے کہ حدیث کسی اور واقعہ سے متعلق ہوا اور اس کو دوسرے واقعے سے متعلق کردیا جائے علامہ کے یہاں خلاف واقعہ بات کو بیان کرنا بھی معیار دیانت ہے۔

ای ملجم میں آئے ہو گر علامہ یوں رقم طراز ہیں۔ "اس کے طور تھرا اگر خطاء مکر میں غزوہ بال اللہ حضرت امیر معاویہ بن خلاد ہو گئے تھے تھے بھی ان کو بدکار پر معاویہ فاجر شریانی کہنا یہ کس حدیث میں لایا ہے کس کتاب میں ہے کس سنی حدیث اور عالم نے روک رکھا ہے حال تو ہیں"۔ علامہ نے بالغاء دیگر نفر ملیا ہے کہ حضرت مولف نے امیر مجاویہ کو بدکار پر معاویہ فاجر شریانی بتایا ہے مگر علامہ نے یہ کہیں نہیں بتایا کہ حضرت مولف نے امیر معاویہ کے متعلق یہ الفاظ (بدکار فاجر وغیرہ) احسن الاتخاب کے۔ صفحہ و سطر میں استعمال کئے ہیں ہال یہ بات دوسری ہے کہ علامہ خود امیر معاویہ کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور احسن الاتخاب کے کسی لفظ کے معنی انہوں نے اپنے خیالات کو چھوڑے یہ پیدا کرنے ہوں اس کے لئے وہ اگر الزام وے سکھتے ہیں تو اپنے خیالات کو دوسرے کو خواہ تجوہ اپنے خیالات کی وجہ سے مطعون کرنا کوئی صداقت ہے۔ علامہ نے اسی عبارت میں یہ بھی درخواست کی ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کے لئے ان کو مند تاوی جائے مجھ کو اگلی خاطر بہر حال منثور ہے مند میں بتائے دیتا ہوں اب اگر وہ چاہیں تو بلا کسی تردود کے انہیں

ذلتاڑ کو امیر مجاہد کے حقوق استعمال کر سکتے ہیں

عصیت:- "ظاهر حال وائی شام و عمروین العاص و اتباع شان
باعتبار رسوخ شبیهات واهیہ بخواطر شان مشعر بر معادۃ وبحکم
حدیث عاد من عاده مورد آفات است عصیان شان نزد ما از مسلمات
(المضاجع لقطۃۃ المقال ص ۱۸۱)

فسق:- "و محراریہ ایشان از راه شامت نفس و حب جادہ مالز راه تاولیل
با طل و شبہ فاسد فسق عملی یا فسق اعتقادی است" (تحفہ باب
دراز دهم در تولار نیرا)

شراب:- "حدتنا عبد الله حدثی ابی حدتنا زیال الحجاب حدثی
عبد الله ابن بریدہ قال دخلت انا و ابی علی معاویہ فاجلسنا علی
الفرش ثم آتبنا بالطعام فلما کننا ثم آتبنا بالشراب فشرب معاویہ ثم
ناول ابی تم قال ما شربته متن حرمۃ رسول الله صلعم اللخ" (مسند احمد بن خبل)

اب قاسم کو ان القاذ کے استعمال میں باک و کرنا پایہ اس لئے کتاب حدیث و کتاب
سنی حدیث اور عالم کی سند ایسے پاس موجود ہے ان سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا یہ پہلواب کمزور
ہو گیا حدیث کی اگر ضرورت ہو تو مسئلہ امام احمد ضبل موجود ہے کہاں میں وہ تحفہ و الپاراج لاطلاق
القال ایسی معتبر کتابوں کا حوالہ دے سکتے ہیں حدیث اور عالم کی اگر ضرورت ہو تو امام احمد ان ضبل
اور شاہ عبدالعزیز ریاضی صاحب اور رشید علی حکیم کے آتوال ان کے پاس ہیں۔

آگے بڑھ کر انہوں نے اپنی پرانی ترکیب کے موافق پھر ناظرین کے نہایت احسانات سے
نکھلیا کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "اگر معاویہ کی خطائے مکر تھی تو ان حجاہی کی جو آپ کی محیت میں
تھے خواہ بھول آپ کے وہ یئے درج کے صحابی کیوں نہ ہوں یا یہ سب صحابہ کے ذمہ سے خارج
کر دیئے جائیں گے" یعنی پہ القاذ ایگر یہ ایسکی دلکشی ہے کہ دیکھنے امیر معاویہ کی خطائے مکر و احتیادی
ہاں پہنچنے ورنہ آپ کو اور صحابہ کے مغلوق بھی جوان کی محیت میں تھے جیسی کہنا پڑے گا کہ وہ بھی
مرکب خطائے مکر ہوئے علامہ کوہی وہکی دینے سے قبل یہ سرنا چاہئے تھا کہ ان حضرات کے نام

بھی لکھ دیتے کہ جن کے طفیل میں وہ لوگوں سے اس امر کے متین ہیں کہ امیر معاویہ کی بغاوت کو خطائے اجتہادی مان لیں۔ اگر میں ان میں سے کسی کے متعلق اس امر کا مقرر ہو تو اس شخص سے خطائے مکر کا صدر و مرکن نہیں تھے بلامساً اگر یہ کہتے تو ایک حد تک بجا ہوتا۔ وہ اب بھی اگر بھروس نہیں تو مسلمانوں کے جانشین ہیں تھے کہ جو ایسے صحابہ (بوقول علامہ) کی بنا پر جاسکتے ہیں تو اُنہیں بھی یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کچھ لوگ وہ ہیں جن کو مسلمین فتح مکہ اور مؤلفۃ القلوب کے نام سے عناء نے موسوم کیا ہے اور کچھ اسکی ہیں کہ جن کی معاہدیت سے علماء کو انکار ہے مغل جلالات وہ اگر چاہیں تو کتب سرداشتہ المرجال میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ علمانے غالباً ان والائیں پر نظر نہیں ڈالی جو علماء نے اس مسئلہ میں پہلوں کے ہیں ورتہ وہیں بیکار ایکل کر کے تشقیح اور قاتمه کرتے۔

تمی اس کے کہ معاویہ کے اصراری اور قبیلين بھی وہیں لائے جائیں جہاں امیر معاویہ ہیں اس بات کا ثابت کرنا ضروری ہے کہ امیر معاویہ اور ان کے ہمراہیوں اور قبیلين کی نیت واحد تھی یعنی امیر معاویہ کی طرح وہ لوگ بھی جناب امیر سے خلافت کیلئے بر سر پکار رہے جب تک ان کے متعلق اس امر کا ثبوت نہ ہواں وقت تک ان کی اور امیر معاویہ کی حیثیت تحدی نہیں ہو سکتی اور وہ ان سب کے احکام یکساں ہو سکتے ہیں۔ علماء نے امیر معاویہ سے متعلق بغاوت کا فتویٰ حضرت عمار اہن یا سرگی شہزاد کی بنی پوریا ہے جس کی تاویل امیر معاویہ نے انگ کی تھی کہ جو کسی مسلمان سے ملنکن نہیں اس حدیث سے واقعیت کا ثبوت حیثیاً امیر معاویہ کی بغاوت کا فتویٰ ہے میں اس سے قبل لکھ چکا ہوں کہ امیر معاویہ کے قبیلين کی کثیر تعداد امیر معاویہ کی کوششیں کی بدولت جناب امیر کو شہادت حضرت عثمان میں تحریم کیتھی تھے اور اس تمام جماعت کی واحد غرض طلب قصاص ہو سکتی ہے جس کو طلب خلافت سے کوئی قلع لئی نہیں۔ ان میں سے شاید وہی چارا یہی ہوں کہ جن کو حضرت عمار اہن یا سرگی شہزاد اور امیر معاویہ کی تاویل کا علم ہو گا اسلئے بجز امیر معاویہ کو خطائے مکر کا مجرم آرہ دینے سے ان کے تمام قبیلیں اور اصراری اور سرکب خطائے مکر نہیں کہے جاسکتے اور اسی بناء پر شاہ عبد العزیز صاحب نے بقیہ اہلیان صفين کی خطائے مکر کو لئی مانا ہے (تحفہ)

دوسری چیز اسی مسئلہ میں قائل فوریہ ہے کہ اگر امیر معاویہ کے ساتھ جو صحابی تھے ان کی اور امیر معاویہ کی نیت اغراض بحث کیلئے تحدیمان بھی لیجائے تو بھی کوئی تفصیل واقع ہوتا ہے یا نہیں۔

صحابہ کے متعلق بیلست و اجماعت اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ وہ مقصود تھے البتا ان عقیم الشان صحابہ کو جن کے خلاف دستا قب و اور ان کی حد کو یہ وحی پہنچے ہیں محفوظ ان اخلاق اکھنما ضرور ایک مسلمان کا شعار ہے۔ کل صحابہ کو خطاب سے محفوظ سمجھا بذریعات اور سلف صالحین کے معتقدات کے خلاف ہے مطلقاً ابن ابا شعیب اور حسان ابن ثابت کا ذوق حضرت عائشہؓ میں نزدیک ہونا حاجب این ای ملتبس کا آنحضرت صلیم کا راز افشا کرنا۔ ولید ابن عقبہ این ای ملتبس دایروں میں ناگنجان کا شراب پینا، ماخر این مالک اہلی کا مرکب زنا ہونا احتکم این قیس کندی کا منع رکوہ کرنا مسلسل ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک ایں لوگوں کی یہ لغوشیں غصہ اس وجہ سے کہ یہ حضرات صحابی رسول تھے بجائے خطا کرنے کے خلاف وہ تھاری الفاظ سے یاد کئے جانے کے قابل ہیں اور ان کے نزدیک محل صحابیت ہر خطاب کو خطاب وہ تھاری بنا نے کے لئے کافی ہے۔ اگر ان حضرات سے معصیت کا صدور نہیں ہے تو ان صحابہ سے بھی خطاب ملکر کا ہونا ممکن ہے کہ جو امیر معاویہ کے ہمراہ تھا اور ان کا پیغمبر اُنہیں کہ اور وہ مگر صحابہ کو بھی مرکب خطا ملکر مانا پڑے گا زبیہ حیثیت سے کسی توجیہ کے قابل نہیں اور نہ صرف اس وجہ سے حضرت مولف کی تحریر پر نکوچی بھی کجا سکتی ہے۔

آگے چل کر علامہ اپنے نڈیہ ایک کاش کا آخری تیر پول استعمال فرمایا ہے کہ ”یہ سب صحابہ کے ذمہ سے خارج کر دیئے جائیں گے“ کیا علامہ کے نزدیک مطلقاً ابن ابا شرحان این ثابت حاجب این ای ملتبس ولید این عقبہ این ای ملتبس دایروں میں ناگنجان مالک اہلی و خیر این لغوشیوں کی وجہ سے صحابیت کی شرف سے بھی محروم ہو گئے غالباً اس کو وہ بھی مان لیں گے کہ ایسا نہیں ہوا اور حسان این ثابت و حاجب این ای ملتبس وغیرہ کا شمار بہتر نہ گروہ صحابہ میں ہے پھر ان کے پاس وہ کوئی خاص نہیں دیں ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اس امر کے بندی ہیں کہ وہ صحابی مخصوص نے امیر معاویہ کی طرفداری جگہ صفين میں کی تھی اپنی اس خطاب کی وجہ سے صحابیت کے شرف سے بھی محروم ہو گئے۔

امیر معاویہ کے متعلق علام اس امر کو بار بار بھول جاتے ہیں کہ صرف جگہ صفين ہی کی بنا پر امیر معاویہ کے ایمان بالقلب سے انکا نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے تمام افعال افغانی ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ جن سے بھر انکار اور کوئی چارہ کا ربانی نہیں رہتا۔ کہ علامہ کے نزدیک دیگر صحابی بھی امیر

معاویہ بنی کی طرح تمام زندگی الہمہار کی تھی کی پر آمادہ رہے اور سب جناب امیر مکرانا نصب اُمن سمجھتے رہے۔ کیا دیگر صحابہ نے بھی امیر معاویہ کی طرح جھوٹ بولنا از ہر دو ادا اپنا شعار زندگی ہایا تھا۔ اگر یہ صورتیں وہ ان صحابہ کے متعلق بھی ثابت کر سکتے ہوں تو پھر ان کو خصیار ہے وہ شوق سے ان لوگوں کو بھی امیر معاویہ کی جگہ پر لے آئیں گے جو شدت سے قتل ان لوگوں کی حالت اور امیر معاویہ کی حالت کا فرق ہر ہاظر نہ رکھیں اس بات کی کافی دلیل ہے کہ امیر معاویہ اور موان لوگوں پر ایک عی خصم نہیں لگایا جاسکا۔ تمثیلاً حضرت امام حسنؑ کے واقعہ شہادت کو چیز کیا ہے اس واقعہ کا ہتنا تعقیل امیر معاویہ کی ذات سے ہے اس کو میں اور پر لکھ چکا ہوں اس وقت میں بحث کیلئے اس بات کو تسلیم کئے لیتا ہوں کہ حضرت امام حسنؑ کو زہر امیر معاویہ کے حکم اور ایمان سے نہیں دیا گی مگر اس سے تو علامہ کوئی اختلاف نہ ہوگا کہ واقعہ شہادت ان کی دو رسموں میں پیش آیا تھا اور مروان نے جدید بنت اشھد کو پہاڑ کیلئے انھیں کے پاس بھیجا تھا (اس سے جو کچھ نتیجہ لکھا ہے اس کو میں تی الوقت پیش نہیں کرتا) امیر معاویہ کا اس معاملہ میں کوئی تفصیل نہ کرنا اور مروان اور جدید بنت للاشھد کو کوئی سزا کسی قسم کی نہ دینا کم از کم اس امر کی تو دلیل ضرور ہے کہ وہ اس شہادت پر مطمئن و خوش ہوئے اور ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ اس واقعہ سے کوئی فائدہ اخلاقی والام موجود نہیں۔ حق علامہ کے نزدیک یہ امر سلمہ ہے کہ قائل وامر دراضی پر قتل ریحانۃ رسول اللہ الافتراق ملعون ہے (لطاحہ و العیان للخلافۃ القالیہ ۱۸۹)

جہاں رشیدا حکمیں لکھتے ہیں۔

”کے قاتل وامرین راضی ہے قتل ریحانۃ رسول نزد اعلیٰست الاعتقاد ملعون است“

کیا وہ یہ لکھتے پر تیار ہیں کہ اور دیگر صحابہ بھی جو امیر معاویہ کے ساتھ جگہ صحنی میں شریک تھے صرف شریکت کی وجہ سے امیر معاویہ کے ہر خلیل زندگی کے خواہ جو امیر شریک سمجھے جائیں گے اور ان کے متعلق بھی کہ نتیجہ لالا جائے گا کہ وہ بھی حضرت امام علیہ السلام کی شہادت کی خوشی میں امیر معاویہ کے شریک تھے اور زہر بھی معاویہ کی طرح رشیدا حکمیں کے قدرات کا استعمال ہو سکتا ہے اگر ان کے نزدیک اس دلیل میں علم موجود ہے تو پھر امیر معاویہ کی محابیت کے انکار سے اور لوگوں

کی صحابت کا انکار کس دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے۔

ای مخدوم میں علامہ نے بچرا ایک سوال کے ساتھ وہی فرمائی اجڑ کر دی فرماتے ہیں "معلوم نہیں حضرت علام اس جماعت صحابہ کی شان میں کیا فرمائیں گے جو جامین (علیٰ معاویہ) میں سے کسی طرف نہیں بلکہ موقن تھی اگر امیر معاویہ کی یہ خطاہ منکر تھی تو مکمل کو دیکھ کر صحابہ کا موقن یعنی چرکیا ان صحابہ نے حدیث نبوی نہیں کی تھی "من رآی منکم منکر الخ"

میں سوال کے پہلے حصہ کیلئے اگلی توجیہ بھر شاہ عبدالعزیز صاحب کے تواریخی کی طرف مبذول کرنا ہوں جہاں انھوں نے خود جناب امیر کا ارشاد اس کے سعفی درج فرمایا ہے میری قاتم کروہ حیثیت میں انکو منکن ہے کہ کوئی شبیہا ہوگر جناب امیر نے جو وحیت موقنین کی قائم فرمائی ہے اس کو تو غالباً وہ بھی قبول فرمائیں گے۔

"حضرت سعد ابن ابی وقاص و محمد بن مسلمہ و اسامہ بن زید و عبد اللہ بن عمر و دیگر جمیع از متور عنین صحابہ در جنگ اهل اسلام با حضرت امیر بنہار کما ل احتیاط شریک نشدند و حضرت امیر نبز آنها را ملعون داشتند و در حق ایشان غرمودند کہ ہولاء قتلدوا عن الباطل و لم يقوموا مع الحق الخ (۱)" (قادری عربی جلد اول ص ۲۶)

سوال کے آخر حصہ میں حجۃ علامہ نے امیر معاویہ کی بغاوت کو خطواۃ اجتہادی ثابت کرنے کی کوشش اس پرده میں کی ہے کہ سربری نظر سے دیکھئے والا یہ سمجھے کہ موقنین کو صرف حق صحابہ ثابت کرنے کو کوشش ہے گرنتیج جس کی طرف وہ ناظرین کو لجاانا چاہتے ہیں وہ سیکھے کہ جگہ موقنین واقعیاتی مختار اجتہادی تھی اس لئے موقنین نے کوئی کوشش اس کو روشن کی نہیں کی۔

اسکے علامہ سے میں یہ پوچھتا چاہتا ہوں کہ جگہ موقنین کو بغاوت مان لینے کے بعد موقنین صحابہ کو کیا کرنا چاہئے تھا اسکے نزدیک امیر معاویہ ان نہیں سے کسی کے قابو کے تھے اگر امیر معاویہ پر ان حضرات کا کوئی اختیار نہ تھا تو علامہ کی پیش کردہ حدیث کی شرط اول و دوسری کا اطلاق موقنین پر نہیں ہوتا بلکہ صرف شرط سوم یا قی رہن تھی اور اسی پر ان حضرات نے عمل کیا علامہ نے ایسا لکھا ہے جو شے اور حق کا ساتھ : دیکھ

وں سلسلہ میں ان متوفین کے اقوال کیوں بھلا دیا جس سے امیر معاویہ کی بغاوت کا مسئلہ صاف ہو جاتا ہے انہیں متوفین کے اقوال معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن سے ان کی ندادت اور عدم شرکت پر الہام حضرت کا پتہ چلا ہے میں وہ ایک حضرات کے مقول بیہان لکھے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ یہ حضرات امیر معاویہ کو کیا سمجھتے تھے۔

حضرت ابن عمر "عبداللہ بن عصیب اپنے والد سے باقی ہیں میں کہ عبد اللہ ابن عمر وفات وفات فرمائے گئے کہ میرے دل میں کوئی حضرت موسیٰ اس کے باقی نہیں رہی کہ میں جناب امیر کی طرف سے باقیوں کے گروہ سے نہیں اڑا" (اسراءخاب)

مودودی ہائی "شیعی کا قول ہے کہ مسرورؑ تاہلی نہیں مرے جب تک انہوں نے جناب امیر کا ساتھ دینے سے قوبنهیں کی" (اسراءخاب) حضرت ابن ابی واقعؑ کی ندادت ابھی مددک حاکم میں موجود ہے۔

علامہ اگر ان خطوط کو ملاحظہ فرمائیں گے جو ان حضرات نے امیر معاویہ کو جواباً لکھے تھے ان کو اس بات کا حکم بخوبی ہو جائے گا کہ ان حضرات نے امیر معاویہ کو ان کی خطا پر بخوبی مطلع کر دیا چیز ان حضرات کا چنگ سے رک رہنا ان احادیث تبریزی کے ماتحت فتاویٰ کر جو ان حضرات صلم سے فتن کے متعلق ہرروی ہیں (ملاحظہ معاویۃ فتن کنز العمال جلد ۵ ص ۵۹)۔

مس ۲ پر علامہ فرماتے ہیں "یاد ہے کہ ایک طرف توہا لوگ جو موقوف تھے وہ رخصت ہو رہے ہیں دوسرا طرف آپ کے ایمان بالقرآن کا بھی خاتمہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول مقبول نے اپنے شاگردوں کا تحجیہ اور تحملیہ کر دیا ہے اور ان کے تکوپ پاک ہو گئے" یعنی صحابہ کی لغوش یا مخصوصیت کا صادر ہونا غیر ممکن ہے اب فرمائیے کہ آپ میں اتنی بہت ہے کہ اتنی بڑی دلکشی سے مناشرہ ہو جائے اور امیر معاویہ کی خطا کو خطا، مکر کرنے ہے علاوہ کو اگر امیر معاویہ کی بے راست کا اور کوئی طریقہ معلوم نہ تھا تو خاموشی کیوں نہ اختیار فرمائی اس کو وہ کیوں میں وہ سمجھے ہمارے نزدیک تو اس قسم کی دلکشیوں سے سکوت ہی بہتر تھا۔

علامہ پبلے یہ ذخیرہ نہیں کر کے ان کی تحریر سے تجدیں ان کے موافق نہ کہا ہے کہ عالمہ اس کی راستے تسلیم کر کے تحجیہ اور تحملیہ کے وہ معنی نہیں ہے جا کیں جس کی طرف ان کا اشارہ ہے اس وقت الاستد

ایمان بالقرآن کا خاتمہ ہونا لازمی ہوا جاتا ہے اسلئے کہ صحابہ ملکر شوں کا ہوتا قطعاً ثابت ہے تجھیے اور تخلیہ سے خالیے پڑتی تصور نہیں ہے اور تجھیے اور تخلیہ کے یہ معنی ہیں کہ صحابہ کرام مصوب تھے علاس جس چیز کو خود سمجھے گیں اس کو کسی اور سے پوچھا لیا کریں تو یہ وقت واقع شہ ہو اس میں انہیت کو ضرب شدید تو ضرور ہو گی مگر وہ کچھ بھی بھیجی جائیں گے ان کو ایسے استدلال سے قتل تجھیے ہو تخلیہ کا حقیقی مفہوم کسی سے بھی لیتا چاہئے تھا ان کے سامنے میں ایک عمارت شاہ ولی اللہ صاحب کی پیش کرتا ہوں دیکھتا ہے کہ وہ اس عبارت کو ایمان بالقرآن : خاتمہ کا سبب قرار دیتے ہیں یا نہیں۔

"وَإِذْ أَنْجَمْلَهُ حَدِيثَ إِنْ فَاسِماً أَعْرَفْتُمُ الْخَ ... إِنْ حَدِيثَ دَلَالَتْ مِنْ
كَنْدَ بِرْ أَنْكَهُ جَمَاعَتْ كَثِيرَةٍ إِنْ اصْحَابَ آنْحَضَرَتْ صَلَعَمَ مَحَافَلَ رَاهَ
خَوَاهِنَدَ رَفَتَ الْخَ" (قرآن العنكبوت ۲۹: ۵-۷)

علامہ کنز الدین شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ لکھنا کہ "جماعۃ کثیرہ از صحابہ علاف راه خواہند رفت" ان کے ایمان بالقرآن کو تم کرنے کیلئے کافی ہے یا نہیں اور یہ عبارت ان کے معیار تجھیے تخلیہ کے خلاف ہے یا نہیں۔ میری استدعا یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی شخصیت سے علامہ مروغہ رسول اور اس عمارت کے متعلق بھجوں بھی فرمائیں کوئی بہ طلاقت ہے اس لئے کہ یقول علامہ کام پاک تو کہہتی ہے کہ صحابہ سے صدور صیحت اور یہ رہ روی مکن نہیں۔

ای صفحہ پر علامہ نے پھر ایک اتوکھے سوال کے ذریعہ سے امیر معاویہ کی خطا کو خلاصہ اجتہادی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس عمارت سے جو تعریف خطاء اجتہادی ثابت ہوتی ہے وہ اپنی عذرست کی وجہ سے قائل توجہ معلوم ہوتی ہے اس لئے میں ان کی اس عبارت کو ناظرین کے سامنے پیش کر دیتا ہوں "اس پر بھی بالآخر یہ کہ اگر بھگ جمل میں حضرت طلحہ و زیبر و عائشہؓ نے رجوع کیا تو اس وقت کیا یہ جب کہ امر حلق ان پر ظاہر و باہر ہو گیا کیا قبل رجوع جنتے اصحاب قبل ہوئے وہ العیاذ بالله حرام ہوتا ہر کرنی بالخار و المفتر ہوئے اس لئے کہ شہید توجہ ہوئے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ان کا آنا خطاء اجتہادی پہنچی رہتا اور اگر وہ خطاء اجتہادی ہی تھی تو بھیجیں نہیں آتا کہ امیر معاویہ کی خطاء اجتہادی کیوں نہ ہو۔"

غالباً علامہ نے اپنی اس عمارت میں خطاء اجتہادی کی کسی ایسی قویت پر روشنی دلائے کی

کوشش کی ہے کہ جس سے دنیا نے اسلام اپنی تکمیل تو سبی سمجھا جاتا تھا کہ خطاب اجتہادی اس کو کہتے ہیں کہ جس میں (مجتہد) کو اپنی قلمبندی کا علم بھی ہوتا اور وہ نیک نتیجے سے اپنے فعل کو کلام اللہ اور حدیث نبوی کے موافق سمجھتا ہے اور چون کہ ملک کا احصار نیت پر ہے اسی لئے مجید رہنے سے اس کو اجر بھی ملتا ہے علامہ اجتہادی تحریر سے یہ معلوم ہوا اب تک جو کچھ سمجھا جاتا تھا وہ ملک تھا اور حقیقت یہ ہے کہ خطاب اجتہادی کیلئے قابل (مجتہد) کو اپنی قلمبندی کا علم اور ایک ہونا ضروری ہے اور اسی علم کے بعد اس کے احوال خطاب اجتہادی کے تحت میں آتے ہیں اور اس سے قبل کے افعال کو خطاب اجتہادی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی تحریر کی وجہ سے علامہ نے یہ سوال کیا ہے کہ متوالین جنگِ جمل کی حیثیت حضرات طلحہ و زبیر کی رجوائی سے قبل کیا کبھی جانے کی وسیع لئے کہ اس جدید تعریف کے مطابق جنگِ جمل ان حضرات کے رجوع سے قبل خطاب اجتہادی نہیں ہوئی تھی بلکہ اب تک اس خام خیالی میں ہتھاٹے کر خطاب اجتہادی جب تک ہوتی ہے کہ قابل کو اس کے خطاب ہونے کا علم نہ ہو اس سے انہوں نے متوالین جنگِ جمل کے تعلق جو بتول علامہ رجوع سے قبل اس عالم سے رحلت کر کچکے تھے شہادت حکم کیا ہے بہتر ہو گا کہ اس جدید تعریف کے ماتحت علامہ خود اسی کوشش فرمائیں اور قبیلین و مقلدین نو اصحاب سے بھی کہیں کہ متنے سرے سے ان متوالین کی حیثیت کو دنیا نے اسلام کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کو اپنے عقیدہ و کی محنت کا موقع دیں معلوم ہوں انہوں نے اپنے اس اندھہ کو بھی اس جدید تعریف سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا یا نہیں اس لئے کہ اگر ہمارا خیال ہم کو دو ہو کا نہیں دھا تو خود علامہ کے اس اندھہ کی خطا بہ اجتہادی کی وہی پہلوی تحریر سمجھے جائیے ہیں قبیلین و مقلدین نو اصحاب جس حد تک بھی ان کے مخلوق ہوں وہ کم ہے اسلئے کہ با وہ معاویہ پرستی وہ لوگ اب تک اس جنگ پر نہ پہنچ سکے جہاں علامہ ایک ذرا سی جنہیں قلم میں ہوئی گئے قبیلین و مقلدین نو اصحاب کو چاہئے کہ ان سے سبق نہیں کہ امیر معاویہ یہ کوئی طرح بچایا جاتا ہے ۔

ناظرین اس حریت میں ہو گئے کہ آخوند علامہ نے متوالین تمل کو شہادت کے مرتب سے محروم کرنے کی کیوں نہیں بلکہ اس کیلئے میں ناظرین کی توجہ اس ناؤں کی طرف مہذول کرنا تھا جو اسی معاویہ کو باقاعدہ تراویح میں حضرات ملائیں یا سرگی شہادت کے بعد کی تھی علامہ نے چوکہ امیر معاویہ کو باقاعدہ تراویح میں ایک ولیل یہ بھی پیش کی ہے کہ انہیں حدیث نبوی (نقضہ) الفتۃ

الباغیہ) سے اپنے باغی ہونے کا علم ہو چکا تھا اس لئے اس علم کے بعد ان کی خطاطاہ اجتہادی نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وہی کہ علامہ کو یہ ضرورت پڑی کہ وہ خطاطاہ اجتہادی کی یہ تعریف کریں کہ خطاطاہ کا علم ہوئے بعد خطاطاہ اجتہادی ہوتی ہے اور اسی بنا پر انہوں نے یہ فرمایا ہے "بھی میں نہیں آتا کہ اس سر معاویہ کی خطاطاہ اجتہادی کیوں ہو۔"

خطاطاہ اجتہادی کی اس تعریف سے جو اخلاق عظیم علامہ نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس کی قدر ہمارے نزدیک ہر صاحب علم پر فرض ہے کہا ہم ان سے یہ بچ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس اجتہادی و ایجاد کے حقوق حفظ کرائے ہیں یا نہیں اگر ہوا رہ گئے ہوں تو مغلت فرمائیں ایسا کیوں کوئی اور اس ایجاد کا دعاؤ ایسا ہو جائے۔

اب علامہ کے اس سوال کی طرف کہ ایمیر معاویہ کی خطاطاہ اجتہادی کیوں نہ ہو ظریں کی توجہ مدد و کل ای جاتی ہے انہوں نے اپنی امکانی کوشش تو ضرور کی اور حق تعریف خطاہ اجتہادی بھی اس مقصود سے ایجاد کی گئی واقعات کو کیا کرتے۔ اس مسئلہ پر مخفی طور سے پچھروٹی ڈالی گئی ہے مگر اس سوال کی وجہ سے یہ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ وہ مانسیل کر دیا جائے تا کہ ناظرین پر بھی جگ جمل اور جگ مصلیں کافری، بخوبی و افسوس ہو جائے۔

تمل اس کے کہ جگ جمل و جنگ مصلیں کے احکام کو ایک ٹاہت کیا جائے علامہ کیلئے یہ ضروری تھا کہ وہ اغراض و مقاصد جگ جمل و مصلیں پر بھی ایک اجمانی نظردار جانتے اس لئے کہ احکام کے ایک ہونے کے لئے اغراض و مقاصد کا اتحاد قطعاً ضروری ہے علامہ نے سوال تو پیش کر دیا مگر اس پیش کو بالقصد نظر انداز کر دیا کہ خود حضرت عائشہؓ حضرت زینؓ حضرت طیبؓ حشیث اور ایمیر معاویہ کی حشیث کا فرق جگ مصلیں کو خطاطاہ اجتہادی کے حدود سے باہر کر دینے کیلئے کافی ہے اس لئے خطاطاہ اجتہادی کا اطلاق بُر شخص کی خطاطاہ پر مصلیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے بھی اور ضروری شرعاً اس شخص کا تمثیل ہونا بھی ہے چون کہ اس سے قتل اس امر پر بحث کی جا سکی ہے اور علماء کے اقوال بھی پیش کئے چاچکے ہیں کہ ایمیر معاویہ مجتہد تھے ان کی بفتاوت پر خطاطاہ اجتہادی کا اطلاق صرف توانی کے پر فخری کی دلیل ہے اسلئے کہ اگر اور کوئی فرق جگ جمل اور جگ مصلیں میں نہ ہوتا تب بھی بھی ایمیر معاویہ کی خطاطاہ اجتہادی کے حدود سے خارج کر دینے کے لئے کافی تھی

اب علامہ کی تکمیل کیلئے اغراض و مقاصد پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنی جاتی ہے۔

اغراض و مقاصد

(۱) حضرت عائشہؓ حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب جمل کی نسبت مسلم طور پر حضرت عثمانؓ کے قاتلین کی گرفتاری و سزا دی تھی۔ ان کی نیت جانب امیر سے جنگ کی تجویز اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ نے سب سے پہلے بصرہ کی طرف کوچ فرمایا تھا اگر مخدود جانب امیر سے جنگ کرنا ہوتا تو مدینہ طیبہ کی طرف جیسا حضرت علیؓ کا قیام تھا رواں آگئی ہوتی اور هر جانب امیر بھی بصرہ کی طرف بیڑپ رفع فساد روانہ ہوئے تھے اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو بھی تھے تو بجا ہے جنگ کی تیاری کے اصلاح کی کوشش شروع ہوئی اور مسلح کے تمام مراد تقریباً مسلسل ہو چکے تھے کہ سماں ہوں کی وجہ سے جنہوں نے دونوں لشکروں پر حملہ کر دیا تھا جنگ شروع ہو گئی دونوں طرف کے حضرات کو سماں ہوں کی اس حرکت کی وجہ سے یہ شہرہوا کہ دوسرے فریق نے ہم پر حملہ کر دیا ہے اور حکم اپنے پھاؤٹیں بے جنگ داتی ہو گئی (شرع مقاصد)۔

(۲) اصحاب جمل میں سے کوئی شخص مدینی و طالب خلافت نہ تھا لورہ انتزاع خلافت ان حضرات کا مطمعنا نظر تھا۔

(۳) حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ کو جب اس امر کا احساس ہوا کہ وہ غلط راستہ پر چاہ رہے ہیں تو انہوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی اختیار فرمائی حضرت علیؓ نے جانب امیر کے ایک لشکری کے ہاتھ پر قتل و فاتح تجدیدی بیعت کی حضرت عائشہؓ کی نمائت کتب سر و قواریخ میں موجود ہے انہیں وجود سے علانے اصحاب جمل کی خطاب کو خطا نے اختہاری مانا ہے۔

جنگ صلحیں میں ان میں سے کوئی کیفیت موجود نہیں۔ امیر معاویہ کے متعلق ایک منٹ کیلئے بھی یہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بالقصد و بالارادہ جنگ پر آداہ نہیں ہوئے تھے جس جنگ کی ابتداء مسلمانوں کو پیاسا مارنے کی کوشش سے شروع ہوئی ہوا جس میں فریقین کا قیام دو ماہ سے تا اندر میدان جنگ میں رہا ہو جس میں ونڈا خون لرا ایساں ہوتی رہی ہوں اسی کے متعلق یہ کہنا کہ بالاрадہ جنگ نہیں ہوئی آفتاب پر خاک ڈالا تھا۔ امیر معاویہ شروع ہی سے طالب خلافت تھے اور طلب قصاصِ حکم ایک بہانہ تھا جس پر اس سے قبل بحث کیجا چکی اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امیر معاویہ کو

ابتدائے جنگ میں اپنی طلبی اور بغاوت کا علم نہ تھا تو حضرت عمار ابن یاسر کی شہادت کے بعد تو یہ کیفیت باقی ہی نہیں رہتی۔

حدیث "تفسلک الفتنة الباغية تدعوهם الى الجنة و يدعوهم الى النار" عبد اللہ ابن عمار و ابن العاص نے امیر معاویہ کو شادی تھی جس کی وجہ اور تاویل انہوں نے کامی جو اور پر کامی جا چکی۔ کیا اس کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ امیر معاویہ کا اپنی بغاوت کا علم نہ تھا طلبی کے بعد موجود ہوئے کرنے اور طلبی پر صدر بیٹے میں برا فرق ہے۔ کیا کوئی ثبوت اس بات کا موجود ہے کہ امیر معاویہ کو کبھی اپنی اس بغاوت دلطلی پر نہ امت ہوتی واقعات تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ استاد از زمانہ کے ساتھ وہ اپنی اس بغاوت میں اور بھی بیباک ہوتے گئے۔ انھیں اغراض و مقاصد کے فرق اور طلبی پر اطلاق کے بعد اس پر اصرار نے علماء کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ امیر معاویہ کی اس طلبی کو قطعاً یہ ممکن نہیں۔ خطاۓ اجتماعی کی تعریف میں ترمیم کرنے سے بھی اغراض و مقاصد تھیں نہیں ہوتے اس ترمیم سے علامہ امیر معاویہ کے وکان کو بجا سکتے ہیں اصحاب محل اور صنیع کے اغراض و مقاصد میں فرق ہیں موجود ہے ایک کو درسے سے ادنیٰ مشاہدت بھی نہیں انھیں اغراض و مقاصد کے فرق اور خطاب پر اصرار سے امیر معاویہ کی خطاۓ اخلاقی نہیں ہو سکتی۔

ای مخفی کے آخر میں علامہ نے ارشاد جناب امیر کے ذریعہ سے ایک آخوندی کوش اور امیر معاویہ کے بجائے کی کی ہے۔ مگر انہوں نے اس سرچہ کوئی سند و روح نہیں فرمائی۔ ممکن ہے کہ یہ فرمودا شد بھی کچھ ممکن رکھتی ہو۔ علامہ نے جس ارشاد جناب امیر پر اس بغاوت کو خطاۓ اجتماعی کا لال کرنے کیلئے استدلال فرمایا ہے اس کے الفاظ پر اگر وہ غور فرمائیتے تو ان کی کچھ میں بھی یہ بات آجائی کہ اس ارشاد میں صرف متوالین کے حیثیت پر روشنی ڈالنی گئی ہے امیر معاویہ پر تو الفاظ متوالین جنگ صفين کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جناب امیر کے اس ارشاد میں بھی وہی حقیقت پہنچا ہے کہ جو "اخواننا بدلو علمنا" میں پوشیدہ تھی۔ جو کہ جناب امیر نے متوالین امیر معاویہ کی خطاۓ کو تاویل بالطلی پر بحول فرمایا تھا اور ان کے تعلق اخواننا کا الفاظ استدلال فرمایا تھا اسے آپ کے اس ارشاد میں بھی وہی پہلو ضمیر ہے اور آپ نے ان متوالین امیر معاویہ کو ان کی تاویل بالطلی کا قائدہ دیا ہے۔ مگر اس بی استدلال اس نے مجھ نہیں کہ شاداب اعزیز صاحب دو گمراحتقین علاوی

تحقیق صاف طور پر یا ارتقا داد کرتی ہے کہ ان لوگوں کی تاویل بالکل یہ اصل تھی "تھمہای آن ملاعین بی اصل بر آمدہ" اور ان پر "اخواننا بدوا علیمنا" کے الفاظ کا استعمال صحیح نہیں اور شان کی حیثیت کی وجہ ترجیح اس ارشاد جتاب امیر سے ہوتی ہے (فتویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب) وہ راجروای سلسلہ میں یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ اور ان کے شرکا کی خطا اور ان کے تبعین کی خطا میں بھی فرق ہے ان کے تبعین تیک تیک سے ان افراد ہوں کو باور کرتے تھے اس لئے ان کی حیثیت اور امیر معاویہ کی حیثیت میں جو اس افراد کے موجود تھے یہ لرق ہو جاتا ہے کہ ان کے تبعین کی کثیر تعداد کی خطا خطا اجتماعی ہو سکتی ہے اور امیر معاویہ اور ان کے شرکا کی خطا صریح بعادت ہے۔ جتاب امیر کے ارشاد کو اگر تحقیقین کی تحقیقی کی روشنی میں نہ بھی دیکھا جائے تو بھی شاہ عبدالعزیز صاحب کے مولف اس سے صرف امیر معاویہ کے ان تبعین کو فائدہ ہوئے گا جو شہید فاسد کی بنا پر خطاۓ اجتہادی کے سر جگب تھے۔

اُس سے پر علامہ فرماتے ہیں "اگر يقول صاحب تحدی بعض محدثین کی یہ رئے تھی جب بھی قول منصور پر عمل ہو گا کہ قول نامقبول پر، اس کے متعلق میں علامہ کی توجہ پرور شدہ محققین کی تحریر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے قول منصور کو بابیں الفاظ پڑیں فرمایا ہے:

"اکثر اعظم علماء اهل سنت ہر گز قائل خطائی اجتہادی نہست بدلكہ
مرتبک کبیرہ میں داند و کسانیکہ قائل بخطائی اجتہادی شاہ اند
مذہب شان نزد صاحب تحفہ و دیگر محققین اهل سنت مرجوح
است"

کیا علامہ کے نزد یہ کہ مذہب مر جوں کو قول منصور کہتے ہیں۔ کیا اس میں بھی خطاۓ اجتہادی کی تعریف کی طرح کوئی اور ایسا ناص لکھ پوشیدہ ہے کہ جس کی اور علامہ اہل سنت والجماعت کو اب تک اخلاق نہیں۔ اگر اسی صورت ہے تو علامہ سے یہ استدعا ہے کہ جہاں خطاۓ اجتہادی کی تعریف میں انہوں نے ترمیم فرمائی ہے وہاں قول منصور کی تعریف کی ترمیم بھی دنیاۓ اسلام کے سامنے پیش کر کے تربیہ احسان فرمائی۔

اُس سے لے کر اس ویٹک علامہ نے صحابی کی تعریف کی تصریح فرمائی ہے جس کے

متعلق تفصیل سے اور بحث ہو گئی۔ ایمان بالقلب جو جو عظیم اس تعریف کا ہے اس کی تعریف جو احادیث سے ثابت ہے اس کو بھی پیش کیا جا پکا۔ امیر محاویہ کے افعال کی تصریح فہرست جو ادیب درج ہو گئی ہے وہ ناظرین پر اس امیر کو نظر برکرنے کیلئے کافی ہے کہ امیر محاویہ کو کس حد تک ایمان بالقلب کی چائی تصریب ہوئی تھی اب اس موقع پر اس بحث میں مزید اضافہ کرنا ضروری جیس معلوم ہوتا اس لئے ناظرین کی توجہ ص ۸۰ کی طرف بندول کی جاتی ہے جہاں علامہ نے احسن الانتساب کی عبارت سے امیر محاویہ کی رائحت کو ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ علامہ نے اس موقع پر بھی پوری عبارت احسن الانتساب پیش کرنے سے انتہاب فرمایا ہے تاکہ ناظرین کو اس کا پتہ چلے کہ احسن الانتساب کی یہ عبارت کس موضوع سے متعلق ہے اور کہاں تک اس سے امیر محاویہ کو فائدہ مدد و نفع حاصل ہے۔

ص ۲۹۷ سے حضرت مؤلف نے وہ افضل کے اس طرزِ عمل کی تقاضائیت کو ثابت کیا ہے جو وہ لوگ حضرات شیخین ہو رہا کہتے اور لکھتے میں صرف کرتے ہیں اور ص ۳۸۰ پر ان آیات کلام اللہ کو پیش کیا ہے جو حضرات شیخین ہی کی فضیلت کی صرح دیل ہیں اس کے بعد حضرت مؤلف لکھتے ہیں۔ لبذا یہ کسی طرح سمجھنی نہیں آتا کہ کلام مجید کے خلاف کون ایسا بیان ثبوت قدمی پیش کیا جاسکتا ہے کہ جس سے ان حضرات کے تقاضا ثابت کئے جائیں۔ کیا قرآنی تصویں صریح کوئی جست ہاٹل کر سکتی ہے۔۔۔ آیات قرآنیہ تینی اور وہ ایک احکام قلمی ہیں۔ اخبار و آثار خلیفت کے درجہ سے ایک قدر بھی آئے نہیں بڑھ سکتے ہیں۔ میں جو شخص تصویں صریح کو چھوڑ کر وہیات کا تنقیح کرے وہ بچوں اس کے کر چاہ خلافت میں گرے دور کیا ہو سکتا ہے جن آثار سے ان کی شکر بھیاں یا مشاہرات ثابت ہوتے ہیں وہ آثار یا تو موضوعات سے ہیں یا آحاد سے کوئی اثر حدود اتر تک تو کیا محنت کے درجہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لبذا ایسے خلیفات اور هیات اور وہیات کا تنقیح کرنا اور تصویں قرآنیہ اور ولائل بقیدیہ کو نہیں سے ان صحابہ کے خلاف اور مناقب ثابت ہوتے ہیں نہ ماننا بالکل خلاف دیانت معلوم ہوتا ہے۔ شخص و آثار کا حال تو یہ ہوا کرتا ہے کہ ایک شخص ایک تصور کو وہ ایسے کرتا ہے شے والا اس کو آنکھ بند کر کے سٹلا ہے پھر اس اصل اپنی طرف سے حاشیہ بڑھا کر ایک تسری ٹھیک سے نقل کرتا ہے تیرا اپنی طرف سے کچھ بڑھا کر چوتھے کو نہیا ہے یہاں تک کہ نقل ہوتے ہوئے اس

قصد کی اصلی حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے اور اصل کے خلاف بالکل ایک نیا قصد بن جاتا ہے جس کو ہم سمجھ آری سن کے یقین کر لیتا ہے اور ان حضرات سے بدگمان ہو کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

علامہ نے جس عبارت پر استدلال فرمایا ہے وہ اس عبارت کا ایک نزد ہے اور اس میں بھی ان حضرات کے لفظ میں اسی تأثیر عبارت کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ نے غور نہیں فرمایا کہ قبائل اس کے کوہ وہ حضرت مولف کی عبارت سے امیر معاویہ کو فائدہ یہ ہو چاہئے کی کوشش کریں اس عبارت کے تمام شرائط کا پورا ہونا بھی ضروری ہے (یعنی نصوص قرآنی کا وجود وغیرہ) حضرت مولف نے قصص و آثار کے متعلق یہ پہلی نہیں پہلی کیا ہے کہ کسی صورت میں قابل تبول و قابل عمل نہیں ہوتے بلکہ اس عبارت میں حضرت مولف نے قصص و آثار کو نصوص صریح کے مقابلہ میں باقاعدہ میں قابل قبول اور باقاعدہ عمل ہتھیا ہے۔ کیا علامہ کے نزد یہ امیر معاویہ کے متعلق بھی کوئی نص قرآنی موجود ہے کہ جس کی بھی روی خود ری ہو اور جس کی وجہ سے ان کے متعلق قصص و آثار کو رد کر دیا جائے۔ وہ سری چیز جس کو علامہ نے اس بحث میں بالتفہم نظر انداز فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ کے خلاف مصالحت صرف قصص و آثار ہی میں موجود نہیں بلکہ خود ان کی تحریر کے مطابق احادیث ضعیفہ یا کتب تاریخ میں بھی امیر معاویہ کے خلاف ضرورت سے زائد مصالحت موجود ہے۔ اگر بحث کلیے یہ کمی شایم کریں جائے کہ حضرت مولف کی وہ عبارت جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے۔ قاعدہ کلیے پہلی کرتی ہے تو بھی اس قاعدہ کلیے کا اطلاق صرف قصص و آثار پر ہوگا احادیث ضعیفہ و کتب تواریخ متعلقہ اس کے خود سے باہر ہوں گی۔ کیا علامہ کے نزد یہک جزو عبارت پر استدلال کرنا قرینِ راستی وحدت افت ہے۔ اس بحث میں علامہ اس امر کو بھول گئے کہ احسن الاتخاب میں ہو امور امیر معاویہ کے متعلق لکھتے گئے ہیں ان کا انکسار قصص و آثار پہلیں ہے بلکہ وہ تمام ترمیٰ بر احادیث و تاریخ میں علامہ چاہے کوئی پہلو کیوں نہ اختیار کریں احسن الاتخاب کی اس عبارت سے کوئی مفید مطلب نتیجہ امیر معاویہ کے متعلق نہیں نکال سکتے۔

اس صفحہ میں علامہ نے کچھ عبارت بطور فتح فتح درج فرمائی ہے اور اس میں وہ بالتوں پر روشنی ڈالی ہے (۱) شہادت حضرت امام حسن (۲) اعلیٰ امیر معاویہ بر قصیٰ زیر یہ۔ ان دونوں امور کو

ثابت کرنے کیلئے علامہ نے شہادت نامہ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قادر دہلوی سرهنگی کی عبارت پڑھ فرمائی ہے۔ میں ان دونوں امور کے متعلق باقاعدین کے سامنے علمدار مبلغہ بحث کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) شہادت حضرت امام حسن

چنان تک واقعہ شہادت کا تعلق ہے میں اس سے قبل لکھ پکا ہوں کہ حضرت امام حسن کی شہادت کس طور پر واقع ہوئی۔ علامہ نے شہادت نامہ کی عبارت غالباً امیر معاویہ کے دامن کو اس شہادت کے وجہ سے بچانے کیلئے پڑھ فرمائی ہے۔ واقعہ شہادت کے تعلق کچھ لوگ اس طرف میئے ہیں کہ یہ رکت یزید کی تھی (ہی کوششات نامہ میں اختیار کیا گیا ہے) اور کچھ لا اس طرف مجھے ہیں کہ امیر معاویہ کی ایجاد اور سازش سے زیر بدل گیا (اس کو حضرت مؤلف نے بحوالہ ابن سعد و استیعاب وغیرہ لکھا ہے) جن وجہ سے حضرت مؤلف نے قول آخراً اختیار کیا ہے اس کے وجہ علاوہ کو صفات ۳۲۷، ۳۲۸ میں بہ آسانی مل جائیں گے۔ تاریخی واقعات میں اختلاف کی وجہ سے ایک شخص کا ایک قول اختیار کرنا اور دوسرے کا بوجوہ مختلف درست قول اختیار کرنا ایسی چیز ہیں کہ جس کی مثال علامہ کوہاں بہ آسانی و تذییب نہ ہو سکے اور نہ اس حتم کے اختلاف سے کسی شخص کی صفات پر کوئی حرف آسکا ہے اس لئے کہ مأخذات کے فرق سے ایسے اختلاف کا رقمہ ہونا قطعاً ممکن ہے تالیف میں مؤلف اس امر کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ جس مأخذ کے خالی سے وہ کوئی عبارت لکھ رہا ہو اس با خود میں اس کے ضروری اجزا موجود ہوں علم انسانی تمام اشیائے عالم پر یہک وقت صحیح نہیں ہو سکا۔ اج جس چیز برہماری نظر نہیں پڑی اس پر کل کسی اور کسی نظر پر چاہا ممکن ہے اور برہمارے قول کے خلاف اس شخص کا عمل ہونا بھی ممکن ہے مگر اس شخص کے عمل کی وجہ سے برہمارے قول کا بطلان لازم نہیں آیا اسلئے کہ جو کچھ ہم نے کھواہ برہماری تھیں کے مطابق حق و صواب تھا اسی کے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جاسکا کہ برہمارے قول نے میدان تھیں کا تمام دکمال احاطہ کر لیا اور اب کسی دوسرے کی تھیں کیلئے کوئی ٹھیکانہ باقی نہیں رہی۔

علامہ نے شہادت نامہ کی تبلیغ عبارت سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ حضرت امام حسنؓ کو ذرہ بیچنے سے دولایا تھا اور دوسری عبارت سے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب جدید امیر

محادیہ کے پاس ہو چکی تو امیر معاویہ نا خوش ہوئے اور اس کو لعنت طاعت کی۔ میں ان دونوں امور کو سمجھ مان کر یہ: یکجا چاہتا ہوں کہ امیر معاویہ کی حیثیت شہادت کے تعلق کیا ہوتی ہے۔ سب سے پہلی چیز جو ناظرین کے سامنے پیش کرنے ہے وہ جدہ و مردان کا امیر معاویہ کے پاس بالا طلب بھیجا ہے یا امر حجاج بخت نہیں کہ انسان کے انحال کی وجہ اور سبب پرمنی ہوا کرتے ہیں۔ مردان کا یہ قتل کس سبب اور علت پر منی تھا اور اس نے کس وجہ سے یہ سمجھا تھا کہ جدہ کو امیر معاویہ کے پاس پناہ ملے گی اس پر اگر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو نیچہ صاف اور کھلا ہوا رہتا ہے کہ امیر معاویہ اور مردان میں اس محالہ خاص میں اتحاد خیال موجود تھا جس کو اگر علامہ کی خاطر سے شرکت نہ کو دعوت نہ بھی دی جائے تو بھی اس معاویہ خاص میں بھروسی کی امید رکھنا تو قطعاً ثبوت کو پہنچا ہے شہادت نامہ کے الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امیر مردان کی بیانات تھیں امیر معاویہ نے جدہ کو صرف لعنت و طامت کرنے پر استغفار کی اور اس کی جان بیماری جس کیلئے مردان نے اس کو امیر معاویہ کے پاس بھجا تھا۔ کیا امیر معاویہ کی اس فروکذاشت کو کراخوں نے جدہ اور مردان دونوں سے کوئی باز پر منہیں کی علامہ کے نزدیک کوئی اہم ترین علامہ تو امیر معاویہ کو جیلیں القدر صحابی رسول اور مجہود مانتے ہیں اس لئے یہ تشاہد کہیں کہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت سے امیر معاویہ کو واقفیت نہ تھی۔ لازمی طور پر تبیر بھی سیکھ لکھتا ہے کہ پا جو دو اتفاقیت مسئلہ شرعاً امیر معاویہ نے بالتصدد باوارادہ جدہ اور مردان (قاتلین) کو بھی اور اس سے کوئی باز پر منہیں کی۔ کیا علامہ کے نزدیک ارٹکاب جرم کے بعد مجرم کو پناہ دیتا اور تماڭ جرم سے مجرم کو بچا دیتا جرم میں شرکت اور اس کے ارٹکاب سے رضامندی کی دلیل نہیں۔ اگر خود علامہ کی پیش کردہ عبارت کو امیر معاویہ کی حالت کا صحیح ترجمان بھی قرار دیا جائے جب تک امیر معاویہ کا اس واقعہ جانکا ہے راضی ہونا اور مجرم کی مدد کرنا اگر زیر ہو جاتا ہے۔ علامہ سنت روشنہ الحکیم کی عبارت تو ملاحظہ فرمائی ہے کہ

”قاتل و آمر بن راضی بقتل و بمحانة رسول“ نزد اهل سنت بالاتفاق

ملعون است (المضاجع لطاقة المقال ص ۱۹)

اب دیکھائے کہ علامہ کی اس عبارت کے تعلق کیا رہتے ہے ان کے نزدیک یہ عبارت امیر معاویہ کی حالت پر مشتمل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو کس حد تک علامہ اسے فہمت سمجھے کہ امیر

معادیہ نے صرف جعدہ کواعت دلامت کرنے پر اکتنا کی اور مروان کو بالکل چھوڑ دیا اگر کہیں ذرا بھی بھتی کی ہوتی تو از بغیر طشت از پام ہوئے نہ رہتا اعت دلامت سے ظاہری حالت کا بناہ بھی ہو گیا اور حقیقت کا انکشاف بھی شریک کار لوگوں کے اقبال سے نہ ہونے پا یا اسی کو حکمت عملی (ڈپلومی) کہتے ہیں۔

(۲) علمی امیر معادیہ بر قش بیزید

میں اس سے قبل طبری کی عبارت اس کے متعلق بیش کرچکا ہوں جس سے امیر معادیہ کو بینے کے تمام عیوب کا علم ہوا تجویں ثابت ہے مگر چند کے علاوہ نے شہادت نامہ کی عبارت امیر معادیہ کی عدم واقعیت کے ثبوت میں قیاس کی چیز اس لئے مزید تاریخی ثبوت سے قطع نظر کر کے میں ناظرین کی توجہ اسی عبارت شہادت نامہ کی طرف مبذول کرنے پر اتفاق اکروں گا۔

حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ العزیز نے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی کے مکتب خیم کی دکون عبارت اس بحث کے متعلق ضرور لکھی ہے مگر خود ان کا مسلک تو اس عبارت کے خلاف معلوم ہوتا ہے مولوی محمد قاسم صاحب کی دریں کی تحریر خود ان کی عبارت سے صاف خاہر ہے "مگر یہ کہ کتاب ہو گا تو در پر وہ کتاب ہو گا حضرت معاویہ کو اس کی تحریر رعنی ہو گی" اس قول کو شہادت نامہ میں قول نصیل نہیں مانایا گیا ہے لاحظہ ہو عبارت شہادت نامہ:

خلیفہ ما فی الباب : یہ سب بینائی خرایوں کے کجو بینید میں موجود تحسیں مثل ان مخالفوں کے جو بیت الرضوان میں شریک تھے اور بیچہ نطاں کے رضوان اللہ ان کو تفصیل نہ ہوا یعنی بھی اس بشارت کے نھاٹل سے محروم رہا اور اس طرف مدرب حضرت امیر معادیہ کا دربارہ خلافت یہ یعنی کہ جس کو سلیمانیہ انتظامِ مملکت کا اور وہ زائد ہو گا اور اس سے افضل ہوں مگر مجہدی میں وہی دوسرے سے افضل ہے۔

مس ۱۸ پر علامتے حدیث صحیح اور تاریخ نامہ مقابلہ کیا ہے اور حدیث صحیح کو حق بحات ترجیح دی ہے مگر معلوم نہیں امیر معادیہ کو اس کلیہ و ترجیح سے کیا فائدہ ہو چکا ہے اور علامہ نے امیر معادیہ کے تذکرہ میں اسے کس وجہ سے کہا ہے کیا علامہ کے تذکرے کی ترجیح امیر معادیہ کے متعلق بھی (نھاٹل و ماقبل میں) کوئی صحیح حدیث وارد ہے اور احسن الاتخاب کا کون سا بحث کس حدیث صحیح کے

خلاف ہے۔ علامہ نے کوئی مثال انکی پیش نہیں کی جس سے یہ پتہ چلتا کہ امیر معاویہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کسی حدیث صحیح کے خلاف ہے کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ جیسے علامہ کو ابو الفد اکے متعلق دعویٰ کہا ہوا کہ اس کو حضرت مولف نے اموی مورخ لکھا ہے (نہیں معلوم اسن الاتخاب میں یہ عبارت کہاں پڑے ہے) کویسا ہی دعویٰ کا امیر معاویہ کے متعلق مجی ہوا ہوا اور کسی عربی عبارت کو حدیث صحیح کہ کر یہ عبارت لکھ دی ہو۔

ص ۸۲ پر علامہ نے امیر معاویہ کو آنحضرت صلیمؐ کے ارشاد "لا اشمع الله بعلمه" کے اثرات سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ علامہ کے فردیک "اصبیح الله" کا جملہ خادم اعرابوں کی زبان پر رہتا ہے اور وہ اسے استعمال کیا کرتے ہیں اور آنحضرت صلیمؐ نے بھی امیر معاویہ کے متعلق یہ جملہ تاریخی سے نہیں فرمایا تھا۔ اپنے متولی کی تائید میں علامہ نے تظہیر اینماں میں کی عبارت بھی نقش فرمائی ہے مگر علامہ اس امر کو بھول گئے کہ ان سے اور انہیں مجردوں سے اس تاویل کے پیش کرنے میں دری ہو گئی اور آنحضرتؐ کے ارشاد کا اثر اس تاویل سے بہت قبل امیر معاویہ کی زندگی میں نہیں ہو چکا تھا۔ اسی ارشاد کا اثر تھا کہ امیر معاویہ سوریہ روزانہ کھانا کھاتے تھے (قریب ۱۵ سیر) اور بھیت نہیں بھرتا تھا (ستر طبع مسریز والیں میں ۲۲۵) خود امیر معاویہ بھی اس ارشاد کے اثرات کے مقرر تھے چنانچہ کہا کرتے تھے:

وَاللَّهِ مَا أَتَرَكَ الطَّعَامَ شَيْعَالِكُنْ خَدَائِيْ تَحْمِيدَ بَهْرَجَانَتَيْ كَبِيتَ سَتَنَيْ
بَلَكَ تَمَكَ جَانَتَ سَمَشَانَ كَهَانَا بَچَوُرَجَاهَوَنَ
اعياءَ

اگر اس ارشاد نبوی صلیمؐ کے تصریح مرتب ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہ ہوتا تو البتہ ایک حد تک یہ کہنا ممکن تھا کہ آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ یوں ہی نکل گیا تھا ثبوت کی موجودگی نہیں یہ تاویل انتہائی لغو ہے علامہ ہول یا علامہ ابن مجردوں کی بھروسی ظاہر ہے کہی چیز کو اس کی اصلیت و حقیقت کے خلاف ظاہر کرنا آسان کام نہیں۔ اس میں بھی مختلف صورتیں مولف و مصنف کیلئے درمیش ہوا کرتی ہیں اور اسی طرح کی دو راز کار تاویلوں سے اپنے مقدمہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا پڑتی ہے جب تا لیف و تصنیف کا معیار اکھاراں کے بجائے ٹھیکیوں کا تحفظ قرار دیا جاتا ہے تو اس میں اسی تحریم کی کارروائیوں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے تجسس کہ علامہ نے "ترمت" یعنی نک و

عقری حلقوی اولاً اشیع الله بطنه ” کے فرق کو محسوس نہیں کیا۔ مجھ کو علامہ کی طرح قابلیت کا تو دھوئی نہیں مگر اتنا فرق اتفاق ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے دلوں ارشادات میں کوئی تناقض جناب باری سے نہیں ہے اور تصریح ارشاد میں جناب باری کی خدمت میں ایک درخواست پڑیں کی گئی ہے (کہ اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے) اور اس کے مقرر خود علامہ ہیں آنحضرت کی درخواستیں رذیں کی جاتی تھیں۔

و لا شک ان دعائیں صلی اللہ علیہ اس میں کچھ تکمیل نہیں کر سکیں کہ نبی کریم صلی اللہ وسلم مستحب

علیہ وسلم

متقابل الدعوات تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم مصائب معاویہ کے متعلق ”کتاب ابن حیث“ کے الفاظ بھی استعمال فرمائے اور تمیر سے ارشاد نے امیر معاویہ کو سورہ ملک کھانے کی استدعا اور وہوں عطا کر دی۔

ای صفحہ میں علامہ امیر معاویہ کے متعلق ”کتاب ابن حیث“ کے الفاظ بھی استعمال فرمائے گئے کتابت تک لذت بریت تھی معلوم نہیں امامت علامہ نے کہاں سے عطا فرمادی۔ غالباً علامہ نے امیر معاویہ کو ایں اسی عبارت کی وجہ سے فرمایا ہو گا۔ جس کو لوگ حدیث کے ہام سے موسم کیا کرتے ہیں اور اور جس کو میں نے اس سے قلب دیا چہ میں اس بحث میں کہ تمین امیر معاویہ نے احادیث تغییلیت جناب امیر کے مقابلہ میں عمارتیں وضع کی تھیں پیش کیا ہے۔ جن لوگوں نے امیر معاویہ کو ایں لکھا ہے چونکہ اگلی سند اس لفظ کے استعمال کے لئے بھی حدیث ”الامانة عبد الله اللثة انا و جبریل و معاویۃ“ ہے اس لئے میں اس حدیث کے متعلق صرف حضرت ملائکام الدین فرجی محلی کی عبارت ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں تاکہ انہیں بھی ٹھوڑا رہے اور اس عبارت کی حیثیت کوی معلوم ہو جائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ معاویہ کا تسبیح و قدر تھے
فقال له رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا کہ
اللهم علم معاویۃ بالكتاب والحساب
او ران کو تذکرہ روا و احمد و فی
روایت کیا اور یہ جو مشہور ہے جیسا کہ تمہید
المشهور کما فی تمہید ابی مشکور

اللهم ادا ولست او ملكت فاحسن
وكماروى الترمذى في مناقبه انه قال
صلى الله عليه وسلم اللهم اجعله هاديا
مهديا واهده وقد حكوا ان عمر
ابن خطاب اماما عزلا معدا عن الح扪ص
و نصبه مقامه تعجب القوم فقالوا
يا عجبا يعزلون عمرا وينصبون
معاوية فقال عمر ابن سعد لا تفجروا مهاربة
و قد سمعت رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم يقول اللهم اهد
و قد اشتهر قوله صلى الله عليه و على
آله وسلم الاماناء عند الله ثلاثة انا و
جبرائيل و معاوية و قوله صلى الله
عليه و على آله وسلم يبعث معاوية
يوم القيمة و عليه رداء من نور الایمان
لان القول كل ذلك لم يصح و
الحاديغان الآخر ان قد حكم النقاد
بوضعهما و شددا عليهم الخ
(مک سادق ص ۶۱۲)

امانت کی حیثیت تو ناظری کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ باوجود اس حدیث کے موضوع ہونے کے اثر

علامہ کارل پھر بھی بھی چاہتا ہے کہ وہ امیر معاویہ کو اپنی یقینی تو افضل اختیار ہے مگر ہاں اور کسی لکھتے پڑھتے ہے اور سمجھدار سے وہ اس امر کی خواہش کرنے کے بجائے انہی امیر معاویہ کو اپنی بھی۔

ص ۸۲ سے ص ۸۷ تک علامہ نے احسن الاتخاب کی کچھ عبارتیں نقل فرمائی ہیں مگر یہ زدت گوارثیں فرمائی کہ اتنی تحریر کی اور فرمادیئے کہ اس قتل میں کیا کائد راز پوچھیا ہے اور اس تکلیف کی علت کیا ہے جب تک علامہ اپنے اعتراض کو وضاحت نہ دین اس وقت تک ظاہر ہے کہ ہم کوئی فیصلہ کن بات ناظرین کے سامنے پیش کرنے سے معدور ہیں البتہ علامہ سے اتنا ضرور پوچھا چاہتے ہیں کہ اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ جن عبارتوں کو علامہ نے نقل فرمایا ہے وہ خود حضرت مؤلف کی عبارتیں جیسیں ہیں بلکہ انہوں نے اور علامہ اعلیٰ سنت والجماعت کی تکبوں سے نقل کی ہیں تب علامہ کے اعتراض (جس کوہہ ابھی تک اپنے دل میں رکھے ہوئے ہیں) کی کیا یقینت ہوگی۔ کیا اس وقت بھی وہ اس کہنے کے مجاز ہوں گے کہ حضرت مؤلف اس تجھے پر پہنچے ہیں یا اس وقت یہ اعتراض علامہ کا باطل و ناقلوں ساخت ہو گا جملہ عبارتوں کے مأخذ بالاعتراض کی حقیقت کو سمجھنے ہوئے جو شکرناخال از طوالت نہ ہو گا اس لئے صرف اس موقع پر ایک کامخذ کا پیش کرتا ہوں ہا کہ علامہ کو کہکھ بوجہ کریمے سوال کے جواب دینے کا موقع رہے اور یہ شکایت نہ کرو کہ افسوس جواب دینے کیلئے کافی وقت اور مہلت نہیں تھی۔ علامہ نے ص ۸۵ پر کا نمبر ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳ احسن الاتخاب میں کہی ہے وہ تقریباً ملحوظ خلافی راشدین محدثہ مولوی حاجی میمن الدین ندوی کی ہے۔ میں ناظرین کے سامنے خلافی راشدین کی وہ عبارت لکھ دیا ہوں تاکہ ناظرین کو بھی اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ اس عبارت سے اگر کوئی نتائج نکلتے ہیں تو اسکے قدر حضرت مؤلف ہیں یا مولوی حاجی میمن الدین ندوی۔

”بِنَاءً مِّيقَاتِيْ بَأْشِمَكِ دِيرِ يَدِهِ شُكْ بَهْرَيَاهِهِ هُونَيْ حَضَرَتِ عَلَى لَنْ تَامَ عَالَ مَلَانَيْ كُو بَرَطَرَ كَرَوْ بِيا تَحَاوَرَ وَهُوَ سَبَ امِيرِ مَعَاوِيَهِ كَرَوْ بِيشْ بِعْ جَهْ بُونَگَيْ تَجَهْ بِهَرَتْ بَهْتَ سَتَ قَبَلَ عَربَ جَوَ اُكَرَچَ اِمُويَ دَتَتَهْ تَاهِمَ شَابَهَ دَادَوَهَشَ نَنَےَ اَنَّ كُو بَھِي طَرَفَارَ بَنَادِيْ تَحَايِ طَرَجَ بِعَضَ سَجَاهَ بَھِي اِبَنِ اَغْرَاضِ وَمَقَاصِدَ كَلَاتَسَهْ اَنَّ كَرَهَتْ دَبَادِ تَجَهْ بَهْتَ حَضَرَتِ عَرَوَبَنَ العَاصِ نَنَےَ مَصَرِکَ وَلَاهِيَتَ كَاهِيدَ لَيَرَاهِانتَ وَسَاعِدَتْ كَا

وعدد کریما تھامغیرہ میں شعبہ اور زیاد جو عرب کے بڑے چالاک اور سیاسی لوگوں میں
بھی جاتے تھے وہ بارہ قضاوی سے برداشت خاطر ہو کر امیر محاویہ کے حلقہ احباب
میں شامل ہو گئے تھے (خانائے راشدین صحف حاجی عین الدین ندوی ص ۲۵۰)۔

جو عمارت کہ میں نے اوپر لکھی ہے اگر اس کا مقابلہ تبرہ ص ۱۲۵ کی عمارت سے کیا جائے تو
ساق معلوم ہوتا ہے کہ باشناعے دو ایک لفظوں کے فرق کے جن سے نتیجہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا
سب عمارت لفظ لفظ کیساں ہے اور وہ الفاظ اتنی کوعلام نے جل قلم سے لکھتی کی زحمت گوارا فرمائی
ہے تقریباً سب کے سب خطا نے راشدین کی عمارت میں موجود ہیں اگر علمائے زحمت گوارا کی تو
انھیں یہ سب عبارتیں مستند کتابوں میں پتھر الفاظ اعلیٰ جائیں گی۔ علامہ درود جائیں اسی خلفاً
راشدین کو ملا جلد فرمائیں ان عمارتوں میں سے اکثر پتھر الفاظ اس میں بھی علامہ کوں جائیں گی۔
ص ۸۸ سے ۹۳ تک علامہ نے اس حدیث کو منت کش تقدیر فرمایا ہے کہ جس کو حضرت

مولف نے مسلم امام احمد بن حبلون کے حوالے سے اسن الاتخاب میں لکھا ہے اور جس سے امیر محاویہ
کی شراب نوشی کا ثبوت ملتا ہے۔ علامہ جن کے نزدیک امیر محاویہ محابی جلیل التدریس بھلا اس
حقیقت کو کیسے قبول کرتے ان کیلئے اس کی تردید کرنا فرش تھا اور اس متصدِ کلیے انھوں نے اس
حدیث کو ہرامکانی طریقہ سے بخروج کرنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے تور و رواۃ حدیث کی
طرف توجہ کی ہے اور اس کے بعد مسلم امام احمد بن حبلون کی حیثیت پر روشنی ذوقی ہے۔ بحث کے
لئے اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ناظرین اس حدیث سے بھی واقعیت حاصل کر لیں کہ جس
کے بخروج کرنے میں علامہ نے اتنی درسری کی ہے اس لئے میں حدیث کے الفاظ پہلے ناظرین
کے سامنے پیش کروں گا اور کے بعد پھر رواۃ کی حیثیت پر ایک نظر ڈالوں گا۔

حدثنا عبد الله حدثنی ابی حدثنا زید ہم سے حدیث یاں کی عبد اللہ نے انھوں
نے اپنے باپ سے انھوں نے زید نے
بن الحباب حدثنی حسین حدثنا
عبد الله ابن برویدۃ قال دخلت أنا و
ابی على مغاربة فاجلسنا على الفرش
عبداللہ الشافعی بریدۃ سے وہ کہتے ہیں کہ میں اور
نم اتنا بالطعام فاكلنا ثم البنا بالشراب
بیرے والد محاویہ کے بیان کے فرش پر

فشرب معاویہ تم ناول ابی تم قال
ماہرینہ منذ حرمه رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال معاویہ کست اجمل شباب
قریش و اجرد تفر و ما هی کست
اجد له لذة كما کست اجدہ و انا
شباب غیر المبن اور انسان حسن
الحدیث بحدیثی (مندیام احمد ابن خیل
جلدہ طبعہ سعیدی ۲۷۴)

پیشے پھر ہم تو گوں کیسے کھاتا آیا ہم نے کھلایا
پھر شرب آئی معاویہ نے لبی پھر سیرے والد
کو دی سیرے والد نے کہا جب سے رسول
اللہ نے اس کو حرام کیا میں نے نہیں لی
معاویہ کہنے لگے میں ہوان ان قریش میں بہت
خوبصورت تھا اس سے زیادہ کی چیزیں میں لذت
نہیں پاتا سوائے دودھ اور خوش تفریغ کے۔

علامہ نے جو حدیث اس حدیث کو محروم کرنے میں صرف فرمائی ہے اس کی طرف دیا چہ
میں ٹھنی طور پر اشارہ کیا چاکا ہے۔ حق یہ ہے کہ علامہ نے اس حدیث کو محروم کرنے میں جس
دیانت اور راتی سے کام لیا ہے وہ بجز ان کے اور کسی سے نہیں نہیں۔ وہ اپنی راتی و دیانت اور
صداقت پر جس قدر فخر کریں ہے۔ ملاحظہ ہو کہ جب درسرے راوی حسین کی تحقیق کی طرف متوجہ
ہوئے تو بکمال ساری حسین سے مراد حسین بن دروان اور حسین بن عبد اللہ بن مدفنی کو لے کر رسان
وہ بجز ان اور بزرگان الاعتدال سے جو جرح ان دروسیوں پر درج تھی اس کو لفظ فرمادیا۔ اس کا حاس
و خیال کر حسین ابن عبد اللہ و حسین ابن دروان جلا نہ عبد اللہ ابن بربرڈ میں نہیں ہیں علامہ کے پایہ
دیانت و تبریزی سے اس قدر گزی ہوئی بات تھی کہ اس پر توجہ کرنا ان کے تزویک تک صداقت تھا۔
وہ بخلایہ کیوں سمجھتے کہ حسین سے مراد حسین ابن چاقہ مروزی ہیں اس لئے کہ یہ سمجھنا لئے تحقیق معيار
تحقیق کے اختلاف تھا کہ باید و شاید۔ اس چیز کو اگر علامہ حلیم کر لیتے تو پھر احسن الاختاب پر
اعتز ارضی کیتے کرتے اور دھوائے ہدایتی و صداقت کو کہاں لے جائتے۔ اس حدیث کے روایت میں حسب
ذیل اشخاص ہیں زید بن الحباب، حسین و عبد اللہ بن بریہ میں ان تینوں صدراط کی واقعی حیثیت
کو ناظرین کے سامنے پیش کئے دن ہاں ہوں۔

(۱) زید بن الحباب کوئی۔ پیر رسان کے رہنے والے تھے طلب علم کیلئے کوفہ آئے اور کوئی
کہلائے اُنہیں کے اساتذہ میں حسین ابن اندی مروزی ہیں امام احمد ابن خیل نے ان سے

حدیث روایت کی ہے اندرس کے یقاضی بھی اس پرستھ۔

(۱) علی ابن الدین کا قول ہے کہ یقش تھ۔

(۲) مغلی نے بھی تسلیم کیا۔

(۳) عثمان کہتے ہیں کہ ابن شیعین کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) ابو حاتم نے صدق و صالح کہا۔

(۵) ابوداؤ رکھتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے ناکوہ کہتے تھے کہ یہ صدوق تھ اور الفاظ کو جنبٹ کرتے تھے۔

(۶) عبد اللہ قواریری کہتے ہیں کہ ذکر کی وظائف دعا لام تھے۔

(۷) اہل بیان نے لفظ لکھا ہے۔

(۸) ابن خلفون کہتے ہیں کہ ابو حطیب بن نے توہین کی۔

(۹) احمد بن صالح کہتے ہیں کہ حدیث میں مشہور و صدوق تھے۔

(۱۰) ابن قاسی نے صالح کہا۔

(۱۱) دارقطنی و ابن مالک نے لفظ کہتے ہیں۔

(۱۲) ابن شاہین کہتے ہیں کہ عثمان ابن شیعین نے ان کی توہین کی۔

(۱۳) ابن یونس حسن الحدیث کہتے تھے۔

(۱۴) ابن عذری کہتے تھے کہ یاثبات صالح کو فسے تھے کہ جن کے صدق پر شک نہیں کیا جاتا۔

علام میرزاں الائمنی کے مطالعہ میں تو بہت کچھ مشقت درکھتے ہیں میرزاں کے حلقات میرزاں الائمنی کی عمارت پر کیوں نہ توجہ فرمائی۔ کیا علامہ ذہنی نے جوان کی توہین کی کوئی کردی یہ کچھ بار خاطر ہوئی علامہ ذہنی نے تذکرہ الحفاظ میں ان کو زادہ محبت ثابت کھا ہے (تذکرہ الحفاظ جلد اس ۳۲۲) میرزاں الائمنی جلد اول ص ۲۲۲ میں بھی ان کا حال موجود ہے اور ابن شیعین اور ابن الدین کا لشکر کہنا اور ابو حاتم کا صدوق کہنا بھی مرقوم ہے اس کو انھوں نے کیوں عذر فرمادیا۔

سان امیر ان جلد اس ۵۰۲ سے جاتی کی جرح و درج فرمائی مگر اس چیز کو کسے پیسے کے کو دو جرح زیدین الحجاب مدینی پر ہے زیدین الحجاب کوئی کا ذکر سان امیر ان جلد اس ۸۳۲ پر ہے

ان کا پورا نام زید بن الحباب ابو حمیں الحکلی ہے اور اسان الحبر ان جلد ۶ میں بحسن کی ان کا ذکر مرقوم بھی ہے علامہ کے ندویک کیادیت و راتی اور صحیح تقدیر اسی کو کہتے ہیں کہ جرح کی شخص پر ہوا درچسپاں کسی اور پر کی جائے۔

(۲) حسین ان واقدی مردی علامہ نے دوسرے راوی کی تقدیر میں جس خصوصی سے اپنا دامن پھانے کی کوشش کی ہے اور جس طرح اپنے جمال قبیل و معرفت کی احساسات قلبی کی جماعت کی ہے وہ پچھالیکی دارطلب ہے کہ اسکا گنج حق ادا ہونا ذرا دشوار ہے اس لئے داد دینے سے گر ج کر کے میں ناظرین کے سامنے صرف اصلیت کو پیش کرتا ہوں۔

علامہ نے جو تکلیف اس راوی کی جرح میں اٹھائی ہے اور اس کی طرف جس خوبی سے اشارہ فرمایا ہے اس کو میں دیباچہ میں لکھ چکا ہوں اس لئے اس کا اعادہ کرنا بخشن طوالت دیتا ہے۔ حسین ان واقدی مردی سید اللہ ابن عامر ابن کریم کے غلام تھے مردمیں قاضی رہے۔

(۱) احمد بن شبویہ برادیت علی اہن الحسین اہن شفیق کہتے ہیں کہ ابن المبارک سے پوچھا گیا کہ جماعت میں کون کون لوگ ہیں انھوں نے کہا محمد اہن ثابت و حسین اہن واقدی و ابو جزہ مکری اور کپا کرتے تھے کہ ہم میں حسین کے مثل کوئی نہیں۔

(۲) امام محمد نے ان کی بہت تعریف کی کہا کرتے تھے کہ ان میں کوئی خرابی نہیں۔

(۳) اہن حسین کا قول ہے کہ پیش تھے۔

(۴) ابو دردہ کہتے تھے ان میں کوئی خرابی نہیں۔

(۵) نائلی بھی بھی کہتے تھے۔

(۶) اہن حبان لے خیار الناس لکھا۔

(۷) اہن سعد حسن الحدیث کہتے تھے۔

(۸) اجری کہتے ہیں کہ ابو دودے مردی کی ان میں کوئی خرابی نہیں
ان کی کنیت ابو علی تھی۔ بنواری و اطبیم و دارقطنی و مسلم و مسائی و دولاپی و حاکم دغیرہ نے اسی کنیت سے ان کا ذکر کیا ہے۔ بیزان الاحمدی میں بھی ان کو اہن حسین وغیرہ کا نامہ کہنا درج ہے (بیزان الاحمدی ج ۱ ص ۲۲۶)

(۳) عبد اللہ اکن بریوہ این الحصیب الہمی ابو سکل مرزوqi۔ انہوں نے اپنے والد اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں۔

- | |
|--|
| (۱) ائمہ مسیحی کہتے ہیں کہ یہ شفیع تھے |
| (۲) عالمگیری مسیحی کہتے تھے۔ |
| (۳) ابو حاتم بھی شفیع کہتے تھے۔ |
| (۴) ائمہ خراش صدوق کہتے ہیں۔ |

تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۵۱

علامہ نے میرزا انذاخیل کی اور عمارت قوان کے متعلق لفظ قرانی مگر بوجہہ شدت و دیانت یہ لکھا بھول گئے کہ یہ ثقافت تباہیں سے تھے ابو حاتم اور ایک جماعت نے ان کو فرمانا ہے (میرزا انذاخیل جلد ۲ ص ۲۲)

علامہ ذہبی نے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں بھی کیا ہے عمارت ملاحظہ ہو یہ سرد کے قاضی خراسان کے عالم تھے بہت سے لوگوں نے ان سے حدیثیں روایت کیں یہ بالاتفاق لائق احتجاج تھے (ذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۹۰)

علامہ ذہبی کی پیرائے یہ بالاتفاق لائق احتجاج تھے چونکہ علامہ کے مسلک کے خلاف پڑتی تھی اس نے ان کو بھی مناسب معلوم ہوا کہ اس پر کوئی توجہ نہ کی جائے۔ معلوم نہیں علامہ ذہبی کے اس قول کو وہ کس جیتیں میں روکھیں گے۔

تلیں اس کے کم روادہ کے بحث کو تم کروں یہ مناسب معلوم ہتا ہے کہ کہ جو ز جانی (جن) کی جو ح علامہ نے ص ۹۲ پر لکھی ہے) کی حیثیت پر بھی نظر ڈال لیجائے کہ اگلی جو ح کس حد تک قابل قول ہو سکتی ہے۔ ان کا نام ابو حاتم اور کثیت ابو حاتم تھی یہ مشک کے درجے والے تھے انہیں جو عقلانی تہذیب الحدیب میں لکھتے ہیں کہ حدری (خارقی الحدیب) تھے۔ این عدی کا قول ہے کہ اہل مشک کے لمبب (بھیت) کی تھی سے پابند تھے۔ حضرت علیؓ سے اخراج تھا (جلد اول ص ۱۰۲) علامہ ذہبی میرزا انذاخیل میں لکھتے ہیں۔

و كان شليهد الميل الى منصب اهل يالل ومشك کے لمبب بھیت کی طرف
همشق فی العامل علی علی رضی شدت سے مائل تھے اور حضرت علیؓ سے

الله عنہ (بلدوں ص ۲۱) بہت زائد شخص رکھتے تھے۔

اسلئے ان کی جرح ان احادیث کے متعلق جن کا کوئی تعقیل جتاب اسیرا یا اسی معاویہ سے ہو قابل قبول نہیں ہو سکتی اور اسی کی طرف عالمان ہجرتے مقدمہ انسان الگیر ان میں بھی اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث کی روایۃ کی حقیقت ہاتھرین کے سامنے چیز ہو یکلی۔ جو اقوال علمائے جرح و تعلیم کے لئے میں نے اوپر لکھے ہیں ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے سے یہ صاف پڑے چلا ہے کہ ان میں سے کوئی راوی بھروسہ نہیں اور اس حقیقت تک علامہ کامل دو ماغ بھی ہے، جو گیا تھا اسی لئے انہوں نے ضرورتاً صیغہ این واقعی مروذی کے بجائے حسین بن دروان اور حسین بن عبد اللہ مدفنی کو پیش کرنے کی ترکیب ایجاد کی اور اس بات کو باعتصد اڑا گئے کہ یہ دونوں تلامذہ عبداللہ بن بریدہ میں نہیں ہیں۔ کسی چیز کو ادا جانا کسی شخص غیر کو اصل راوی کی تجھ پر پیش کر کے حدیث کو بھروسہ ثابت کرنا تکمیلی سب چالیں اسی ہیں کہ جن سے ایک ایجاد اور وحدتیں وفاک کام لیا کرتا ہے اور اسی کو صحیح تخدید بھی کہتے ہیں اس لئے وہ اس سے مطمئن رہیں کہ اسکے دامن صداقت پر ان افعال سے کوئی وصبہ نہ آ سکتا اور وہ صحف ناقدین سے اس بنا پر بٹائے جاسکتے ہیں۔

علامہ نے کوشش توہین کی کہ یہ حدیث روایۃ کے سفرم سے بھروسہ جو جائے جزو اور اضافہ دونوں سے کام لیا تک حقیقت کہن چھپائے چھپتی ہے، جب اس کا احساس ہوا تو مدرسہ الراوی پاہ پڑی اور اس کی عمارت سے مددی کہ کسی طرح کامیابی نصیب ہو مگر اس استدلال میں بھی علامہ نے اپنی پرانی روشن کا اجماع ضروری کیا اور وہ استدلال فرمایا کہ جس کا بار اس عمارت کے الفاظ نہیں اختلاستے۔ مدرسہ الراوی کی اس عمارت میں جرح مفسر کے الفاظ موجود تھے مگر ملام کہیں ایک دو لفظ کی سورج روگی سے رکنے والے تھے انہوں نے جرح مفسر کے الفاظ کو بے معنی و مہمل کیا کہ اس عمارت کو مطلق جرح کے متعلق سند اٹھیں فرمادیا اور اس طرح اس سے حدیث کے اقوال کو کوئی معنی قرار دیکھ لینا فرض ممکنی ادا فرمایا۔ چونکہ علامہ نے مدرسہ الراوی کی عمارت پر استدلال فرمایا ہے اور اس سے آگئے بڑھ کر اس صلاح و رازی و خطیب کے اقوال بھی تکھے ہیں۔ اس لئے میں جرح و تعلیم کے مسئلہ پر بھی ایک نظر ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں۔

سولا نا عبد اجتی فرنگی محلی سنت رسالہ الرفع التکمیل میں اس مسئلہ پر انکی روشنی ڈالیے کہ حدائق میں کی کتابوں کے حوالہ کی ضرورت باقی قبیل رہتی اسلئے میں بجائے حدائق میں کے احوال نقل کرنے کے الرفع والتکمیل کی بھی محابرہ ناظرین کے سامنے پیش کئے دھا ہوں جو حدائق میں کے احوال کی بھی جا سچ ہے اور جس میں قول فعل بھی موجود ہے سولا نارجۃ اللہ علیہ اسی رسالہ کے میں میں لکھتے ہیں تقدیل بغیر ذکر سبب قول کی جائے گی کیونکہ اس کے اسباب بہت ہوتے ہیں مگر جرح بلا وضاحت سبب قائل قول نہیں ہے اس لئے کرجرح کسی ایک امر سے حاصل ہوتی ہے جس کا ذکر رہوار نہیں ہوتا اسلئے بیان اسباب جرح میں لوگ مختلف ہیں اکثر بحیثیت عقیدہ کی ہوتی ہے اسکی جرح درحقیقت قابل قول نہیں ہوا کرتی۔ بیان سبب ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ قادر بھی ہے یا نہیں "آگے چل کرس" میں لکھتے ہیں "کہ جب کسی راوی میں جرح و تقدیل دلوں ہوں تو بعض کے نزدیک جرح قابل قول ہوگی اور بعض کے نزدیک تقدیل اس امر میں علا کے تین قول ہیں۔

(۱) یہ کہ جرح مطلقًا مقدم ہوگی اگرچہ تقدیل کرنے والے بہت سے کیوں نہ ہوں خطیب نے اس کو جہود علماء سے قبول کیا ہے اور انہیں المصلاح درازی وغیرہ نے اس کی توجیہ کی ہے۔

(۲) یہ کہ اگر محدثین کی تقدیل زیادہ ہو تو وہ تقدیل مقدم کی جائے گی اس امر کو خطیب نے کتفی میں اور صاحب محصول نے بھی لکھا ہے کیونکہ محدثین کی کثرت اگلی حالت کے قوی ہوئے کو ظاہر کرتی ہے اور جاری میں کی تقلیل ان کی تحریر کو ضعیف کرتی ہے۔

(۳) یہ کہ اگر جرح و تقدیل حصاریں ہوں تو باہ پر جرح کو ترجیح دی جائے گی اسی کو اہن حاچب نے لکھا ہے اور اسکی تشریع عراقی نے شرح الفیہ اور سیوطی نے تدریب الراوی میں کی ہے۔ میں لکھا ہوں کہ اس زمانہ کے اکثر علماء کے قدم محققین کے اس قول پر ڈالکر گئے ہیں کرجرح تقدیل پر مقدم ہے۔ یہ بیوہ ان لوگوں کے تقدیل اور تفصیل سے غافل ہونے کے اور اس وہم میں پڑنے کے کرجرح مطلق چاہے کوئی جرح کسی کی طرح کی کسی راوی پر ہو مطلقًا تقدیل پر مقدم بھی ہائے گی خواہ تقدیل کی معدل کی کسی طرح کی کسی راوی پر ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قدم جرح کا تقدیل پر جب ہوگا کہ جب جرح مفسر ہو کیونکہ جرح بمعجم مطلقًا ناجبول ہے

اور بھی صحیح نہ ہے۔ اس کی طرف سیوٹی نے تدریب الراوی میں اشارہ کیا ہے کہ جب راوی میں جرح مضری اور تبدیل نہیں ہوا جائے تو جرح مقدم ہوگی اگرچہ محدثین کی تحدیز اندھی کیوں نہ ہو..... اسی کو حافظ امین مجرم نے توجیہ الفکر اور اس کی شرح نزہۃ النظر میں بھی لکھا ہے کہ جرح تبدیل پر مقدم ہے۔ اس کا اطلاق ایک جماعت نے کیا تھا اس کا کل تفصیل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر جرح کسی ایسی سے ہوگی کہ جو اس کے اسباب جاتا ہے تو قابل قول ہوگی کیونکہ اگر غیر مضر ہے تو اس کے حق میں کہ جس کی حدالت ثابت ہوقدح نہ ہوگی۔ اگر کسی اپنے نے جرح کی کہ جو عارف بالاسباب نہیں تو اس کی جرح کا اختبار کیا جائے گا۔ سندی کا قول بھی اسی کا مذہب ہے (امان انظر شرح توجیہ الفکر) علامہ صالحی شرح الفہی میں لکھتے ہیں کہ تقدیم حکم جرح کی تبدیل پر مقدم کرنے میں ضروری ہے جب کہ جرح مضر ہو اگر دوں غیر مضر تعارض ہوں تو تبدیل مقدم بھی جائے گی۔ نہیں وغیرہ کا بھی بیکی ہو۔ امام اودی شرح صحیح مسلم نے بھی بیکی لکھا ہے۔ حافظ امین حجر و بیانہ لسان امیر ان میں لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص کی جرح اور تبدیل میں علماء مختلف ہوں تو امر ثواب تفصیل ہے اگر جرح اور اسباب جرح مضر ہوں تو قابل قول ہوگی ورنہ تبدیل پر عمل کیوں جائے گا۔

خاصصیت کثافت کے کلمات اس امر پر وال میں کہ اگر کسی راوی میں تبدیل اور جرح دوں بھیں پائی جائیں تبدیل مقدم ہوگی۔ اسی طرح اگر جرح بھیں اور تبدیل مضر پائی جائے جب بھی تبدیل مقدم ہوگی۔ جرح کی تقدیم صرف اس صورت میں ہوگی کہ وہ مضر ہو عام اس سے کہ تبدیل بھیں ہو یا مضر۔ جس عیات کے ترجیح کوئی نہ اور پر لکھا ہے اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جرح غیر مضر تبدیل پر مقدم نہیں کی جاسکتی اس لئے علامہ کو ”قاعدۃ مقررہ میں الاصولین“ سے بھی کوئی مدد اس معاملہ میں نہیں طلق اس لئے کہ اگر علامہ کی عیارت کو (ان رواۃ میں جرح و تبدیل دوں کی موجودگی میں) صحیح بھی سمجھا جائے تو بھی جو جرح کے علاستے ان رواۃ پر لکھی ہے وہ جرح بھیں کے حدود سے تجاوز نہیں کرتی کیوں کہ اس میں جرح اور اسباب جرح مضر نہیں اور اسکی صورت میں تبدیل کو فویت ہوگی اور ان رواۃ کی نقل قطعی طور پر اُن استدلال ہوگی۔

وسری چیز جس پر علامہ نے اس سلسلہ توجیہ کرنا مناسب نہیں سمجھا وہ محدثین اور خوارجین کی حیثیت ہے۔ جو عمارت تہذیب العبد یہ کسی میں نے اس سے قبل ان رواۃ کے متعلق نقل کی

ہے اس پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات کے محدثین میں ابو تمی ونسائی و ابن معین و ابن حبان کی سی مقتدرہ سنتیاں موجود ہیں۔ زید بن الحباب کی توثیق ابن معین والی حاتم و ابن حبان نے اور حسین ابن احمد والقدوس روزی کی توثیق و ابن معین و ابن حبان ونسائی نے اور عبد اللہ ابن بریدہ کی توثیق ابن معین اور ابوالحدی حاتم نے کی ہے ان حضرات کی توثیق اس لئے اور بھی زائد قیع ہے کہ ان حضرات کا شمار اس گردہ امام جرج و تعلیل میں ہے جن کو اس امر میں تشدید ہوا اور جادوی جرج سے بھی راوی کو محروم کرو دیا کرتے تھے اسی وجہ سے ان کی توثیق اور وہیں کے مقابلہ میں زیادہ صحت رہانے کے قابل بھی گئی (الدرالholm جلد ۱۵، ۱۵۰۷ء تہذیب الحدیث)

علماء کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان حضرات نے کسی کی توثیق کی ہو تو وسرے کی جرج ان کی توثیق کے مقابلہ میں قیع دیوٹی بلکہ اس کی توثیق پر استدلال پر کیا جائے گا۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور تلکر دس برہمیز نے اس مسئلہ کو "الدرالholm فی مناقب غوث العظیم" میں بہت تعریغ سے لکھا ہے میں اس کی کچھ عبارت خلص کئے دیتا ہوں کہ واقعی کیفیت کا انکشاف ہو جائے "امام خداوی فتح المغیث" میں لکھتے ہیں کہ ملامۃ ہمیں نے ان لوگوں کی جنہوں نے اور لوگوں کے مختلف کچھ کلام کیا ہے چند تسمیں کر دی ہیں ایک وہ کہ جو ثابت روابعوں پر معرض ہیں یہیں ہے این معین اور ابن حاتم وسرے وہ جو اکثر روایات میں کلام کرتے ہیں جیسے ماں اور شعبد اور شیرے وہ جو کیے بعد دیگرے معرض ہوتے رہتے ہیں جیسے ابن عینیہ اور امام شافعی۔ اور یہ سب تن تسمیں ہیں ایک وہ جو جرج کرنے میں شلطیوں کے جس زیاد رہتے ہیں اور تعلیل میں متفہت اور دوستی میں ایک وہ جو بیویوں پر طعن کرنے لگتے ہیں تو جس وقت کسی شخص کی توثیق کرتے ہیں تو ان کے قول کو مانا جائے اور اگلی توثیق سے تسلک کرنا جائے اور جب کسی کی تضعیف کریں تو دیکھنا جائے کہ اور کوئی ان کے علاوہ بھی اس کے ضعیف کہنے پر اسکے موافق ہے یا نہیں اگر ہے اور اس شخص کی کسی ایک نے توثیق نہیں کی تو وہ ضعیف ہے اور اگر کسی نے اسکی توثیق کی ہے تو یہ صورت ہو گی جس میں محمد بن کاتول ہے کہ اس میں حدایے جرج مشرک کوئی بات محقول نہ ہو گی اسی (الدرالholm ص ۱۵۰۷ء)

تمل اس کے کہ روایات کی بحث کو شتم کیا جائے ایک چیز اور بھی اسی سلسلہ میں پیش کروانا

ضروری اسیہ۔ علامہ نے عبد اللہ امکن بریڈہ کی جرح نقش کرنے میں ابراہیم حربی کا ایک مقول لکھا ہے جس میں ان کے متعلق احادیث مذکورہ کاراوی ہونا درج ہے۔ چونکہ اس الفاظ مذکورہ میں غلطیتی کا توہی احتال ہے اس لئے اس کو صاف کر دینا مناسب ہے۔ مذکور کے معنی غیر مذکور کے نہیں ہیں اور نہ اس لفظ کے استعمال سے راوی کے تقدیر غیر مذکور ہوئے پر کوئی اثر نہ ہتا ہے۔ قدماء اکثر مذکور کا اطلاق صرف اس پر کرتے ہیں جو کسی فرد روایت سے معلوم ہو۔ اگرچہ وہ شخص خود ثقات اثبات سے ہو (الدراعظم جلد دوم ص ۱۳۹)

علامہ کو جب رواۃ کے مجروح کرنے کی ہام کام کوشش سے فرصت ملی تو مسند امام احمد ابن حنبل کی باری آئی اور انہوں نے اس حدیث کو اب اس لئے باقاعدہ قبول قرار دیا کہ یہ مسند امام احمد ابن حنبل میں واقع ہے جس میں بقول ان کے تمام احادیث صحیح نہیں۔ کیا ان کے نزد یہکی یہ کوئی معيار تحقید ہے اگر کسی حدیث کی کتاب میں کچھ ضعیف حدیث موجود ہوں تو اس کتاب کی صحیح حدیث میں بھی ضعیف ہو جائیں گی۔ کیا ہر حدیث کو اس کی دیشیت سے جانچا ضروری نہیں اور مجرد کتاب کی صحت و عدم صحت سے حدیث کی صحت و عدم صحت کا تفصیل کیا جاسکتا ہے۔ کیا وہ کوئی کتاب حدیث کی اسکی باتا سکتے ہیں کہ جس میں کوئی بھی حدیث ضعیف نہ ہو۔

علامہ مسند امام احمد بن حنبل کے متعلق ہم اقوال بھی لکھنے کی رخصت گوار فرمائی ہے اور الدراعظم کو بھی سند میں پیش فرمایا ہے اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل کی صحیح دیشیت بھی پیش کروی جائے۔ انہوں نے الدراعظم کے حوالہ سے عراقی۔ ابن الجوزی و ابن حجر عیشی اور ملا علی قاری کے اقوال تو نقش فرمادیے۔ گمراہ دیانت کو ریکھنے کے اس کتاب میں جہاں ان علماء کے اقوال درج ہیں جنہوں نے عراقی و ابن الجوزی وغیرہ کے قول کو روکیا ہے اس کو بالقدم درج نہ رہنے سے گریز فرمایا اس لئے کہ علامہ کے نزد یہکی مسند ہے اسی کو سمجھتے ہیں کہ کچھ عبارت پیش کی جائے اور مختلف عبارت جو فہمل کی ہو جزو کر دی جائے۔ مجھے چونکہ اس اعلیٰ معيار دیانت کے روز سے واقعیت نہیں اس لئے بخوبی کی دیانت کی تعریف کرنے کے اور میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

ذیل میں ان علماء کے اقوال لکھے دیا ہوں جن پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے اور اسی کے

مقابل ان علماء کے اقوال میں جھمتوں نے ان اقوال کو رد کیا ہے اور غلط ثابت کیا ہے۔
علماء کے اقوال جھمتوں نے مسند امام احمدؓ علامہ جھمتوں نے ان اقوال کو رد کیا
تعصیف کی:

(۱) عراقی: اس میں ضعیف حدیث کا ہوا ثابت ہے بلکہ بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں کے قول کا تقبیح کیا ہے اور ان حدیثوں کے موضوع نہ ہوتے کو ثابت کیا ہے اور لکھتے ہیں (۲) ابن الجوزی: اس میں بہت موضوع کے مسند امام احمدؓ بن خبل انتقاد اور تحریر میں ان کتابوں سے عمود ہے جن کی مؤلفین میں کل حدیثیں ضعیف ہیں اور بعض بعضاً بہت ہی حدیثیں ضعیف ہیں اور بعض بعضاً سے زائد ضعیف۔
حافظ ابن حجر نے اسی بارہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام القول المسدود فی الذب عن مسند احمد ہے اس میں انھوں نے اسی جوزی اور عراقی کے قول کی تردید کی ہے اور ان حدیثوں پر کہ ان دو قوی نے موضوع کا حکم دیا ہے اخذ ثابت کیا ہے۔

(۲) خاقم الحنفی جلال الدین سیوطی کا قول ہے کہ جو کچھ امام احمدؓ مسند میں ہے وہ مقول ہے کیونکہ جو ضعیف بھی اس میں ہے وہ بھی قریب حسن کے ہے (الدر المختار جلد سی)۔

ای مسند امام احمدؓ بن خبل کے متعلق شاہ عبد العزیز صاحب عجلہ ناگھمیں لکھتے ہیں: "لیکن حضرت والد ماحمد قدس سرہ می فرمائیں کہ مسند امام احمد حنبل نزد فقیر نیز انہیں طبقہ ثانیہ است و وی اصل است در معرفت صحیح از سقیم و بوی شناختہ می شود حدیثی کہ آبرا اصل ہست از

آنچہ اور را اصل نیست مگر آنکہ در مسند احمد احادیث ضعاف بسیار اند حال آنها را بیان نہ کر دد ضعیفی کہ در دست از ان احادیث کہ متاخرین تصحیح آنها میں کتنا بیشتر می تعاون علمائی حدیث و فقہ آنرا پیشوائی خود ساخته اند و بحقیقت و کن اعظم است در فن حدیث "العملاء تأفعه صفحه ۸۷)

ای مند امام احمد ائمہ ضعیف کے تحفظ تو اب مدین صن خان لکھتے ہیں:

"بالجملہ مسند امام احمد رتبہ رفع است در میان کتب حدیث و گویا ام جملہ کتب میں فن است و حدیث ضعیف کہ در دست برابر حدیث حسن دیگر کتاباً است" (اتلاف العلما میں ۲۰۲۴ء/۲۰۳۷ء)

علامہ ناصر رواۃ کی حیثیت پر رد شیخ ذوالی غیر مجموع اور معتبر رواۃ کو بحروف عاہت کیا جب اس سے آگے بڑھتے تو خود مسند امام احمد کو ناقول انتہا قرار دیا گی اس سبب سے بھی تکمیل خاطر نہ ہوئی تو عقلی دلائل پیش کرنے کی خان فی چنانچہ ص ۹۶ سے ۱۹۷۴ء تک اس کیلئے وقف فرمایا۔ ہمارے نزدیک اول الذکر دونوں امور کے صاف ہو جانے کے بعد اس کی ضرورت تخفی کراس پر کوئی مزید وقت صرف کیا جائے مگر شاید ان کو کچھ تکمیل ہو کر ان صفات کی عبارت کو تکمیل کروں تو یہ کیوں نہ سمجھا اس لئے میں تاظرین کے سامنے ان صفات کی عبارت بھی پہلئے دیا ہوں حالہ گو خود بھی ان مقلی دلائل کے پیش کرنے کے موافق نہ تھے مگر احباب کے اصرار نے مجبر کر دیا (لیکن احباب کا اصرار ہے کہ کچھ لکھا جائے)۔

علامہ نسب سے پہلے خرا و شراب میں فرق پیدا کیا ہے ان کے نزدیک اس زمانہ میں عرب میں شراب کا لذت خر کے میوں میں مستعمل تھا اور اپنے مزید اطمینان کے لئے اہل عرب علاست اخنوں نے اس امر کو دریافت بھی کر لیا انہوں نے یہ بیکار تکلیف تھا حق گوار افریقی اور وہ تاریخ صیر بخاری اور کتاب الامامة والیامت لما حظ فرمائیتے تو ان کو گھر پیشے اس امر کا احساس ہو جاتا کہ صرف اس خرا و شراب کی تغزیت سے علامہ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اور اس وقت بھی شراب ستر چیز کے معنی و معنوں میں استعمال ہوتی تھی اور اس لئے محروم میں داخل تھی تاریخ صیر بخاری صفحہ

اکھائیں ہے:

مجھ سے زائدہ نے کہا وہ ان کے قبیلہ سے
تھے تم کس چیز کی حدیث یاں کرتے ہوئیں
کہا حضرت اُسٹ سے مردی ہے انہوں نے
کہا میں گواہی دیتا ہو کہ اس نے اس طرح اور
اس طرح یا اگر تم چاہو لکھا اور چاہو جو سور روں

فقال لى زائدة و كان من رعنه اى
شی حدیث قلت عن انس قال
اشهد انه شراب کذا و کذا فان شنت
فاكتب و ان شنت فدع

مکتوب حضرت امام حسن بنام امیر معاویہ۔

جان تو اللہ تعالیٰ نہ گھنٹو کرے کا تھے سے
یعنی نہ متوجہ ہو گا ہری طرف بوجہ تیرست گمان
پر قتل کرنے کے اور تیری تھمت پر موادخہ
کرنے کے اور ایسے لڑکے کو امیر بنا نے کے
جو شراب پڑاتا ہے اور کتوں کے ساتھ کھیتا ہے

واعلم ان الله ليس بناس ذلك فذلك
بالظنة و اخذك بالتهمة و اما ربك
صيباً بشرب الشراب الشراب و
يلعب بالكلاب (كتاب الماء والسماء ۱:۲۷
تقریب بدایہ ۱۴)

حقیقتاً اس پر موافق و مخالف کسی دلیل اور وہند کی ضرورت ہی نہیں اس لئے جب حدیث
شناز عذر قید کے الفاظ میں مسئلہ حلہت و حرمت کو صاف کیے گئے ہیں ملاحظہ ہو جواب حضرت پر بدھہ
”جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام کیا ہیں نہیں پی“ تو پھر شراب اور خمر کی
تفرقی سے بحث کو طول دیا خیر ضروری ہے۔ مگر چونکہ علمانے پر حدیث سے امکانی کوشش اس سر
معاویہ کو اس سے بچانے کی کی ہے اس لئے محبو انجوں کو یہی ان تمام حیثیتوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔
اس سے آگئے ہڑکر علامہ امیر معاویہ کی خاطر سے شراب اور شراب شام میں تفرقی

بیدا کی ہے اور بذل انجوں کی عمارت کو سدیں پیش فرمایا ہے مگر انہوں نے اس مسئلہ پر غور نہیں فرمایا
کہ اس سے لفظ شراب اور شراب میں جو ترقی انہوں نے ابتدائیں پیدا کیا تھا وہ تھم ہو جاتا ہے اور شراب
کی حرمت کا تھمی ثبوت ملا جاتا ہے اس لئے کہ اگر بقول علامہ شراب اور خمر میں ترقی موجود ہے اور
شراب حرام نہیں تو پھر شراب اور شراب شام میں تفرقی کی کیا ضرورت لاحق ہوئی اور عمارت جو

انھوں نے بذل الہجود کی پیش فرمائی ہے اس میں شراب شام کا لفظ کیوں استعمال کیا گی خود ان کی پیش کردہ عبارت سے صاف یہ تبیح نکلتا ہے کہ مجرد شراب اس وقت بھی حرام تھی اور لفظ شراب کا اس سبق میں اس وقت بھی استعمال ہوتا تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ مسندا مام احمد ان حبل کی حدیث میں جو شراب کا لفظ آیا ہے اس سے مراد شراب شام لی جائے گی یا مجرد شراب۔ علامہ کیوشش تو پیر ہے کہ اس سے مراد شراب شام لیجاۓ تاکہ بذل الہجود کی عبارت کا فائدہ اسی معادیہ کو بھی ہو جائے گا اور وہ اس امر کو بھول گئے کہ حدیث کے الفاظ میں تحریر و تبدل بعض ان کی خواہیں سے نہیں کیا جاسکا اگر خود حدیث کے الفاظ صاف اور صریح طریقہ پر کسی تحریر کو بھلاتے ہیں تو اس میں کسی تاویل کا حق کسی کو نہیں ہو سکتا اور نہ اس تاویل کیلئے الفاظ میں کسی تحریر و تبدل کی اجازت ہو سکتی ہے۔ میرے لئے تو ممکن تھا کہ علامہ کی خاطر سے شراب کو شراب شام تسلیم کر لیتا اور اسی معادیہ کو بذل الہجود کی عبارت کے تحت میں لے آتا گرا سے بھی تو کوئی فائدہ مترتب ہوتے نظر نہیں آتا اس لئے کہ بذل الہجود کی عبارت شراب شام کو حلال نہیں کرتی بلکہ عبارت سے یہ پیدا چلا ہے کہ شراب شام کے متعلق بھی بھی حکم ہے کہ وہ پاکی جائے اور جب اس کے دو ثابت میں جائیں ہب بقیر ثابت جائز ہو جائے گا خود علامہ کی پیش کردہ عبارت شراب شام کی حرمت کو ثابت کر رہی ہے اس لئے علامہ کیلئے اگر مسندا مام احمد کی اس حدیث میں شام کا لفظ کے اضافہ کے بھی اجازت ہو جائے جب بھی تو اسی معادیہ کا دامن صاف نہیں ہونا اس لئے میں علامہ کو یہ رائے نہ دوں گا کہ وہ حدیث میں تحریف کریں۔

میرے استدال کی تائید کے متعلق شراب شام حلال نہیں علامہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جس کو انھوں نے ۹۸ پر پیش کیا ہے ”حضرت عمر شام تحریف لے گئے وہ شراب شام کے متعلق آپ نے حکم دے دیا تھا حضرت عبادہ بن حاصہ نے اعتراض کیا کہ آپ اس کو حلال کرے چیز حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں اس کو حلال نہیں کرتا ہوں جو حرام ہے یعنی شراب مثلث میں چونکہ مکر نہیں اس لئے حلال ہے۔“

شراب مثلث کے الفاظ جو علامہ نے خود استعمال فرمائے ہیں وہ بھی اس تبیح کی طرف بیجا تھے جس کو بذل الہجود کی عبارت پڑا رہی ہے شراب اور شراب مثلث کا فرق علامہ کو خوبی

معلوم ہے اس پر وقت صرف کرنا بیکار ہوگا۔ اس کے خود علامہ بھی مقرر ہیں کہ فعل و جز حرمت سکرے اسی وجہ سے صرف عصیر اور عصیر المشتملہ یا صرف شراب اور شراب مشتمل کے احکام میں بھی فرق ہے عصیر کے تعلق شام کے نام علماء تفقیہ ہیں کہ حرام ہے اور اس کی وجہ جائز نہیں۔

و اما بیع العصیر فليس فی الشام بیع عصیر کے تعلق کوئی عالم شام میں ایسا عالم اليوم بیسہد و انسا یفعل ذلک نہیں جو اسکو مباح کرتا ہو اس لفظ کے بیان

اہل الفسوق (بزرگین مسکر مدرس وہ) البت مباح ہے۔

مگر عصیر المشتمل اور اس کی وجہ جائز ہے جیسا کہ صاحب بدایہ نے لکھا ہے۔

علام نے یہ تمام کوششیں کیں کہ اس پر خود نہیں فرمایا کہ خود حدیث متن اذع فیرس کے الفاظ ہی اس تمام حدت و حرمت کے قضیہ کوٹے کرنے کے کافی تھے حدیث کا آخر حصہ خود اس امر کا ثبوت ہے کہ اسی معاویہ کو اس شراب کی حرمت کا مال معلوم تھا جس کو وہی رہے تھے اور بوجواب حضرت بریۃؓ نے اسی معاویہ کو دیا تھا وہ بھی سہی تلاالتا ہے بلا خطا ہوں الفاظ۔

لہ شرب معاویۃ ثم ناول ابھی ثم قال ما معاویہ نے شراب پی پھر میرے والد کو دی

میرے والد نے کہا کہ جب سے رسول اللہ

شرب نہ منذر حرمہ

نے اس کو حرام کیا میں نے نہیں پی۔

اگر علامہ کی تاویل (شراب شام ہوگی جس کو والی شام خوش فرمادیے تھے) گھج ہوتی تو حضرت بریۃؓ کے اس کہنے کے بعد اسی معاویہ یہ کہنے کی یہ شراب نہیں جس کو آنحضرت صلیم نے حرام کیا تھا بلکہ یہ شراب شام ہے جو جائز ہے اس لئے تم پی سکتے ہو۔ اسی معاویہ کا اس کے تعلق سکوت کرنا اور صرف یہ کہتا کر۔

وما ذہنی کت اجدله لله کما کنت اس سے زیادہ میں کسی چیز میں لذت نہیں

اجدهہ و الا شتاب غیر اللہین او انسان پاتا سوائے دودھ اور خوش تقریب شخص کے

حسن الاحادیث بخلافی۔

خود اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ علامہ کی یہ تمام تحریر صرف تاویل ہی تاویل ہے جس کو واقعیت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلا خطا ہو کہ جب حضرت عزیز سے حضرت عبادو گہن صامت تھے تبکی اندر ارض کیا

تحالاً حضرت عمرؓ نے صاف یہ فرمایا تھا کہ یہ پیر نہیں ہے کہ جو تم سمجھے ہو جس کو شریعت نے حرام کیا ہے۔ (پیر شراب) بلکہ ایک دوسرا چیز (شراب مٹلت ہے) جو ملک ہے علامہ کی دراز کار تادیل اگرچہ ہوتی تو بھی جواب امیر معاویہ نے حضرت بریڈہؓ کو بھی دیا ہوتا۔

ص ۹۹ کی ابتدائیں علامہ نے پھر کچھ ہمارت بذل الجود کی لکھی ہے جس کو ظاہر اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لئے اس پر کچھ لکھنا فضول ہے۔

ص ۱۰۰ علامہ نے امیر معاویہ کو فتحباہے صحابہ میں شور کر کے مجعین اور مهر فتنہ امیر معاویہ پر ایک اور جدید احسان کیا۔ قبل اس کے کہ علامہ امیر معاویہ کو پرتبہ اور شرف عطا فرماتے مناسب تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تصانیف پر ایک نظر ڈال لیتے۔ اس سے ان کو امیر معاویہ کے قیقد ہونے کا حال بہت واضح طریقہ سے معلوم ہو جاتا۔ علامہ نے چونکہ ص ۱۰۴ پر بخاری کے حوالہ سے ایک روایت بھی لکھی ہے جس سے امیر معاویہ کو فتحہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے میں ص ۱۰۲ تقدیر میں اس سلسلہ کی پوری کیفیت ناظرین کے سامنے پیش کروں گا۔ آگرہ بچل کر اس صفحہ پر اور غیر ص ۱۰۳ میں علامہ نے پھر ہمارے اور آپ کے نسبی احساسات سے ابھی کی ہے کہ اگر ہم آپ امیر معاویہ کے مکرات کے استعمال کے قائل ہوئے تو حضرت عمرؓ اور دیگر کبار صحابہ پر الزام آجائے گا اور صحیح بخاری جو اسی کتب بعد کتاب اللہ ہے اس کی صحت میں فرق آجائے گا۔ معلوم نہیں کہ علامہ اس نتیجہ تک کیونکہ یہ پیغام امیر معاویہ کی آلوگی حضرت عمرؓ اور دیگر کبار صحابہ کے واسی کی آلوگی کے مثر ہے۔ اگر علامہ نے اس ہمارت میں ان واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو انہوں نے ص ۹۸ پر بخواہ بذل الجود دعا لکھ کر ہیں تو استدلال کی القویت خود اس کا کافی جواب ہے مزید جواب کی ضرورت نہیں اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے شراب کی حلت کا حکم نہیں دیا اور نہ خود بھی بلکہ اس امر کو ظاہر فرمایا کہ شراب مٹلت اور شراب میں فرق ہے۔ اول الذکر مبارک اور ثانی الذکر حرام ہے۔ اس سے امیر معاویہ کی شراب نوٹی کا کیا تعلق ہے۔ کچھ علاس کھلیں تو پیدہ چلے۔ اگر کچھ اور واقعات کی طرف اشارہ ہے جن کا علامہ نے اخبار نہیں فرمایا تو جب تک وہ امور سامنے ن آئیں ظاہر ہے کی محققیت اور عدم متحققیت کا فیصلہ کمال ہے۔ ”زہایہ امیر کر شراب سکر جوام المباحث ہے اس کو دستخوان پر اس وقت علی الاعلان پینے کی کس کی رہت تھی“ اسکے تعلق میں علامہ

کی توچھ صرف ان داقعات کی طرف میڈول کرنا چاہتا ہوں جن میں آنحضرت صلعم اور ویر خلفا، کوششی حدیثی کرنا پڑے۔

"جہ از بعضی صحابہ شرب سمر ثابت شدہ چنانچہ در

مشکوہ است و بارہا آنحضرت صلعم اقامۃ حدود بر آنها کرده اند

(فتاویٰ عربی ص ۱۰۲ جلد ۱)

اسکو علامہ قابض حليم کریمؒؒ کے آنحضرت صلعم اور ویر خلفا کا زان امیر معاویہ کے زمان سے ہے، بہتر تھا خوبی الفرون قرنی المخ) اگر اس زمانہ میں ایسے داقعات پیش آئکے تھے اور آئے تو امیر معاویہ کے زمانہ میں انھیں صورتوں کا پیش آنا کونسی غیر ملکی بات ہے امیر معاویہ کو تو اور لوگوں کی طرح اسکا بھی خوف نہ تھا کہ آنحضرت یا خلیفہ وقت مجھ سے باز پرس کریں گے۔ یہاں تو خود ہی قاتل خود ہی مصنف اور خود ہی تجزیہ خرض کر سب کچھ تھے۔

علامہ کو امیر معاویہ کے پچالے کی کچھ اسکی کد پر گئی ہے کہ وہ کسی دوسری ہستی کی واہی اقتدار کی پامالی سے بھی گریز نہیں کرتے چنانچہ اسی صفحہ کی عبارت سے انھوں نے حضرت بریہ وہ لوگوںی خواہ خواہ امیر معاویہ کی خطا میں شریک کر دینے کی کوشش فرمائی۔ کیا حدیث متذمّر فیہ کے الفاظ اس امر کو صاف خاہر نہیں کرتے کہ حضرت بریہ نے انکار فرمایا اور یہ بتایا کہ آنحضرت صلعم نے اس کو حرام کیا ہے اسے زیادہ خود بتائیں کہ حضرت بریہ کیا کرتے کہ بقول علامہ امیر معاویہ کے فتن میں شریک نہ ہوتے۔ امیر معاویہ پر کوئی حاکم نہ تھا کہ جس سے ان کی شکایت کی جاتی حاکم وقت اسے صرف اسی حد تک کہنا ملکن تھا کہ جس حد تک حضرت بریہ نے کہا۔ علامہ استدلال کرتے وقت کچھ بھی اس کا لایا نہیں فرماتے کہ بات کس کس کے سر جا رہی ہے انھیں تو صرف امیر معاویہ درکار ہیں اور پس۔

اب اسی اجیل کے دوسرے جزو کو بلا حلقة فرمائی۔ یعنی امیر معاویہ کا ان احادیث کے روایات میں ہونا جو بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔ اگر علا۔ کے نزدیک یہ قوی دلیل اس امر کی ہے کہ امیر معاویہ کا اس آنلوہہ تھا تو علامہ مردان کے مغلظہ کیا کہیں گے۔ مردان کی مردویہ احادیث کا کتب صحاح ستہ میں موجود ہونا مسلمات میں سے ہے۔ کیا اس سے علامہ یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ

مروان کا دامن بھی معاصی میں آلووہ تھا۔ مروان کے متعلق تو شاید وہ بھی اسکی جرأت بیشکل کر سکتیں گے کہ یہ کہیں کہ مروان کا دامن آلووہ تھا خود شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس کو رکھنے تو اصل لکھا ہے مروان کے متعلق تو لوگ اس کے قائل ہیں کہ اس پر فعن جائز ہے۔ اگر رواۃ حدیث میں ہوتا صحیت و کہاڑتے پاک ہونے کی دلیل ہے تو جو علماء الحسن و الجماعت ہمیں مروان کے قائل ہونے ہیں ان کے متعلق علماء کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک ایک جگہ روایت حدیث صحیت سے حفظ ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تھوڑا درسی جگہ اس کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ امیر معاویہ اور مروان وہ قول رواۃ حدیث ہونے کی کیکاں حیثیت دیکھتے ہیں پھر یہ تحریق کیسی اور کسی اصول کے ماقبل۔

اسی صحیح اور حسن امیر علامہ نے امیر معاویہ کے دامن کو بچانے کی جو آخري تدبیر اختیار فرمائی وہ اپنی سپہ کہ جس کے متعلق ہر مسلمان کے زبان سے بیکی الفاظ ازٹکنا چاہئے کہ خدا حفظ رکھے علامہ نے اس صفحہ پر ایک حدیث بخوبیہ ترجمہ فلسفی قرآنی ہے۔

حدثنا فقيه نايل ابو الاشوص عن سماك
عن حرب عن ابن ام هانى عن ابي هانى قالت كنت
فاغدة عند النبي صلى الله عليه وسلم
حضرتْ تلبىءاً بغير آپ نے مجھ کو دی تو
فتقى دشائى فرشاد و مهدی شذلان
من انجیل

کیا علامہ کے نزدیک امیر معاویہ کے افعال پر بحث میں یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرتؐ کے متعلق بھی تجھے کچھ لکھا جائے میرے نزدیک امیر معاویہ کی سی ہزار ہستیاں بھی اُتر مطعون اور بر باد ہو جائیں تو وہ اس سے پروردہ : بہتر ہے کہ ہمارے کسی قول یا فعل سے کسی شخص کو آنحضرتؐ کے خالق پا کے متعلق بھی کچھ لفظ کو کاموں طے عالم نے اس پر خونگی فرمایا کہ جوتا ولی لفظ شراب کی انحصار نے کی ہے اُگر وہ صحیح ثابت نہ ہوئی تو علامہ کی کس پیش آردہ حدیث سے لوگوں کو خود آنحضرتؐ کے متعلق بدتریزی دے اور کاموں قاتھ آ جاتا ہے۔ علامہ کے نزدیک یہ صحیح معيار ایکاں دھیت ہے تو ہو سکر ہماری تو یہی دعا ہے کہ خدا مجھ کو در تمام مسلمانوں کو اس سے بچوڑا

رسکے۔ علماء سے یہ استدعا ہے کہ بحث میں وہ کوئی صورت کیوں نہ اختیار کریں کیونکہ شخص کے دامن کو امیر معاویہ کے بچائے کیلئے آؤ وہ کیوں نہ کریں مگر خدا کیلئے اس حد تک نہ جائیں کہ جس کا دوسرا نتیجہ ایسا لفڑا ہو کہ جس سے ہر مسلمان خاف و لرزائی ہو جائے میں تو علماء سے یہاں تک کہوں گا کہ وہ بحث مباحثت سے قطعاً کثارہ کشی اخیر فرمائیں اسلئے کہ جو شخص اپنے چدیات پر اتنا بھی اقتدار نہ رکھتا ہو کہ اپنی تحریر کو جائز حدود سے مجاوز نہ ہوئے وہ اس کیلئے یہ میدان میں نامودوں ہے میں اس سے علماء کو منع فتن کرتا کہ وہ امیر معاویہ کے پامال مضمون کو ازسر نو زندہ کرتے کی کوشش نہ کریں کہریں، اور شوق سے کریں مگر اس وقت کا انتظار کریں کہ جب انھیں اس کا احساس ہو جائے کہ مباحثت میں جائز حدود کیا ہوتے ہیں۔ علماء اس امر کو تفہیمت بخش کر جو حدیث اخنوں نے پیش فرمائی ہے وہ رواۃ کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ اس پر استدلال کیا جائے کہ درست علماء نے تو کوئی وقید مسلمانوں کے ایمان کے ختم کر دینے کا اٹھاٹیں رکھا تھا میں ناظرین کے سامنے اس حدیث کے رواۃ کو پیش کیجئا ہوں تاکہ انھیں بھی یہ طہیمان ہو جائے کہ علماء کا یہ استدلال محض لفڑو: بیرون و سبے بنیاد ہے۔ جس حدیث کو علماء نے ص ۱۰۱ بحوالہ ترمذی درج فرمایا ہے اس کے روایہ خوب ذیل ہیں۔

- (۱) تنبیہ ابن سعید (۲) ابوالاحوش مسلم ابن حییم (۳) ساک اہن حرب (۴) ابن ام بانی
- (۵) ام بانی وال رواۃ کے متعلق علمائے جرج و قدمیل کے اوائل ملاحظوں:
- (۱) تنبیہ ابن سعید: اس نام کے دو شخص ہیں اور دونوں چھوپل (بیزان جلد اس ۱۱)
- تمذیب الحمد رب جلد ۸ ص ۲۵۸ میں بھی اس نام کے دو شخص ہیں تنبیہ ابن سعید جو ابوالاحوش سے حدیث روایت کرتے ہیں ان پر جرج اور قدمیل دونوں میں خطیب کا ان کے متعلق قول ہے کہ یقیناً حدیث مکبر روایت کرتے ہیں۔
- (۲) ابوالاحوش مسلم ابن حییم۔
- (۱) امام احمد ابن حبیل ان کی خطا کے قائل تھے۔
- (۲) انسانی ان کو ضعیف و مکبر اور غلط لگو کہتے تھے۔ (بیزان جلد اس ۲۵۸)
- (۳) ساک اہن حرب:

(۱) محدث
 (۲) محدث
 (۳) محدث
 (۴) محدث
 (۵) محدث

(۱) امام احمد ان کو ضعیف الحدیث کہتے تھے۔

(۲) شعبان کو ضعیف الحدیث کہتے تھے۔

(۳) ابن عمار کا قول ہے کہ یہ غلطیاں بہت کرتے ہیں۔

انکی حدیث میں تو یہ غلطی مخالف ہے۔

(۴) ثوری ان کو ضعیف الحدیث کہتے تھے۔

(۵) مالخ جزوان کو ضعیف الحدیث کہتے تھے۔

(۶) ابن فراش ان کو ضعیف الحدیث کہتے تھے۔

(۷) ابن حبان کا قول ہے کہ یہ بہت غلطی کرتا ہے۔

(۸) ابن ام ہانی:- ان کا نام جدهہ بخروی تھا اور ام ہانی کے پوتے تھے انہوں نے اپنی والوں سے حدیث نہیں سنی بلکہ ان کے غلام ابو صالح اور ام ہانی کے اور مگر والوں سے سنی ان سے ساک اہن حرب حدیث درافت کرتے ہیں۔

(۹) بخاری کا قول ہے کہ اس حدیث کے سوا اور کوئی حدیث ان کی میں نہیں جانتا ان پر مخالف ہے۔

(۱۰) ابن عذری کا یہی قول ہے۔ (تہذیب الحدیث جلد ۲ ص ۸۲)

اس حیثیت سے یہ حدیث منقطع ہوئی جاتی ہے اس لئے کہ جدهہ اور ام ہانی کے درمیان کی سند موجود نہیں۔ عالمہ ابن حجر نے اس نقش کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور لکھا ہے کہ ممکن ہے یہ جدهہ بن یحییٰ بن جدهہ اہنی ہمیرہ (ام ہانی) ہوں مگر یہ نتاولی اسی لئے صحیح نہیں ہو سکتی کہ جدهہ اہنی ہمیرہ کے حال میں ساک اہن حرب کا ان سے حدیث درافت کرنا کہیں مرد و نبیں۔

اگر اس حدیث کے منقطع ہونے کی حیثیت کو نظر اور اس بھی کردیا جائے تب بھی یہ حدیث لاکن استدلال نہیں ہو سکتی اس لئے کہ پانچ روایات میں سے چار روایی بخروف ہیں رادی دوم اور سوم تو بہت بڑی طرح بخروف ہیں اور اول بھی بخروف اگر چہ کچھ لوگوں نے ان کی تو نہیں بھی کی ہے بخروف یہ حدیث رونوں و جھوٹوں سے (منقطع ہونا اور روایات کا بخروف ہونا) لاکن استدلال نہیں ہو سکتی۔

ص (۱۰۲) پر عالمہ امیر معاویہ کے منقطع اور دروایاتیں بخاری کی درج فرمائی ہیں اور ان دونوں سے امیر معاویہ کی جملات قدر ثابت کی ہے۔ دوسری حدیث کو غالباً عالمہ امیر معاویہ کو

تفقید ثابت کرنے کی غرض سے قلش فرمایا ہے۔ لیل اس کے کرونوں کے رواۃ پر نظرہ اٹی جائے پلے اس امر کو کھنچا چاہے کہ اگر یہ دلوں روایتیں صحیح بھی جائیں تو بھی امیر معاویہ کی حیثیت میں کوئی فرق واقع ہوتا ہے یا نہیں۔

اول حدیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ان کے خلام نے امیر معاویہ کا وزیر کی ایک رکعت پڑا منایا کیا اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کے خلام کو یہ پڑا رات کی کہ امیر معاویہ کو چھوڑو وہ حجاجی رسول ہیں بالفاظ دیگر حضرت ابن عباسؓ نے امیر معاویہ کے فعل پر کوئی تقدیری نظرہ اتنا بوجد نہیں بھرتا ہے بلکہ اس سے جلالت قدر کا ثبوت کیا گرہا۔ اس کو خلام سی کچھ جایا جس کو تو شاید کچھ نہیں آئے۔ بھکر تو حضرت ابن عباسؓ کے مقولہ سے تحقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے خلام کو امیر معاویہ کا یہ عمل جائز نہیں معلوم ہوا تھا اور وہ اپنے شک کی تھی حضرت ابن عباسؓ سے کہنا پڑتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ارشاد سے اس کے شک کو بے اصل و بلا سب ثابت نہیں کیا بلکہ اس کی اصلاحیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ یہ جو صحابیت چپ ہونا غلطی کا مقابل ہے مگر کسی وجہ سے اس کے متعلق کہنے لسان علماء کے نزد یہک معیار جلالت ہو سکتا ہے تو ہو گرہ وہ سب لوگ تو اس کو بیان دیں مانے کیلئے تیار رہ ہوں گے۔ البعد علام نے اُن کوئی خاص تکشیں اس میں ایسا رکھا ہو کہ جس سے بحث کی حیثیت بدلت جاتی ہو تو یات دوسرا ہے۔ اگر یہ حدیث پا یہ تحقیقت و انتہار کیا ہو تو جاتی تو امیر معاویہ کے جلیل القدر ہونے کے ایک حد تک دلیل ہو سکتی تھی مگر اس کے رواۃ غیر معتر ہو جانے سے یہ فائدہ بھی محفوظ ہو گیا۔

دوسرا حدیث سے خلام نے امیر معاویہ کو تفویض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں بھی علام نے حضرت ابن عباسؓ کے طرز کلام پر غور نہیں فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے امیر معاویہ کے اس فعل (وزیر میں ایک رکعت پڑھنا) کو حق بخاطب ثابت نہیں کیا بلکہ ان کو ”انہ فلکیہ“ فرمانا ایک حد تک طفرہ اور اس پر میں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ہم آپ کسی شخص کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کی کامی کہتے وہ بڑے عالم یا حکیم ہیں وغیرہ۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے حضرت ابن عباسؓ کے اس ارشاد ادا فقیہ کی جو تحریک فرمائی ہے اس کو میں بھیاں لکھتے دیتا ہوں تا کہ ناظرین کو اس امر کا اندرازہ ہو جائے کہ جو حیثیت اس ارشاد حضرت ابن عباسؓ کی میں نے لکھی ہے وہی اس کی واقعی اور صلی حیثیت

—

۱۱ در آخر عمر بسبب سمع احادیث کثیره از صحابه دیگر در بعضی
سائل فقه داخل می کردن حسین است معنی قول ابن عباس^{رض} که الله
فقیه (تاریخ شاه عبدالعزیز صاحب جلد اس ۱۰۲)

اب میں ناظرین کے ساتھ ان دونوں حدیثوں کے رواۃ اور ان کی صحیح حقیقت بھی پیش
کئے जाहوں تاکہ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ علماء نے اس موقع پر یعنی اپنا قدیم طریقہ
(یعنی تبروح رواۃ کو سند میں پیش کرنا) بدلتا پسند نہیں فرمایا۔

حدیث اول: حسن اس ۱۰۴:

عن ابن ابی ملکیة قال اوتر معاویة بعد العشاء بركته و عنده مولى
ابن عباس^{رض} قال ابن عباس^{رض} الخ

اس کی روایة حسب ذیل ہے:

(۱) حسن ابن بشر (۲) معاویة ابن عمر ان ازوی (۳) عثمان ابن اسود (۴) ابن ابی ملکیة ان
میں سے حسن بن بشر و معاویة ابن عمر ان کا عال ملاحظہ ہو۔
(۱) حسن بن بشر:

<p>(۱) نسائی کے نزدیک یہ قوی نہیں تھے (۲) ابن خراش کے نزدیک یہ ضعیف الحدیث تھے۔ (۳) ساجی کے نزدیک یہ ضعیف تھے۔ (۴) ابو الحرب کے نزدیک یہ ضعیف تھے۔</p>	<p>لے</p>
--	-----------

(۲) معاویة ابن ابی عمر: یعنی حشیثت کو بھئے یا امر کا تی ہے کہ ان کے اول اساتذہ میں حریز
ان عثمان خارجی ہے جس کو جناب امیر سے اس قدر افضل تھا کہ وہ سب جناب امیر نہیں فرق کرتا
تھا (تبذیب البذیب جلد اس ۱۰۹)

حدیث دوم: حسن اس ۱۰۴:

قبل لابن عباس هل لک فی امیر المؤمنین معاویة قاله ما اوتر الا

براحمة قال انه ذقنه

اس کے رواۃ ملاحظہ ہوں۔ (۱) کریب (۲) سعید ابن ابی مریم (۳) نافع ابن عمر (۴) ابن

- 4 -

ان میں سے نافع انہن عمر کا حال ملاحظہ ہو کر انہیں سعد برداشت شہاب انہی عباد تکھتے ہیں
 ”کان نفہ قلیل الحديث فيه حسنه“ (تمذیب جلد ۹ ص ۳۰۹) علامہ نے اگر اس روایت کے
 الفاظ پر کچھ بھی غور فرمایا تو انہیں خود اس امر کا پتہ چل جاتا کہ امام بخاری نے اس روایت کو قلیل
 کے لفظ سے روایت کیا ہے جو خود صرع دلیل اس کے ضعیف ہونے کی ہے جس ان روایتوں سے کس
 حد تک ائمہ معادیہ کی جلالت تقدیر ثابت ہوتی ہے اور ان کی سچی حقیقت کیا ہے اس کو جن الفاظ
 میں مولیٰ وجید الزمان خان نے لکھا ہے دوناظرین کے سامنے پیش ہے۔

”لهم بخاری نے ایک مرفوع حدیث مجھی امیر معاویہ کی فضیلت میں بیان نہیں کی اور ادھر کے تذکرہ کردیے ہیں“ (تفسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد ۳ ص ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴ پاہلی صفحہ ۱۹۶۷ء)

علامہ نے اس مسئلہ پر غور نہیں فرمایا کہ بخاری نے جس باب میں امیر معاویہ کا ذکر کیا ہے اس باب کا عنوان خود امیر معاویہ کے صاحب مناقب و صاحب فضائل ہونے کا قادح ہے ملاحظہ ہو کہ باب کا عنوان ”باب ذکر معاویہ“ ہے تھا کہ باب فضائل معاویہ برابر باب مناقب معاویہ کیا علامہ کے نزدیک اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ امیر معاویہ کے فضائل و مناقب میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔

بخاری سے یہ دلوں روشنیں علامہ نقل کر چکنے ترمذی کی باری تی اور ص ۱۰۲ اپر جو عبارت لکھی ہے وہ ترمذی سے ناخود ہے علامہ کو امیر معاویہ کے معاملات میں شفقت و بہت ہے مگر اس شفقت سے بجائے اس کے کہ علامہ حقیقی پر آمادہ ہوتے اور امیر معاویہ کو ان کی صحیح حیثیت پر لے آتے اس کے بالکل بر تکمیل نتیجہ رآ ہوا کہ وہ امیر معاویہ کے مغلوق بلا سوچ دکھنے والا حقیقی کے عبارت نقل کرتے پر آمادہ ہو گئے ص ۱۰۲ اپر جو عبارت علامہ نے درج فرمائی ہے وہ بھی اسی قسم کی عبارت ہے کہ جس کو بلا حقیقی انہوں نے نقل فرمادیا ہے علامہ نے اگر تو راجحی رحمت گوا فرمائی ہوئی تو ان کو ترمذی کی اس حدیث کی صحیح حیثیت معلوم کرنے میں کچھ دیر یہ نہ گلتی۔ میں میلے اس

حدیث کے روایت کی حیثیت ہیں کرتا ہوں اس کے بعد علاوہ کی رائے اس کے متعلق لکھوں گا۔ اس حدیث کے روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) محمد ابن سعیجی (۲) عبد اللہ بن محمد اشیل (۳) عمرو بن والقد (۴) یونس ابن حمیس (۵) ابوداؤد بن خولاںی۔

(۱) محمد ابن سعیجی: تصریحی طور پر ان کا حال معلوم نہیں ہوا تدبیر جلد ۹ ص ۱۱۵ میں محمد ابن سعیجی ذکر کا حال ہے جس میں عبد اللہ بن محمد اشیل ان کے اساتذہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ غالباً یہی محمد بن سعیجی ہوں گے۔ ان کے متعلق ص ۱۱۵ میں محمد ابن داود صحیح کا قول مرقوم ہے کہ ہم امام احمد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ محمد ابن سعیجی نے ایک ضعیف حدیث بیان کی۔ امام احمد نے کہا کہ اسی حدیث شہزادی کیا کرو یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے۔

(۲) عبد اللہ بن محمد اشیلی: اُنکی کنیت ابو جعفر تھی حسراں کے رہنے والے تھے جو شام کا ایک شہر ہے (تدبیر جلد ۸ ص ۱۶)

(۳) عمرو ابن والقد: یہ سعیجی دشمنی ہیں موالیٰ نبی امسی سے اور بالاتفاق کاذب ضعیف، مکر الحدیث و مستحق ترک و مقلب الاسانید۔ (تدبیر جلد ۸ ص ۱۱۵)

(۴) یونس ابن حمیس اُنی: سعیجی دشمنی ہیں۔ (تدبیر جلد ۸ ص ۱۱۶)

(۵) ابوداؤد بن خولاںی: غالباً شام میں قاضی رہے (تدبیر جلد ۸ ص ۸۵) ان روایات میں تصریح ہاتھا تر دشمنی لوگ ہیں جن کے متعلق یہ امر مسلسل ہے کہ ہمیں الہ رب تھے علامہ مذہبی میران الاخداد جلد ۳۶ میں لکھتے ہیں:

”قد کان النصب ملعناً لامل حمشق“۔ اول دشمن ہمیں نہیں بھروسے۔ اس لئے ان کی روایت ایسا حادیہ کے متعلق اعتمدار کے قابل نہیں ہو سکتی بلکہ زیر رواۃ میں عمرو بن واقف سخت بھروسے ہے اور محمد ابن سعیجی بھی قابل اعتمدار نہیں۔ اسی لئے غلطانے اس حدیث کو تلیم کرنے سے انکار کیا ہے لاحظہ ہوں تو اول علماء۔

(۶) در باب فضل معاویہ حدیثی صحیح ثابت نہ مدد۔۔۔ و لیز

اور وہ کہ چون حضرت عمر عصیر بن سعد را از حصن عزل کرد و

معاویہ را بھائی لو نصب فرمود مردم تعجب کر دند و گفتند یا عجباً
عسیر[ؑ] را عزل کنند و معاویہ را نصب نمایند پس عمر بن سعد[ؑ] گفت
کہ معاویہ را بد نگول، زیرا کہ من شنبہ ام از آنحضرت صلعم کہ میں
فرمود اللهم الهدایہ وستحیج یکی از این احادیث بصحبت نہ رسیده ”
(صریحاً استفیم شرح مدارک عادت شیخ عبدالحق حبیث رحلہ مسیحی ۱۴۹)

(۲) معاویہ و نحوہ لم یکن مجتهدنا سحاویہ اور ان کے مثل مجتهدنا تھے اور وہ شخص کیے
مجھد ہو سکتا ہے جس پر ترمذ ربوہ طبریہ مشتبہ ہوا
اور وہ اس امر میں دنیا کی طرف مائل تھے
یہ جو مردی ہے کہ حضرت عمر[ؓ] نے جب سعد
کو شخص سے مزروعی کیا اور ان کی جد پر ان کو متین
کیا تو لوگوں نے تجھ سے کہا شروع کیا کہ خوب
حضرت عمر[ؓ] انکو مزروعی کرتے ہیں اور ان کی جد پر
معاذی کو متین کرتے ہیں یہ میں کہیں اپنے سعد کئے
گئے کہ کچھ تجھب نہ کرو میں نے آنحضرت[ؓ] کو ان
کے بارے میں فرماتے ہوئے سنائے کہ اے اللہ
اس کو پڑایت کر اس کے جواب میں ہم یہ
کہن گے کہ یہ کوئی صحیح نہیں۔

یہ صحیح (جع مارق شرح مدارک عادت شیخ نظام
الدین ذرقی تخلیقی مسیحی ۱۴۹)

ص ۱۰۶ پر علامہ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد لکھا ہے مگر کوئی سند نہیں لکھی کہ جس
سے یہ پڑا۔ تکلیف کیا جیسیت ہے۔ جہاں تک ظاہری حیثیت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے
یہ ارشاد صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ اس ارشاد نے امیر معاویہ کو وہ پایہ عطا کیا ہے کہ جو ظاہر
ستجد معلوم ہوتا ہے۔ اس ارشاد سے امیر معاویہ کی اضافیت حضرات خلفاء اربد اور دیگر عشرہ
مبشرہ پڑات ہوتی ہے۔ ملا حظہ ہوں الغاظ۔

قال ما رایت احداً بعد رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم اشیه صلوٰۃ
بعد سب سے زیادہ آپ کی نماز سے مشابہ
بررسوٰ اللہ صلعم من اعیرونکم هذا
تمحاری امیر معاویہ کی نماز بیھی۔
یعنی معاویۃ

نماز کو جو تلقی اسلام سے ہے اور اس کا جو پایہ ارتکان اسلام میں ہے وہ کسی مسلمان سے مخفی
نہیں اس ارشاد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نماز جو اصل ایمان ہے اور افضل عبادات جسمانی سے ہے اس
میں امیر معاویہ کو خلافتی اربعین و نیم عشرہ پھرسرہ سے زائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
مشابہ تھی اُنکی ارشادیں سمجھی مانا جائے تو امیر معاویہ کی نماز کا ان حضرات کی نماز سے بہتر ہونا ثابت
ہوتا ہے اور الفضیلت تمازع فی حسن کے علامہ باں العاذ کہ حضرات تحقیقیوں کو صحیح صحابہ پر روشنیت
سے فضیلت تھی باطل ہوئی جاتی ہے اس لئے کہ امیر معاویہ کی الفضیلت صلوٰۃ میں تو ثابت ہونا
ناگزیر ہو جاتا ہے علامہ نے اگر اس ارشاد کو کسی کتاب سے نقل فرمایا ہو تو سندر میں ملاحظہ فرمائیں ان
میں ضرور کوئی قسم ملے گا اگر خود حاشد کر سکیں تو حوالہ مثلاً میں کہ میں اس کی صحیحیت علامہ کے
سامنے پیش کر دوں اور وگریہ ارشاد میں زود ہو تو اس پر نظر ظرفی فرمائیں تو ممکن نہیں فرمائیں۔

نوت: میں یہاں تک لکھوچ کا تھا کہ علامہ کے ان اقوال کی تائید کیلئے جو برقیہ ص ۱۰۵، ۱۰۶ اور
۱۰۷ پر درج ہیں تطہیر الجہان و سیفیہ کا خیال آیا اور اسی کتاب کا تجزیہ تجویر الایمان مترجم مولیٰ عبد
اللہ کوہر مدیر انجمن بھی نظر سے گذر دیا اسی کتاب میں امیر معاویہ کی اخیسوں فضیلت میں صاحب تطہیر
الجهان نے حضرت ابوالدرداء کا یہ مقولہ لکھا ہے مگر علامہ نے عبارت نقل کرتے وقت صاحب تطہیر
الجهان کا یہ مقولہ بالقصد مذکف فرمادیا "جو حضرت ابوالدرداء سے سروی ہے جس کے سب راوی صحیح
احادیث کے راوی ہیں سوا ایک کے" کیا علامہ کے مزدیک یہ بھی دیانت ہے کہ جس کتاب سے
کوئی قول لکھا کیا جائے اس قول کے مخفف کے متعلق جو کچھ صاحب کتاب لکھتا ہے مذکف کر دیا
جائے اسی وجہ سے غالباً علامہ نے اس مقولہ کے بعد کوئی سنڈنیں لکھی اسلئے کہ اسوقت اور لوگوں کا
تطہیر الجہان کو دیکھنا اور اس سقیم کا خابر ہو جانا ضروری ہو جاتا۔ اگر اس مقولہ میں صرف اعتمادی سقیم ہو
کہ جس کی طرف صاحب تطہیر الجہان نے اشارہ کیا ہے (ایک راوی کا صحیح احادیث روایت کرنے

کا عادی نہ ہوتا) تو بھی یہ مقولہ علامہ کیلئے قابل استدلال باقی نہیں رہتا مگر اس مقولہ میں اور بھی تفاسیں موجود ہیں جن کا علم خود علامہ کو بھی ہے کیا ان تفاسیں کی موجودگی میں ان کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ ایسے مقولہ کو درج کتاب کریں انھوں نے یہ بھی غور نہیں فرمایا کہ ان کی اس فروغداشت نے یہ بھی رواز افتخار کر دیا اسکے اخلاقیت شفہیں نہیں ایک بہانہ ہے مطلب کتاب امیر محاویہ کو افضل ترین صحابہ ثابت کرنے پر۔

بیچہ میں ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ پر جو کوئی علامہ سے لکھا ہے اس کا مذکور تطہیر البجان علامہ ابن حجر عسکری ہے اس نے مجھ کو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں پہلے اس کتاب پر ایک مرسری نظر ڈال لوں ٹاکر جو انتیات اس سے علامہ نے فرمائے ہیں ان پر تجید کرنے میں تھوڑی بہت آسانی ہو جائے۔

تطہیر البجان

اس کتاب کو علامہ ابن حجر عسکری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے گر علاماء کے بڑو دیک یہ کتاب ان کی تصنیف سے معلوم نہیں ہوتی ہے۔ نواب صدیق سن خان صاحب نے اتحاف الملا میں چنان اہن حجر کی کا حال لکھا ہے دبیل تطہیر البجان کو ان کی تصنیف میں شمار نہیں کیا ہے (ص ۲۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی زاد الشفیع میں اس کتاب کو ان حجر کی کی تصنیف میں نہیں دکھلایا ہے۔ خود مولوی عبدالحکوم ترجمہ نے جو محدث مولانا عبد الرحمٰن فرغانی بھی مصنف تعلیقات المسند علی الفوائد الحجۃ کی تکھی ہی اس میں بھی کی تصنیف علامہ ابن حجر عسکری کی کتاب نظر نہیں آئی اور وہارے خیال میں ان حضرات نے بجا طور پر اس کتاب کو ان حجر کی تصنیف میں شمار کرتے سے انکار کیا ہے اس بنے کہ ابن حجر کی کاشاد را کا برخلاف میں ہے اور تطہیر البجان کو سرسری طور پر پڑھنے والا بھی اس تجیہ سکے ہوئے چاہے گا کہ یہ تصنیف ایسے شخص کی نہیں ہو سکتی جس کاشاد را کامران علامہ میں ہوا لئے کرتا تھا ترمیح کتاب ضعیف اور موضوع روایات پر نہیں ہیں اور ایک دلیل بھی کتاب حجر میں اسی پیش نہیں کی گئی ہے کہ جس پر فقط صحیح کا اطلاق کیا جائے کہ بت سے امور اس میں ایسے لکھے گئے ہیں کہ جو سلسلہ طور پر علماء الائیں سنت و اجماعت کے خلاف ہیں۔ امیر محاویہ کو ان تذکیرے سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو ایک عالم الائیں سنت و اجماعت سے ہونا تھا غیر ممکن ہے۔ کتاب کو پڑھنے کے بعد صرف دو نکتے ہیں کہ یا تو یہ کتاب علامہ ابن حجر کی تصنیف سے نہیں ہے۔ یا علامہ ابن حجر

نے اپنے بیان اور عقیدہ کے خلاف بعض ایک بادشاہ وقت کی فرمائش سے مجرور ہو کر کسی نہ کسی طرح فرمائش کو پورا کر دیا ہے۔ آخر لذت کرچیز ہمارے نزدیک علامہ ابن حجر ایسے عالم کی شان سے بہت دوست ہے اس لئے کسی تحریک کا لامبا بہتر ہے کہ یہ کتاب ان کی تصانیف سے نہیں ہے علماء کو اختیار ہے ان کا مگری جو ہے تو یہ کچھ لیں کہ علامہ ابن حجر ان علماء سے تھے تو ایک بادشاہ کے حکم کے مقابلوں میں چالی اور صداقت کسی چیز کی پروافنس کرتے تھے کتاب تو اس قابل ہے کہ خود ایک مستقل کتاب میں اس کی خوبیوں کا اظہار کیا جائے مگر افسوس ہے کہ وقت مساعدت نہیں کرنا اس لئے میں باظرین کے ساتھ صرف دو ایک یا تین پیش کرنے پر اتنا کروں گا جس سے باظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائیکا کہ کتاب خواہ ابن حجر کی تصحیف ہو یا نہیں کسی مسلمان کیلئے لاائق استدلال نہیں ہو سکتی۔

(الف) امیر معاویہ کا صلح حدیبیہ کے روز ایمان لانا۔

مصطفیٰ قطبی الجہان نے سب سے پہلی چیز جو امیر معاویہ کے متعلق قابل ترسیم سمجھی وہ ان کا فتح مکہ کے روز ایمان لانا تھا اس لئے انھوں نے امیر معاویہ کے متعلق یہ کھلا کہ امیر معاویہ صلح حدیبیہ کے روز ایمان لائے تھے اور اس کے متعلق واقعی واقعی پر استدلال کیا ہے واقعی کی جو حیثیت ہے وہ مولوی شبلی کی تصانیف سیرۃ امامی وغیرہ کے پڑھنے والے پر تجھی تینیں مگر میں اس وقت واقعی کی تحریک کو چھوڑ کر خود اس مسئلہ پر نظرِ الانا چاہتا ہوں۔

امیر معاویہ کا بروز فتح کے ایمان لانا مسلم پے اس ترسیم کی خود راست صاحب قطبی الجہان کو یہاں پڑی کہ مسلمین فتح مکہ کو منحصر طور پر مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی ایمانی حیثیت لا تلقی گفت و شنید ہوئی ہے۔ صاحب قطبی الجہان نے ان کو بروز حدیبیہ مسلمان کی کہ تبعین امیر معاویہ اور میں امیر کو اس بادیل سے بچا دیا کہ امیر معاویہ کا اسلام ابتدائیں کچھ یوں ہی سما قتاگر بعد میں راجح ہو گیا۔ (تاریخ اخلاقاء) صاحب قطبی الجہان کے نزدیک امیر معاویہ مسلمان تو بروز صلح حدیبیہ ہوئے تک اپنے ایمان پوشیدہ رکھا انھوں نے اپنے اس مقولہ کی تائید امیر معاویہ کے قول سے کی ہے جس کے متعلق امام شافعی نے اپنے شاگرد ریاض سے کہا تھا کہ چار آدمیوں کی گواہی مقبول نہیں گرد بن العاص مخیرہ امیر معاویہ و زیاد (ابوقائد اجلداری شیخ تعلیمیہ ۱۹۷۵)

امیر معاویہ کا فتح کہ کے روز ایمان لانا حسب ذیل مسودوں سے ثابت ہوتا ہے۔

- (۱) حدیث حضرت سید اکرم ابی دفاس جن کا حوالہ خود مصنف قطبہ الجہان نے دیا ہے۔
 (۲) مقولہ امیر معاویہ

یا صخر لاتسلمن طوعاً فلطفضاً بعد الذین بیدار اصبهو موقاً
 اے مشریعین تو خوش اسلام بپول کر کے ہم کو روانہ کر دہ ان لوگوں کے (تلہب غیرہ) جو بعد میں
 مسلمانوں کے ہاتھ سے کلائے گئے ہو گئے۔

لا ترکن ای امر تقلدنا والو اقصات بنعمن به المحرقا
 قطبہ الرکنی ہاتھ کی طرف توجہ کر جس سے جو قلنی ناہرے گل پڑے تھے کام بہانہ آتوں کی جو اوری
 نہمان میں تحریکت ہوئے پڑیں (خواہ الدست ص ۱۰۵)

یہ تحقیق امیر معاویہ نے اپنے باپ کو فتح کرد کے بعد اس وقت کی تھی کہ جب وہ اپنی حالت کفر کو
 ناقش سے بہ لئے پر کچھ آمادگی ظاہر کر رہے تھے۔

(۳) ابوسفیان اور ان کے میئے زید و معاویہ مؤلفۃ القلوب (طلقا) میں سے تھے جو فتح کر
 کر دہ زمان لائے (شرح فتاویٰ کبریٰ مطہری طبع دہلی ص ۸۰)

(۴) معاویہ و ابوبکر من المؤلفۃ قلوبہم (ستیاپ حاشیہ اصل طبع مصر ص ۲۹۵) ترجیح
 معاویہ اور ان کے باپ مؤلفۃ القلوب شیں تھے۔

(۵) و هو من الطلقاء الذين لا يجوز لهم الخلافة (ازدواج اللین طبع دہلی جلد اول و
 استیاپ الہم بہلہی ابوبکر) ابودہ طلیق جیسا ان کی خلافت جائز تھیں۔

(۶) طلیق ابن طلیق (معاویہ) کا حق خلافت میں نہیں (تاریخ الفتن طبع ککتہ) طلیق کے معنی
 آزاد کر دکے ہیں اس کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جاتا تھا جو بوروز فتح کہا ہیمان لائے تھے اسدا مذکورہ
 بالا کے علاوہ امیر معاویہ کا مؤلفۃ القلوب میں ہوا حسب ذیں کتابوں سے بھی ثابت ہوتا ہے جن
 سکے اقتباسات بخوبی طوات حذف کئے جاتے ہیں۔

تاریخ طبری طبع لیدن حصہ ثالث جلد چہارم و بخاری شریف دایا الخد از تاریخ الخلافاء و
 روضة الاحباب و تاریخ الاممہ غیرہ۔ اب اس کا فیصلہ ناظرین خود کر لیں کہ صاحب قطبہ الجہان کا
 امیر معاویہ کے متعلق یہ لکھنا کرو یا وہ مصلح حدیثیہ ہیمان لائے معتبر ہے یا ان مصنفوں کے اقوال۔

(ب) امیر معاویہ کو کاتب و حجی قرار دینا۔

علماء اہل سنت والجماعت کے تزویہ کیک امیر معاویہ کی کتابت و حقیقت ثابت نہیں چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی صراحتاً مستقیم شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں۔ ”آنچہ ثابت شدہ است در باب وی کتابت و کتابت وحی نیز به ثبوت نہ رسمیہ“ ص ۴۷۹

(ج) امیر معاویہ کو صاحب اضیلت و منقبت ثابت کرنا۔

اس مبحث میں صاحب تفسیر الجہان نے امیر معاویہ کے فطاکل کی تعداد بھیں تکمیل ہو چکی ہے جوں تو ان میں سے ہر قضیت کا پیمان اس قدر پچپ ہے کہ متوالیں ایک ہے، جیاں سے رجیسٹریں حاصل کی جا سکتی ہے مگر میں ناظرین کی توجہ صرف ان فطاکل کی طرف مہدہ ول کروں گا کہ جن کے ثبوت میں احادیث نبوی پر استدلال کیا گیا ہے۔ ایسے نظاکل کی جھوٹی تعداد اگر وہ تکمیل ہو گئی ہے۔ میں ان میں سے دو ایک کے متعلق ملا کی رائے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں، لفڑی کے متعلق خود صاحب تفسیر الجہان کی عبارت کے پیش کرنے پر اکتفاء کروں گا میرزا پر جو قضیت درج کی گئی ہے وہ حکومت ترمذی درج کی گئی ہے ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ ہوادے“ (تحریر الزایمان) اس عبارت کا اختصار اس حدیث پر ہے جس کو ترمذی نے عبد الرحمن بن ابی عميرہ کی روایت سے درج کیا ہے جس کے مطابق درج ذیل میں ”اللهم اجعله هادیا و مهديا و اهدى به“ ذیل میں یہم اس حدیث کے متعلق کچھ احوال علاوہ کافی نہیں بلکہ بحث اس حدیث پر انشاء اللہ عز و جلہ کی تصدیق کے سلسلہ میں کریں گے۔

(۱) شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

” وبالآخر از همه این حدیث است که فرمذی از خدایا بر حسن ابن ابی عميرہ آورده که اللهم اجعله هادیا و مهديا و اهدى به هیچ یکی از حدیث بصحت نہ رسمیہ و در شان معاویہ نیز احادیث دیگر وضع

کردہ اند (صرافہ الشقیق شرح سفر السعادۃ ص ۴۷۹)

(۲) اسی حدیث کے متعلق ملائکہ الدین قرآنگی محلی صحیح صادق شرح منار مشیں لکھتے ہیں و قد روی الترمذی فی متألهه آنہ قال اور جو ترمذی مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلیم نے فرمایا اے اللہ اس کو صلی اللہ وسلم اللہم اجعلہ هادیا مهدیاً و امداد بہ لانا نقول کل ذالک حادی اور محمدی کرنا کہ لوگ اس سے پدراست پاوس اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ لم یصح . کوئی صحیح نہیں۔

اس حدیث کے متعلق جو اقوال میں نے اور لکھے ہیں اس سے یہ صاف ثابت ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ اسی حدیث کے متعلق صاحب تفسیر البیان کیا فرماتے ہیں ان کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث وہ ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے "خوبی الایمان"۔

اب ناظر بن خود اس امر کا اندازہ فرمائیں کہ جو شخص اسی حدیث کو کہ جو صحیح نہ ہو روشن دیکھ لیتے کیلئے لائے اس کا قول کہاں تک قابل اعتبر ہے۔ وسری بات یہ بھی ملاحظہ طلب ہے کہ صاحب تفسیر البیان کے تحریر کے مطابق یہ حدیث ترمذی کے نزدیک حسن ہے حالانکہ ترمذی میں الفاظ "هذا غریب" کی ہیں سن غریب اور خالی الفاظ میں جو فرق ہے وہ ماہرین نہیں حدیث پر بخوبی نہیں۔ کیا ایسے شخص کی تحریر یا تقریر جو اپنے مطلب کے حصول میں اس حتم کی تحریف کا مرکب ہو قابل استدلال یا استناد ہو سکتی ہے اور کیا اسکی تحریف کو ہم علماء میں مجرم کی طرف منسوب ہو اتنا تسلیم کر سکتے ہیں۔ نمبر ۲ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے وہ عوف اہن بالکل کی ایک قول پر بنی معلوم ہوتی ہے جس کے متعلق خود صاحب تفسیر البیان اس کے فضائل ہیں کہ راوی ہون میں خلاط ملط ہو گیا ہے مگر با این ہمسایہ استدلال قائم نہ کیا جائیں۔ (خوبی الایمان)

نمبر ۳ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اس کے متعلق فرمائے ہیں کہ یہ حدیث جو ہم نے اور لکھی ہے اس کی سند ضرور ضعیف ہے مگر اس پر استدلال میں مضاائقہ نہیں (خوبی الایمان) نمبر ۴ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اسکے متعلق لکھتے ہیں "اس حدیث کے سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں سو ایک کے کہ اس میں ضعف ہے اور ایک راوی اور ہے جس کے متعلق

حافظہ شیخی نے بیان کیا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا، "یعنی مجھوں ہے (خوبی الایمان) ان کے نزدیک ایک راوی کے حنف اور دوسرے کے مجھوں ہونے سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس پر بھی ان کے نزدیک استدلال جائز ہے۔

نمبر ۶ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اس کو میں ذرا شرط سے باطنیں کے سامنے پیش کر رہا چاہتا ہوں اس لئے کہ اس سے صاحب تلمذی الجہان کے عقائد پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اس حدیث کے تعلق میں لکھتے ہیں کہ "حافظہ شیخی نے کہا کہ اس کی ... میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا" (یعنی مجھوں) (خوبی الایمان) مگر بایں ہم اس پر استدلال کرنے سے بازدار آئے حالانکہ معاملہ ایک حد تک امام المومنین حضرت ام جیبہ کی تو یہ تکمیل ہو چکا ہے ان کے فہماں میں ایک حدیث یہ ہے کہ آنحضرت (ایک روز) امام المومنین حضرت ام جیبہ کے پاس مگر حضرت معاویہ کا سر اپن کی گود میں تھا اور وہ ان کے جو نیک دیکھ رہی تھیں حضرت نے پوچھا کہ کیا تم معاویہ کو چاہتی ہو انہوں نے کہا میں اپنے بھائی کو کیوں نہ چاہوں حضرت نے قرباً اللہ اور رسول محبی معاویہ کو چاہتے ہیں" (خوبی الایمان)

قطع نظر اس امر کے یہ حدیث کسی حد تک لا اقتضی استدلال ہے اور مجھوں رواۃ جس حدیث میں ہوتے ہیں اس کا پایہ کیا ہوتا ہے صاحب تلمذی الجہان نے اس حدیث سے امیر معاویہ کی فضیلت تو ثابت کرنا چاہی مگر اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ امیر معاویہ کی فضیلت حضرت ام جیبہ کی شرط تلقی نہیں تکمیل ہو چکی ہے اس لئے کہ حضرت ام جیبہ کے محروم میں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امیر معاویہ اس کے بھی بجا رکھے کہ حضرت امام المومنین کی گود میں سر کر کر لیت جائیں وہ زمانہ خیر القرون قرآنی کا تھا آج بھی جب کہ ہم میں آپ میں تمام عالم کے عیوب پیدا ہو چکے ہیں یہ بات منیوب اور شرعاً کسی بھائی جاتی ہے کہ جوان حقیقی بھائی جوان حقیقی ہیں سے اس قسم کی ہے تلقی کا برہن اگرے صاحب تلمذی الجہان نے بھی علامہ کی طرح اس امر پر غور نہیں کیا کہ امیر معاویہ کی برات و فضیلت سے کم کم مقدار مستیوں کے واسی پر تھیں بھائی جانے کا اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک بھی شرعی محروم ہونے میں تمام حدود سے تجاوز کر جانے کا ہوا زندگی خویں ہاتھ آ جاتا ہے۔ مجھ کو تو صاف سمجھا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت سعد ابن ابی وقاص نے امیر معاویہ کی اس

فرماں ش و تہذیب پر (ما منعک ان تسب ابا تراب) ان کو وہ تین امور بتائیے جو ان کو جناب امیر پر سب کرنے سے مانع تھے تب امیر معاویہ کو اس حدیث کے وضع کی ضرورت محسوس ہوئی اور کسی نے ان کی خوشودی کا پروانہ حاصل کرتے کیلئے (فإن هذا احباب لى واقىء لى) (نصارى کافی) اسے وضع کر دیا۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص نے خیر کے واقع سے جو حدیث تعلق ہے۔ یہ حب الله و رسوله و یحیہ اللہ و رسولہ خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے امیر معاویہ کو سنائی تھی اگر امیر معاویہ کے تعلق بھی کوئی ایک حدیث ہوتی تو بھلا امیر معاویہ پر جو کتنے والے تھے بر جتہ حضرت سعد ابن ابی وقاص کو اصلاح دریتے کہیرے لئے بھی تو آنحضرت کا ایسا ارشاد موجود ہے۔

نمبر ۹ پر جو فضیلت لکھی گئی ہے وہ اس حدیث پر تھی ہے۔

یا معاویۃ اذا ولیت یا اذا ملکت فاحسن اسے معاویۃ جب تم بادشاہ ہونا تو تسلی کرنا۔

جس کے راوی خود امیر معاویہ ہیں ان کی جو حشیث امام شافعی کے ارشاد سے معلوم ہوتی ہے اس کو میں اس سے قبل لکھا چکا ہوں اس لئے یہ حدیث یوں بھی کامل استدلال باقی نہیں رہتی اسی حدیث کے تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی صراط استقیم شرح معاویۃ میں لکھتے ہیں:

و دیگر این حدیث است یا معاویۃ اذا ولیت یا اذا ملکت فاحسن...
و هبیج بکی از این احادیث بصحت نہ رسیده (صرایح استقیم ص ۲۷۹)

خلاف امام الدین فرقی بخاری اسی حدیث کے تعلق لکھتے ہیں۔

و فی الشہر، کسافی تہجدی بی الشکاوی السعی اور یو شہور ہے جیسا کہ مدرس بیکو سلیمانی علیہ السلام ادا ولیت اور ملکت فاحسن لانا نقول کل معاویۃ جب تم بادشاہ ہونا تو اچھا کی کہاں کسی ذلک لذم بیصح و صحیح صادر شرح مدار جواب ہی یہ نہیں تھے کہ کوئی صحیح ہیں۔

نمبر ۱۰ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اس کے تعلق لکھتے ہیں: "ایکی حدیث ہے جو حکیم سب زندگی نہیں مان لیجیں راویوں میں اختلاف ہے۔" (تغیر الایمان)

نمبر ۱۱ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اس کے تعلق لکھتے ہیں: "جسیکہ راویوں نہیں مرفعین بیکچ

اختلاف اور ارسال ہے: "یعنی حدیث مرسل ہے۔ اس کے متعلق شیخ عبد الحق لکھتے ہیں :

"کہ گفت شنیدم حضرت رسول اللہ صلعم ر اکہ فرمود "اللهم علم معاویۃ الكتاب و الحساب وقہ العذاب . . . " هیجج یکی ازین احادیث صحت نہ رسیدہ (صریح استقیم ۱۹۸)

نمبر ۱۹ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں "جس کے سب راوی ثقہ ہیں سوا ایک راوی کے" (نحوی الایمان)

نمبر ۲۰ پر جو فضیلت درج کی گئی ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں "ایک روایت یہ ہے جو بند معیف مردی ہے" (نحوی الایمان)

بوجبار قیس کی میں نے اپنے کھسی پیش ان سے ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ایک بھی روایت ان کے مقول کے مطابق ضعف سے خالی نہیں۔ صاحب تفسیر الجہان کی تفاسیت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خود امیر معاویہ کے والد پیر ابوسفیان اور ہندہ کے مقولہ کو بھی فضائل میں ثار کیا ہے چنانچہ فضیلت نمبر ۱۹ اسی پرمنی ہے مگر یہ اسی ہے کہ علامہ باو جو دا ان امور کے تفسیر الجہان پر اب بھی استدال کرنے پر تیار ہوں اس لئے ان کی واقفیت کیلئے میں روایک امور اور قیش کر کے اس مجھ کو ختم کرتا ہوں۔

(۲) مراد ان کا البیعت اٹھاڑ کو اذیت دینا اور حضرت امیر پر سر مجرم است و تم کرامہ نہیں ہے مگر صاحب تفسیر الجہان فرماتے ہیں کہ یہاں سورت ثابت ثبیث ان کے نزدیک امیر معاویہ اور دیگر بنی امیہ تو خر مراد ان بھی مستحق تحریف و توصیف ہے (س ۲۹ نحوی الایمان)

(د) امیر معاویہ کو غلط دلائل سے بچانے کی کوشش کرنا۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ شہادت کے متعلق جو نادیں امیر معاویہ نے کی یعنی ان کے قائل

امیر معاویہ نہیں بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ ہیں (نحوی بالشد)

اس کو تمام علماء اہل سنت و اجماعت نے باطل مانا ہے اور اس کے کتاب کیلئے کسی دلیل کی ضرورت بھی نہیں اس کے متعلق صاحب تفسیر الجہان لکھتے ہیں "کہ معاویہ کی تاریخ قطبی المطہران نہیں ہے بلکہ احتمال اس بات کا ہے کہ وہی حق ہو" (نحوی الایمان)

اس تاویل کے سچے نام یعنی کا صرف معمولی تجھیہ ہوتا ہے کہ قائل حضرت جزء الگار بدر نہیں ہوتے بلکہ خود آنحضرت صلم ہوئے جاتے ہیں (نحوہ بالله) مگر صاحب تفسیر الجہان کو اس سے کیا غرض دے تو امیر معاویہ کی برائت پر دلیلیں پیش کر دے ہیں ان کی بلاستے اگر اس تاویل کے سچے نامے سے عقائد اسلامی کی برایادی کی تو بت آجائے علماء ایسی والقدست امیر معاویہ کی خطاب کو خطائے مکفر ثابت کریں اور صاحب تفسیر الجہان قول منصور کے خلاف اس لغو تاویل کو صحیح تاویل قرار دیکر جناب امیر کو ذات حق پر قابل ہو گئی مگر یہ اس کے قابل نہیں ہیں کہ علامہ نے بالقصد یہ تحریف اس مقصد سے دار کی گردہ اس معیار صداقت دویانت تکمیل یہو پنجا چاہتے تھے کہ جو کسی زمانہ میں ظہلی سے تحریف کے نام سے موسم تھا اور جس کو اختلاط نے اب صداقت دویانت کا نام مظاہر فرمادیا ہے باوجود اس امر کے کہ علامہ نے فعل الخطاب کی تصنیف میں اکثر ایسی انفرشیں ہوئی چیزیں مگر باینہ ہمہ میں اس حد تک جانا صریح نہیں رکھتا ہوں۔ باں جذبات کے جوش میں علامہ نے اس و مر پر البتہ توجہ نہیں فرمائی کہ عبارت علامہ کی پیدا کردہ مشکوم اور معانی کی تتمیل نہیں ہوئی اس لئے کہ اگر صاحب تفسیر الجہان کو یہی لکھنے مختار ہوتا جیسا کہ علامہ نے اپنے ترجیح میں لکھا ہے تو انہیں اختلاط کے تذکرہ کی کوئی ضرورت نہ تھی صرف روایت اللہ عزیز نے پر قناعت کرتے۔ صاحب تفسیر الجہان نے پونکہ سب روایتوں کے تفصیل کو خود ہی مکحدی پا ہے اس لئے قیاس اور قرینہ اسی اسر کا تخفیض ہے کہ مولوی عبد اللہ دری راجحہ نے سچے عبارت کا تاز جرم کیا ہے اور علامہ کا لکھا ہوا تاز جرم اور اصل عبارت دونوں سہوکی بدروایت غلط ہو گئیں علامہ نے اس سلسلہ میں اگرچہ تائید کو دیکھا ہوتا تو انہیں علوم ہو جاتا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو معیار تھیں وہ موضوع روایتوں کے چاہئے کا لکھا ہے اس کے معیار تھیں کا اطلاق اس روایت کی محنت کیلئے سمجھا جاتا ہے۔ روایت حدیث میں خالص و مطلع ہونے سے حدیث قطعاً ناقابل قبول و استدلال ہو جاتی ہے اس حقیقت کو شایعہ علامہ خود بھی تذکیر کر لیں گے اس لئے میں اس بحث پر سندیں پیش کرنا پڑتا رکھتا ہوں۔

ای صفحہ کے آخر میں علامہ نے طبقات دین سعد کے حوالہ سے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس میں تکمیلیں غنیمت ہو چکے ہیں کے بعد آنحضرت نے فرمائیں اس کا حوالہ ہے۔ جس کی نئے تاریخ و سیر کی درحقیقت گردانی کی ہے، اس سے واقعہ ہے کہ آنحضرت نے امیر معاویہ اور ان کے

والد اور بھائی کو اس تقسیم میں اور لوگوں کے مقابلہ میں، بہت زائد مال ثقیلت عطا فرمایا تھا۔ علامہ نے اس واقعہ کو بھی فضائل میں خالص کر لیا اور زائد مال ثقیلت عطا فرمائے کو یہ چہندہ ترک خیلی وجہت پسندی معیارِ فضیلت قریدیا۔ کیا آنحضرتؐ کے اس ارشاد نے جو موقع پر بعض لوگوں کی شکایت پر حساد ہوا تھا اس مسئلہ کو صاف تریں فرمادیا تھا اس خیال پر شاید علامہ کو واقعہ یاد نہ رہا تو میں اسے یاد دلائے دیتا ہوں۔

غزوہ حنین کے بعد جب آنحضرتؐ "تقسیم مال ثقیلت میں مصروف ہوئے تو آپ نے تالیف قوب کے خیال سے ایوسفیان و امیر محاویہ وغیرہ بن ایوسفیان کو اور وہ کے مقابلہ میں زائد حصہ مال ثقیلت کا عطا فرمایا اس پر انصار کے دو ایک نوجوانوں نے شکایت کی جب آنحضرت صلمکو وہی کی خبر ہوئی تو آپ نے انصار سے فرمایا "اما تو حضون انی ذہین النام بدبنا و تذہبون رسول اللہ" (بخاری)

"من می خواستم کہ بے سب ابن اموال دلهائے ایشان را یہ اسلام رخصت دهم" (روضۃ الاحسان) جمعی تو مسلمانان را کہ بموقوفۃ القلوب موسوم ہوند عطا یائی ارجمند و دادند از انصار ارشاد شد ای گروہ انصار شما در خشم مرورد که من مال بموقوفۃ القلوب می دهم و شما را بی ایمان شما باز می گذارم شما راضی هستید کہ دیگران باشت و گوپنڈ (شما با رسول خدا) بخانہائیے خوبیں مراجحت نمایند" (روضۃ السٹا)

اگر علامہ کے نزدیک اسلام کو مال و زر کے لئے اختیار کرنے سب انسیات ہے تو امیر محاویہ کے صاحبِ فضیلت ہونے سے کون شخص الکار کر سکتا ہے یہ صورت الہت دا تھی ہو گئی کہ صحابہ کے اور تمام افرادِ محسنوں نے ٹھی دنیا چھوڑ کر حسن دین کی وجہ سے اسلام اختیار فرمایا تھا فضائل سے محروم ہو جائیں گے۔

حصہ ۱۹ پر جو اقتباسات لکھتے ہیں ان سب کا مخفی غایب الطالبین ہے اس کتاب کے مختلف فیہ ہوئے کا عالی جعلی ہی کھانا جا چکا ہے جہاں تک امیر محاویہ کے خلیفہ ہوئے کا تعلق ہے میں

اس کے مخصوص ساتھ اگلہ چکا ہوں اور مولوی حسن بخش تدریسہ کی جھری کو اس بات کے ثبوت میں پیش کر چکا ہوں کہ محققین علاجے الیت دانیعہ والی جماعت نے امیر معاویہ کے نام کے ساتھ لفاظ غایفہ استعمال کرنے سے گریز کیا ہے۔ علماء روز بہان کا مقولہ ”مطاعن معاویہ کی تاویل ہم پر واجب نہیں اس لئے کہ وہ بادشاہ تھا اور بادشاہ اپنے افعال میں خالی از مطاعن نہیں ہو سکا“ (ازالة الغش) صاحب ہدایہ کا ارشاد بیحوز التقلید من السلطان الجماہر لان الصحاۃ تقلیدوا من معاویۃ (کتاب حدایہ جلد ۲ ص ۲۷۳ کتاب ادب الفاضی) (غالم بادشاہوں کے بیان طلاقہ میں معاویہ اس لیے کہ اکثر حجاج نے امیر معاویہ کے خلیفہ بیان طلاقہ میں معاویہ کی تھی) اور دیگر ارشادات جن سے امیر معاویہ کے بیانے کی تردید ہوتی ہے اس سے قیس پیش ہو چکے جن سے علماء کے استدلال کی تحریت ہوتی ہے اثبات ہو جاتی ہے۔ رہ گیا مشا جرات صحابہ کے متعلق کہ انسان کا حکم جیکی طرف اس صفحی کے دو بیتیں عبارتوں میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی پاندھی اسوقت ضروری ہوتی کہ امیر معاویہ پر صحابی رسول کا اطلاق ہو سکا اس سے قبل خود اس تعریف کے سلسلہ میں یوں علامہ نے انتظام صحابی کی تاریخ میں اس امر کو ثابت کر چکا ہوں کہ تعریف صحابی میں امیر معاویہ کی طرح نہیں آ سکتے۔ پہلے وہ تعریف صحابی پر نظر عالیٰ کر کے امیر معاویہ کو اسکے تحت میں لا ایں اسکے بعد ان عبارتوں پر امیر معاویہ کے معاملہ میں استدلال کریں جس میں مشا جرات صحابہ کے متعلق کافی انسان کا حکم ہے اس سلسلہ میں علامہ کاریہ کہنا کہ لذان فلان جعلیت نے امیر معاویہ کو صحابی رسول مانا ہے اس لئے تم بھی ما توہر گزویق شد ہو گا اس لیے کہ صحابی کی تہذیب موجودی میں ہر شخص اس کا بجا ہے کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ اس تعریف کا اطلاق امیر معاویہ پر نہیں ہو سکا۔ علامہ نے ان عبارتوں کے خیش کرنے میں یہ بھی خور نہیں فرمایا کہ اگر بحث کے لئے یہ تدھیم بھی کر لیا جائے کہ امیر معاویہ کے معاملات میں بھی کافی انسان کا حکم ناطق ہے تب بھی اس سے امیر معاویہ کی فضیلت کا ثبوت نہیں ملے۔ کسی شخص کی رہائیاں پیران کرنے سے روک دیا جانا ہرگز اس کی فضیلت کا مشترک نہیں ہو سکا خالم سے ظالم بادشاہ وقت کے خلاف زبان پر الفاظ بکروہ و سیوب لاما منوع سمجھا جاتا ہے مگر اس ممانعت سے یہ تینجہ بھی نہیں تھلا جا سکتا کہ وہ ظالم جاہر اور کائن والا بادشاہ (ملک مخصوص) بخش اس ممانعت کی وجہ سے صاحب مختبت و فضیلت ہو گیا۔ علامہ نے اگر علاجے الیت دانیعہ والی جماعت

کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں اس حکمت کا پڑھ جل جاتا ہے کہ فلان کے حکم میں پوشیدہ ہے۔ کہ فلان کا حکم قضیلت صحابہ پر نہیں (اس کا انحصار اس امر پر ہے) کہ اگر صحابہ کرام کے متعلق جرح شروع کروی تو اس سے مدد ہی اور اخلاقی عمارت میں جس پر ہماری اور آپ کی بہادری کا انحصار ہے لفظ پڑھنے کا احتمال ہے کیا علامہ کے نزدیک اس خاص مصلحت کو جس کی وجہ سے ہم کچھ لوگوں کے عووب یا ان کرنے سے رکے رہتے ہیں فضیلت کہتے ہیں علامہ نے جو عبارت دعیت نامہ شاہزادی الدین محمد دہلوی کی میں ۱۷ پر پیش کی ہے وہ بھی استدلال کے حق مجانب ہونے پر دال ہے۔

"وَإِمَّا مَأْمُورٍ بِهِ كُفَّرُ لِسانٍ فِي مَسَارِي إِيَّشَانٍ وَمَمْنُوعِيمِ از سب و طعنِ ايشان برالي مصلحنی و آنسنحت انت که اگر فتح باب جرح در ايشان شود روایت از آنحضرت صلمع منقطع گردد و در انقطاع روایت بر هم خوردان منت انت"

ترجمہ: یہیں ہم کو حکم ہے کہ اگر برائی ربان پر شذائیں اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر ان پر جرح کرنے لگیں تو آنحضرت سلمع سے روایت منقطع ہوتی ہے اور جب روایت منقطع ہوتی تو دین کے برہم ہو جانے کا اندر پیش ہے۔

صفحہ ۱۰۸ اس کے ابتداء میں علامہ نے کچھ عبارت خلاصے قاضی عیاض پیش کی ہے۔ علامہ نے شفاعة قاضی عیاض کو ناجی رحمت دی اس تلخیر الجہان کا حوالہ کیوں نہ لگھ دیا جہاں سے انہوں نے یہ عبارت اور ص ۱۰۹ کی عبارت اخذ فرمائی تھی بہر تو اس مأخذ خواہ تلخیر الجہان ہو یا شفاعة قاضی عیاض اس عبارت پر کہیں ایک سرسری نظر ڈالا ناطر و مری ہے۔ اس بیان سے اسی معاویہ کو چار چوڑی سے اور دل کے مقابلہ میں ذوقیت دی گئی ہے۔

- (۱) امیر معاویہ کا صحابی رسول اکرم سلمع ہونا۔
- (۲) امیر معاویہ کا شریعتی و شہادتی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونا۔
- (۳) کاتب ہونا۔
- (۴) اللہ کی وحی پر ایمن ہونا۔

اس امر پر بالتفصیل بحث ہو یجکی کہ امیر معاویہ پر لفظ صحابی کا اطلاق کرنا خود اس نقطے کی صحت تو پیش و تسلیم ہے۔ کتابت کے تعلق بھی اس سے قابل بحث کی جا یجکی ہے کہ مجرد کتابت دلیل یا اعیار فضیلت نہیں ہو سکتی۔ کتابت وغیرے تعلق عناکے زردیک یا امر یا یہ ثبوت کوئی نہیں ہو چکا کہ امیر معاویہ نے کبھی کتابت وغیرے کی (صرایح استحیم ۱۴۹) اب رہی سُرسرا الی رشد و اوری تو اس کے تعلق میں علاوہ اس کی توجہ نہیں اس اعده کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جوأم المؤمنین حضرت ام حمیہ اور ابوسفیان کے درمیان میں پیش آیا تھا جس میں حضرت ام حمیہ نے بصر مبارک پر پیش کیا تھا (تاریخ غصہ طبع مصر) میں رشد کہ جو امیر معاویہ کی علوم راجب کا باعث کچھا جاتا ہے اس وقت بھی جو وحدت اس لئے یہ یاد کرے گا کہ بحث یہ رشد کے باعث فضیلت نہیں ہو سکتا بلکہ فضیلت کے تحت میں لانے کیلئے کچھ اور اسور کی بھی ضرورت ہے یعنی جس شخص کو امام حضرت سلم کا شرف صاحبو حاصل ہو اس میں اگر اور بھی خوبیاں موجود ہوں تو یہ بھی بھی باعث فضیلت ہو سکے گی ورنہ نہیں۔ امیر معاویہ کے تعلق بھی اس مسئلہ میں بھی چیز فور طلب ہو گی کہ ان کی اکتسابی کیفیت کیا تھی اور ان کے العالی کی فوائد پر اس شرف کے کارامہ و غیر کارامہ ہونے کا انعام ہو گا۔ امیر معاویہ کی زندگی کے فخر و اعیاث پیش کئے جا چکے اس کا فصل علامہ خود کر لیں کہ ان کے افعال کی اذیت کیا تھی اور مکافات القلوب میں ہونے سے ان کی اور ابوسفیان کی حالت یکسان ہوتی ہے یا نہیں اگر ان کو بھی جھٹکیں متنبھیں وحد نظر آئیں تو وہ خود کریں کہ تم جیپہ کا طرزِ عمل اس حد تک اس پر کو فضیلت میں شمار کرنے کے خلاف ہے۔ آخوند ۱۰۸ اور شروع حصہ ۱۰۹ میں جزو عبارتیں علماء نے لکھی ہیں وہ ایک ہی شخص کی طرف منسوب ہیں اس لئے اپنے سماحت نظر اذنا مناسب ہے۔ معلوم ہیں انہوں نے آنکو علیحدہ علیحدہ نقل فرمائے کی زحمت کیوں گوارا کی۔ اگر ہلیں عمارت میں کمبوہات حضرت مجدد کا حوالہ بھی لکھ دیا جاتا تو کیا ان کو اس سے وہ مطلب حاصل نہ ہوتا۔

عبداللہ بن مبارک کے جس مقولہ پر علامہ نے انتدال فرمایا ہے اس پر اگر علامہ خورفر مالیتے تو ان کی بحث میں یا اسرا جاتا کہ عبد اللہ بن مبارک نے امیر معاویہ و مجدد این مجدد العزز پر فضیلت نہیں دی ہے۔ جن الفاظ پر کہ اس مقولہ کے حقیقی مفہوم اور معنی کے بھتھ کے لئے خود کرنے کی ضرورت ہے وہ ”مع رسول اللہ“ کے الفاظ ہیں۔ اگر ان بن مبارک کوسائل کے سوال پر امیر معاویہ کو مجرداً نہ

عبدالعزیز سے افضل تابت کرتہ ہو تو وادی القاظ کا اضافہ کرئے بند صاف یہ کہد سیتے کہ امیر معاویہ یہ مرد اپنے عبد العزیز سے بھتر ہیں۔ اُن مبارک کا ایک صاف سوال کے جواب میں ان القاظ سے جواب دینا خود اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ افضلیت امیر معاویہ کے تاکن نہ تھے صرف سائل کو اُن کے سوال سے روکنا مقصود تھا کہ انھیں ایک ایسے شخص کے خلاف جس کو پچھلے لوگ صحابی رسول کے مرتبہ پر بدل چاہرے ہے ایں کچھ کہنا نہ پڑے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرق مراتب کے اخبار کے لئے انھوں نے الغبار الذی دخل فی الف فرس معاویہ (و غبار جو امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جاتا تھا)، کے القاظ استعمال فرمائے تھے تو بھی تاریخ صحیح نہیں ہوئی اس لئے کہ اس وقت "مع رسول اللہ" کے القاظ یہ کارہوئے جاتے ہیں۔ فرق مراتب کے اخبار کے لئے صرف "و غبار جو امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جاتا تھا" یہ القاظ کافی تھے۔ حقیقتاً ان مبارک کے اس ارشاد میں وہی نکتہ پوشیدہ ہے جو حضرت ائمہ عباس کے ارشاد افقال دعہ فانہ قد صحاب رسول اللہ صلعم (ان کو پچھوڑو و رسول اللہ صلعم کے صحابی ہیں) میں پوشیدہ تھا۔ کیا علامہ کے نزد یہک سوال کا جواب اسی طرح دیا جاتا ہے کہ سوال اپنی جگہ پر بدستور باقی رہے۔ سائل نے اُن مبارک سے یہ قویہ چیز تھا کہ غبار جو امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جاتا ہے وہ بکتر ہے یا عمر اپنے عبد العزیز سوال صاف امیر معاویہ یا اور عمر اپنے عبد العزیز کے متعلق تھا وہ باؤ جو اس جواب کے اپنی جگہ پر باقی رہ۔ اگر اُن مبارک کا مقولہ سائل کے سوال کا صحیح جواب کیجا جائے تو کیا اس جواب پر سوال ازا۔ ہاں وجواب از رسماں کا اطلاق برٹھل شہ ہوگا۔ یہ ارشاد ان کی تابیت کا ثبوت دیتا ہے کہ انھوں نے ایسا جواب دیا کہ سائل کو بھی سکوت کرنا پڑا اور اُن مبارک بھی جواب سے فوج کی۔ اس جواب کی مثال بعین ایسی ہے کہ ہم کسی شخص سے پوچھیں کہ زید افضل ہے یا عمر وادر وہ جواب میں کہہ کر مدینہ طیبہ جائے سکوت عمر کی خاک زید سے افضل ہے کیا اس جواب سے زید اور عمر و کی بائی فضیلت کا سلسلہ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

ای صفحہ میں آگئے بڑھنے علامہ نے جواب امیر کا ایک مقولہ قتل فرمایا ہے جس کو وہ شاید خطاۓ احتقادی کی بحث میں لکھنے والے تھے مگر پونکہ وہاں نقل کرنا بھول گئے اس لئے اس فضیلت کے ثبوت میں نقل فرمادیا۔

روہ گیا موقع پر موقع کا خیال تو اس نے علامہ کب پابند تھے کہ اس محل اور موقع پر جناب امیر کے مقابلہ کو بھیت کے خلاف قتل کرنے سے امداد افرماتے۔ خطائے احتجادی و خطائے مکفر کی بحث تفصیل سے لکھی جا چکی اس لئے اب اس موقع پر اس کا اندازہ بھیں طوالت ہے۔ اس مقابلہ کے متعلق صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ اس مقابلہ پر امیر معادیہ کا قتل بظاہر تین یا چھی معلوم نہیں ہوتا۔ کیا علامہ کے نزدیک یہ بھی ضروری نہ تھا کہ وہ اس امر کو تو صاف فرمادیت کر یہ مقابلہ کیں لوگوں کے متعلق ہے۔ اسی صفحہ کے آخر میں علامہ نے ایک جماعت خلائقے قاضی عیاض کی لکھن ہے جس کا ترجمہ بخوبی تحریکات حضرت مجدد ص اے پر لکھ دیا تھا اور پھر اسی خلائقے قاضی عیاض کی عبارت کو آخ رس ۱۴۲۸ و شروع ص ۱۴۲۷ پر لکھ دیتے کی زدت گوارا فرمائی ہے۔ قاضی عیاض کی اس عبارت پر ص ۱۴۲۸ و ۱۴۲۹ کی تنبید کے سلسلہ میں جو کچھ عرض کرنا ہے اسے ناظرین کے سامنے پیش کروں گا۔

ص ۱۴۲۹ علامہ نے امیر معادیہ کی جماعت قدر رہا ہت کرنے کیلئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب پر استدلال فرمایا ہے جس میں اسی جماعت قدر کے ثبوت میں دو حدیثوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے قبل ناظرین کے سامنے پر اموریں کیا جا چکا کر مکتبہ امام ربانی میں بہت زائد تحریف کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان کا مستدہ بونا ہی قابل غور ہے مگر چونکہ اس مکتبہ میں دو حدیثوں کا حوالہ بھی موجود ہے اس لئے جماعت قدر اور فضیلت کا اندازہ کرنے کے لئے اندازہ کرنا ضروری ہے۔ **کلی حدیث: اللهم علمه الكتاب و الحساب و قه العذاب**

ترجمہ: اے اللہ معادیہ کو کتاب حساب کا علم دے اور عذاب سے بچا۔

یہ حدیث عربی میں ساری یہ سے مردی ہے اسکے متعلق علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ ملاحظہ و صراط استقیم شیخ عبد الحق محدث دہلوی و مفتی صادر ملائقاً م الدین فرقی محل۔

حدیث دوم۔ اللهم اجعله هادیاً و مهدياً و اهدبه

ترجمہ: اے اللہ معادیہ کو ہدایت سر نے والا اور ہدایت پانے والا با (جلد اور تدقیق ص ۲۰۱)

قبل اس کے کہ میں اس حدیث کے متعلق عناء کی رائے ناظرین کے سامنے پیش کروں اس حدیث کے روایت پر بھی ایک نظر دانا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ

ان رواۃ کے مختلف پاسا و ثقات کے الفاظ کو منسوب کرنا کہاں تک صداقت پرستی ہے۔ اس حدیث کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) محمد بن سعید (۲) ابو مسیر (۳) سعید ابن عبد المعزیز (۴) رہیم بن یزید (۵) عبد الرحمن بن ابی عصیرہ۔

(۱) محمد بن سعید: تصریحی طور پر ان کا حال معلوم نہیں، والیتہ تہذیب جلد ۹ ص ۱۱۵ میں محمد بن سعید ذہنی کا ذکر ہے اگر وہ بھی ہیں تو ان کے تحقیق محمد ابن داود مصطفیٰ کا قول ہے کہ امام احمد کے پاس بیٹھنے ہوئے تھے کہ محمد ابن سعید نے ایک ضعیف حدیث یعنی کی امام احمد نے کہا کہ ابی حدیث دیوان کیا کرو دیکھ کروہ شرمند ہوئے (تہذیب ص ۱۱۲)۔

(۲) ابو مسیر: ان کا نام عبد الاطلی ہے و مشقی تھے (تہذیب جلد ۹ ص ۹۸)۔

(۳) سعید ابن عبد المعزیز: پیغمبر و مشقی تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۵۹)

(۴) رہیم بن یزید: پیغمبر و مشقی تھے۔ (تہذیب جلد ۹ ص ۶۲)

(۵) عبد الرحمن بن عصیرہ: معمش میں سر بے ان کی ایک حدیث معاویہ کے ذکر میں ہے۔ انہیں عبد البر کا قول ہے کہ ان کا صحابی ہوتا تھا بھی اور انہیں حدیث کے ائمہ تھے (تہذیب جلد ۹ ص ۱۱۲) مولوی عبد اللہ در دری انہم آجر، اسم الداودی میں لکھتے ہیں "عبد الرحمن بن ابی عصیرہ کا شمار اہل شام میں ہے و لیکن انہیں مسلم نے کہا ہے کہ ان کی روایت کروہ حدیث مفترض ہے ان کا صحابی ہوتا تاثیت نہیں ہے۔ ابو عمرو نے کہا ہے کہ بعض نے ان کی حدیث کو موقوف یعنی کیا ہے اور بعض نے مرفونع یعنی کیا ہے اور ان کی حدیث منقطع الاستد اور مرسل ہے و تو ان کی حدیثیں پائیے گئیں تک نہ ہو، پھر تھیں اور ان کا صحابی ہونا ثابت ہے (ترجمہ اسم الداودی جلد ۹ ص ۱۱۲)

ان رواۃ میں سے تین صاحب و مشقی ہیں جن کے مختلف علامہ ذہنی کا مقولہ اکثر جگہ لکھا چکا ہوں کہ اہل و مشقی احمد رہب تھے ان کے علاوہ خطیب بغدادی بھی لکھتے ہیں۔

وقال ابو حفص عمر و بن علی وحدیت الشامین کله ضعیف الا لغرا منہم
عبدالله ابن العلاء ابن الوزیر (Harr بخدا جلد ۹ ص ۷۱)
”ابو حفص عمر و ابن علی کا قول ہے کہ شامیں کی سب حدیثیں ضعیف ہیں بجز عبد اللہ ابن العلاء و ابن الوزیر کے۔“

باقیہ دور ادیوں میں سے عبدالرحمن بن ابی عمیرہ بہت بڑی طرح سے محروم ہیں اور محمد بن سعید بھی قابل استناد نہیں معلوم ہے تا انہیں جو دعے ملائے یہ کام کر حدیث صحیح نہیں ملاحظہ ہوں تو اس علیہ:

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

"وَبِالآتِ الرَّحْمَةِ لِيَنْ حَدِيثٌ أَسْتَكِنْ إِنْ حَدِيثٌ أَسْتَكِنْ كَمْ عَمِيرَةٍ
أُورَدَهُ كَمْ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًّا وَمَهْدِيًّا وَاهْدِنِي... وَهَبِّجْ يَكْ لِيْنْ
اَحَادِيثَ بِصَحَّتِهِ رَسِيدَهُ (صراطُ الْمُسْتَقِيمُ صفحہ ۲۲۹)۔"

(۲) ملا القاسم الدین فرقانی بخاری:

ترمذی نے جو مناقب میں روایت کی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہم
اجعلہ هادیارمهدیا واهد بہ...
لا نا فقول کلہالک لم بصح
صحیح نہیں۔

(صحیح مسلم شرح مدار)

(۳) این تنبیہ: علامہ کے زردیک تو این تنبیہ وغیرہ کے انوال بھی لائق اسناد ہوتے ہیں اسٹے ہم
ان کی راستے بھی علامہ کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں تو الترمذی قدط کو احادیث متعلقة
فی الفضائل وفیها ما هو ضعیف بل موضوع (سبحان اللہ)۔

ترمذی نے متعدد حدیثیں لھائیں میں کمیں ان میں بھی یہ نہیں کہ ضعیف ہی حدیثیں ہوں
بلکہ موضوع حدیثیں بھی ہیں۔ اسی کی تائید امام ابن دیوب کی تحریر سے بھی ہوتی ہے (شرح امام
التبی) آخوندی ۱۱ سے صفحہ ۲۲۷ اسکے علامہ نے صوات من بحرۃ کی کچھ عبارت لفظ فرمائی ہے جس کا انعام
انھیں دو ہوں احادیث "اللَّهُمَّ اعْلَمُ الْكِتَابَ وَالْعِدَابَ وَقَهِ العِدَابَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ
هَادِيًّا وَمَهْدِيًّا وَاهْدِنِي" پڑھے اور انھیں حدیث کی بنیاء صاحب صوات من بحرۃ نے تبیج کو ان الفاظ
میں پیش کیا ہے اور اس میں لکھ کیا ہے کہ میں کریم صلی اللہ علیہ وسلم مستحب الدعوات تھے ہم کو اس
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ محاویہ پر خارہ کے متعلق عتاب نہ ہو گا بلکہ ان کو اجر ملے گا صاحب

صواعق عزفہ کے نتیجہ کا انحصار چونکہ آنحضرت صلیمؐ کے دعا فرمائے اور اس کے سجاپ ہونے پر ہے اسکے لئے امیر معاویہ پر غتاب شہادت اور ان کو حرمہ نہیں بھی اسی دعا برخی کی وجہ سے گئی۔ میں اس سے قبل تفصیل سے اس امر کی ثابت کر چکا ہوں کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں اس لئے جب خود دعا کرتا ثابت نہیں تو امیر معاویہ کو اجر ماننا اور ان کا اعتماد سے بہری ہوتا بھی پایہ ثبوت کوئی نہیں ہے پوچھنا اس لیے کہ یہ مسلم ہے کہ شرط کے مقتود ہو جانے سے شروط کا مقتود ہو جانا بھی لا رازی ہے (الاتفاقات الشرط فات المشروط).

صلیلہ علامہ نے دسمت نامہ شاہ رفع الدین ححدث و بلوی کی کچھ عبارت نقل فرمائی ہے اسکا حوالہ اس سے ڈشتر بھی آپ کا اور یہ ثابت بھی ہو چکا کہ اس عمارت کو امیر معاویہ کی فضیلت اور منقبت سے کوئی دور کا بھی تعین نہیں۔ اس عمارت میں صرف اس مصلحت کا انکھار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے کٹ لسان کا حکم علماء کو دیا چاہے۔ اول تو امیر معاویہ کا صاحب ایلی رسول ہونا اسی پایہ ثبوت کوئی نہیں ہے و پنچتا اور اگر ثابت بھی ہو جائے جب بھی سمجھیں نہیں آتا کہ اس مصلحت کو اس کا انتہا اس عمارت میں کیا گیا ہے امیر معاویہ کی فضیلت میں کس طریقہ پر شمار کیا جاتا ہے۔ اگر اس قسم کی عبارتیں نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ امیر معاویہ کے ان حال پر تقدیری نظر و انا اور اس کے نتیجہ کا انتہا کرنا ان عمارتوں کی وجہ سے ہند کر دیا جائے تو یہ صورت صرف اس وقت ممکن ہے کہ جب علامہ امیر معاویہ کے انحال کو درست فرمائ کر ان کو صحابی رسول ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ علامہ کی تکمیلی ہوئی تعریف صحابی امیر معاویہ کو اس گروہ میں لانے کیلئے مزید دععت کی خواستگار ہے۔ اس پر نظر فرمائیں اس کے بعد خطائے اجتہادی کی تعریف میں اور مزید ترسم فرمائیں اور اس کو اس طرح کی دععت دیں کہ ان کے تمام انحال و تدبیجی پر وہ حادی ہو جائے اور اس میں کامیابی ہونے پر ان کو از سرتو و محبت دنائے کیلئے کوئی نئی تعریف مجہدی بھی ایجاد فرمائیں اور جب یہ تمام صورتیں علامہ کی خاطر خواہ طے ہو جائیں تو اسی تعب امیر معاویہ پر اسی عمارتوں کا اطلاق فرمائیں۔

علامہ نے جو مقول اس کے بعد اسی صفت میں لکھا ہے وہ پھر غلطی سے خطائے اجتہادی کے بحث کے بجائے فضائل کے بحث میں نقل ہو گیا۔ علامہ اگر آیینہ کتاب لکھنے کا ارادہ کریں تو انہیں چاہئے کہ پہلے ایک مختصر خاکہ بنائیں اور اسی میں مناسبت اور ضروری امور علیحدہ علیحدہ لکھ لیں تاکہ

ہر چیز مناسب عنوان کے ماتحت درج ہو جائے اور یہ وقت نہ پڑے کہ کہن کی عبارت کمکی درج ہو جائے۔

ص ۱۱۲ میں جو عبارت علامہ نے اقسام الوفاء کے حوالہ سے تقلیل فرمائی ہے اس میں بھی ابیر معادہ یہ کی فضیلت کی عناصر امر پر کمی گئی ہے کہ بخاری اور مسلم میں ایسی حدیثیں موجود ہیں کہ جن کی روایات میں ابیر معادہ یہ بھی ہیں۔ علامہ اس سے قبل ص ۱۰۵، اپر ٹپر الجہان کے حوالہ سے اسی چیز کو لکھے تھے۔ اب معلوم ہیں کہ پھر دوبارہ لکھنے کی ضرورت لائق ہوئی۔ کیا یہ صورت واضح ہوئی کہ یہی سے جیسے علامہ کو عبارتیں دی گئیں دیے ہیں وہ بلا خیال تسلسل لکھنے شروع کیا اس ترکیب سے یہ مقصود تھا کہ ایک ہی چیز پار بار لکھ کر کتاب کے اور اتنی کے تعداد میں اس قدر بڑھ کے بڑھاوی جائے۔ ہر نوع کوئی وجہ کیوں نہ ہو اس امر کا جواب ص ۱۰۵ کی تفید کے سلسلہ میں ناظرین کے سامنے پیش کیا جا چکا اور وہی جواب ہماراں عبارت کیلئے بھی کافی ہے۔

ص ۱۱۲ پر علامہ نے کچھ لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کی تفییقات سے حضرت مؤلف آخذہ ہیں اور انہیں حضرات کو خدیش اشاد عشریہ کی عبارت لکھ کر بخوبی ثابت کیا ہے۔ علامہ نے اگر خود تھوڑے کو بغور ملاحظہ فرمایا ہوتا تو انہیں اپنے استدلال کی پوری حقیقت معلوم ہو جاتی۔ اس لئے کہ جو عبارت انھوں نے ص ۱۱۲ پر تقلیل کی وہ کید بست سوم کی عبارت ہے جو حقیقت کیروزدم کی عبارت کی مزید تشریح ہے دیجا چشم اس کے متعلق میں کسی قدر تفصیل سے بحث کر چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ فضول ہے البتہ ان عبارتوں کی وجہ سے کہ جن کو علامہ نے ص ۱۱۲، ۱۱۵ اور تھنہ سے تقلیل فرمایا ہے اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس امر کو بھیجا چائے کو تدقیق کی عبارت پر کس حد تک استدلال جائز ہے اور اس استدلال کیلئے کون شرائکل کی پابندی ضروری ہے میں پہلے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف سفر دل کر رہا ہوں اس کے بعد ان لوگوں کے احوال پیش کروں گا جنھوں نے ان را دیوں کی توثیق کی ہے۔

(۱) شاہ صاحب نے دیجا چہ کتاب میں اس امر کو خاہیر فرمادیا ہے کہ اس کتاب کا مقصود صرف دروغ افضل ہے اور بحقیقی باقی کس اس میں کمی گئی ہیں وہ اسی اصول کے ماتحت لکھ گئی ہیں تھنہ کی عبارت کو شاہ صاحب کے مسلک کا تحقیق آئینہ دار کہتا تھا غلط ہوگا۔ میں جوہ سے کہ تدقیق کی بعض

عبارتوں میں اور خود شاہ صاحب کے اور نیز دیگر علماء اہل سنت والجماعت کے صحیح مسلک میں اکثر جگہ تصادم ہو گیا ہے۔ علامہ کی واقعیت کیلئے میں اپنے اس استدلال کو چند مثالوں سے واضح کے رہتا ہوں۔

(۱) ملاحظہ ہو کر شاہ صاحب نے سب شخصیں کو فتاویٰ میں کفر لکھا ہے:

”ناجار حکم پنکھیر ساب حسن نمودند وهو المذهب المنصور
المفتی به فی زماننا“ (مس ۱۰۵ جلد اول)

اور اس امر کے قائل ہیں کہ امیر معاویہ سے یہ خطاط صادر ہوئی تھی

”نهایت کار آنکہ مرتکاب این فعل شبیع یعنی بسب پانس سب از
معاویہ لازم حرراہد آمد“ (مس ۱۰۳ جلد اول)

ان روؤں اقوال کے باختہ جو حدیث امیر معاویہ کی ہونا چاہئے اس کو جب تخدیکی عبارت
سے مقابلہ کیا جائے تو یہ فرق معلوم ہوتا ہے۔

(۲) شاہ صاحب نے تقدیم میں حدیث ”انا مدینۃ العالم و علی بابہا“ کو بحروف قرار دیا
پھر ترجمہ فتاویٰ جلد اول مس ۳۲۲ میں اسی حدیث کو اٹا گئا تھا ہے جس سے شاہ صاحب کی ذاتی
تفصیل کا پتہ چلتا ہے جو علائے اہل سنت والجماعت اس حدیث کا شمار حدیث حسن میں کرتے ہیں
ان کے نام اوپر لکھے ہیں جا چکے ہیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے قترة الحجۃ میں مس ۱۳۸۷ سے مائرہ بیله
جناب امیر شریعت فرمائے ہیں اور مس ۱۳۸۱ میں اس حدیث کو کمی لکھا ہے اس کے بعد مس ۱۳۸۸ پر لکھتے
ہیں:

”احادیثی کہ درین باب ذکر میں کتنے چند قسم است قسم صحیح یا
حسن است . . . از آنحلمه حدیث منزلہ و از آنحلمه حدیث حم
غدیر . . . و از آنحلمه فضة تصحیح و مانند آن و اکثر این قسم در
مناقب حضرت مر نظری ذکر کردیم“

مس ۱۳۸۸ میں ۱۳۸۱ میں اور ۱۳۸۲ میں (اوپر) اس کے بعد بھر میں ۱۹ پر بھی اسی حدیث کو لکھا
ہے۔

شہادہ امیر زید محدث نے تحدیث عالیہ اس حدیث کو مجموع اس لئے قرار دیا ہے کہ روا فاغض ایک بڑی حدیث اس پر اہل سنت کے خلاف استدلال کرنے کے ناوی ہیں حالانکہ بعض علمائے اہل سنت نے اس کی تردید کی ہے اور شاہ صاحب نے دیباچہ تحدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

"دوم آن کہ هر حاکم کلام را مطلق ساخته یعنی ہب تسبیح پر داخته و ہر گھاہ نقد یعنی اہل سنت نمودہ را سخن را بقدم ایشان پر نمودہ جنان توہین نہ کنند کہ کلام میں ہرمذہب نویس (صنف تحفہ) حاشا و کلام"

(۲) حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہ اکو موضوع قرار دے کر اس کے مقابلہ میں حدیث ما صب اللہ شبیثی صدری الا و صبیہ فی صدر ابی بکر (ترجمہ: اللہ نے میرے سید میں کوئی ایک شی نہیں ذالی جس کوئی نے ابو بکر کے ہیدت نہ دلایا) کو صحیح اور قابل جست قرار دیا ہے حالانکہ یہ حدیث علمائے اہل سنت و اجماعت کے نزدیک سلط طور پر موضوع ہے۔

ملاحظہ ۴:

صراط اشتقیم شرح سفر السعادات شیخ عبدالاثن حدیث دہلوی

"و در باب فضائل ابی بکر صدقیق آنچہ مشہور نہ است از موضوعات حدیث ان اللہ یجعلی یوم القيامت للناس عامة و لا ابی بکر خاصة و ما صب اللہ فی صدری شبیثا الا و صبیہ فی صدر ابی بکر و امثال این از مفتریاتی است که بظلاقات معلوم است" (صراط اشتقیم نمبر ۲۳۸ و ۲۳۹)

اس امر کو تو کوئی شخص مانند پر تیار نہ ہو گا کہ شاہ صاحب کو اس حدیث کے موضوع ہونے کا علم رہتا ہے اس لئے کہ خود ان کے درج کردہ تابعوں کے مطابق (ظاہر و بجل نامہ) یہی یہ حدیث موضوع ہوتی ہے۔ لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ شاہ صاحب نے قواد پہا مسلک نہیں لکھا ہے بلکہ مراد ان لوگوں کا مزہب و مسلک بیان کرنا ہے جن کی طرف دیباچہ کی عبارت میں انہوں نے اشارہ فرمایا ہے۔

(۳) دہلوی کے متعلق تجزی میں لکھتے ہیں

"وَإِنْ كُتَّابٌ مُّعَصُّوسٌ بِرَأْسِيْهِ جَمِيعُ الْحَادِيْثَ ضَعِيفُهُ وَاهِيْهُ اسْتَ"۔ وَ دِيلِيْسِي

مُحَمَّدُ عَوْدَهُ الْحَادِيْثَ ضَعِيفُهُ وَ مُوْضِوْعُهُ وَ مُفْتَوِيْهُ الْاِسْلَامِيْهُ دَوَابِتَ كَبِرَهُ"

اسی دیلیسی کی کتاب کی توثیق بجلد "الحدیث" پر این الفاظ اکی ہے تفسیر ابن حجر وید تفسیر

دیلیسی و تفسیر ابن حجر یعنی مشاہیر (تفسیر حدیث ان) (ص ۲۰)

(۵) بروختہ الاحباب کو تخدیمیں بخود حقرار دیا ہے۔

"بعض جماہا از تواریخ شیعہ نقل میں کند" حالانکہ غالباً نافعہ میں اس کے متعلق لکھتے ہیں "بہتر از احمدہ نصائیف این باب اسٹ" (ص ۲۶)

آخر سب با توں کو پیش نظر رکھ کر شاہ صاحب نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب نہیں فرمایا ہے اور اس کا اپنی طرف منسوب کیا جانا اپنی نا خوشی کا سبب قرار دیا ہے۔

"بلکہ حالا هم هر گھر ہے سبست این کتب بطرف خود مخصوص نئی شوم

غرض کہ منظور ایں مذہب بود کہ مردم بد دیدن این کتاب در

آن اعتقاد سست شوند یا ترك نماښد الحمد لله کہ این معنی حاصل شدہ" (تماوی حلہ اسی جلد ۱۴۷ ص ۲۸)

اس لئے بخود تخدیم کی عبارت کسی شخص یا کسی مسئلہ کے متعلق قول فعل نہیں سمجھی جا سکتی جب تک اور لوگوں کے آتوال سے اس کی تائید نہ ہوتی ہوشائی صاحب کا پایہ علاء اہل سنت والجماعت میں مسلسل ہے بخود تخدیم میں خوشائی صاحب نے (دیباچہ میں) اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے اسٹے اس کی عبارت شاہ صاحب کی دوسری تسمیف اور آتوال کے پر ابر لاکن استدلال و استناد نہیں ہو سکتیں۔ اب میں ناظرین کے سامنے ان تصریحت کو فراز افراد ایشیں ترنا چاہتا ہوں جن کو بخود تخدیم کی عبارتوں کے حوالہ سے بخود حکم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱) اخطب خوارزمی احمد بن محمد مؤمن الدین خطیب: - مولانا محمد امجدی فرقی محلی انفو انڈیسٹری

میں لکھتے ہیں کہ یہ فاضل ادیب تھے نقیم ان کو معرفت نامہ حاصل تھی (ص ۲۱)

علام سید علی بخشیہ الہوا" میں لکھتے ہیں کہ سندی پر قول ہے کہ ان کو حریت پر بہت قدرت

تھی عزیز اعظم فقیر ناضل ادیب شاعر تھے۔ تھی الدین نے عقد اشیعین میں اور مجی الدین عبد القادر فتحی

نے طبقات الحفیہ میں ان کی تعریف اور توئین کی ہے۔ ماقب امام اعظم میں ان کی بہت بڑی کتاب ہے جو حیدر آباد میں طبع ہو گئی ہے۔ اس سے بہتر کتاب امام اعظم کے مatab میں کسی نہیں لکھی۔

(۲) ابن قتیبہ صاحب معارف: - ابو محمد عبداللہ بن سلم بن قتیبہ دیوری مردوی لغوی صاحب کتاب المعارف و ادب الکاتب۔ فاضل اور ثقہ تھے پندراویں ربی اسحاق ابن راہویہ اور ابو حاتم سے حدیث روایت کرتے ہیں ویسے ویسے بیرونی بھی رہے (تاریخ ابن خلکان جلد اس ۳۱۲) اشاف الملا اس ۲۲۷) علام تو تطہیر الجہان کے معتبر و مدد ہونے کے قائل ہیں صاحب تطہیر الجہان نے جو توئین ابن قتیبہ کی کی ہے اس کو علام نے اس موقع پر ناقص بھالا رہا۔

حدیث ابن قتیبہ نے اپنی مشہور و مستند کتاب المغارف میں مرجد کے عنوان سے بہت سے فقہاء و محدثین کے نام لگائے ہیں (سیرت الحرام مولوی ثعلبی اس ۲۸)

(۳) ہشام کلبی: - کلبی کے متعلق علامہ کوہی غلط فتحی ہوئی اس لئے کہ جن کلبی کے متعلق علام نے تاریخ ابن خلکان کی عبارت تقلیل کی ہے وہ بالاتفاق بوجہ سبائی ہونے کے مجرد و مقدود ہیں ان کا نام ابو الحسن عمر ابن سائب کلبی ہے ان کا حال تاریخ ابن خلکان (جلد اس ۲۲۳) میں درج ہے ز کہ ہشام کلبی۔ یہ اصل میں ہشام ابن الحکیم ہیں جن کی کلیت ابوالمطر رہے ان کا بھی حال تاریخ ابن خلکان جلد احرف بائیک ہے ان کی وہ حیثیت ہے (لطیفہ وابن خلکان)

(۴) مسعودی: - علی ابن احسین بن علی ابوالحسنین مسعودی مورخ صاحب مروج الذهب۔ یہ محدث احمد بن مسعودی کی اولاد سے تھے۔ شیعہ تہذیب الدین کیتے ہیں کہ ان کا شمار بخداو کے لوگوں میں تھا مدت بیک صدر میں رہے۔ یہ تاریخ کے عالم صاحب غرائب و قوادر تھے (قوات الولایات جلد اس ۲۵)

ان سے علام ابن حجر عسقلانی بھی آخذ ہیں (لطیفہ وابن خلکان) محدث و تہذیب احمد بیب قاتل علی المسعودی فی مروج الذهب جلد اول اس ۲۲۵) ابو الحسن علی بن حسین المسعودی التوفی ۲۸۷ ہن تاریخ کا نام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برادر سعیج المفتر مؤرخ پیدائش ہوا (القردaci مولوی ثعلبی اس ۵)

(۵) ثعلبی: - ابو اسحاق احمد بن محمد برائیم ثعلبی بن شاپوری: - شہرہ مشرقاً پتے زبانہ میں علم تغیر میں یکتا نہیں انہوں نے ایسی بڑی تغیر لکھی کہ جو لوگ غایر سے فائق ہو گئی۔ (ابن خلکان جلد

اول م (۲۹) عبد الغفار قاری نے تاریخ نیشنپور میں ان کی تعریف بائیں الفاظ کی ہے کہ یہ قابلِ وثوق
صحیح اور قابلِ کشیر الحدیث تھے۔

(۲) دیلی - علامہ نے دیلی کے متعلق تخلیق کی عبارت تو نقل کردی تھی اس کی تعریف مناسب ت
کہ جی کو جرح جوانہوں نے بخواہ تجوہ لکھی ہے وہ اس کو دیلی پر پہنے اور ان سے مؤلف صاحب آخذ
بھی ہیں یا نہیں۔ دیلی دو بڑے ہیں ایک ابو شاعر سیر وہی بن شہزاد بجن کے متعلق بواب حدائق
حسن خان اتحاد المذاہن لکھتے ہیں ہیں کا نہوں نے وہ ہزار حدیثیں جمع کیں سیٹی نے جامع صیر
میں ان کا انتساب کیا (مقدمہ اول م ۱۱۶) پھر مقدمہ دوم میں لکھتے ہیں کہ حافظہ بھی بن مندہ کا ان کے حق
میں یہ قول تھا کہ یہ بہت تیز ووش خوش ظلیق شہب الال سنت میں بخت اعزاز میں در کم گوارہ جری
تھے (م ۲۴۰) دوسرے دیلی ابو منصور حافظ شہزاد اہن شیر وہ دیلی ہوئے ہیں۔ صحافی کا مقولہ
ہے کہ یہ معرفت حدیث میں بہت بہتر تھا اور خوب چانتے تھے بہت عابد و زادہ تھے۔ خود شاہ عبدال
عزیز صاحب دیلی کے متعلق لکھتے ہیں وہ تفسیر ابن مردیہ و تفسیر دیلی اہن جریہ و غیرہ مشاہیر
تفسیر حدیث اند (جلدہ نانہ م ۲۰)

(۳) صاحب روضۃ الاحباب - میر جمال الدین محمد حسینی، جلال نافعہ صفحہ ۲۰ میں ان
کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں

و بالفعل نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محمد حسینی اگر بھم رسد کہ حالی از الواقع و تحریف باشد۔ بہتر از ہمه
تصانیف اہن باب است

شاہ صاحب نے جس وجہ سے تخلیق میں اس کو مجرور قرار دیا ہے اس کی علت صرف اسی قدر
لکھی ہے "در بعض جاہا از ته دریخ شبهہ نقل می کند" یہ مقولہ شاہ صاحب کا غالہ
ناقد میں ہے اس سے پہلے پڑا ہے کہ اس کا کتاب میں الحاق اور تحریف جمال شہ ہو دیاں یہ کتاب
بہتر از ہمه تصانیف اہن باب است" کی مدد اتی ہوگی۔ تخلیق کی عبارت اس بات کو صاف
تیالی ہے کہ جن مقامات پر شاہ صاحب کے نزدیک صاحب روضۃ الاحباب نے قوارن شیدستے
نقل کیا ہے وہ تحریکی یا الماتی عبارت نہیں ہے اس نے جملہ نانہ کی عبارت کے مطابق وہ جزو کتاب

بھی بہتر از ہدایت تصانیف ایں باب است" کے مصدقہ ہوگا اور اس لئے اس کا قائل استدلال ہوا آنحضرتی طور پر جائز ہو گا۔ علامہ نے تقدیر کے اس جملے سے روشنہ الاحباب کو تو محروم کرنا چاہا مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ مفضل شیعہ سے آخذ ہونے کی وجہ سے علامہ اہل مت و الجماعت کے نزدیک راوی غیر ائمۃ شیعہ قرار دیا جاسکتا۔ اگر یہ صورت ہوتی تو علامہ اہل مت الجماعت شعبہ کو جو مشائخ کیبار اہل حدیث سے تھے اور امام احمد ابن حنبل اور ابن مسیح اور ابو حاتم سے روایت حدیث کو جائز سمجھتے اور ان کی سرویہ احادیث کو اپنی تصانیف میں داخل کرتے ان پر استدلال کرنا تو اُنہیں دو مگر ہے۔ اس لئے کہ شعبہ کا عذری این ثابت اور امام احمد ابن حنبل اور ابن مسیح اور ابو حاتم کا ابان اہن تعلیم کو فی سے روایت حدیث کرنا مسلم ہے (بعد این ثابت اور ابان تعلیم دو قوی شیعہ تھے) تب یہ (کہ) پہ کہ مفضل شیعہ ہونا منافی صدقہ نہیں ہے۔

(۸) خطیب علامہ نے اس موقع پر صرف تحفظ کی عبارت کو لئے فرمائے پر اتفاق کی یہ تکھواکر شاہ صاحب کی اس تحریر کا اطلاق وہ کن خطیب پر کرتے ہیں اس لئے کہ خطیب بھی دو ہوئے ہیں ایک حافظ ابو یکبر احمد ابن علی خطیب بغدادی ہیں جن کی تاریخ بغدادیے اس کے متعلق این خلاط ان لکھتے ہیں کہ یہ خطاط مختسبین اور علماء مخبرین سے تھے اگر وائے تاریخ کے ان کی کوئی اور کتاب ہوتی تو وہ بھی کافی ہوتی اس لئے کہ ان کے مصنفات ان کے عظیم اطلاع پر دال ہیں۔ یہ اپنے زمانہ میں حافظہ مشرق تھے۔ جس طرح کہ ابو عمر و یوسف ابن عبد البر صاحب انتیاب حافظہ مغرب تھے اب صدیق حسن خان نے بھی ادن کی تعریف کی ہے (تحفہ العلیا، ۱۸۵۰ء مقتضد دوم) تاریخ بغداد کی بھی جس تقدیر تعریف نواب صدیق حسن خان کی ہے و علامہ مفتهد الدین میں ایں ملاحظہ فراہستے ہیں۔ دوسرے خطیب ابو سحاق عراقی تھے جن کی تعریف و توثیق کیلئے علامہ اہن خلاط اہن خلاط جلد اول میں ملاحظہ فراہستے ہیں۔

(۹) اہن عساکر:- اس نام کے بھی دو شخص ہوئے ہیں۔ علامہ پھر سیوا یہ تصریح کرنا بھول گئے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا اطلاق کن اہن عساکر پر ہوتا ہے ایک اہن عساکر حافظ ابو القاسم علی بن ابی محمد الحسن بن عبد اللہ صرف اہن عساکر و مشتی ملقب بشفقت الدین ہوئے ہیں جن کے متعلق این خلاط لکھتے ہیں کہ یہ پہنچ وقت میں شام کے حدیث تھے اور نقیبے شافعی میں بتاڑ

حدیث کا ان پر غلبہ و انہوں نے حدیث حاصل کی اگلی تاریخ کا ۱۳ مئی ۱۹۷۸ء میں عساکر بے یہ دشمن کی تاریخ ہے (جلد اول ص ۲۲۲) اس کتاب کی تعریف اتحاد الخواص مقدمہ اول ص ۳۱ میں یعنوان تاریخ دشمن موجود ہے۔

دوسرے ان عساکروں نے سوریدار خصیب یہ قتل والدیں این عساکر فتنہ شافعی میں جن کی تعریف و توہین این خلاطہ جلد اول ص ۱۳۶۹ اور اتحاد الخواص مقدمہ اول ص ۲۷۴ میں ہے۔

جو قوال میں نے اور لکھے ان سے ناظرین کو اس امر کا پتہ چل گیا ہوگا کہ ان صحفیں و مورثین کو نا قابل اعتبار ثابت کرنے کیلئے اور کوئی حصہ بوجوہ شخصی عبارت کے موجود نہیں ہے اور تنہ تقدیر پر ایسی صورت میں کہ خود شاه صاحب کے اقوال تحدیکی عبارت کو درکرنے کیلئے موجود ہیں استدلال جائز نہیں ہو سکتا۔

ص ۱۸۸ سے علامہ نے وہ مثالیں شروع کی ہیں جن کی بنا پر انہوں نے حضرت مؤلف کو قیح روافض قرار دیا ہے۔ میں اس سے قائل اس امر پر با تفصیل بحث کر چکا ہوں کہ ان کی یہ کوشش بھی نہایت پڑتی ہے۔ احسن الاتخاب کا ادنیٰ مطالعہ بھی ان کے اس مقولہ کی تردید کیلئے کافی ہے میں نے اپنے استدلال کے خوات میں احسن الاتخاب کی عبارت میں بھی مثالاً ذیش کر دیں۔ اب اس موقع پر ناظرین کے سامنے ان مثالوں کو پیش کرنا ہوں جن کے بھروسہ پر علامہ نے یہ نیا نی تمارت تیار کی ہے۔

سماحتیت فی الاسلام: سب سے بیکلی چیز جس کو علامہ نے اس بحث میں اپنی تائید میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مؤلف نے احسن الاتخاب میں جناب امیر کو سابقِ الاسلام بانا ہے اور اس لئے انہوں نے روافض کا تنقیح کیا ہے لیکن بالفاظ ایک روافض جناب امیر کی سبقتِ اسلامی کا قائل ہو وہ قیح روافض ہے۔ ایک طرف تو علامہ میخار تنقیح روافض یہ لکھتے ہیں اور دوسری طرف خداوس کے بھی متری ہیں کہ حضرت علی کے تخلقیں بھی رواۃ عنوان میں سابقِ الاسلام ہونا موجود ہے اور عنا نے تخلقیں میںنِ الاصحاء بیٹھ کی ہے۔ علامہ سے یہ پوچھتے گوئی چوتھا ہے کہ اگر اس مسئلے میں دوستیں خلف و تخلق میںنِ الاصحاء بیٹھ کی ضرورت یکوں چیز آئی اور جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ سابقِ الاسلام جناب امیر تنقیح کیا علامہ کے نزدیک ان سب نے تنقیح روافض کیا

تحال۔ ذیل میں ان حضرات کی ایک تختیر فہرست پیش کی جاتی ہے جن کی قضیفیات سے جناب امیر کا سابق الایمان ہوتا تابت ہوتا ہے۔

(۱) امام فخر الدین رازی:- ارشیں میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث کہ جس سے لوگ اس امر پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوکبر سابق الاسلام تھے وہ حدیث آحادیں سے ہے جناب امیر کے سابق الاسلام ہوتے پتقریباً اجماع ہو چکا ہے۔

(۲) علامہ ابن عبد البر:- استیعاب میں لکھتے ہیں کہ مسلمان فاریٰ و ابوذر غفاریٰ و مقداد ابن الاسود و معاذ ابن ياسر و جابر ابن عبد الله و حذیقہ ابن الیمان و ابوسعید خدراویٰ و زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ جناب امیر اول اسلام لائے

(۳) ابوسحاق کتبے ہیں کہ مردوں میں جو شخص سب سے پہلے ایمان لا یادہ ہلیں ایں الی طالب ہیں۔

(۴) ابن شہاب بوزہری و قتادہ کا بھی یہ قول ہے۔

(۵) علامہ ابن حجر عسکری:- صوات عن محرقة میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس و انس و ابن مالک اور ایک گروہ صحابہ کا قول ہے کہ جناب امیر اول اسلام لائے اور بعض راویوں سے منقول ہے کہ اسی پر اجماع ہو چکا ہے۔

کیا علامہ کے نزدیک امام فخر الدین رازیؒ و علامہ ابن محمد البر و ابوسحاق و ابن شہاب وزہری و قتادہ اور علامہ ابن حجر عسکری وغیرہ سب نے شیخ و اپنی میں جناب امیر کو سابق الاسلام لکھا تھا علامہ سنت یہ تو تکھدی یا کہ مسلک اہل سنت والجماعت یہ ہے کہ حضرت ابوکبر صدیق و حضرت علی رضا و دنوں کو سبقت فی الاسلام حاصل تھی مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ اس سے سبقت فی الاسلام کا منصب حل نہیں ہوتا۔ سوال یہ تھا ہے کہ مردوں میں اور بچوں میں سب سے پہلے کون اسلام لا یا۔ ملکہ کھانا ہوا سوال یہ ہے کہ حضرت ابوکبر صدیق و جناب امیر میں اول اسلام کو لعلایا۔ کیا علامہ شام و راجحوں کے خلاف اس امر کے تالی ہیں کہ یہ دنوں حضرات یہک روز و یہک وقت و یہک ساعت اسلام لائے۔ اس سے تو غالباً علامہ کوئی اتفاق ہو گا کہ ایسی صورت واقع نہیں ہوئی۔ امام ابوظیف کا پر فرماتا کہ عورتوں میں حضرت خدیجہ اور بچوں میں جناب امیر مردوں میں حضرت ابوکبر صدیق اور علاموں میں حضرت زید ابن حارثہ سب سے اول ایمان لائے واقعی اس مسئلہ کو طے کرنے کیسے

ہ کافی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور جناب امیر میں کون سابق الاسلام تھا۔ اگر سوال یہ ہو کہ پچھلی اور مردوں میں سب سے اول ایمان کون لایا تو حضرت امام ابو حنین کا ارشاد اس کے جواب کیلئے بہت کافی ہے لیکن اگر سائل پچھوں اور مردوں کے فرق کو نظر انداز کر کے پھر وہ سماحتیت فی الاسلام کے متعلق جواب چاہتا ہے تو امام ابو حنین کے مقولہ است اس کو جواب دینا بھر کی روشنی میں ہو گی۔ علامہ کامیغار چونکہ مؤلف صاحب کے خلاف صرف فنا کدر کرنا اس لئے انھوں نے اس موقع سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اور خواہ کے جذبات کو جہاں میں لائے کیلئے مؤلف صاحب کو امام ابو حنین کے مقولہ کا مکمل فرار دیجیا۔ مگر اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ واقعی امام ابو حنین کے اس ارشاد سے یہ مسئلہ طے ہوا یا نہیں۔ جناب امیر اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مسئلہ کو چھوڑ کر اگر سوال یہ ہو کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت خدیجؓؓ میں کون سابق الاسلام تھا تو کیا علامہ کے زندگی حضرت امام ابو حنین کے مقولہ سے اس کا جواب ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس کے بعد سوال کرنے والی ایسے کہے کہ حضرت امام ابو حنین کے مقولہ سے اولیٰ پورے طور پر رواش نہیں ہوتی تو کیا ایسے شخص کو امام ابو حنینؓ کی شخصیت یا ان کے احوال کا مکمل فرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا علامہ کسی مستعد عالم الہی سنت و اجماعت کی کسی تحریر سے اس بات کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ علامہ الہی سنت راجحہ اس امر کے قائل ہیں کہ شرف سبقت میں جناب امیرؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓؓ برابر ہے اگر مسئلہ زیر بحث سبقت الاسلام حضرت ابو بکر صدیقؓ اور جناب امیر نہ ہو تو یہ کہنا ممکن ہے کہ دونوں حضرات کو پیش فرماں تھا اگر اس پیش کے ذریعہ بحث ہوئے بحد پھر یہ ضروری ہو جائے گا کہ فریقین کے توال و اسنا د کو چانچا جائے اور کسی ایک کے موافق تھیج پر ہوا پنچالا ذی ہو جائے گا۔ خود علامہ کاشمار تو غیر سلیم المفع مقدمہ بن رواض میں ثابت ہے وہی امام حنفی کے ارشاد سے اس سوال کا جواب دیں کہ حضرت خدیجؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں سابق الاسلام کون تھا۔ مگر شرط ہیں ہے کہ پھر اس مقولہ کے اور کسی پیش سے مدد نہیں نہیں فرمایں کہ ایسا سوال واقعات اور ثبوت کی وجہ سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اسی بحث میں پہلی کوشش تو مؤلف صاحب کے خلاف فنا کدر کرنے کی ان کو امام ابو حنین کا مکمل فرار دیکھی گئی اور دوسرا کوشش میں اس طرف توجہ مبذول کی گئی کہ خواہ یہ سمجھیں کہ مؤلف صاحب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شخصیت و علمت و جلالت قادر کے مکمل ہیں اور اس طرف خواہ کا

وہ من مختل کرنے کیلئے احسن الاتخاب کی عبارت کا ایک نکٹرا نقل کر دیا گیا۔ میں نے اس سے قبل اس طرف علامہ کی توجہ بخواہی و حدیث حضرت ابن عمر مددل کرائی تھی کہ اس فرم کی ترکیبیں سے وقتی فائدہ شاید پیدا ہوگر یہ بات صحیح تقدیم کے بالکل منافی ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک اسی چیز کو صداقت کہتے ہیں کہ شروع اور آخر کا کچھ حصہ لے لیا جائے اور بقیہ عبارت کو حذف کر کے ایسا ہمچنانہ اخذ کیا جائے کہ جس سے کل عبارت ہی جخط ہو جائے۔ کیا علامہ کے نزدیک اس کو تعریف نہیں کہتے۔ جس عبارت کو انہوں نے فعل الخطاب میں ۱۱۹ صفحہ پر لکھا ہے وہ اس احسن الاتخاب کی عبارت ہے۔ میں ۱۳۸ سے حضرت مؤلف نے حما کہ متعلق پر مالکیت شروع کیا ہے اور جن روؤا کی بناء پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سابق الاسلام کیا جاتا ہے ان پر ایک تقدیم انظر ڈالی ہے اور اسکی روؤا انہوں پر تقدیر کرنے کے بعد ”چوتھی روایت“ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مردی ہے اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں چوتھی روایت خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہے اور اس پر استدلال جائز ہے مگر قطعی فیصلہ مخفی اس پر نہیں کیا جاسکتا اگر اور معتبر روایات اس کے خلاف نہیں تو یہ روایت البیت تعالیٰ استدلال بدینجہ قوی ہو سکتی ہے ورنہ اس پر صرف ضعیف استدلال ہو سکتا ہے” (میں ۱۴۹ احسن الاتخاب) علامہ تو جائز اور ناجائز طریقہ سے مؤلف صاحب کو طعون کرنے پر آمادہ تھے انہوں نے اس عبارت کا صرف اتنا کہرا ”چوتھی روایت خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہے“ شروع سے ”ضعیف استدلال ہو سکتا ہے“ آخر سے لے کر ایک مکمل عبارت کی صورت میں اسے پیش فرمادیا اور بقیہ عبارت کا وہ جزو جس سے علامہ کا مطلب لفوت ہو جانے کا مدعا شناختا حذف فرمادیا۔ ان کو اگر یہ کل عبارت قابل اعتراض معلوم ہوئی تھی تو چاہئے تھا کہ وہ اس تمام عبارت کو پیش فرم کر اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہ ترکیب تو ان لوگوں کیلئے مزدوں و مناسب معلوم ہوتی ہے کہ جن کا ادبی و علمی مذاقِ حد و بعد عامیات و بہنچل ہے۔ کیا علامہ مبتدا سکتے ہیں کہ تیرآ خاد کس کو کہتے ہیں اور علامہ اس پر عمل کرنے سے کیوں اخراج کرتے ہیں۔ اور اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سابق الاسلام ہونا صرف ان کی روایت پر محصر ہوتا ہو وہ روایت آحادی تعریف میں آئے گی۔ حضرت مؤلف کی عبارت سے جس کو میں نے اپر لکھا ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شہارت ضعیف ہوئے متعلق تبیہ کا لانا صریح زیادتی ہے حضرت مؤلف کی اس عبارت میں صرف اس کا یہ کی طرف اشارہ ہے جس پر تمام عالم

عالی سے اور جس کی صداقت کا علم انہیں بھی اپنے گرد و قبیل حضرات کے افال سے ہوا ہو گا۔ ”والله مذہ باب“ دوسری پرچم جس کو علامتے تیج روافض ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ سہ ابواب کے واقعہ سے متعلق ہے انہ کے نزدیک باستثنائے باب علی تمام دروازوں کے بعد کرنگی روایت کو ترجیح دینا اور خود ایوب کبریٰ والی حدیث کو محروم کرنے کی کوشش کرنا مسلک روافض کا اتباع کرنا ہے۔ علام نے صاف حافظ یہی کیوں نہ کہ دیا کہ جناب امیر کے متعلق کسی بات کو کہنا یا لکھنا تیج روافض کرنا ہے۔ کیا وہ اس طریقے سے حقیقت کے اظہار کو رکنا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس اس امر کے دلائل تھے کہ امر صواب خود ایوب کبریٰ کی روایت کو مانا ہے تو اسے پیش کرنا چاہئے تھا۔ قتل ذرا اختمام بخش عوام کے خیالات کو اپنی طرف اس طریقے سے مائل کرنا کیا ان کے نزدیک مباحثہ سے بھر کی دلیل نہیں ہے۔ علامہ مسلم اہل سنت والجماعت پیش کرنے میں بھی ایک جدا گانہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق مسلم اہل سنت والجماعت کو جن الفاظ میں پیش کیا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو یہکہ مسلم اہل سنت یہ ہے کہ جو تک حضرت علی کرم اللہ وجہ کے گھر کا راستہ مسجد ہی میں تھا کوئی دوسرا راستہ تھا لہذا اس بھروسی سے حالت جنابت میں آپ کو سمجھ سے گزرنے کی اجازت تھی۔

دیکھئے کس طرح انہوں نے واقعہ کے اظہار سے پہلو بچا یا اور بخیر واقعہ کے متعلق ایک لفظ کہے ہوئے اس سے گوارنے کی کوشش کی ہے۔ جن الفاظ میں انہوں نے مسلم اہل سنت کو پیش کیا ہے وہ جناب امیر کے دروازوہ کے بعد کئے جانے کا سب ایک حد تک ہو سکتا تھا۔ مگر اس عبارت میں خود واقعہ سہ ابواب کے متعلق ایک لفظ بھی موجود نہیں جس کے متعلق یہ کہا ج سکے کہ واقعہ کے متعلق مسلم اہل سنت یہ ہے۔ کیا خود واقعہ اور جو اس باب کے اس کے باعث ہوئے ہوں ان دو طوں میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں؟ کیا اسکے نزدیک جس واقعہ سے جناب امیر کے نصانیل پر کسی قسم کی روشنی پڑتی ہوں میں اہل سنت کا بھی مسلم ہو جاتا ہے کہ یہ امر بدوجہ بھروسی پیش آ گیا تھا۔ کیا علامہ اس امر کا اظہار مناسب سمجھیں گے کہ اس بحث کے متعلق معیارِ نو اصل بھی پیش کریں۔ جناب امیر کیلئے تیج بھروسی تھی کہ ان کا دروازہ مسجد میں مغل اور کوئی دوسرا راستہ مکان میں جانے کا نہ تھا اس لئے اس واقعہ کو ان کے شرط اور فضیلت سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر کیا ان کے پاس

اس امر کا کوئی معتبر ثبوت ہے کہ جن مصحابہ کبار کے دروازے مسجد میں تھے انکے مکان میں آنے کیلئے اور کوئی دروازہ بھی تھا۔ انہوں نے اس واقعہ کے حوالے اہل سنت کا مسلک پیش کرنے میں اس امر کا بالکل مطابق نہیں رکھا اکان کی تحریر صداقت سے کس قدر درود ہوتا جا رہا ہے۔ وہ درود جاتے جناب مولوی صن بخش کا کورنیٰ کی کتاب ”تفریغ الاز کیا“ دیکھ لیتے تو ان کو اس سبب ہمیوری کا حال معلوم ہو جاتا جس کی وجہ سے جناب امیر کا بحالت جنابت مسجد بنیوی سے گزرنا اور اس میں شب باش ہو جانا جائز تھا۔ مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں آنحضرت صلم نے فرمایا کہ مسجد میں بحالت جنابت کی کوئی نادرست نہیں مگر مجھ کو اور ملی مرتشیٰ ویتنی طہارت حقیقی روحاںیاتی غالب تھی کہ خاست حکیمہ بڑی کے احکام مغلوب ہو گئے تھے۔ (تفریغ الاز کیا جلد اول ص ۲۸۵)

علامہ کی بھٹکیں یا امیر قلی آیا کہ اس سے جناب امیر کی فضیلت کو کیا تعلق ہے۔ میں اس کی کوشش تو ضرور کرتا مگر ہمیوت کی محبت جس کے وہ مدعا یہں شاید ان کو سمجھنے سے باز رکھے اس لئے بجا سے ان کو سمجھاتے کے میں ناظرین کے سامنے حضرت عمرؓ کا ایک ارشاد اور شاد ولی اللہؐ کی ایک تحریر پیش کئے دیتا ہوں۔ جس سے ان کو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ جناب امیرؓ کا بحالت جنابت مسجد بنیوی سے گزرنا اور اس میں شب باش ہو رکھنی یہ فضیلت کی دلیل ہے۔

”وَ اخْرَجَ أَبُو يَعْلَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الْأَبْرَاطِيلِ حَضْرَتَ الرَّبِيعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ كَهْنَتَ عَمَّارَ الْخَطَّابَ نَفَرَ مِنْهُ أَكْرَمَ جَنَابَ امِيرِ كُوئِيْنِ بَاتِنَ امِيرِيْنِ امِيرِيْنِ دِيْنِ امِيرِيْنِ كَمَا أَنَّ امِيرَيْنِ مِنْهُ خَصَّلَتْهُ مِنْهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ حَمْرَ النَّعْمَ فَسَنَلَ وَ مَا هِيَ لِقَالَ تَزْوِيجَهُ أَبِنَتِهِ فَاطِمَةَ وَ سَكَاهَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَحْلُّ لِي فِي مَا يَحْلُّ لَهُ وَ الْوَارِيَةُ يَوْمُ خَبِيرُ وَ رُوعِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَنَدٍ صَحِيْحُ تَحْرِيْهٖ (روایت ابو ذئب، و بحد ذاته موقعاً تعلیل للثابۃ)

کرنا اور اس قیام کی حالت میں ان کیلئے اس چیز کا حلal ہو رہا ہے لئے حالانکہ

(جذب ہو جانا)، اور خبر کے دلن ان کو علم
عطای ہونا امام احمد نے بھی بہندگی اسی طرح
روایت کی ہے۔

”و چون امر فرمودند سد ابوباب باب او را و مستثنیٰ گز دلید روزرا کے
بشرف حمسائیگی آحضرت صلمع مشرف بود و قرب او مطلوب
اين بود شرح قیام او یاں جناح تیوت کہ افشاء اسلام است و نصرت
اور در بک جناح دیگر از جناحین خلاف نبوت کہ افشاء علم است“
(قرآن الحجہین ص ۱۲۰، ۱۳۹)

علامہ معیار الست و الجماعت شیشَ کرنے کے وقت اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جن
حضرات کی کتابوں پر وہ استدلال فرمائچے ہیں وہ حضرات اس واقعہ کے متعلق کیا لکھتے
ہیں۔ صاحب صوات عن حررقہ تو تبع روافضل شریعت اخبوں نے اس واقعہ کو جناب امیر کے دعاکل میں
کیوں لاحدا۔ یہ تو شاید وہ نہ کہیں کہ ایسے موقع کیلئے صاحب صوات عن حررقہ کو کبھی تبع روافضل قرار دیدیا
جائے گا۔

ای صفر (ص ۱۲۰) پر علماء نے ایک اور طریقہ حضرت مولف کو تمثیل کرنے کا یا اختیار فرمایا کہ
”اسن الاتخاب میں یے کاحدالدین کلکھل دیا کہ حضرت مؤلف نے تبع روافضل میں علماء ابن حجر علامہ
ٹھوڑی و بھی کی تحقیق بین الادایت کو تحقیق پادر، وابحی کر کلکھل دیا ہے۔ معلوم نہیں علامہ اس تحقیق کی
اسن الاتخاب کی کس عبارت کی مدد سے ہوئے تھے۔ مجھ کو تو اس یے میں اس تحقیق بین الادایت
سے متعلق حسب ذیل عبارت میں جس کو میں باطنیں کے سامنے بھی پیش کیے جاتا ہوں“ اس تعارض
کو عالمہ بطحاء مذکوب الائمه میں بوجا احسن و فتح کے تحقیق دیتے ہیں اور حافظ ابن حجر و بھی ان
کے تہذیب میں شاید علامہ کے نہ یہ بوجا احسن و فتح کرنے کے یہ میں ہیں کہ تحقیق پادر ہو اسی
غایباں کو کسی درست موجودہ کی لفظ سے یہ کہتا ہاتھا یا ہو گا کتاب لفظ احسن کے معنی و ضمیم میں یہ
فرق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر یہ صورت ہو تو عالم کو بھی اس لفظ سے لاکرہ اخفا نے کا موقع دینا چاہئے
تم۔

اُسی صفحہ میں علامہ نے حضرت مؤلف کی اس تقدیم کو رد فرمائے کی کوشش کی ہے جو ص ۸۷
اُحسن الانتساب پر درج ہے۔ اس تردید میں انہوں نے جو دو امور اختیار فرمائے ہیں ان کا پیش
کرنا ناظرین کے سامنے ضروری ہے اس لئے کہ انہوں نے اس موقع پر بھی امام بخاری و امام مسلم
کی شخصیت سے مرغوب کر کے کام لانا چاہا ہے۔ حضرت مؤلف نے بخاری کی پہلی روایت کو اس بنا
پر جروح قرار دیا ہے کہ اس میں تیرے روائی شیخ تھیں۔ جو خخت مجروح ہیں اس کے متعلق علامہ
فرماتے ہیں وہ لا یقبل الجرح الا مقصلاً هذا هو الصحيح الصحختار جرح بهم تعدل پر
مقدمہ نہیں یہ مقول جو انہوں نے بخوبی کشف الاسرار اور مقدمہ شیخ الباری وغیرہ لکھا ہے اس کے
اطلاقی کاموں قرآن و قفت آتا ہے جب کہ جرح اور تعدل و دلوں موجود ہوں۔ شیخ کے متعلق پہلے
علامہ نہیں وہ ادھیح کرتے کہ ان کے محدثین فلاں حضرات ہیں۔ اس کے بعد اس مقولہ پر استدلال
فرماتے۔ یا تعدل لکھتے ہوئے اس مقولہ کی مدد سے شیخ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے سو معلوم ہوتا
ہے۔ اگر عالمگیری خاطر سے میں اس کو بھی تسلیم کروں کہ وہ فہرست محدثین نہیں فرمائچے تو بھی جرح
موجود ہونے کی وجہ سے اگلی اس تحریر کے مطابق جو انہوں نے ص ۹۲ پر بحوالہ اہن صلاح درازی و
خطیب لقل قرمانی ہے کہ ”اذا اجمع صحیح فیہ ای فی الروایی جرح مفسر و تعدیل
فالجرح مقدم و لوزاد عدو المعدل“ ترجمہ (جب راوی میں جرح مفسر اور تعدل و دلوں
محج و مجاہیں تو جرح مقدمہ ہے گی اگرچہ اس راوی کے عادل سنتے والوں کی تعداد زائد ہی کوئی نہ
ہو) شیخ قابلِ احتیاج نہیں رہتے۔ علامہ نے جو عبارت کشف الاسرار و مقدمہ شیخ الباری وغیرہ کی
لکھی ہے اس میں پہنچنے لفظ بھی موجود ہے اور اہن صلاح درازی وغیرہ کے مقولہ میں مفسر کا لفظ
موجود ہے اس لئے ہم ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جرح بھیم اور جرح مفسر کس کو کہتے ہیں اور
دلوں میں کیا فرق ہے۔ ان کے نزدیک راوی کا کسی خاص امر میں تھم ہونا جرح بھیم کہا جائے گما یا
جرح مفسر۔ شیخ کے متعلق بھی این میں دبو حاتم والودا و کا یہ کہنا کہ یہ حدیث میں احتیاج کے قابل
نہیں یا اہن عدی کا یہ کہنا کہ یہ غرائب روایت کیا کرتے تھے علامہ کے نزدیک جرح بھیم ہے یا جرح
مفسر۔ جب راوی کے متعلق علاء جرح و تعدل اس امر پر متفق ہوں کہ وہ مجروح ہے جیسے شیخ کہا
کہ بالاتفاق مجروح ہونا تہذیب الشہد یہ جلد ۱۸۳ سے ٹاہر ہے تو اُسی صورت میں علامہ

کی اس تحریر کا اطلاق فتح پر ہو گا جوں ۹۲ پتھر ہے یا اس تحریر کا کہ جس کا اس میں ۱۷۱ پر جوال رہے یا ملٹی کام عالمہ ان رذویوں کے احاطہ میں سے باہر ہو جائے گا۔

جب علامہ "لا یقبل العرج الا مفصلاً هذَا هُوَ الصَّحِيحُ الْمُخْتَارُ" کا اطلاق فتح پر کر پچھلے تو دوسری تو کب کی بازی آئی۔ چنانچہ آگے بڑھ کر فرماتے ہیں اور پھر یہ کہ جب امام بنواری اور ابن مسلم و معلوم نہیں کہ این مسلم کے پردہ میں کون شخصیت پہنچا ہے جس سے مرعوب کرنے کی کوشش ہے) چھے جہاں العلم فتح کی تو شق اور تقدیل فرماتے ہوئے اپنی سمجھی میں اس کی مردی حدیث لاتے ہیں تو سری کجھ میں نہیں آیا کہ صدقہ کو اس کی بہت ہی کیسے ہوئی کہ اس کو مسترد فرمائیں اب فرمائیں کہ اس دلیل کا بھی کوئی جواب کسی سے ملن ہے ایک طرف تو علامہ کا یہ مقولہ ہے "انظُرْ إلَى مَا فَيْلَ وَ إِلَا تَنْظُرُ إِلَى مِنْ قَالَ" ص ۱۵۰ "یہ مت دیکھو کہ کہنے والا کوئی ہے یہ دیکھو کہ کہنے والے نے کیا کہا" اور دوسری طرف اس کے مددگی ہیں کہ مقولہ پر نظر کر دیکھنے سے مرعوب ہو معلوم نہیں انہوں نے یہ معیار صرف حضرت مؤلف کیلئے مقرر فرمایا ہے یا اس کا اثر دوسروں بھی کچھ پڑھتا ہے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مددگر میں نے شخصیت سے مرعوب ہو یہی اصول کو تسلیم نہیں کیا ہے اسلئے کہ بنواری د مسلم کے متعلق مددگر میں کی تصریف میں تقدیر موجود ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی صراط المستقیم شرح سفر المساعدة میں لکھتے ہیں۔

"و به تحقیق الخراج کرد، است مسلم در کتاب خود از بسیاری از رواد که سالم نیستند از جرج و همچنین در کتاب بنواری جماعتہ اللہ کہ تکلم کرده شده است در نیشن" ص ۱۸ اس کے بعد ص ۳۰ پر لکھتے ہیں۔

"کتب سنتہ کے مشہور اند در اسلام گفتہ اند کہ در آرحا الفسماں حدیث از صحاح و حسن و ضعیف همه موجودات و مقاد و حدائق فن آنرا تمیز کرده اند و تسمینہ آنها پرستے بطريق تغفیب است" علماء نے فتح البخاری شرح بخاری کو کتب متعدد میں ثابت کیا ہے کیا وہ محقق کو اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کی توجہ مقدمہ فتح البخاری اور عینی شرح بخاری جلد ۸ مطبوعہ استنبول کی طرف

مہذب و لکراؤں۔ کیا علامہ کے نزدیک شیخ عبدالحق این حجر و عینی کیلئے بخاری پر تقدیم کرنا رواۃ تھا اگر کتاب
محدث گذر جانے کی وجہ سے اور لوگ اس تقدیم کے حق سے محروم ہو گئے ہیں کیا علامہ اس امر کے مدینی
ہیں کہ بخاری اور مسلم نہیں ہیں وہ اسی طرح مسند نہیں کی جائیں۔ حدیث میں کے احوال
اگر مانے جائیں تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ بخاری کی حدیث شخص بخاری کی روایت کرنے کی
وجہ سے حرج سے محظوظ نہیں بھی جاسکتی۔ حضرت مؤلف کو یہ قطعی طور پر حق تھا کہ وہ قیش پر جرح
کر کے بخاری کی مردیہ حدیث کو لائق احتجاج باقی نہ رکھیں۔ علامہ کا شخصیت سے مرغوب کرنے کا
خیال تقطعاً سند و دلیل ہے اوتھی بعد مصداقت ہے۔

بخاری کی دوسری روایت کو بھانے کی کوشش میں علامہ نے پھر حضرت مؤلف پر ایک حملہ کیا
ہے جس کے متعلق میں اس سے قبل عرض بھی کر چکا ہوں حضرت مؤلف نے بخاری کی اس دوسری
روایت کو اس لئے محروم قرار دیا ہے کہ اس میں عکر مسلم ان عباس سے راوی ہے کتابت یا طاعت
کی غلط سے عکر مسلم اور ابن عباس پر بجائے دو خط کھینچنے کو صرف ایک اسی خط کھینچا گیا چنانچہ پہلا
اعتراف علامہ نے حضرت مؤلف پر سیر کیا۔ "اطلعوم نہیں حضرت عباس کے بیٹے عکر مسلم کون تھے" مگر
غیریت یہ ہوا کہ ان کو خود بھی اس کا حساس ہوا کہ جو کوئی شخص اصن الاتخاب پڑا گا وہ فوراً ان کی
اس دیانت کی تہبہ کو پہنچ جائے گا اس لئے انہوں نے حربہ اختیاط کے طور پر کمرہ مولی این عباس
کے متعلق جو عبارت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحدی میں لکھی تھی وہ نقل فرمادی معلوم نہیں علامہ نے
عکر مسلم کے متعلق یہ زحمت کیوں گوارا کی کہ ان کی توہین کیلئے عبارت صرف کی کیا اس موقع پر
علامہ کے نزدیک بخاری کی شخصیت عکر مسلم کی پشت پناہی کیلئے کافی تھی یا اسی قیمت اس سے زیادہ محروم
تھے کہ ان کیلئے زیادہ وزن والہ پیر کی ضرورت تھی۔ یہ تروع جو وجہ بھی واقعہ ہوئی ہو جو انکو انہوں نے
عکر مسلم کی توہین تحدی کی عبارت سے کی ہے اس لئے میں اس پر بھی ایک نظر ڈالے لیتا ہوں جو
عبارت تقدیم سے لفٹ فرمائی ہے وہ حقیقتاً عکر مسلم کی توہین نہیں کرتی۔ ان میں شاہ صاحب نے قرآن
کی بنا پر صرف اس امر کو رد کیا ہے کہ عکر مسلم بخاری یا بنا حصی تھا۔ اگر بحث کیلئے یہ بھی مان لیا جائے کہ
عکر مسلم خارجی یا بنا حصی نہ تھا تب بھی یہ قیمة جرح جو اس پر موجود ہے وہ اس کو ناقابل اعتبار بات کرنے
کیلئے کافی ہے۔ عکر مسلم کی مفصل جرح اس سے قبل لکھی گا پہلی۔ یہاں پر مختصر صرف چند احوال نقل

کے کہتے ہیں۔

(۱) سعید ابن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اہن عرب گوئی سے کہتے تھا کہ تم خدا سے ذرا و اور میری تکذیب نہ کر جیسا کہ عمر نے اہن عباس کی تکذیب کی۔

(۲) سعد ابن اسحیب کا بھی اپنے خلماں سے بھی کہا مردی ہے۔

(۳) بیزید ابن زیاد کہتے ہیں کہ میں علی اہن عبد اللہ ابن عباس کے بیان آیا اور عمر مدد کو مقید دیکھا جو پہچنی تو انھوں نے کہا کہ اس نے میرے باب پر جھوٹ تراشنا۔

(۴) ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ عمر مختار الحدیث تھے۔

(۵) بیگان کو کذاب کہتے ہیں۔

(۶) علی اہن عبد اللہ ابن عباس نے ان کو خوبیت کیا ہے۔

(۷) محمد بن سرین کا قول ہے کہ : ما يستوى ان يكعون من أهل الجنة لكته كذاب اس قاتل نہیں کہ جنت والوں کے برابر ہو رہا تھا کذاب ہے (بیزان العقول جلد ۲ ص ۱۸۹)

اب علامہ کی توجیہ پر مصطفیٰ فضل الخطاب کی عبارت کی طرف منظر کرائی جاتی ہے

”اذ اجتمع فيه اي الرواى جرح مفسر و تعديل فالجرح مقدم و لو

زاد عدد المعدل هذا هو الاصح عند الفقهاء والاصوليين“ (ابن

صلاح رازی خطیب)

جب راوی میں جرح مفسر اور تقدیل دوں جمع ہو جائیں تو جرح مقدم رہے گی اگرچہ اس راوی کی خالد کہتے والوں کی تقدیل زائد تھی کیونکہ تقدیل فقہاء اور اصولیین کا ہے۔

اس کے مانند میں اعلام کو بھی تکلف نہ ہو گا کہ جو جرح میں نے اوپر کھسی ہے وہ جرح مفسر ہے اس لئے خود ان کی تحریر کے مطابق بھی عمر مختار جنت و انتہاد باتی نہیں رہتے اور عمر مختار کے بھروسہ ہونے کے بعد بخاری کی روایت بھی پایہ اعتبار سے ساقط ہوتی جاتی ہے۔

ص ۱۸۳ غزوہ تبوک:-

عن سعد ابن مالک قال خلف رسول سعد ابن مالک سے مردی ہے کہ آنحضرت نے

الله صلی اللہ علیہ و سلم علی ابن غزوہ تبوک میں جناب امیر کو چھوڑا جناب امری نے

ابی طالب ہدودہ تبوک لفظی یا عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے عرونوں اور رسول اللہ اخلاقی فی النساء و لاکوں میں پھوٹتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ مجھے سیرے لئے بکولہ ہاروں الصیبان لفظی اما ترضی ان تکون منی کے ہو جو موکی کیلئے تھے لیکن ثبوت میرے بمتنزلہ هاروں من موسمی الا الله لا نہر بعده بحثیں ہے۔

تیری مثال جو تینی روافض کی دوی گئی ہے دہ فرودہ توک سے متعلق ہے۔ علماء نے اس موقع پر اپنی تحریر میں دو پہلوں کے ہیں اول جزو کو حضرت مولف پر اعتراض کیلئے مخصوص فرمایا ہے اور دوسرے جزو میں مسلک اہل سنت والجماعت کو پوچھ کر نے کی زحمت فرمائی ہے۔ جہاں تک اول جزو کا تعلق ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں "مصنف علام اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۴" میں خلافت فرودہ تبوک جو کہ مدارشا فرماتے ہیں وہ سراسر تقلید روافض ہے جو اس واقعہ کو مستند ہا کر خلافت بلا فعل ثابت کرتے ہیں، "علماء کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے (ماحدہ ہوں مستند ہا کر) کہ ان کو واقعہ کی اصلاحیت سے بھی انکار ہے۔ مگر معلوم نہیں کیا صورت پھر واقع ہوئی کہ دوسری سطر کے بعد اسی واقعہ کو صحیح مان کر اس کے متعلق معیار اہل سنت والجماعت پیش کرنے کی قوبت آگئی۔ وہ خود شاید اس پر کوئی ردیشی ڈال سکیں کہ ان عمارت کے دوقوں حصوں میں تباہی کیوں نہیں ہے میں اس کے متعلق پوچھ کر پہلے بھی سچ کو لکھ پکا ہوں۔ اس نے مسئلہ تباہی کو پھوڑ کر ان کے اعتراض کی طرف متوجہ ہوا مناسب بھستا ہوں۔

جہاں تک واقعہ کی صحبت کا تعلق تھا اس کو انہوں نے خود ہمی معیار اہل سنت والجماعت پیش فرمایا کہ مدارشا کیا کہ حضرت مولف اسن الاتکاب نے اس واقعہ سے روافض کی تینی میں خلافت بلا فعل ثابت کی ہے یا نہیں۔ علماء نے اعتراض تو فرمادیا مگر اس امر کو بالتفہم نظر انداز فرمادیا کہ تمام عبارت اسن الاتکاب میں ایک الفاظ بھی ایسا موجود نہیں جس کو صراحتاً اور کتاب رضنا بھی خلافت بلا فعل کے ثبوت میں دوچیل کر سکتیں۔ اسی ضرورت سے انہوں نے عبارت کو مثلاً پیش کرنے سے انتہاب بھی کیا ہے۔ اس واقعہ سے خلافت کا نتیجہ ضرور حضرت مولف نے نکالا ہے اور بیجا طور پر اور سبی مسلک اہل سنت والجماعت بھی ہے۔ علماء نے تحریر پر ڈھا

سے کیا شاہد صاحب کی تحریر اس ملک اہل سنت و اجماعت کے متعلق، اگلی نظر سے بھی گذری جس کو میں نے دیکھا ہے۔ علامہ نے جو معیار اہل سنت و اجماعت پیش کیا ہے وہ شاہد صاحب کی تحریر سے (پیغیر الفتاوی) معاشر نو اصحاب معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب امور اس سے قبل چونکہ پیش کیے جا چکے ہیں اس کا اعادہ فضول ہے۔ البته علامہ نے اپنی تحریر کے آخری جزو میں جو رسول نویش کیا ہے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وہ اس واقعہ کے متعلق بھی یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کوچہ جتاب امیر کی فضیلت سے کیا متعلق ہے۔ فرماتے ہیں "آنحضرت صلم نے حضرت علیؑ کی دلخوبی کیلئے فریاد کرائی الحدیث" یہ بات معلوم نہیں ہا ایسے فضیلت کیا ہے۔ مجبوب بات ہے کہ جب کوئی واقعہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جو عالم اہل سنت کے زندگی جتاب امیر کی فضیلت کی دلیل ہوتا ہے تو عالم اس کے متعلق بھروسی دلخوبی و دلخوبی وغیرہ کے الفاظ استعمال فرمادیجیے ہیں۔ مسئلہ اہل کتب کے مسئلہ میں بھروسی بھی اور یہاں دلخوبی نے بھروسی کی جگہ حاصل کی۔ علامہ سنتحقیص جتاب امیر کے افظائل و مناقب کے واقعات کو بھروسی دلخوبی پر منی کیا جاتا رہا تو اور یقینہ صحایہ کے فضائل میں ہوا حادیث ہیں اسکے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کیے جانے لگیں گے اور آج جو تحریر ہمارے لئے مذکور ہے وہ مکمل کسی وقت کے قابل باقی نہ رہے جائے گی۔ اس لئے کہ جب آنحضرت صلم کے ارشادات میں بھی وہ ایسی تاویلیں چاہر کر سکتے ہیں کہ جن سے یہ تبیہ لٹک کر ارشادات بھروسی بھی وقیٰ ضرورتوں سے بھی خاہری حیثیت پر منی ہوا کرتے تھے (معاذ اللہ) اور ان میں بھی واقعیت اور حقیقت حضرت صلم میں ہوئی تھی (نحوذ بالله) تو پھر ہمارے مذکور ادکام اور تمام وہ امور کہ جن کا انعام احمداء آنحضرت صلم کے ارشاد و مبارک پر ہے ظاہر ہے کہ کسی سلسلہ بنیاد پر منی نہیں کہہ جاسکتے۔ مثلاً احادیث تہوی حضرات عشرۃ بہشڑ کے جتنی ہونے کی شاید عارل ہیں انکو وہ جتاب امیر کے فضائل و مناقب کے احادیث کی تاویل اور بھروسی اور دلخوبی کے الفاظ سے فرماتے ہیں تو وہ اور لوگوں کو بھی اس امر کا موقع دیتے ہیں کہ وہ حضرات عشرۃ بہشڑ کے متعلق ہوا حادیث دارد ہیں ان میں بھی اس سلسلہ کی لا طائل تاویل سے کام نہیں۔ میں اسکے متعلق پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب بھروسی کرتا ہوں کہ علامہ سنتحقیص جتاب امیر کے شغف میں اس حد پر چار ہے یہاں جو اسلامی

دنیا کیلئے قابل عبرت ہے۔ میں ان کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم سے کم وہ آیات کلام اللہ داداحد ہے۔ نبوی کی تاویل پیش کرنے کے درپے تھوڑا اور دینیائے اسلام کو اسی حقیدہ پر سکھاں و مصبوط رہئے دیں کہ آیات کلام اللہ داداحد ہے۔ نبوی حق ہیں اور ان میں کوئی بھی بیت یہ صلحت عملی و ظاہر و اوری نہیں۔ جناب امیر کی صحیح حیثیت اور قطبیات جو اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے اس کو پوری طور پر سمجھئے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس واقعہ کو پیش نظر رکھا جائے جس کی طرف اخضرت صلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے (واقعہ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام) اس واقعہ کا ذکر کلام پاک میں سورہ اعراف میں تن الفاظ میں کیا گیا ہے اس سے چونکہ جناب امیر کی حیثیت کو سمجھئے میں آسانی ہو گی اس لئے میں اس واقعہ کو کلام اللہ کی آیات کے ناطرین کے سامنے پیش کئے دیا ہوں۔ فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ مج قوم بنی اسرائیل پر مصر تحریف لے گئے اور ملک مصر پر تسلط کیا تو چدر روز کے بعد قبطیوں کی محبت کے اثر سے بعض بنی اسرائیل بت پرستی کی طرف مائل ہونے لگے (إِنْجَلِلَةً إِلَيْهَا كَثُنَا لَهُمْ ءَالْهَمَةُ) حضرت موسیٰ نے ان کو سمجھایا اور عبّرت کیلئے پھر انہیں دریائے نیل کے کنارہ پر لائے۔ ایک دن کے بعد بنی اسرائیل اپنی حرکات پر پیشان ہوئے اور حضرت موسیٰ سے یا تبا کی کروہ ان کیلئے کوئی کتاب، خدا کے بیہان سے لا گیں جس پر وہ عمل کر سکیں۔ حضرت موسیٰ حسب ارشاد جناب ہارون کوہ طور کی طرف کتاب حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور حضرت ہارون کوئی اسرائیل میں اپنا خلیفہ کر گئے مستعد غافت کو کلام پا اس نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

﴿قَالَ مُوسَىٰ لِاجْمِعِهِ هَزِئْوْنَ الْخَلْفَىٰ فِي قَوْمِىٰ فَلَا أُضْلِلُنَّ وَلَا تُنْبَغِ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورہ اعراف) کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ تو میرا خلیفہ میری قوم (بنی اسرائیل) میں اور ان کی اصلاح کر (سوار) اور نہ جمل مخدودوں کی راہ۔

جب چالیس دن کے بعد حضرت موسیٰ کوہ طور سے مج تورہت داہم آئے تو بنی اسرائیل سامری کی کیا وی کی بدولت گورنل پرستی میں بنتا ہو چکے تھے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے اس طرزِ عمل کے تحقیق جس طرح باز پر کس کی اسکو کلام اللہ نے حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے (أَنْهُدَ بِرَأْيِنِ أَجْمِعِيهِ بِمُخْرَجِهِ إِلَيْهِ) (ان کا سر کردا اور اپنی طرف کھیپا) اور حضرت ہارون کا جواب اسی

صورت میں ان الفاظ میں جو جو دہے۔

﴿فَقَالَ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَ لَا بِرَأْسِي إِنِّي خَيْبَتُ أَنْ تَقُولَ فَرَفْقَتْ بَنِينَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ لَمْ تَرْفَقْ قَوْلِي بِهِ وَ طَهَ ۚ﴾ میری داڑھی اور میر اسرتہ پکڑا میں ڈراکٹ کے کار
 پھوٹ ڈالی تو نے میں اسراٹل میں اور یاد رکھی میری بات (غرضِ حکم اللہ کیا جلد اول میں ۱۹۷۵ء ص ۲۴۳)

اس حدیث کا حقیقی مفہوم اور معانی کہنے کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ یہ دیکھ لایا جائے کہ
 حضرت ہارون کی تمام مقامی (خلافت) کی حیثیت کلام الہی سے کیا محالوم ہوتی ہے اسلئے کہ جو
 حیثیت حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ کے ساتھ ثابت ہوگی وہی جناب امیرؑ کی (استثناء
 نبوت) آنحضرت مسلم کے ساتھ بھی ہوگی۔ اگر حضرت ہارون کا تھیں حضرت موسیٰ نے صرف
 دلجوئی کے خیال سے فرمایا تھا تو جناب امیرؑ کا تھیں بھی اسی مقصد اور غایت سے ماننا پڑے گا اسلئے
 کہ حدیث کے الفاظ صاف اور صریح طریقہ سے یہ تلاستہ ہیں کہ جناب امیرؑ اور حضرت ہارون
 کی حیثیت یکسان تھی۔ اما تو حضنی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ ”اور اگر
 حضرت ہارون تک تھیں کسی اور مقصد سے تھا اور کچھ خدمات بھی ان سے متعلق تھے تو جناب امیرؑ
 حیثیت بھی وہی کام کرنا پڑے گی اور وہی خدمات آپ سے بھی متعلق ہوں گے کام پاک نے
 بننے الفاظ میں اس چیز کو میں کیا ہے وہ صاف طور پر اس امر کو تھاتے ہیں کہ حضرت ہارون کی تقریبی
 غایت کو دلجوئی سے تراجمہ واطہ تھا پکران کے متعلق میں اسراٹل کی اصلاح کی اہم خدمت پر
 کی گئی تھی۔ **﴿فَقَالَ مُرْسِنٌ لِإِيجِيِّهِ هَرُونَ أَخْلَفْتِي فِي قَوْلِي وَ أَضَلْتِهِ﴾** (کہا موسیٰ نے
 اپنے بھائی ہارون سے کہ تو میرا خلیفہ رہ میری قوم میں اور ان کی اصلاح کر) اور اسی وجہ سے جب
 میں اسراٹل نے گو سالہ پرستی شروع کر دی تو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون سے باز پرس کی
﴿وَأَنْعَدَ بِرَأْسِي إِيجِيِّهِ بِحَرْجَهُ إِلَيْهِ﴾ (ان کا سر پکڑا اور اپنی طرف سکھیا) اگر حضرت ہارون کا تقرر
 و تھیں میں پر دلجوئی ہوتا تو حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون سے باز پرس کا کوئی موقع نہ تھا اور د
 حضرت ہارون جواب میں یہ فرماتے کہ **﴿ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَ لَا بِرَأْسِي إِنِّي**

خَيْبَتُ أَنْ تَقُولَ فَرَفْقَتْ بَنِينَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ لَمْ تَرْفَقْ قَوْلِي بِهِ وَ طَهَ ۚ﴾ (میری داڑھی
 اور میر اسرتہ پکڑا میں ڈراکٹ کے کار پھوٹ ڈالی تو نے میں اسراٹل میں اور یاد رکھی میری بات)

بلکہ صاف طور سے یہ فرماتے کہ نبی اسرائیل کی گواصاہ پرستی کے متعلق تم مجھ سے جواب کیوں طلب کرتے ہو تو ان کو یہ رے پر وہیں کر سکتے تھے جو میں جواب دوں۔ اگر حضرت ہارون کے تقریر میں صرف دیجئی مدنظر ہوتی تو حضرت موسیٰ ہارپرست کرتے اس لئے کہ جب کسی کے کوئی خدمت پر وہ نہیں کیجا تھی تو اس سے جواب کیوں کو طلب کیا جاسکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا ہارپرست کرنا اسی امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ نے خلیفہ مقرر کیا تھا اور ان حضرت صلیم نے اپنے اس ارشاد سے جناب امیر کی ایسی حیثیت کو واضح فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے علما اس طرف گئے ہیں کہ یہ حدیث جناب امیر کی خلافت کی کھلی ہوئی دلیل ہے ملا جھٹہ ہو عبارت تحقیق شاہ عبدالعزیز صاحب:

”ازین حدیث مستفاد میں شود استحقاق آنتحاق امامت“

(خلافت) غایة ما فی الباب استحقاق امامت (خلافت) بوائی

حضرت امیر ثابت میں شود رہو عین مذہب اہل سنت (تحقیق)

علام راجح تیجیخ نو انصب میں اس قدر انہا ک شد کھتے ہوئے تو ہارون کو اس بات کا ادراک ہو جاتا کہ جس چیز کو وہ آخر حکم یا ایشان بنائکر پیش کر رہے ہیں اور جس کو انہوں نے حسب ذیل الفاظ کے پر وہ میں ”لیکن اصل کیجیت یہ تھی کہ غرہہ تیوک میں حضرت سرور کائنات پہنچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کیلئے مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ علیہ کو چھوڑ گئے تھے“ مصطفیٰ ۱۲۲ پر درج فرمایا ہے اس کو جناب امیر نے آج سے تیرہ سورس قلی طفراویا تھا اسلیہ کہ جناب امیر کے الفاظ ”الخلفی فی النساء والصیبان“ (کیا چھوڑتے ہیں بھوکاپ ہورتوں اور پہنچوں میں) علام کی عبارت واعتراض کا ترجمہ میں۔ آنحضرت صلیم کا جناب امیر کے اس سوال ”الخلفی فی النساء و الصیبان“ پر یہ فرماتا ”اما ترضی ان تكون می بعذله هارون من موسمی“ حقیقتاً علام کے اس سوہن کا جواب تھا کہ جو لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم کوئی نے صرف پہنچوں اور ہورتوں کا حافظہ مقرر کیا ہے وہ صراحت میں ہے ہوئے ہوں گے اس لئے کہ میں تمہاری حیثیت وہ قائم کرنا ہوں کہ جو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی کی تھی (یعنی خلیفہ مقرر کرنا) علام نے آنحضرت صلیم ۱۲۲ میں چھنچساں بات سے بھی در پر وہ انکار کیا ہے کہ اس وقت کو جناب امیر کی قضیلیت کی دلیل جیسی کہتے ہیں نہ ظریں کی واقعیت کیلئے اس کے متعلق بھی دو ایک

اقوال پیش کئے دیتا ہوں شاہ ول اللہ صاحب اتنی حدیث کے تعلق لکھتے ہیں:

"دور غزوہ تبرک جانشین ام حضرت "شد در مدینہ و در آن باب

فضیلت عظیم انت هنی بن مزملہ هارون من موسی نصیب او شد" (قرآن ۱۳۹) (عمران ۱۳۹)

(۲) شاہ عبدالعزیز صاحب تقدیم اسی حدیث کے تعلق لکھتے ہیں۔

"اصل این حادیث ہم دلیل اہل سنت است در اثبات فضیلت حضرت

جناب امیر و صحت امامت ایشان در وقت خود" (تجدد ائمۃ الشریف)

(۳) رشید احمد میں ایصال اطاعت القائل میں لکھتے ہیں:

"این حدیث نزد اہل سنت از احادیث فضائل باہرہ حضرت

امیر المؤمنین بنکہ دلبل صحت مخالفت آن امام دین است"

پڑھی مثال (جس سے روافض کی تقلید کردہ ثابت کیا گیا ہے وہ تخلق سورہ برہات سے تعلق ہے۔ اس الحتر اش کو علام نے حسب ذیل الفاظ میں اوافق یا ہے "سورہ برہات" اکھر حضرت علی کو حضرت صدیق اکابر کے پاس سچیت کے محلہ سے روافض انفلاتیت حضرت علی ثابت کرتے ہیں مصنف علام نے بھی اپنی کتاب کے ص ۱۰۶ میں اس کی تقلید فرمائی ہے "علام نے اس موقع پر بھی اپنے اعزازیں کی تحریک مناسب نہیں کی ہی اور ان کیلئے بہرہ بھی بیکی قہا اسلئے کہ اگر صرف اسی ایک مسلم کے عبارت پر دوچارون بھی صرف فرماتے تو بھی عبارت کے کسی کمل بجز کو وہ اپنی تائید میں پیش کرنے سے عاری رہتے اس محاں میں واقعہ کے تعلق اہل سنت والجماعت اور روافض میں کوئی تین فرق نہیں۔ فرق و بان سے شروع ہوتا ہے جہاں سے روافض عزل حضرت ابو بکر صدیق کی مسروقی کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ ان کے خردیک جناب امیر کا تقریر حضرت ابو بکر صدیق کی مسروقی کا مشعر تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے روافض کا مسئلک اس واقعہ کے تعلق حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے "یہ کہ ابو بکر کو پیغمبر نے سورہ برہات کہیں ہو تو چنان کیلئے روادت کیا جہر علی نازل ہوئے اور کہا کہ برہات حوالہ علی کے کرد ابو بکر سے لالو۔ پیغمبر نے ابو بکر کے پیچھے علی کو راہ کیا اور کہا کہ برہات کو جو دوسرا تیرا ہے اس سے لے اور اہل مکہ پر پڑھ۔ یہ بخشش کہ اس قابل نہیں کہ قرآن کے ایک حکم کو

اذا کر سکے وہ حقوق علیق اعلیٰ اللہ اور جملہ ادکام شریعت و قرآن کے ادا کرنے میں یوں کرائیں ہو سکے گا اور امام بن حنبلؓ (توفی تھنا شاہ عذریہ ص ۷۸) علماء، الحافظ، والجماعت اس مسئلہ میں دو گروہ پر مشتمل ہیں ایک گروہ کے زاد یک حضرت ابو بکر صدیقؓ صرف اما، رات، حج پر منع کر کے روات فرمائے گئے تھے نزول سورہ رأات ایک روایتی کے بعد ہوا اور یہ خدمت جتاب امیر کے پروردہ تھی (یہاں کی مدارک)۔ زادبندی، تفسیر نظام غیشان پوری۔ جذب القلوب۔ مٹکوہ) دوسرا گروہ کے زاد یک اول آنحضرت صلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس سورہ کے پڑتے ہے بالحکم دینا بھداں کے جناب امیر کیاں کام پر منع کیا (معالم و سینی روضة الاحباب و حبیب السرور) آنحضرت مؤلف کی عبارت اس امر کی مشترک ہے کہ وہ بھی شاہ عبدالعزیز کی طرح اول گروہ کے قول کوتر تجھ دیتے ہیں چنانچہ انہوں نے شاہ صاحب کی طرح دوسرا گروہ کا مقولہ "بکارۃ ترقیٰ تکھدی یا ہے چنانچہ اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "جناب امیر" قیل ارشاد کیلئے روانہ ہوئے راست میں حضرت ابو بکرؓ سے ملاحت ہوئی انہوں نے پوچھا کہ کیا تم امیر الماح مقرر ہو کر آئے ہو جناب امیر نے فرمایا کہ امیر آپ ہیں میں آپ کا تابع ہوں بخشن تلقیح احکام کیلئے آیا ہوں حضرت مدینی اکبر ہی امیر الماح رہے اور تمام ارب نے بدستور حج کیا" (حسن الاتخاب ص ۱۶۱، اسٹر ۱۹۱۸) کیا علماء کے زاد یک افضلیت یوں نہیں تابت کیجا تی ہے کہ پہلے جائے کہ امیر آپ ہیں میں آپ کا تابع ہوں بخشن تلقیح احکام کیلئے آیا ہوں، اگر حضرت مؤلف کو اس واقعہ سے افضلیت مانیت کہا مظہور ہوتا تو ان کیلئے بہت آسان تھا کہ وہ صرف اسی روایت کو نقل کرتے جو ترقیٰ کے ایواب تفسیر القرآن میں موجود ہے اور دوسری گروہ کے اتوال کو اختیار کر لیتے ان کا پہنچنے گروہ کے قول نقل کرنا اور پھر وہ عمارت لکھنا جس کو میں نے اور لکھا ہے واضح ثبوت اس کا مرکا ہے کہ انہوں نے قطعاً مسلک روافض کے خلاف لکھا ہے میں مسلک روافض بحوالہ تحدی اس سے تغلیق کرنا چاہوں۔ کیا علماء اس صفحہ کی کسی عبارت کو اس مسلک کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں۔ ثابت ہے کہ اس واقعہ کے خلاف انہوں نے یہ سوال نہیں کیا کہ اس کو افضلیت سے کیا نقل ہے۔

وَاقِعَهُ جَيْتُ الْوَدَاعِ وَحَدِيثُ وَلَايَتِ ص ۱۶۲:

"من كفت مولاہ فعلى مولاہ".

پانچویں مثال جو علامہ اپنے استدلال کی تائید میں پیش کرتے ہیں وہ حجۃ الوداع اور حدیث والایت سے متعلق ہے وہ حضرت مؤلف کو تحقیق روافض تو قرار دینے پر تیار ہیں اور تحدیث پر برادر استدلال بھی فرماتے ہیں مگر انہوں ائمہ کیمیں پر پیش لکھا کر مسلک روافض ان احادیث کے متعلق کیا ہے اور شاہ صاحب نے تحدیث میں کس چیز کی تردید کی ہے تقدیمی عبارت مستند تجویز پر چھاتا ہے کہ روافض ان احادیث سے خلافت بلا فعل ثابت کرتے ہیں اور شاہ صاحب نے فرق کو پہلے کہو یعنی اس کے بعد حضرت مؤلف کی تردید کیتے تھے پر استدلال فرماتے۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب نے تقدیمی کے دریافت میں اس سے مستفیض ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی لگا دی تھی کہ تحدیث سے فائدہ اٹھانے اور اس پر استدلال کرنے کیلئے بھی ضروری ہے کہ مذہب و مسلک روافض سے پوری واقعیت ہو۔

"سوم آنکہ این رسالہ را کسی مطالعہ نمایہ کہ بہ مذهب شیعہ و اهل سنت اصولاً و فروعاً ماهر داشت باشد و ہر بڑا مذهب را می شناسد و مذهب دیگر را کما یہ دیغی تناند قابض مطالعہ این رسالہ نیست و اگر عبور بر کتب شیعہ بوجہ اتمام اور رامیس امداد است و با مذهب اهل سنت چندان اشناختی ندارد نیز ازین رسالہ منتفع خواهد شد و اگر بعض این مذهب شیعہ را کما یہی نہیں داند مذهب اهل سنت باسیفاء فرا گرفته است نیز این رسالہ بھرہ تجوادل برداشت" (دیباچہ تحفہ)

علامہ کی تردید یہ چاہئے کہ انہیں بھی روافض نہیں کہ مسلک روافض ان آیات و احادیث کے متعلق کیا ہے۔ سئی سنائی بات پر عمل کرنے میں مکن صورت واقع ہو جاتی ہے کہ روافض تو ان آیات و احادیث سے خلافت بلا فعل ثابت کریں اور علامہ اس کو افضلیت پر پیش کر حضرت مؤلف کو تحقیق روافض قرار دیکر تحدیث کی عبارت سے تردید فرمائیں۔ خلافت بلا فعل اور افضلیت میں بڑا فرق ہے علماء پہلے اس کے متعلق واقع فکار لوگوں سے دریافت کریں اس کے بعد حضرت مؤلف کو تحقیق روافض مشیور کرنے کی کوشش کریں۔ اتنا تو ان کو خود بھی معلوم ہو گا کہ افضلیت

جناب امیر کا تکلیف سچا پہ کا ایک گرد بھی خاصگر حضرت ابو مکرم صدیقؓ کی خلافت کی اولیت سے آخراف کرنے والا کوئی صحابی رسول نظر نہیں آیا۔ اگر اتفاقیت اولیت خلافت (خلافت بلا فعل) کے ہم معنی ہوتی تو پھر تبجیہ (لٹا) کہ جو صحابہ اتفاقیت جاتا ہے امیر کے تکلیف ہے ان کے مختلف بھی کہا جاتا کہ وہ بھی خلافت بلا فعل کے تکلیف تھے حالانکہ ان حضرات کے اتوال خلافت بلا فعل کے خلاف موجود ہیں (ملطفہ موارد الحفا) اگر واقعی طور پر دیکھا جائے تو علماء کے دلائل کی تغوبت کو ثابت کرنے کیلئے بھی اس کافی ہے کہ علماء نے ان آیات و حدیث کے مختلف ابھی مسلک رواضح سمجھا ہی نہیں اس لئے تجویز اور طریق تبجیہ کا کوئی سوال عقیدہ اپنی اٹھنی ہوتا۔ مگر چون کلمہ علامہ نے تمبر وار ایک ایک چیز میل جوہ کلمی ہے اسلئے میں اسی حیثیت سے اس کو ناظرین کے سامنے پہنچ کئے دیتا ہوں۔

ص ۱۴۳ نمبر ۶ پر علامہ نے حدیث "من کشت مولاہ فعلی مولاہ الخ" بدل فرمائے کے بعد اپنے اعتراض کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے "جو آنحضرتؐ نے مقام خدیر خم ارشاد فرمائی رواں افضلیت حضرت علی ہابت کرتے ہیں صرف علام نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۷ صفحہ ۶۲ اس کا تعمیق فرمایا ہے" سب سے تکمیلی چیز جو اس مسئلہ میں قائل غور ہے وہ یہ ہے کہ مسلک را فضل اس حدیث کے متعلق کیا ہے اور دو لوگ اس حدیث سے کہ بات کو ہابت کرتے ہیں۔ اگر شاد عبدالعزیز صاحب کا تحدید مسلک را فضل کا کسی حدیث بھی ترجمان کہا جائے سکتا ہے تو یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ روافض کا مسلک اس حدیث کے متعلق یہ ہے کہ یہ حدیث خلافت بالا مصل کی دلیل ہے اور اسی بات کو ان لوگوں نے اس حدیث کی مدد سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے شاہ صاحب نے تحدید کے باب مفہوم میں مسئلہ امامت پر بحث کی ہے اس "تمہید کلام و تقریر مرام" کے تحت میں شاہ صاحب نے اسی مسئلہ (خلافت بالا) پر بحث کی ہے لکھتے ہیں۔

"شیعه در آیات امام حضرت امیر بلا فصل دلائل پس از آورده اند.

تفصیل این احتمال آنکه دلائل بیشان درین مطلب بهم قسم اند اول آیات و احادیث و دویم دلائل داله بر استحقاق امامت بر حضرت امیر سومین دلائلی که دلالت دارند بر امامت آنچه نسبت بلا فصل با مطلب استحقاق امام از غیر آنچه و در حقیقت دلایل مختصه به مذهب

شیعہ و آنچہ متفاہد داند باستخراج آن شہین قسم اخیر است اللع ”“
اس کے بعد شاہ صاحب نے سب سے اول ان آیات پر نظر رکھی ہے جو اور انہیں اس بارہ
میں پیغیر تے ہیں لکھتے ہیں اما الآیات فعنہا قولہ تعالیٰ ﴿وَإِنَّمَا وَلِكُمُ اللَّهُ هُوَ الْعَلِیُّ﴾ اور یہ
ثابت کیا ہے کہ ان آیات سے خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ آیات پر نظر رکھنے کے بعد شاہ
صاحب نے احادیث کو لیا ہے پھر لکھتے ہیں۔

” وَنَمَا أَحَادِيثُكَمْ كَمَا يَقُولُونَ مَدْعَاهَا (خلافت بلا فصل) تَسْكُنْ
كُرْدَهُ إِنَّدْ پِسْ هَمْگِيِّ دَوَازَدَهُ رَلْوَبَتْ اَمْسَتْ اَوْلَى حَدِيْهِتْ غَدِيرَ حَمْ كَه
بَطْمَطْرَاقِ بَسِيَارِ درْ كَسْبِ اِيشَانِ مَزْكُورِ مَىْ شَوْدَ وَآتْرَا نَصْ قَطْمَنِ درِين
مَدْعَاهَا (خلافت بلا فصل) مِنْ اِنْكَارِنَدِ اللَّعْ ”

اس کے بعد شاہ صاحب نے اس عبارت میں جس کا حوالہ علامہ نے دیا ہے روشنی کی اس
دلیل کو درج کیا ہے معلوم نہیں کہ شاہ صاحب کی عمارت میں افضلیت کی بحث کس موقع پر اور کن
الفاظ میں موجود ہے کہ علامہ نے اپنے اعزیزی کی تائید میں تخت کا حوالہ دیدیا میں ان کا منون ہوں گا
اگر وہ اس بحث میں شاہ صاحب کی اس عبارت کا پیشہ نہ کریں جبکہ شاہ صاحب نے افضلیت کے
متخلق کچھ لکھا ہے فی الوقت تو جو کو تخدی کا حوالہ افضلیت کا ذکر کرو تین روشنی کے الفاظ اسی ایک
ڈھکو میں معلوم ہوتے ہیں جو صرفت مؤلف سے ذاتی پر خالی پتی ہیں اور جن کے پر وہ میں احسن
الاستکبار کے خلاف لفظاً مکدر کی جا رہی ہے۔

علامہ نے تھڑے اولیٰ بالصرف اولیٰ بالجھٹ کے الفاظ بلا فصل فرمائے تھگریغ خور جیس فرمایا کہ
مولیٰ کے محالی خواہ اولیٰ بالصرف کے جائیں یا اولیٰ بالجھٹ کے اگر بھی بحث افضلیت قرار
دیا جائے کا تو دونوں کی حیثیت ایک ہی ہے اس لئے کہ قصرت اور بحث میں اور افضلیت کے
بحث میں کوئی فرق واضح نہیں ہوتا اور اولیٰ بالصرف و الی بالجھٹ دونوں سماںی حیثیت سے دلیل
افضلیت ہو سکتے ہیں۔ یہ فرق ابھی صرف اس وقت ہو جاتا ہے کہ جب بحث خلافت بلا فصل ہو اس
وقت اولیٰ بالصرف اور الی بالجھٹ کا فرق البتہ بحث کو کہیں سے کہیں پورا چادر ہے اور اسی بحث
کی وجہ سے شاہ صاحب اور گیر علاء الحمدت نے مولیٰ سے مراد اولیٰ بالجھٹ ہونا قرار دیا ہے جیساں

سکن علامہ کے اعتراض کا تعلق تھا (تیغ روپش) اس کے تعلق اتنا کافی ہے کہ احسن الانتساب کی عبارت جس کا علامہ حوالہ دے رہے ہیں اس میں جملہ تو خیر کوئی اذکار بھی ایسا موجود نہیں کہ جس سے خلافت پر افضل کے تعلق صراحتاً تو خیر اشارہ نہیں ممکن کوئی تبیہ کل کے اگر ان کو امید کا میانی ہو تو پھر کوشش کریں اور کوئی جملہ ایسا پہنچ کریں کہ جس سے یہ تبیہ کل کے کہ حضرت مولف بھی خلافت پر افضل کے قاتل ہیں اس وقت مجھ کو بھی علامہ سنت اس امر میں اتفاق ہو جائے گا کہ احسن الانتساب میں تیغ روپش کیا گیا ہے۔ رہنمی ان کی کوشش کر اس واقع کو اہل سنت والجماعت میں پر افضلیت

جناب امیر بھی نہ سمجھیں یہ البته مشکل ہے کہ عالم علامہ کی خاطر سے کوئی فرض حقیقت سے انکار کر دے ملاحظہ ہو کہ الحکوم نے کن الفاظ میں اس را تعکی اہمیت کو تکمیل کی کوشش کی ہے

الجست و الجماعت فرماتے ہیں کہ یہ کچھ دنوں کیلئے یہ من علی حضرت علی امارت کیلئے یہی کوئی حضرت علی کے تعلق لوگوں کو شکایات پیدا ہو میں ان کے دفعیدہ کیلئے آپ نے فرمایا "من کہت مولاہ الخ"

کیوں کہ لوگوں کی خالقیت دور کرنا مد نظر تھا، یعنی بالفاظ دیگر اس واقعہ کو جناب امیر کے فہاری سے کوئی تعلق نہیں۔ مدد ابواب میں مجبوری تھی غرہہ جتوک میں دلخوبی تھی۔ اور یہاں وہی مجبوری وہ لمحہ مصلحت (لوگوں کی خالقیت دور کرنا) کی صورت میں نہ مودار ہوتی۔ علامہ نے اس موقع پر بالقصد اس امر کا بھی اظہار نہیں فرمایا کہ فکا تھیں جو پیدا ہوئی تھیں وہ حق جناب بھی تھیں یا نہیں۔ میں ہاتھیں کے سامنے شاہ عبدالعزیز صاحب کی مبارات فیض کے دیہوں جس سے ان کو خود حقیقت کا پتہ چلا جائے گا۔

"و سب فرمودن این حصہ چنانچہ مورخین و اہل سیر اور دہ

اند صریح دلالت میں کہتے کہ منتظر افادہ دوستی و محبت حضرت امیر بود زیرا کہ جماعت از صحابہ کہ در میں ملک بہمن باجنباب متعین شدہ بودند مثل بریڈہ اسلسی و عالد بن الولید و دیگر نامبلانہ هنگام مراجعت از آن سفر شکایتہاں بیجا از حضرت امیر بحضور رسول "عرض نمودند و چون جناب رسالت پناہ دید کہ این قسم حرفاً مردعاً بر زبان رسیدہ است و اگر من بلک دو کس را ایں شکایتہا منع خواهم نمود معمول بر پاس علاقہ ناز کی کہ حضرت

امیر را با جنایت او بود خواهند داشت و ممتنع نخواهند شد لہذا خطبہ عام فرمود این تفصیح را مصادر ساخت بکارہ که منصوص است در قرآن المست اولیٰ بالمؤمنین من الفسهم یعنی هر چه میگوییم از راه شفقت و خیر خواهی می گوییم محمول بر پاسداری کسی نہ نمایند و علاؤد کسی را یا من در نظر نیارند المخ پھر فرماتے ہیں:

پس معلوم شد کہ منظور آن جنایت صلی اللہ علیہ وسلم افادہ همین معنی بود کہ بی تکلف از این کلام فهمیده می شود یعنی محبت علی فرض است مثل محبت پیغمبر و دشمنی او حرام است مثل دشمنی پیغمبر و همین است مذهب اهل سنت و الجماعت المخ (تحفہ)

ترجمہ: تاریخ دیر کے کتب سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خطبہ آنحضرت نے اس میب سے فرمایا تھا کہ فائدہ بجت دوستی حضرت امیر کافائدہ بخش صرتھ ہے کہ یہی مخصوصاً اس واسطے کر ملک کیں کی ہم میں جو ایک جماعت صحابی کی حضرت امیر کے ساتھ میتھیں ہوئی تھی ان میں سے بعد مراد جنت بخش تعدادوں میل بر بیوہ اسلامی و خالدہ بن الولید طیورہ نے بیکا تین بیجا حضرت امیر کی آنحضرت کے حضور میں عرض کی اور حب آنحضرت صلم نے دیکھا کہ اس قسم کی باتیں لوگوں کی زبان پر آئیں اگر دو ایک آدمیوں کو اس قسم کی شکایتوں سے متع کیا جائے گا ای لوگ اس بات پر کہ حضرت جناب امیر کو بیرے ساتھ ملاعقة یا گلی کا ہے پاس یا گلی پر قیاس کریں گے اور بازگیں رہیں گے اس واسطے مام خطبہ فرمایا اور اس تصحیح کو اس مکار سے کرنے قرآنی ہے شروع کیا کہ ﴿الست اولیٰ المخ یعنی میں جو کہتا ہوں از راه شفقت و مہربانی کے کہتا ہوں کسی کی پاسداری پر قیاس نہ کرو اور کسی کا ملاعقة نظر میں نہ لاؤ میں معلوم ہوا کہ آن جنایت کو افادہ اسی بات کا مخصوصاً تھا کہ بے تکلف اس کلام سے کہی جاتی ہے یعنی محبت علیٰ کی فرض سے مثل محبت پیغمبر کے اور رثیتی ان کی حرام ہے مثل دشمنی پیغمبر کے اور بھی نہ محب اہل سنت والجماعت کا ہے (ترجمہ تحدیث ۲۳۰۳ از مولوی عبد الجبار علی

میا حلہ :

﴿فَقُلْ تَعَالَوْ نَدْعُ أَبْنَائَا وَأَبْنَائِكُمْ كُوْتَمْ أَمْ خَرْ جَخْرَنْ دَالْوَنْ سَهْ آَدْ بَلْدَرْسِيْ هَمْ وَنَسَلَاتَنْ وَنَسَلَكَمْ وَنَفَسَنَا وَنَفَسَكَمْ اَپَنْيْ بَيْنَيْ اَرْ تَحَارَسْ بَيْنَيْ اُورَ اپَنَيْ عَوْرَتَنْ اُورَ تَحَارَسْ بَيْنَيْ اُورَ اپَنَيْ عَوْرَتَنْ ثُمَّ نَسَهْلَ فَسَجَعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى اَلْكَادَبِينَ﴾

کوْتَمْ اَمْ خَرْ جَخْرَنْ دَالْوَنْ سَهْ آَدْ بَلْدَرْسِيْ هَمْ وَنَسَلَاتَنْ وَنَسَلَكَمْ وَنَفَسَنَا وَنَفَسَكَمْ اُورَ تَحَارَسْ بَيْنَيْ اُورَ اپَنَيْ عَوْرَتَنْ اُورَ تَحَارَسْ بَيْنَيْ اُورَ اپَنَيْ جَانْ جَانْ پَرْ دَعَا كَرِيْسْ کَرْ اللَّهِ جَهْوَلَوْنْ پَرْ اَعْنَتْ کَرْ-

ص ۱۲۵) چھٹی مثال جس سے تئیج روافض بات کر سکیں کوشش ہے وہ واحد مبلد سے متعلق ہے میں اس کے متعلق تفصیل سے دیباچہ میں عرض کر چکا ہوں اس لئے اس کا اعادہ فتحول معلوم ہوتا ہے البت اس موقع پر ناظرین کی توجہ علماء کے حفظ انتہم کی طرف مہدوں کرائے دیتا ہوں۔ ملاحظہ، جو ہمارت ص ۱۲۵: "مصنف علام اپنی کتاب کے ص ۱۲۵ میں "ضمن اپنی" (غائب آیت کی خرابی ہے) مبلدہ وہ فرماتے ہیں جو روافض کہنے کے حضرت علی عرض رسول تھے اور اس سے بڑھ کر دلیل افضلیت اور خلافت بلا فعل کی کہا ہوگی ایج" علام کی ہمارت سے یہ پڑھ چکا ہے کہ وہی روافض نے یہ کہا ہیں وہ بطور پیش بندی اپنے ذمہ کو الفاظ کو جملہ پیمار ہے ہیں کیا تئیج اس کو بھی کہتے ہیں کہ آج کوئی بات لکھیں اور آجکے بعد کوئی دوسرا شخص اس کو نقل کرے تو بھی ہمارا لکھنا اس بالحد کے لکھنے والے کا تئیج ہی کچا جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تئیج کے معنی و مظہوم میں بھی اس دور کے چدیدیل لفاظ نے کوئی ترسیم کی ہے۔ علام کو انفسنا میں جناب امیر کا شریک کیا جانا غایبی ناگوار، وہ مگر محض اس بات پر اپنے برادر نہ ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اگر جناب امیر کا شریک انفسنا میں نہ بھی کیا جائے تب بھی یہ آیت خلافت بلا فعل کی دلیل نہیں ہو سکتی اور ہم علماء اللہ سنت و اجمعیت نے جناب امیر کو انفسنا میں شریک کیا ہے وہی خلافت بلا فعل کے خلاف ہیں۔ اگر صرف انفسنا میں جناب امیر کا شریک ہونا خلافت بلا فعل کے برابر ہوتا تو بھروسہ میں الدین و صاحب جامیں ایجاد نہیں کیے گئے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا شمار بھی ان لوگوں میں کیا جاتا ہو خلافت بلا فعل جناب امیر کے قائل ہیں (یعنی روافض) صاحب جامیں البیان لکھتے ہیں:

اباتنا الحسن و الحسین و نساء نا فاطمة و انتصرا رسولاً رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی ابی طالب والعرب تسمی ابین عم الرجل نفسه هکذا فکرہ السلف (جامع البيان ص ۵۶)

صاحب تفسیر معاجم المترتبیں ص ۱۴۲ میں لکھتے ہیں و العرب تسمی ابین عم الرجل نفسه لیکن اہل عرب پہچاڑا بھائی کو نفس کہتے ہیں۔ مستدرک علی الصعجیین للحاکم کی روایت جو حضرت جابر بن عبد اللہ سے مردی ہے اس سے بھی بھی معلوم ہوتا ہے کہ انتصرا رسولاً حضرت صالح اور جناب امیر ہیں خود شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے ۔

وَيَزِيزُكُمْ قَرِيبٌ وَهُمْ نَزِيفٌ وَهُمْ مُلْتَآءُهُ تَوَلَّهُ تَعَالَى ﷺ يَخْرُجُونَ الْفَسْهَمَ
مِنْ دِيَارِهِمْ ﴿۱﴾ ای اہل دین ہم تو لا تلمزوا نفسکم فلو لا اذا سمعتموه ظن
المؤمنون و المؤمنات بالفسهم خيراً یہ پس حضرت امیر ابا ماجن اتصال نسب و قرابت و
عماہرات و اتحاد دین و ملت و کثرت معاشرت والفت بحدی یو درک علی ہنی و انا من علی در
حق او ارشاد شد اگر بنفس تعبیر نماید جو بعد است فلا يلزم المساوات و تکرار اس
لئے اس آیت میں لفظ انسنا میں جناب امیر گورنریک بمحض تلزم خلافت بلا فعل ہیں ہو سکتا اور
ذ اس کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولف و صاحب جامع البیان و صاحب تفسیر معاجم
المترتبیں و صاحب تحریز یا حضرت جابر ابن عبد اللہ خلافت بلا فضل جناب امیر کے تکال اور تبع را فرض
کرے۔

ای سلسلہ میں اگر علماء اجازت دیں تو اُپس کے الفاظ میں ہم سلک نو اصحاب کو پیش کریں
جس کو انہوں نے سلک اہل ملت و اہمیت بنا کر پیش کیا ہے۔ نو اصحاب کا سلسلہ یہ ہے کہ مہله
درحقیقت تمثیل اور قسم اولاد کی کھانی جاتی ہے اگرچہ اور لوگ تمثیل کھانے والوں کی تقریباً کتنے ہی
معجز کیوں نہ ہوں۔

” وَأَنْجَهَ نَوَاصِبَ در هر دو تفسیر فدرج کرده اند کہ عمرہ بردن
آن جناب این اشخاص را نہ بنا بر وجوه اول بود و نہ بجهت ثانی بلکہ از

راہ الزام شخص بود پھا ہو مسلم الشبوت عنده و نزد مخالفان کے کفار بودند مسلم می بود کہ در وقت قسم اولاد و داماد راتا حاضر نکنندو بر علاک آن قسم نہ خورند آن قسم معتبر نہیں شود آنچنان نیز بطريق الزام حمین عمل فرمود ظاہر است کہ اقارب و اولاد ہر چون کہ باشند باعتماد مردم عزیز تر باشند اور غیر اقارب و اولاد گو نزد لین شخص عربت نداشتہ باشد و بنفضل اللہ تعالیٰ کلام ایشان (نواصب) را اهل سنت قلع و فمع و احیی نموده اند"

اس کو تو علامہ بھی تسلیم کر دیں گے کہ جن الفاظ میں انہوں نے معیار الہلی سنت والجماعت کو چیز کیا ہے وہ اسی عبارت کا (ب تحریر ایک دولظ کے) ترجیح ہے کہ جس میں شاہ صاحب نے نواصب کا معیار بخوبی کیا ہے۔ علامہ تو اس تعلقی اور بردیاتی کے مرکب ہوئیں سمجھتے کہ نواصب کے معیار کو الہلی سنت والجماعت کا معیار قرار دے کر جہاں پر ستاروں اور "پڑھے لکھے جاہلوں" کو گراہ کریں۔ غالباً یہ کہا فرمائیں گے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کو معیار نواصب سے ذاتیت تحقیقی تعلقی سے ایسا لکھ گئی یا اس موقع کے لئے اس کی اجازت دیں گئی کہ تجھ کے اس جزو اکثریت کا نمونہ سمجھا جائے۔

آیت تطہیر:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَلْعَبَ عَنْكُمُ الْوِجْسِ أَهْلُ الْبَيْتِ وَيَطْهُرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾
من ۱۲۵ اسنادوں مثال چوتھے روافض ہونے کی تائید میں علامہ نے پیش کی ہے وہ آیت تطہیر کے متعلق ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت مولف نے چونکہ یہ کہا ہے کہ آیت تطہیر بالخصوص حضرات علی و فاطمہ و حسین کے متعلق بازی ہوئی ہے اس لئے وہ تحقیق روافض ہیں۔ علامہ کے نزدیک مسلک الہلی سنت یہ ہے کہ یہ آیت یا تو دسیاں کی رہے سے خاص ازواج مطہرات کیلئے ہے اور حضرت فاطمہ و حضرات حسین و حضرت علی اس میں نہیں آتے اور اسی وجہ سے آئحضرت سلم نے ان حضرات کیلئے رعاشر مالی۔ جو چیز اس مسئلہ میں قابل فور ہے وہ یہ ہے کہ اگر علماء البحدوث والجماعت اس امر پر تحقیق ہیں کہ یہ آیت صرف ازواج مطہرات کیلئے بازی ہوئی ہے اور مسلک روافض اس کے بالکل بر عکس ہے تو علامہ کا الزام قابل فور ہے (اگرچہ حضرت مولف نے اپنے

استدلال کو احادیث سے بھی ہو کر فرمایا ہے) اور اگر شرو علاء الہ سنت و الجماعت بھی اس امر کے قائل ہوں کہ اس آیت کا نزول شخص حضرات (حضرت علیؑ۔ حضرت فاطمہؓ حضرات حسینؑ) کے تن میں ہے تو پھر ان کا یہ اعتراض بالکل پادر ہوا ہے اس لئے ان کے اعتراض کی اصلیت کو دریافت کرنے کے لئے اس مسئلہ پر ایک نظر ؓ الناظر دریافت صحتی معلوم ہوتا ہے۔

خود حضرت مولف نے عص ۱۲۱ پر موافق و مخالف اقوال دونوں لفظ فرمائے ہیں مگر حسن الاتخاب کی وجہت شاید علامہ کشکین خاطر کیلئے کافی نہ ہو اس لئے میں ان کی توجہ ریشید امکنینؑ کی کتاب ایضاً حفاظۃ القال کی طرف مبذول کر داتا ہوں جس میں انہوں نے اس مسئلہ کو بہت واضح طریقہ سے لکھا ہے۔ رشید امکنینؑ نے اس مسئلہ کے تعلق بیضاوی۔ امام رازی۔ صاحب کشف۔ صاحب تفسیر حسینی۔ اور مالک مناقب السادات کے احوال لفظ فرمائے ہیں جن سے اس امر کا پیدا چلا ہے کہ علام اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان حضرات پر اس آیت کا اطلاق ہوا تھی ہے اس کے بعد مالک مناقب السادات کے حوالے کئے ہیں:

”وَقَالَ الْآخِرُونَ إِنِّي جَمِيعُ الصَّحَابَةِ عَنْ أَبْنَى عَبَاسٍ“ اند قال هذا
خاص فی حق رسول اللہ صلعم وعلی و فاطمة و حسن و حسین
هذا هو الاکثر و هو مرجع

”اما باعتبار تصریح کرن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
معانی دیگر نہیں آتیہ ساقط باشد و یا خاصة در حق مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم و علی و فاطمه و حسن و حسین رضی اللہ عنہم
جمعین، انتہی آئے یہ کہ کہا ہے ہیں:

در حصارت او کہ فقل الاخرون ای جمیع الصحابة الخ باشد تنصیص
است برین کہ اکثر و ارجح مخصوصیت آن بحضورت امیرؑ و حضرت
فاطمة و حضرت حسینؑ است.

”عس ۱۲۱ میں صاحب میں العالی کے حوالے کئے ہے تھے ہیں۔

”و صاحب عین انسعانی فرمودہ کہ ظاہر تفسیر دلانت بر آن دارد کہ

اهل بیت نبوی فرواج پاشند. اما از حضرت عالیه و ام سلمه و ابو سعید خدری و انس بن مالک رضی اللہ عنہم نقل کرده اند که اهل بیت علی و فاطمه و حسن و حسین رضی اللہ عنہم اند و در اسیاب نزول آورده که حضرت ام سلمه فرموده که پیغمبر صلی اللہ علیه وسلم در خانه^۱ من برگلیمی که بر لفراش دی افکنده بودم نشسته و فاطمه رضی اللہ عنہا در آمده جهت پدر سبوسات با گوشت پخته آورده حضرت فرموده که ای فاطمه علی^۲ و هر دو فرزندان را بخواه تا بربین خوان ما باهم کاسه شوند چون طعام خورده شد مصطفی صلی اللہ علیه وسلم آن گلیم را برایشان پوشاند و گفت خداها اینها اهل بیت من اند رحیم را از ایشان ببر و ایشان را پاکیزه گردان این آیت نال شد و من سر خود را در زیر گلیم کردم که یا رسول اللہ من نه اهل بیت قوام فرمود: الک علی خبر و این است که آل عبا برین پنج تن اطلاق می کنند. شعر.

آل العبا رسول الله وابته و المترضی ثم سبطاه ۱۵ جمیع
اس کے بعد تفسیر جلالیں و ابطال الباطل کی تحریر سے اس آیت کو ان حضرات کلیت ثابت کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"که نزد بعض علما اهل سنت آیة فقط بشان آل عبا نازل و نزد
اکثری از ایشان آل عبا در مورده آن داخل.
پھر اپنافصل ان الفاظ میں جس اپر لکھتے ہیں:

غرض آن کہ علماء اهل سنت تصريح کرده اند یا یونکہ اکثر مفسرین
فائق نزول آن در حق آل عبا مستند چنانچہ صاحب صواتق معروفة در
باب حادی عشر از آن می فرماید: الآية الاولی قال اللہ ھی انما یویه اللہ
لبذهب عنکم الرجس اهل الیت و یظہر کم تطهیراً یہ اکثر
المفسرین علی انها نزلت فی علی و فاطمة و حسن و حسین

نزد امام رازی و اکثر مفسرین آیہ خاصۃ در شان آل عباد نازل یا ایشان در مورد آن داخل و صاحب صواعق سود تصریح باکثر قالین نزول آن در حق آل عسا کرده که نزول آنرا در حق ازواج مطہرات بصیغہ تصریح که لفظ قبل باشد دلالت علی ضعف هذا القول گردہ۔

رشیدا^{صلی اللہ علیہ وسلم} مکہن کی تحریر سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اکثر مفسرین اسی امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت بالخصوص ائمہ حضرات (حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرات حسین) کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت مذاق اگر اسی امر کے قائل ہیں تو ان کا فیصل تقیع روافض کیوں نکر ہوا کیا علماء کے نزد یک صاحب صواعق سود تصریح اور رشیدا^{صلی اللہ علیہ وسلم} وغیرہ بھی اس مسئلہ میں تقیع روافض کرتے۔ اسی صورت میں کہ خود مفسرین ائمہ منہ و الجماعت کی بڑی تعداد بھی اس امر کی قائل ہے کہ یہ آیت آل عہد (حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرات حسین) کے حق میں نازل ہوئی ان کا یہ کہہ کر کہ اس امر کا قائل ہونا روافض کا تقیع کرنا ہے قطعاً غلط ہے علامتے اپنے اس دعوے کی تائید میں ایک عقلی دلیل بھی حصہ ۱۲۶ پر قریں فرمائی ہے اور اس سے یہ تجویہ کالا ہے کہ یہ آیت ان حضرات کے حق میں نازل ہوئی فرماتے ہیں اور چونکہ اس آیت میں حضرت فاطمہ و حضرات حسین و حضرت علی رضی اللہ عنہم نہیں آتے اور لئے آنحضرت نے دعا فرمائی اگر آیت مذکور ان حضرات کی شان میں نازل ہوئی تو دعا کی ضرورت ہیں کما تھی اور چونکہ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی تھی ایذا حضرت ام سلمہ نے اس اعماقیں جسی شرکت کی خواہش ظاہر فرمائی تو آنحضرت نے فرمادا

"انت علی شہر و انت علی مقامک" (تم بخلاف ارباب و تم اپنی جگہ پر ہو) اسی

پہلی چیز جس پر علماء نے اس عبارت میں استدلال فرمایا ہے وہ آنحضرت صلم کا ان حضرات کیلئے دعا فرمانا ہے اخوبو نے اپنی عبارت میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے دعا فرمائی حالانکہ رشیدا^{صلی اللہ علیہ وسلم} مکہ عبارت جس کو اخوبو نے میں العالی سے لفظ فرمایا ہے اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت صلم نے جب اس امر کی دعا "رحمہ و راز نہیشان بیرون ایشان را بیا کبڑہ سگردان" فرمائی تھب یہ آیت نازل ہوئی (لا خطا، ہو وہ عبارت جس کے سینچے ہم نے خط کچھ بچھ دیا) اسی وجہ سے اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت

خصوص انکلیز حضرات کیلئے ہے علامہ کی دروسی دلیل حضرت ام سلمہؓ کے سوال اور آنحضرت صلمؓ کے اس جواب پر تبصرہ ہے (انت علی خیر و انت علی مقامک) تم بھائی پر ہوا و تم اپنی جگہ پر ہو ملامت نے اپنے استدلال میں جواب کے الفاظ پر خوب شیش فرمایا کہ جوان کی تائید کرنے کیلئے بجائے ان کے استدلال کی تروید کرتے ہیں۔ الفاظ سے صاف واضح ہے کہ آنحضرت صلمؓ نے حضرت ام سلمہؓ کو شریک خوبیں فرمایا اور وہ بجائے ان الفاظ کے "تم بھائی پر ہوا و تم اپنی جگہ پر ہو"۔ آنحضرت صلمؓ یوں فرماتے "کتمارے لئے اس کی ضرورت نہیں تم ہیں (اللہ الیت) میں شامل ہی ہو"۔ آنحضرت صلمؓ کا انت علی مقامک (اپنی جگہ پر ہو) فرمانا صاف یہ ظاہر فرم رہا ہے کہ آنحضرت صلمؓ نے حضرت ام سلمہؓ پر اس کا اطلاق نہیں فرمایا۔ حضرت مؤلف کے عقیدہ کو غلطیہ ثابت کرنے کیلئے علامت نے شہادت نامہ مصطفیٰ حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور قلندر قدس سرہ الظہر پر بھی استدلال فرمایا ہے اور کچھ عبارت شہادت نامہ کی اپنی تائید میں ٹیکھی کی ہے۔ مگر اس عبارت کو نقل کرتے وقت یہ انھوں نے خود نہیں فرمایا کہ اس سے خود حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور قلندر قدس سرہ الظہر کا ذاتی مسلک ثابت نہیں ہوتا جو حضرت مؤلف کے مقولہ کی تروید میں کارآمد ہو سکے حضرت حافظ شاہ علی اور قلندر قدس سرہ الظہر نے میں کے اسے فائدہ کے تحت میں ان مختلف اقوال اور معانی کا بیان شروع کیا ہے کہ جس میں پر لفظ (اللہ الیت) استعمال ہوتا ہے اور ان اقوال کو تین قسم پر تقسیم فرمایا ہے

(۱) ان لوگوں کو رکھا ہے کہ جو اہل بیت کا اطلاق ہی باشم پر کرتے ہیں۔

(۲) وہ لوگ رکھے گئے ہیں جن کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق حضرت کے اہل و عیال پر ہوتا ہے اور جن کے نزدیک ازواج مطہرات بھی اس لفظ میں شامل ہیں اور ازواج آنحضرت صلمؓ کو اس لفظ سے باز رکھنے کو مکارہ سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک آیت میں خطاب ازواج مطہرات ہی سے ہے اور چونکہ اہل آیت اور آفر آیت میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے اس لئے انکا باہر لا اس چیز سے جو ماستقیم میں واقع ہے کلام کو اساق و انتظام سے کھاتا ہے اور اسی دوسری گردہ کی جو ناکرام اس قبیلہ میں رازی کے قول سے ہوتی ہے وہ بھی درج فرمادی ہے

(۳) وہ لوگ ہیں جو اس لفظ کو حضرت زہر اور حضرات صنین اور حضرت علی مرضی رضی اللہ عنہم صنین کے ساتھ بخش کرتے ہیں اور اس تیسرے گروہ کی قول کی جوتا ہے حضرت ام سلک کی دو حدیثوں اور حضرت افس بن مالک کی ایک حدیث سے ہوتی ہے اس کو بھی درج فرمادیا۔ ان تینوں گروہ کے خلاف قول لکھتے کے بعد فرماتے ہیں "بائبل الیل بیت کا اطلاق چاروں حضرات پر شائع و مشہور ہے اسی سے مطلقاً جہاں الیل بیت نہ کرو ہوتے ہیں وہاں بھی حضرات مراد ہوتے ہیں کذا ہی ترجمۃ المشکوڑہ۔ اس کے بعد داروغہ الجیۃ قسطلانی شرح بخاری۔ تیسرا بخاری شرح بخاری کے اقوال قتل فرمائے ہیں جس میں اول قول سے گروہ دوم اور قول دوم و سوم سے گروہ سوم کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے بعد بحث کو حسب ذیل عبارت پر ختم فرمایا ہے "گریے کہیں کہ الیل بیت شامل ہے سب کو بلکن آنحضرت صلم نے برگزیدہ کیا الیل بیت سے ان چار حضرات کو اور اشارہ فرمایا کہ آئت طبیر مخصوص انہیں کے ساتھ ہے وادا علم" ص ۱۸۔

حالہ نے غالباً فائدہ کی پوری عبارت پڑھتے کی رحمت گوار انہیں فرمائی وردہ وہ یہ کہتے کہ جو الفاظ اٹا شہادت نامہ میں گروہ دوم کے مقابل اور ان کے مقابل کے اٹھار کیلئے استعمال کئے گئے ہیں وہ حافظ شاہ ولی انور قدس سرہ الاطبری کا ذاتی عقیدہ اور مسلک کو ظاہر کرتے ہیں علامہ کی ٹھاکہ اس جزو عبارت پر پڑی ہو گئی جس پر انہوں نے استدلال فرمایا اور علمی سے یہ سمجھ کر یہ خود مصنف علی الرحمۃ کے مسلک اور عقیدہ پر مبنی ہے اس کو حضرت مؤلف کے عقیدہ و تحریر کے بطلان میں پیش کر پیشہ اگر وہ پوری عبارت پڑھ لیتے تو اس علمی کے شاید مرکب ہوتے۔ مصنف علی الرحمۃ کا شرب اگر کسی حد تک ثابت ہوتا ہے تو حسب ذیل الفاظ سے بائبل الجیۃ کا اطلاق چاروں حضرات پر شائع و مشہور ہے۔ اسی سے مطلقاً جہاں الیل بیت نہ کرو ہوتے ہیں وہاں بھی حضرات مراد ہوتے ہیں لیکن آنحضرت صلم نے برگزیدہ کیا الیل بیت سے ان چار حضرات کو اشارہ فرمایا کہ یہ آئت طبیر مخصوص انہیں کے ساتھ ہے جو بالکل حضرت مؤلف کی تحریر اور عقیدہ کے موافق ہے۔

آئیت مؤودت

ص ۱۷۲) اُنْقَلِ لَا اسْتَلِكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا لَا المَؤْدَةُ لِمَنِ الْقَرَابِ يَهْكِمْ
آنہوں مثال جس سے علامہ نے اپنے اس دعوے کو کہاں الاختاہ تحقیق و افہم میں لکھی

متعین ہے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ آیت مودودی سے تخلق ہے میں اس کے تخلق میں ۳۷۶ دوں ۲۷ کی تقدیر کے سلسلہ میں مفصل بحث کر چکا ہوں کہ اس آیت کے وہ معانی اور مطالب جو حضرت مولف نے لکھے ہیں غلط نہیں۔ اس نے اس کا اعادہ فضول معلوم ہوتا ہے البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ان معانی و معنا قائم کو جو حضرت مولف نے لکھے ہیں روشن کا فعل قرار دینا مستحسن معلوم نہیں ہوتا۔ اس نے کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان علماء مشرین الی منت و الجماعت (ملا اقریبی و دیگر علمائے شام و امام احمد و طبرانی) کو بھی جوان معنوں کے قائل ہیں۔ تب روشن قرار دینا ضروری ہو جائے گا۔ علامہ نے اس بحث میں بھی تکہ پر استدلال فرمایا ہے مگر اس امر کو ہوں گے کہ شاہ صاحب کی تمام تربیت اس موضوع پر ہے کہ اس آیت سے خلافت بالصل ثابت نہیں ہوتی اور شاہ صاحب نے اس آیت پر بحث کرنے کے قبل روشن کا مسئلہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہتے ہیں کہ
واجب الحجۃ الی بیت ہیں اور جس کی محبت واجب ہے اس کی اطاعت بھی واجب ہے اور واجب
الاطاعت امام کریمی متعین امام کے ہیں اور سواعنی کے کوئی واجب الحجۃ نہیں بلکہ واجب الاطاعت
بھی نہ ہو گا اگلی اس آیت سے یہ دلیل چاہئے کہ جواب یہ ہے اس ”(ترجمہ تفاسیر عظیم)“ اس
کے بعد وہ دلائل پیش کئے ہیں جو روشن کے اس استدلال کو لٹونا ثابت کرتے ہیں اور اسیں رلائیں
سے علامہ نے فحائل جتاب امیر پر تقدیر کرنے میں مدولی بے حال اکنہ دلوں چیزوں میں بہت بڑا
فرق ہے۔ خلافت بالصل او فضیلت جتاب امیر و مختلف چیزوں ہیں۔ اگر ایک چیز خلافت بالا
فضیل کی دلیل نہیں ہو سکتی تو اس سے پیغامبرت کرنا کوہ فضیلت کی بھی دلیل نہیں ہو سکتی قطعاً غلط ہے
وہ سری چیز جس کی طرف میں اس سے قلل بھی آوجہ مبذول کراچکا ہوں وہ یہ ہے کہ تقدیر شاہ صاحب کی
مسئلہ کا صحیح ترجیح نہیں کیا جاسکتا۔ خود اسی تکہ میں ایک عبارت میں موجود ہیں کہ جو ایک وسرے کے
منافی ہیں۔ ملاحظہ ہو کر اسی آیت کی بحث میں شاہ صاحب نے اس امر سے تقریباً اذکار کیا ہے کہ یہ
آیت حضرات الی بیت کے تخلق ہے حالانکہ خود اسی آیت پر کید نہ دو کیم میں انہیں معانی میں
استدلال فرمایا ہے لکھتے ہیں۔

قسم اول محبوبین اہل بیت نبوی، اند قوله تعالیٰ ﴿قل لا استلکم عليه﴾

اجروا الا المزددة في القربي﴾

وائقہ قرطاس: تو یہ مثال تسبیح و راہض کی علامہ کے نزدیک وائقہ قرطاس ہے۔ جس کو حضرت مؤلف نے ص ۲۸۷ اور ۲۹۷ پر لکھا ہے علامہ نے حضرت مؤلف پر اعتراض کر دیا مگر یہ امر بخوبی گئے کہ واقعہ کے تفصیلی حالات میں اہل سنت و راہض دونوں متفق ہیں (بلا خلاف و عمارت تخف) اسی متفق و واقعہ سے راہض نے کچھ بنانگ اخذ کئے ہیں کہ جس کے قابل تسلیم ہونے سے اہل سنت نے انکار کیا ہے۔ علامہ اپنے اعتراض کی تحریک تو کرنے نہیں کر دیا راہض یہ کچھ سکے کہ اعتراض کسی پر کیا گیا ہے اور اس کی محتولیت اور عدم محتولیت کی کیا کیفیت ہے۔ کاش وہ عمارت بھی لکھ دیتے کہ جس کوئی بخلافت بافضل و طعن حضرت عمرؓ سمجھ کر رہا آپ سے باہر ہیں۔ علامہ نے تحریک پر ہوا ہے اور اس کا حوالہ بھی جانتا ہے شاہ صاحب نے جو اعتراضات راہض کے اس میں لکھے ہیں اس میں سے کون سا اعتراض حضرت مؤلف کی عمارت سے پیدا ہوتا ہے کہ جس سے انہوں نے یہ عمارت لکھی کہ "بیشمن وائقہ قرطاس سراسر تائید راہض فرمائی ہے" شاہ صاحب نے چار اعتراضات راہض کے اس مسئلہ میں لکھے ہیں معلوم ہو کہ ان میں سے کس اعتراض کا تسبیح حضرت مؤلف نے کیا ہے۔ مجھ کو تو اس واقعہ میں جو حضرت موافق نے لکھا ہے اور شاہ صاحب کے درج کردہ واقعہ میں (جو بخاری اور سلم سے مأخوذه ہے) کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ اگر علامہ کے نزدیک اس واقعہ کا یہاں کرنا ہی تسبیح و راہض ہے تو انہیں اس کے والائک بھی لکھنا چاہئے تھے۔

وائقہ فدرک: تو یہ مثال تسبیح و راہض کی واقعہ فدرک سے متعلق ہے۔ اس کے متعلق بھی میں علامہ کی توجہ تختہ شاہ عبد العزیز صاحب کی طرف مبذول کر رہا ہوں جس کا حوالہ خود انہوں نے بھی دیا ہے۔ تجھ ہے کہ انہوں نے تختہ کا مطالعہ بھی کیا مگر پھر بھی اس امر کے بھتھ سے قاصر ہے کہ ان تمام مسائل میں مسلک راہض کیا ہے۔ کیا اس واقعہ میں مسلک راہض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے خطاء ابھتادی صادر ہوئی تھی۔ شاہ صاحب سے اور یہ پڑھ جانا ہے کہ مسلک راہض حضرت ابو بکر صدیقؓ کو غاصب (توفی بالله من) ناہت کرتا ہے اور وہ لوگ تو اس کے قائل ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اعمال حد کا باطل کرنے والا ہے (استغفار اللہ) چنانچہ شاہ صاحب نے اب وازد ہم تو اور تمرا کے مقدمہ ششم میں اس پر بالتفصیل بحث کی ہے اور خواجہ نصیر طوسی۔ تاجی نور الدین شوستری اور علام عبداللہ مشبدی کے قول سے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ

روافض کا یہ استدال کہ غصبِ ذکر سے دھڑکانہ صاحب ہو رکتا ہے قطعاً بے ذیاد ہے اس کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”غصبِ ذکر و منع فرطاس وغیر ذلك کہ از بعضی کسان واقع شد بنا بر تمسک حديث نحن معاشر الانبياء لا نورث ولا نورث يا بنا بر تمسک به آئه اكملت لكم دينكم لبر کفر نبیست بلکہ فسق اعتقادی است کہ آزا خطاء اجتهادی تامید و غصبِ ذکر اول واقع نہ شدہ ذیرا کہ ابو بکر^{رض} ذکر را از حضرت فاطمه بدست خود در ملک خود نیاوردہ بنکہ منع میراث یا منع ہے نا تمام نمود این را غصب گفتن کمال یعنی خبری است و مع هذا این منع هم بمحض تمسک حديث مشهور بود سیمہ نہ شد چہ حالی آنکہ کفر باشد و بحیط اعمال تمام عمر نماید“

بوجبارت تحریکی میں نے اپنکی ہے اس کے مطابق یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ مسلک روافض اس محاں میں حضرت ابو بکر^{رض} کے اس فعل کو فخر کی جائیکہ ہو نچاہا ہے اور انہیں اس ذات و الجماعت کا مسلک یہ ہے کہ یہ اعتراف روافض کا خلاط ہے اس سے غصب ثابت نہیں ہونا اور منع میراث یا منع ہے اگر مانا جائے وہ بھی نہیں، ”میں اس لئے کہ وہی بر تمسک حديث مشہور حق اور اسی چیز کو شاہ صاحب نے بھی خطاء اجتهادی سے تغیر کیا ہے۔

بیت سیف الدین اسعد و مولانا اگر ہوں مثال جو تحقیق روافض کی پیش کی گئی ہے وہ اسی واحد سے متعلق ہے اس میں بھی علامہ یہ نہیں فرماتے کہ روافض اس واقعہ کے متعلق یہ لکھتے ہیں بلکہ اعتراف یہ ہے کہ اگر کوئی رافضی مصنف اس واقعہ کو لکھتا تو ہمیں لکھتے۔ جن الفاظ میں یہ اعتراف ادا کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے کہ ”کیا ایک رافضی مصنف بھی اس کے سوا اور کسی عبارت سے اس راقعہ کی تشریح کر سکتا تھا۔“ کیا علامہ نے آج تک کوئی تاریخ بھی رافضی مصنف کی ملاحظہ نہیں فرمائی کہ انہیں اس بات کا پتہ چلا کہ روافض اس واقعہ کا اظہار کرنے الفاظ میں کرتے ہیں۔ اگر ان کو اتنی بھی واقعیت نہیں تو وہ حضرت مؤلف کو تحقیق روافض کس واقعیت کی بنا پر قرار دیتے ہیں۔ پہلے ان کو

چاہئے کہ وہ مسلک روافض سے پوری واقعیت حاصل کریں۔ جب تحقیق اور غیر تحقیق کا سوال اٹھائیں علامہ اگر کسی راضی کی کوئی تاریخ بلا حذر فرمائیں کہ انھیں یہ پڑھ جائے گا کہ اس واقعہ کو راضی تورنگ کن الفاظ میں ادا کرتا ہے۔ اور اس کی تحریر اور حضرت مؤلف کی تحریر میں لکھا فرق ہے۔ جس واقعہ کی بنا پر وہ حضرت مؤلف کو تحقیق روافض اور دیتے ہیں اس کے متعلق انھیں خود بھی یہ تسلیم ہے کہ ”بات تو وہی تھی کہ جس پر مصنف علام نے رشیٰ ذاتی ص ۱۳۲“ یعنی واقعہ میں کوئی تحریر و تبدل حضرت مؤلف نے نہیں کیا ہے۔ صرف انہاں بہان پر بھروسہ کر کے وہ حضرت مؤلف کو اس موقع پر تحقیق روافض قرار دیتے ہیں کیا ان کے تزدیک و اقتداری میں الفاظ کا تغیر و تبدل منزع ہے اور جن الفاظ میں کسی ایک سوراخ نے کسی واقعہ کو لکھا ہے اور سوراخ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بھی اس واقعہ کے لکھنے میں یہ لکھا رکھیں کہ انھیں الفاظ کا اعادہ کریں کہ جن میں ان کے چیزوں رو حضرات نے اس واقعہ کو ادا کیا ہے۔ اس کو تو غالباً علامہ حليم کہلیؒ نے کہ ایسا کوئی قاعدہ نہ بھی مقرر کیا گیا تذکرہ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ حال اس اعتراض کی ضرورت سے (جو علام نے اس موقع پر کیا ہے) اب وہ کوئی جدید قاعدہ اپنی مرثی کے موافق مقرر کر چکے ہوں یا کرنے والے ہوں تو بات دوسرا ہے۔ جو عبارت انہوں نے احسن الاتحاب کی تجھیں کی ہے اس سے ان کے تزدیک حضرت مؤلف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرات شیخین کا سبقہ میں ساعدہ چلا جانا بھی بہیک نہیں شدعا۔ باوجود اس جزوی تحریف کے جو علام نے اس عبارت کے نقش کرنے میں کی ہے (جہاں ”چلے گئے تھے“ کے صرف ”چلے گئے“ لکھنا وغیرہ) اہم اب بھی علام سے اس بات کے متدھی ہیں کہ وہ اسی حبارت سے یہ بات ثابت کر دیں کہ اس سے کسی حسم کی کوئی توجیہ اشارہ تباہ کیا یا حضرات شیخین ہی ہو سکتی ہے اور ان کے تزدیک کن الفاظ میں حضرات شیخین کی دینی اوری (بقول علامہ) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کو انہوں نے ان الفاظ میں ادا کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔ ”مصنف“ نے خیریت ہے کہ صاف الفاظ میں یہ تصریح تقریباً کرو یاد رکھئے تھے اسی دینی اوری جاہ لیعنی خلافت کی طلب میں پڑ گئے اور غرض مبارک نعمود بالله پڑی رہی ص ۱۳۲“ اس اعتراض کے بعد علام نے وہ طریق تحریر درج فرمائے کہ جس کے موافق اہل سنت والجماعت اس واقعہ کو لکھا کر جے چیز اور اس ۱۳۲ سے نصف ص ۱۳۲ تک اس کیلئے وقف فرمائے ہیں۔ علام نے جو عبارت کہ اس صفات میں

لکھی ہے اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولف کی عبارت میں ۹۷ اور اس عبارت میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک میں رواضن کے اعتراضات کا (جو اسی واقع کے تعلق ہیں) جواب بھی موجود ہے اور دوسری میں (عبارت احسن الاتخاب میں) صرف واقع کے تعلق گیا ہے، اور رواضن کے اعتراضات کے جوابات اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لکھے گئے ہیں۔ پچھلے ہمارا مقدمہ مسلم کی عبارت سے احسن الاتخاب کی اس عبارت کو مقابلہ کرنے کا ہے جس میں رواضن کے اعتراضات کے جوابات ہیں اس لئے ہم ملامکی عبارت کو اس موقع پر لپیٹ کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو آسانی ہو۔ عبارت فعل الخطاب: "ماں مت والبماعت اس موقع پر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا مصال ایک خارش عظیم تھا۔ صحابہ بہوت ہو گئے۔ فوج بے سردار ہو گئی۔ ماں بیت و صحابہ تیم ہو گئے۔ ایک طرف تو یہ تھا۔ دوسری طرف جنہیں اسمامہ کا معاملہ درپیش تھا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور آخر وقت آنحضرتؐ کو خدا بھی بیہجتا تھا۔ لئے ارتداد کی ابتداء بھی ہو گئی تھی۔ آنحضرتؐ مولیٰ کپڑے زیب تیں مبارک فرشتے تھے جو کہ کیا پر آرام کر جے کہ اس کے نشان بھی پڑ جاتے تھے۔ کبھی شایدی ہی ایسا ہوا ہو کہ دو وقت متواتر آپ نے کھانا کھایا ہو لبہد ایسے شخص کی خلافت اور پھر ایسے نازک وقت میں ایسی چیز دے تھی جس کا لائی کیا جاتا ہے تو اسی کا کام تھا۔ لیکن خلیفہ کیلئے بشارتیں بھی اسکی واضح قرآن مجید میں موجود تھیں ہو ان اللہ ہر لہا جبادی الصالعون ان الدین آمروا یہی الخ (۱)، کہ ہر فرد تھا کہا جاتا تھا کہ یہ شرف احادیث قبیلہ کو حاصل ہو تو تیر خلیفہ بھی اس قدر ضروری امر تھا کہ تھیر اس کے کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا اور نہ شخص مبارک میں عام امورات کی طرح فتویٰ بالله کی حکم کی خرابی پیدا ہونے کا اندر بیشتر تھا پھر تھیر و خلیفہ قبیلی ذات ستودہ صفات صلی اللہ علیہ وسلم کی خود حکم بالشان یہ کام بھی بھیر سر کر دیں خلیفہ کے انجام پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔ مثلاً تماز جنازہ میں اختلاف ہوا کہ مجرم عاشش میں ہو یا باہر۔ مقام دفن میں اختلاف ہوا کہ شریف ہو بیت المقدس ہو یا جدید اتفاق۔ نماز کی امامت کون کرے لہذا خلیفہ کا اختلاف قبل تھیر و خلیفہ ضروری سمجھا گیا۔ حضرت ابو بکر خلیفہ منتخب ہو گئے تو آپ کے حکم کے مطابق مکان کے اندر ہی نماز ہوئی یہ بھی علی ہو گیا کہ بنی کے جنازہ پر کوئی امام نہیں ہو سکتا۔ اسکام بمحبوب تھا ہو ان الارض براہما عبادی الصالعون یہ ہے ملائیں ان اللہ کو کر جید ہا بیلت اصلاح فرائی۔

وں وہ آدمی اندر جا کر تراز ادا کر لیں۔ مقامِ فتن بھی سنتھن ہو گیا اگر خلافت کا ساحل پڑھتر ملی تو ہر ادا بھاتا تو کیا تھوڑے بالد و خلافت کی صورت میں دوت لئے جاتے یہ تو دین کی سرواری تھی آج دنیا وی با راشاہت میں تخت قائم نہیں مجوز اجا تا۔ پہلے کوئی وارث تخت پر بیٹھا ہے تب ایک شخص کفرے ہو کر پہاڑ کرتا ہے کہ ایک صافر تھا وہ مرگیا جب بادشاہ حکم تھیں و تھنیں دیتا ہے میں ۱۲۰ میں ۱۲۱

حضرت مولف نے اس واقعہ (یہت سقینہ بنی ساعدہ) کا تذکرہ دو مقام پر کیا ہے میں ۹۶ اور میں ۱۸۰

(۲) میں ۱۸۰ میں ۲۷۴۔ پہلی جگہ یعنی صحافت میں ۹۷ اپر صرف اجتماع سقینہ بنی ساعدہ اور دوسرا میں مقام پر یعنی صحافت میں ۱۲۵ میں ۱۲۰ میں ۲۷۵ مفصل و اقدم معاہدات مطل موجو ہے۔ ہم ناظرین کے سامنے دو قوی مقام کی عبارات کے ضروری اجزاء اپنیں کئے دیتے ہیں تاکہ ضرورت سے زائد طوالت بھی نہ ہو اور ناظرین کے سامنے ضروری عبارتیں بھی آجائیں کہ وہ بھی اس کا اندازہ کر سکیں کہ علامہ نے کہاں تک اس اعتراض میں دیانت بری ہے۔

آنحضرت صلم نے فرمایا تھا کہ میری تھیں و تھنیں اہل بیت کریں گے جب وفات ہوئی تو تمام صحابہ کا یہی حال تھا جاتا ایمیر ملک سا ہو گیا تھا صرف حضرت ابو بکر و حضرت عباس یا ہوش خج تھوڑی دری کے بعد جاتا ایمیر نے تھیں و تھنیں کا کام تھی پاشم کی اہماد سے انہماں دیا۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر قبل تھیں و تھنیں سقینہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد فوراً شورش چکی۔ انصار نے خلافت کے متعلق ایک جلسہ کیا کہ حضرت سعد ابن عبادہ انصار میں ایمیر ہوں یہ کیفیت سب سب پہلے عرب سے ایک انصاری نے بیان کی۔ حضرت مولف نے حضرت ابو بکر کو آمادہ کیا رہ تو حضرات نے فرقہ کرنے کیلئے سقینہ بنی ساعدہ چلے گئے میں ۱۸۰ میں ۲۷۰۔

آنحضرت کے انتقال کو پہنچا سنتھن بھی نہ گزری تھی صحابہ کرام تھیں و تھنیں کی لہر کر دے ہے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ انصار سقینہ بنی ساعدہ میں اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے میں سے کسی ایک کو خلصیدہ ایمیر نہیں (۱۸۰ میں ۲۷۵.....) ”چنانچہ سعد ابن عبادہ کو جو گروہ نے خروج کے سروار تھے انصار نے ان کو امارت کیلئے منتخب کر لیا اور لوگ بیت کیلئے بھی آمادہ ہو گئے۔ اس میں تھنیں وقت بہت نازک ہو گیا تھا اور اسلام کا مستقبل اس وقت بھرپن خطر میں تھا۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر اس کوں کر سقینہ بنی ساعدہ کی طرف بفرض رفع قساد چلے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح

بھی راست سے ساتھ ہو گئے یہ قبیل حضرات انصار کے تجھ میں بھوپال تھوڑے وقت کے بعد ان کو باز رکھنے میں کامیاب ہوئے اختاب ظیفہ کے حلق حضرت ابو بکر نے کہا کہ حضرت عمرؓ یا حضرت ابو عبیدہؓ میں سے کسی ایک کو منتخب کر لے حضرت عمرؓ نے یہ خیال کر کے قبیلہ انصار سے کہیں کوئی شخص برگشته نہ ہو جائے تجلیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاتھ پر بیعت کر لی۔ جناب امیر اس وقت موجود تھے اور ان سے راستے لینے کی مہلت مل سکی یہ اسلام کی اندر ونی حالت تھی۔ یہ ونی حالت یقینی کہ حرب میں جوش انداد اور احادیث کا پھیلا ہوا تھا ایک طرف عرب کے یہود انصاری جو اسلام کی ایشانیت کے اپنے اسی سے حرام تھے خلافت پر کربستہ تھے دوسری طرف عیاذ بہوت ہر سر پر خاش تھے جن کی حسبیہ کیلئے خود آنحضرت ایک لٹکر پر درواری انسامہ بن زید مدینہ سے روانہ فرمائی تھے خود مسلمانوں میں بھی بعض قائل اسلام سے برگشت ہو گئے تھے اور ہوتے چلے جاتے تھے۔ جبکہ اس تھغیر جماعت میں خلافت کیلئے بخار شروع ہو چکی اگر فوری حضرت ابو بکرؓ کے پاتھ پر بیعت نہ واقع ہو جاتی اور مہاجرین و انصار ایک ظیفہ پر اجماع نہ کر لیتے تو سب سے پہلے مہاجرین و انصار میں کوارچل جاتی جس سے اسلام کا آئندہ اتفاق بھی ہاتھ سے جاتا رہتا اگر ایسے نازک وقت میں حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ حقیقتی ساعدہ نہ ہوئی تو یعنی جاتے اور آنحضرتؐ کی تھیڑہ شخصیں کے انتشار میں میٹھے رہتے یا سقیفہ ہوئی تو کربستہ لینا تھوڑی درکاری تھی تو ایک عظیم الشان تفرقہ امت محمدؐ میں پیدا ہو جاتا ہے اس کی اصلاح اگر غیر ممکن نہ ہوئی تو شوار ضرور ہو جاتی۔ ("مس ۷۷۷ و م ۲۷۷")۔ "حضرات تھین مذعا صب تھے اور کسی کا حق چھیننا چاہتے تھے جو کوئی انہوں نے کیا وہ مختھنے دلت و مصلحت تھی ان کی نیت بالکل نیک تھی اسی نیک نیت کی بدولت خدا نے ان کو وعد اللہ الدین آمنوا یہا الخ کا صلی عطا فرمایا۔۔۔ تاریخی واقعات اگر پر نظر انصاف دیکھے جائیں تو معلوم ہو گا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خوشی اور رضا مندی سے خلافت حاصل نہیں کی بلکہ ایسے نازک موقع پر جبکہ خاتم تھیوں کے چھڑ جانے کا احتمال قاچیجہرا انجوں نے اس کو متlover کر لیا تھا اور جو خطرناک امور سامنے آ رہے تھے ان کو دفع کر کے اسلام پر وحشان کیا۔ اسلامی خلافت میں اس وقت میں عیش و عشرت کے سامان موجود تھے جن کی ان کو پھیپھی اونی خلافت بہت بڑی زمدادی کا کام تھا۔ اس وقت شہری مسمری یا پھولوں کی بھی ہوئی تیج نہ

اس بحث میں بھی علامہ کا اعتراض ہے کہ حضرت مؤلف نے تحقیق روافض کیا ہے۔ جو عبارت ہم نے اور لکھی ہے اس سے اس بات کا اندازہ ناطرین کو ہو گیا ہوگا کہ کس خوبی کے ساتھ روافض کے اعتراضات کی ترددی حضرت مؤلف نے کی ہے اور کس صاف طریقہ سے مسلک روافض سے بیزاری ظاہر فرمائی ہے (ماہر، ہوس ۲۸۰) قوی علامہ مکی شیخ کردہ تحریر کے ضروری اجزاء احسن الاتخاب کے ان عبارتوں میں موجود ہیں ہم این ہمدرد علامہ کا حضرت مؤلف کو تحقیق روافض قرار دیا اگر احتمام اور نصانیت نہیں تو اور کیا ہے۔ علامہ ڈاؤنے دیانت تو اس قدر کرتے ہیں مگر جب اس دعویٰ کو ٹھیک جادہ پہنانے کا وقت آتا ہے تو اس سے اس قدر درود کل جاتے ہیں کہاں کی گرد کو پہنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ باوجود ان عبارتوں کی موجودگی کے ان کا حضرت مؤلف کو تحقیق روافض قرار دیا نادو امور سے کسی ایک پر ضرورتی ہو سکتا ہے (۱) یہ کہ علامہ نے احسن الاتخاب کو تمام و کمال پڑھنے کی زحمت گوارانیں فرمائی اور بعض اس وجہ سے کہ یہ حضرت مؤلف کی تالیف حقیقی اس کی ترددی کو اپناء فرض کیجا (۲) علامہ نے احسن الاتخاب کو پڑھاتے سب مگر بالقصد اس کی ان عبارتوں پر توجہ کرنا مناسب شیخ کہ جو حضرت مؤلف کو ایک حق اور راجح الاعتقاد اہل سنت والجماعت ثابت کرنے کیلئے

ضرورت سے زائد کافی نہیں۔ متنہ کرمہ بالا و بالا توں میں سے جو بات بھی واقع ہوتی ہو ہر حالت میں اس سے جو روشنی ان کی دیانت پر پڑتی ہے وہ محتاجِ میان نہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ ان کے مشرب میں بغیر پوری کتاب کوچھ ہے ہوئے تنقید کرنا یا بعض عبارتوں کو بالا صدر نظر انداز کر کے تنقید کرنا دیانت سے تنقید کرنے کا حام ہو۔

جس عبارت کے ذریعہ سے علامہ نے اہل سنت والجماعت کے مقولہ کو پیش کیا ہے معلوم نہیں وہ عبارت اخبوں نے کہنی سے انقدر فرمائی ہے یا طبع اور ہے۔ آخری صورت میں ان سے اتنی گزارش کروں گا کہ اس پر نظر ہاتھی فرمائیں۔ اس لئے کہ اہل سنت والجماعت اس امر پر حقیقی ہیں کہ بیعت حضرت ابو بکر صدیقؓ بالقصد و ارادہ و اقصہ ہوتی تھی (ملاحظہ اور بتاری) علامہ کی عبارت سے پہنچ گئی ہے کہ بیعت سے قل ان مصالح کا احساس حضرات شیخین وغیرہ کو ہو چکا تھا اور انعقاد بیعت سیفیتی ساختہ ان تمام مصالح کے باختہ ہوتی تھی۔ حالانکہ ایسا فرض کرنے سے رواضی کے اعتراض میں ایک گونہ اصلیت پیدا ہو جانے کا احتمال ہے کہ حضرات شیخین نے بالقصد و بالا رادہ اپیسے وقت میں بیعت لی یہ امر و اقد کے خلاف ہے۔ حضرات شیخین کو آنحضرت صلیم کی وفات کے تاثر سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ ان تمام مصالح (مقامِ رُفَّ، طریقِ نماز جنازہ وغیرہ) پر نظر فرماتے۔ البتہ بیعت واقع ہو جانے کے بعد جوں جوں وقت گزرتا گیا اور واقعات سامنے آتے مجھے یہ امر ثابت ہو گیا کہ فوراً بیعت ہونا بھی ضروری اور قریب مصلحت و راست تھا۔ علامہ کے پیش کردہ مقولہ میں جو اور رضاصل موجو و پیش وہ بخوب طوالت ہم نظر انداز کرتے ہیں۔

علامہ کو جب حضرت مؤلف کو قیمع روانی فرار دینے سے فرست لی تو الای جواب کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور صفحات ص ۱۳۳ و ۱۳۵ اس مقصد کیلئے وقف فرمائے اس الای جواب کو انہوں نے وہ حصوں میں بظاہر تسلیم فرمایا ہے۔ اول حصہ میں ایک روایت نقل فرمائی ہے اور اس پر استدلال کیا ہے اور درسرے حصہ میں فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۳۳ کی عبارت نقل فرمائی اسند لال فرمایا ہے۔ دونوں کا متفہ صرف اتنا ہے کہ یہاں پر یہ شبوت کو کسی طرح ہمرونق جائے کہ جناب امیرِ بیگی قتل خلافت میں منہک تھے۔ معلوم نہیں انہوں نے یہ مشقت ہماجہ کیوں اتفاق فرمائی اس لئے کہ حضرت مؤلف نے تو کہنے پر یہ نہیں لکھا کہ مگر خلافت خود کوئی نہ سوم پیچہ تھی بلکہ جو عبارت اس کے

متعلق انہوں نے عص ۸۷ء پر لکھی ہے اس سے توجیہ اس کے بر عکس پیدا ہوتا ہے۔ بہر تو عکس نظر انہوں نے جعلی الزام لکھتے کی راست گوارا فرمائی ہے اس لئے ہم ہر ایک الزام پر ایک سرسری نظر دلتے ہیں۔

اعتراف اول "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تو بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تکریہ مکمل ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اسی وقت سے اس کا خیال پیدا ہو گیا تھا جب کہ يقول حضرت عباس "آنحضرت کے طور پر طور نظر آتے تھے" علامہ کاظم اعتراف بخاری کی روایت پر ہی ہے مگر علامہ نے یہ خورجیں فرمایا کہ خود بخاری کی روایت کے الفاظ جناب امیر حسینؑ کو اس الزام سے بری ثابت کرتے ہیں۔ اسلئے کہ جناب امیرؑ کو از خود خلافت کے متعلق کوئی خیال پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت عباسؓ کے اس اصرار پر جناب امیرؑ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے۔ جو بخاری کی روایت میں ہیں۔ (حضرت علیؓ نے فرمایا ہم بخدا اگر آپ سے دریافت کریں اور آپ روکیں تو لوگ آپ کے بعد ہم کو نہ دیں گے میں بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھوں گا) دوسری چیز جس کو علامہ نے نظر انداز فرمادیا ہے یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے جناب امیرؓ سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ دریافت کرلو کہ تم خلیفہ ہو گے یا نہیں۔ حضرت عباسؓ کے الفاظ ان کان فینا اور ہم میں ہو اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ حضرت عباسؓ کا خلافت امیرؑ کی خلافت کے متعلق دریافت کرنے کا یہ شتم بالکل ان کی مراد قابل اگر وہ بنی ہاشم کے متعلق تھی جس میں وہ خود بھی شریک تھے بہت ملکن ہے کہ اس طریقہ سے حضرت عباسؓ خوراپ پر متعلق سوال کرنے والے ہوں اس لئے حضرت عباسؓ کے اس ارشاد کا بار جناب امیرؑ پر کھاتا زیادتی ہے۔

اعتراف دوم: "بھر اگر کیا جائے کہ اس وقت کی فکر لکھی (عی کی خرابی) کی حد تک رہی تھی لیکن اس کو آپ نے عملی جامد نہیں پہنچایا یہ صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی معاملہ خلافت کو مٹ کرنے کیلئے عملی تحریر و نہیں عملی قدم بڑھایا تو سورہ ذیل ناظرین ملاحظہ فرمائیں وہی روایتہ مالک و معمران علیاً و الزبیر و من کان معهمما تخلفو فی بیت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لک اور سحر کی روایت میں ہے کہ ویکل علیؓ از بیر اور جوان کے ساتھ تھے حضرت فاطمہؓ کے گھر میں علیحدہ بحث ہو گئے تھے، (کب اور کس وقت) قل اس کے کہ اس اعتراف

کے تعلق کو کھا جائے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہو لیا جائے کہ اعزاز پس بھر لگر خلافت کے تعلق ہے یا فگر خلافت دراں وفات آنحضرت صلم و تبھر و تھین آنحضرت صلم علامہ کے اعزاز کے الفاظ قل تبھر و تھین سے یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کان کا مطلب اس وقت سے ہے کہ جو آنحضرت صلم کی وفات کے بعد اور آپ کی تبھر و تھین کے قتل نہ راتھا اسلئے بحث طلب بات اس اعزاز پس میں یہ نہیں رہتی کہ کبھی خلافت کے تعلق کوش کی میں یا انہیں بلکہ مسئلہ تھیجا یہ چاہا ہے کہ جناب امیر نے قتل و فتنہ نے جمادا طبر کے کوئی جلس حصول خلافت کیلئے آنحضرت فاطمہ کے گھر میں منعقد فرمایا تھا انہیں۔ یہ ثابت کرنا کہ جناب امیر نے حصول خلافت کیلئے کسی وقت میں کوش کی اور میں یا آنحضرت فاطمہ کے گھر میں اس غرض سے جمع ہوئے اس امر کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ اسی کوش آنحضرت صلم کے قتل سے قتل کی تھی۔ جو جزو اس بحث میں ضروری ہے وہ تھیں وقت ہے اب اہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس روایت میں کوئی لفظ ایسا موجود ہے یا نہیں کہ جس سے تھیں وقت میں کسی قسم کی کوئی مدد و مول سکے۔ اس سے تو علامہ کوئی اتفاق ہو گا کہ یہ روایت تھیں وقت کرنے کیلئے بالکل ناکافی ہے۔ صرف اس بات کا ثبوت ہتا ہے کہ حضرت علی و حضرت زید اور ان کے دیگر برادریوں نے حضرت فاطمہؼ کے مکان میں جمع ہو کر خلافت کی تھی گریہ کردہ خلافت کس معاملہ کے تعلق تھی اور کسی وقت کی تھی تھی روایت سے اس کا بالکل پتہ نہیں چلا۔ صریح الفاظ سے تھیں وقت ہونا تو درکنار اس روایت میں تو یہ الفاظ بھی موجود نہیں کہ جس کے تعلق یہ کہیں کی چکیاں نہ ہو کان سے اشارہ کرنا تھیں وقت یا غایبی خلافت پر کوئی روشنی پر مسکنی ہے۔ علامہ نے اس روایت پر استدلال تو فرمایا مگر اس وقت کے واقعات سے جسم پوشی فرمائی درنماں کوئی صاف یہ پڑھ جاتا کہ اس روایت سے وہ تبھر نہیں نکالا جاسکا جس کی طرف اس کے الفاظ اشارہ کرتے ہیں۔ قتل تبھر و تھین آنحضرت صلم حصول خلافت کی فکر کرنا ہم اس سلسلہ میں علامہ کی توجہ جناب امیر کی اس ٹنگتوں کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں جو ان سے اور ابو سخیان سے اور اس کے بعد خود حضرت ابو بکر صدیق سے اس معاملہ (خلافت) کے تعلق ہوئی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کے دوسرے ان ابوسفیان نے تین عام میں ایک تقریبی تھی جس کا ترجیح ہم بھاں لکھ دیتے ہیں: ”مذید منورہ کے اس شور و قل کواب کو اور ہی خاموش کر سکتی

ہے سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں اے میں عبد مناف تمہارے سامنے ابوکبر خلیف ہو جائیں بڑے انسوں کی بات ہے۔ کوھر چیز و دلوں ذلکل و تحریر اور کرو آدمی خیں لوگ علی و عباس کہتے ہیں تجھ بے کہ قریش کے سرداری ان کی آنکھوں کے سامنے ایک چوٹ سے تحریر قبیلہ میں چل چاۓ۔ اتنا کہتے کے بعد ابوسفیان نے جناب امیر کو خاطب کر کے کہا: "اسط بدک اہمیت کو فو والله لئن ششت لاملا نہا علیه خيلا و جلا" (اپنا باتوں پر ہائی میں آپ سے بیعت کروں گا خدا کی قسم اگر آپ اجازت دیں تو میں ابوکبر پر اس سیدان کو جنگ کروں اور جنم زدن میں اسے سوار اور پیاروں سے بھروں) ایں کر جناب امیر نہایت شخص ہوئے اور یہ فرمایا "کے اے الہ سنبھالا تمہارے مزار سے قند و ساد کی بواں بھی تک نہیں تھی تم نے اپنی ایام جہالت میں بھی جنگ و جدل میں کوئی بات اٹھانیں رکھی اور اب حالت اسلام میں بھی گلے کوانا چاچے ہو خردار پھر اس طرح کی باتیں کرنا میں تمہاری صلاح ہرگز نہ اتوں گا" (مسنونات خلافت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان حسب ذیل شکایت کی اے ابوکبر مجھے تم سے بڑی شکایت ہے کہ تم نے اس قدر خاموشی سے سچنے بنی ماءعہ میں لوگوں سے بیعت لی اور تم کو خیر کی اور نہ ہم سے مشورہ لیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جناب امیر کی اس شکایت پر موقع کی کیفیت بیان فرمائی اور آخر میں مشورہ دلپئے اور زبلوں سینے کی تحلیل حسب ذیل جواب دیا یہ ہر اور شاد ہوا کہ میں نے آپ کو بولایا نہیں نہ آپ سے مشورہ لیا اس کی بابت آپ علی انصاف سمجھے کہ آپ کے گھر میں آنحضرت صلعمؓ کا جنازہ اٹھیر کھا ہوا تھا آپ اس کی تجھیش و تکھیں میں معروف تھے اور دنیا آپ کی آنکھوں میں سیاہ تھی انکی مصیبت کے وقت میں آپ کو خیر دینا اور مشورہ کے لئے بنا کیسے مناسب تھا (مسنونات خلافت ابو بکر صدیقؓ) اسی سلسلہ میں ہم ناظرین کے سامنے اس گفتگو کو بھی پیش کر دیا چاچے ہیں جو جناب امیر اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں اس موقع پر ہوئی تھی جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ کو پیغام کیلئے طلب رکھا تھا ان دو قوی حضرات کے درمیان یہ گفتگو حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابو عبیدہ حضرت شیرین بن سعد اور رمگر مجاہین و انصار کے سامنے ہوئی تھی۔ جو کہ اس تقریر کا بہت سچھ تعلق اس بحث سے ہے اس لئے با جد خوف طوالت ہم اس تقریر کا ترجیح ناظرین کے سامنے پیش کر دیں

ضروری تھتے ہیں جب ہم بیت سے فراغت ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مہاجرین و انصار کو جمع کر کے حضرت علی مرتفعی کرم اللہ وجہہ کو بلا یا آپ تشریف لے گئے اور ہاتھے کا سبب دریافت کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح اور صاحب نے حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی ہے آپ بھی کر لیں۔ جناب علی مرتفعی نے فرمایا کہ آپ ہی کی ولیل کو جو آپ نے انصار کے مقابلہ میں پیش کی ہے آپ پر جنت لانا ہوں یعنی کہے کہ آنحضرت صلیم کا سب سے زیادہ عزیز قریب کون ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ تم آپ سے جب تک بیعت نہ کر لیں گے آپ کو نہ چھوڑیں گے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پہلے میری بیانات کا جواب دیجئے پھر مجھ سے بیعت کے طلبگار رہو جائیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن نعیمؓ نے فرمایا کہ اے ابو الحسن! پہلی بیعت فی الاسلام اور رسول اللہ کی قرابت قریبیہ کے باعثہ آپ ہی سزاوار حکومت و خلافت ہیں مگر اب تو صحابہ نے حضرت ابو بکر پراتفاق کر لیا ہے آپ کو بھی مناسب ہے کہ دارہ و فاقہ سے قدم باہر نہ کالیں جناب علی مرتفعی نے فرمایا اسے ابو عبیدہ بن نعیمؓ نے اس امت کا امین فرمایا ہے تھیں امانت اور راستی گلتار اور کردار سے کام کرنا چاہئے جو مرتبہ خدا نے خاندان نبوت کو عطا فرمایا ہے اسے تم دوسرا جگہ خلل کے دینے ہو سہط قرآن و دوستی اور سورہ اسر و فی شیخ فضل علم محدث عظیم و علم تو ہم لوگ یہیں خلافت و امارت ہم لوگوں میں ہو ناچاہئے۔ اس تقریر کوں کر بشیر بن سعد انصاری بولائیں گے کہ اے ابو الحسن یہ دعویٰ جو آپ آج پیش کر رہے ہیں، اگر لوگوں کو پہلے سے معلوم ہوتا تو وہ کچھ چن دچاہدہ کرتے اور آپ سے بیعت کر لیتے گرا آپ تو مگر میں پیش رہے اور لوگ یہ کہتے کہ آپ دوسرا طرح کی کرتے ہیں اسلئے گردہ مسلمانان نے متنقی ہو کر دوسرے کو طیف کر لیا۔ اب آپ دوسرا طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جناب علی مرتفعی نے جواب دیا کہ ”اے بشیر کیا یہ تیرے لئے زیباقا کہ جسد اطہر اور قالب محیر سید عالم کو بے گروکن چھوڑ کے میں خلافت اور حکومت کی طلبگاری میں مارا مارا پھرنا اور لوگوں سے مجازعت و خصومت کرنا۔ حضرت ابو بکر نے جب دیکھا کہ جناب امیر کی باتیں حکومت و استحوار ہیں تو رفق و دماء سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ اے ابو الحسن مجھے آپ کی ذات سے یہاں میدند تھی کہ آپ میر سے متعلق اتنی بیعت کریں گے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری بیعت قبول نہ فرمائیں گے تو میں ہرگز اس کو مظہور نہ کرتا اب کہ لوگوں نے مجھے مقرر کیا ہے امید ہے کہ آپ بھی

اس پر اتفاق کر لیں گے اگر اس وقت یہ بات آپ کی کجھے میں نہ آتی ہو تو غور و فکر کر لیجئے آپ کو اختیار ہے (مشی اللوارین خلافت ابو بکر صدیقی در درودۃ الاحباب)

اگر جناب امیر کی اس تقریر کا کوئی جزو بھی خلاف واقع ہوتا تو ہر صحابی رسول اس بھرے مجھے میں زبان پکلتے کو مون ہو جاتا۔ معلوم نہیں کہ جناب امیر کے اس ارشاد پر اسے بشیر الفحاف کو مجھے کب ریاستاً کہ جسد اطہر اور قالب معترض سید عالم کو بے گور و گفن چھوڑ کے میں خلافت اور حکومت کی طلبگاری میں مارا مارا چھرتا۔ حضرت ابو بکر صدیقی حضرت عمر فاروق اور دیگر اکابر مہاجرین و انصار نے کیوں سکوت اختیار کیا اور جناب امیر کے اس خلاف واقعہ بیان پر یہ کہ کیوں نہ لوک دیا کر آپ آنحضرت صلیم کی چینہ و تینیں کی صرف دیقت کا عذر دیجئے میں کرتے ہیں۔ آپ نے خود دنیا سے قلیل بیت حضرت قاطرہ میں متعلق خلافت بنی ہاشم کو صحیح کیا تھا حضرت ابو بکر صدیقی کا جناب امیر کی شکایت پر یہ ارشاد (یہ جو ارشاد ہوا کہ میں نے آپ کو بولایا تھیں آپ سے مورہ لیا اس کی باہت آپ ہی انساف فرمائیں کہ آپ کے گھر میں آنحضرت صلیم کا جائزہ اطہر رکھا، واقعہ آپ اس کی چینہ و تینیں میں معروف تھے اور دنیا آپ کی آنکھوں میں سیاہ تھی اسکی مصیبت کے وقت میں آپ کو خیر دیا اور مشورہ کیلئے ملا کہ کیسے مناسب تجھے اور جناب امیر کا بھرپور حد سے یہ فرمانا اور تمام اکابر صحابہ مہاجرین و انصار کا اس پر سکوت اختیار کرنا اس امر کی محلی واقعیت ہے کہ جناب امیر پر یہ اسلام کا نام صریح مخلافت ہے اور بہت سی اور لغویاتوں کی طرح ہم کو اس امر میں بھی صرف فتن و تینی امیر کی کوششوں کا ملکور ہوتا ہے گا جنہوں نے ضرورت بلا ضرورت جناب امیر پر الزامات قائم کرنے میں کوئی دیقند اٹھا نہیں رکھا۔ علام کا یہ خیال کہ حضرت ابو بکر صدیقی اور حضرت عمر فاروق کے افعال کو اس موقع پر حق بجاعت ہابت کرنے کیلئے اس جوانی اسلام کی ضرورت تھی اس لئے اور بھی بے بنیاد ہے کہ جس واقعہ کو وہ بنیاد اسلام کیجھے پیشے ہیں اس میں اسی گنجائش ہی نہیں کہ وہ کسی اسلامی ثمارت کا سلسلہ بنیاد ہو سکے بھرپور عجیث اور برسو کوشش دوسرے پر ناقص اسلام کا نہ کیوں کھجاتی ہے۔

اس امر کیلئے کہ حضرات شیخین کا فعل (ستقدیمی ساعدہ چانا اور بیت لیدا) قابل الزام و گرفت ہے یا نہیں ہم کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس وقت خلافت کی کیا حیثیت تھی اور اس کو قبول کرنے

کے کیا معنی تھے۔ آیا ظلیفہ وقت کو اس منصب کی وجہ سے کوئی دنیاوی منفعت پیدا نہیں اتنا ایسا حاصل ہو جاتا تھا کہ جو اور صاحب کو حاصل نہ ہوتا ہے۔ اگر اس وقت منصب خلافت میں کوئی دنیاوی غرض اور فائدہ مضر تھا تو پچھلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اس فعل (ستیندری ساعدہ جانا اور بیعت لینا) کو تقدیمی نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہو گی۔ اس لئے کہ امرِ مسلم ہے کہ دنیا کی محبت اور غرض آدمی کو تیک و بدکی تیز اور فرق سے ہمدرم کر دیتی ہے۔ اور اگر منصب خلافت میں اس وقت کسی دنیاوی خلاص اور بیووی کا پیغام ہے جہاں ہو تو پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اس فعل کی بنا پھنس خلوص اور الہیت پڑے گی اور جو انعام خلوص والہیت کے چند بہ کے مانحت انسان سے صادر ہوتے ہیں وہ دنیاوی تقدیم کے پایہ سے بہت بلند وارث ہوا کرتے ہیں۔ اس امر کو طے کرنے کے لئے کہ منصب خلافت میں اس وقت کسی دنیاوی عیش و آرام یا منفعت کا راز پوشیدہ تھا یا نہیں ہم کو اس وقت کی حالت پر نظر کرنا پڑے گی۔ آنحضرت صلم کے وصال کے وقت عرب کی معمولی حالت یہ تھی کہ قافٹ ارتداد چاروں طرف بھیل چکا تھا اور خلیفہ کا اوپنیں فرض تو نہیں اسلام کو با دصر کے ان شدید چیزوں کو سچا نہ تھا کہ جو اس کو فنا کرنے پر تسلی ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام کا معمولی ورق گردانی کرنے والا بھی اس امر کو بخوبی ہموس کر سکتا ہے کہ منصب خلافت اس وقت کوئی پھولوں کی بیچ تھی بلکہ کائنات کا وہ پر خار اور بیوی جنگل تھا کہ جس کا ہر ذرہ رہا ہر کو خستہ اور بیکار کر دینے پر آزادہ و مستعد تھا۔ خلیفہ وقت کا اسلام و آسانیں ملنا تو درکار وسی وقت اندیشہ اس امر کا تھا کہ کہیں جان کے لائے پڑ جائیں مساوات کی یہ کیفیت تھی کہ تمہاری بیان و انصار تو درکار یہ تو پڑے پایہ کی اہمیتیں تھیں معمولی و روح کا اسلام بھی خلیفہ وقت کو اپنا خادم سمجھ کر اس سے ہر قسم کی جاوہ یا مطالبیات کیا کرنا تھا۔ خلیفہ وقت کی تیزیت حاکم پیدا شدہ کی تھی کہ جو ہر چیز کو اپنی ملکیت ذاتی سمجھ کر ہر طرح کے تصرف کا ہواز بن جاتا ہو۔ بلکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا ایک سچا اور جان شارقدائی تھا اور بس ایسی حالت میں لازمی تباہ یہ لٹکے گا کہ اگر کوئی جذبہ حضرات شیخین کو سبقتی ساعدہ میں سمجھ کر لے گیا تھا تو وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کی پچی خدمت کا خیال تھا۔ اس لئے بیعت سینہ تی ساعدہ یا حصول خلافت کی کوشش کے متعلق یہ کہنا کہ حضرات شیخین کا طریق عمل کی طرح پر بھی قابلِ اسلام یا قابلِ تقدیم اور مسلمانوں کا تھا صریح مظاہر ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ جس عبارت پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے، اس کی خود کیا حیثیت ہے۔ صاحب فتح الباری نے جو عبارت امام مالک کی ارشاد کے طور پر نقل کی ہے اس میں کوئی سند نہیں لکھی کہ جس سے یہ پڑھ مل سکے کہ یہ کس کتاب کی عبارت ہے اور اس روایت کے اسناد کیا ہیں۔

ص ۱۳۵ پر علامہ نے تین روافض کی تجویز مثال پیش کی ہے۔ اسی مقصد سے احسن الاتخاب کی پہچن عبارت (ص ۲۸۵/۲۸۶) نقش فرمائ کر اپنے اعتراض کو واضح کرنے کیلئے اس عبارت کے کچھ حصہ پر خط بھی مسچھد یا ہے۔ ان کے اعتراض کو سمجھنے کیلئے ہم اس کی ضروری جزو عبارت کو نقل کیے دیتے ہیں تا کہ ناظرین کو مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہوں۔ "انصار حقہ" نے ساعدہ میں اس قرآن سے تین ہوئے کہ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ نہ میں" درحقیقت مدینہ میں مناقاد شاہ جو پہلے عی سے عبد اللہ بن ابی بن سلوان کی چالوں سے بولایا تھا اس" علامہ کا اعتراض غالباً یہ ہے کہ لفظ مناقاد کے استعمال کرنے میں حضرت مولف نے تین روافض نہ تین روافض کیا ہے۔ قطع نظر اس امر کے کہ جب تین کے شوت میں لوگی صورتیں پیش کیجاں گی تو ہر ذی ہوش و ذی عقل آدمی ولیم کی مفہومی کے لفظ کتنا بر انتیجہ اخذ کرے گا ہم ان سے یہ کہنا پا جائے یہی میں کاس لفظ کے استعمال میں حضرت مولف مفرد ذات نہیں ہیں بلکہ علامہ اگر حقد میں کی کتابیں اخبار الطوال تاریخ طبری اینہن اور شیرازیں خلدیں اور تاریخ المذاہ و غیرہ ملاحظ فرمائیں گے تو انھیں اس امر کا احساس ہو جائے گا کہ اسی مضمون کو بد تغیر الفاظ اور دل نے بھی او کیا ہے۔ ہم علامہ کی تحسین خاطر کیلئے علفاء راشدین مولف مولوی مسین الدین ندوی کی عبارت پیش کرتے ہیں جس کے مفاد میں صرف اہل سنت کی سمجھ کتابیں ہیں ملاحظہ ہوں ۲۳ ص میں حاجی مولوی مسین الدین صاحب نے بھی اسی لفظ کو استعمال فرمایا ہے۔ "رسول اللہ کے انتقال کی خیر مشہور ہوتے ہی مناقین کی سماں سے مدینہ میں خلافت کا فتنہ اٹھ کرزاہ والوں اور انصار نے سقیدہ نی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کی بحث پھیل دی اور کیا علامہ کے نزدیک حاجی مسین الدین ندوی اور دیگر حقد میں نے بھی جن کے نام ہم لکھ پچے ہیں تین روافض میں مناقین کا لفظ استعمال فرمایا تھا اور کیا مسلک روافض یہ ہے کہ سقیدہ نی ساعدہ کے پنگاں کا باعث عبد اللہ بن ابی بن سلوان و دیگر مناقین تھے۔ ہم پھر علامہ سے یہ کہیں گے کہ وہ

سلک روافض کے متعلق پہلے اپنی واقفیت کی اصلاح کریں تب کسی دوسرے کے حق اور غیر صحیح ہونے کے متعلق رائے ہاتھ کریں۔ میں اپنے جواہر ارض علامہ نے روشنۃ الاحباب پر کیا ہے اس کا جواب بالتفصیل ہم اس سے قبل لکھ پکے ہیں ملاحظہ ہوں مخفاتِ اسیں۔

میں ۱۳۶۴ پر علامہ نے جواہر ارض کیا ہے وہ یہ ہے جناب امیر سے متعلق ہے اس مرتبہ اپناری روافض کے الزام کی جگہ اس موقول و لکش اخراجی نے لے لی۔ علامہ کو اس مرتبہ یہ اخراجی ہے کہ حضرت مولف نے بخاری و مسلم کی روایت کو مانتے ہیں غلطی فرمائی۔ ایک طرف توہنام بخاری امام مسلم کو قیس کی توہین میں جمال الحلم فرماتے ہیں اور حضرت مولف پر صرف اس لئے معتبر ہیں کہ انہوں نے قیس پر جرح کی جرات کی پھر پر کہ جب امام بخاری اور ابن مسلم، (امام مسلم کی خواہی) ہیے جمال الحلم قیس کی توہین و تقدیل کرتے ہوئے اپنی تجھی میں اس کی سروی حدیث لاتے ہیں تو میری سمجھی میں جیسی آیا کہ مصنف کو اس کی مت کیے ہوئی کہ اس کو مسترد فرمائیں میں اسی دوسری طرف اب اس پر اخراجی ہے کہ بخاری و مسلم کی روایت کو مسئلہ بیعت میں ترجیح کیوں دی گئی۔ کیا علامہ کے نزدیک بخاری پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے الفاظ کا اطلاق صرف ان مقامات کیلئے تخصیص ہے جن پر وہ استدلال مناسب سمجھتے ہیں اور دوسرے مقامات کے متعلق بخاری پر ان الفاظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے الفاظ میں وہ اہمیت ہے کہ جس کی طرف متعدد موقولوں پر علامہ نے اشارہ فرمایا ہے تو ہماراں کے سلک کے مطابق بخاری اور مسلم کی مرویہ احادیث دوسری کتب کی مرویہ احادیث پر ترجیح دینے کے قابل ہیں اور خود ان کے سلک کے مطابق مولف نے بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ترجیح دینے میں رہا وہ استعیان فرمائی ہے علامہ کی تحریر سے یہ پڑھا ہے کہ اگر نزدیک جناب امیر نے اسی روز بیعت کر لی تھی اور اس کی تائید میں انہوں نے تین عبارتوں پر استدلال فرمایا ہے جنہیں ہمارت استیغاب کی ہے وہ میری فتح الباری سے ماخوذ ہے اور تیسری کلیتی علامہ فتحۃ الطالبین کے مٹون ہیں۔ ہم ہر عبارت کو فرد افراد اسیں کے درستے ہیں تاکہ ناظرین اس کا فیصلہ کر سکیں کہ کون امر تائل ترجیح ہے۔

پہلی عبارت جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے وہ استیغاب اہن عبد البر سے ماخوذ ہے علامہ نے اس ہمارت کو پیش فرمائے میں اس مسئلہ پر غور نہیں فرمایا کہ یہ ارشاد جناب امیر کا کس

موقع کیلئے ہے اور اس سوال کے جواب میں جناب امیر نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ہم اس کو کمی ناقصین کے سامنے پیش کریں گے۔ پہلے ہم اس عبارت پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں جس سے وہ اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب امیر نے اول روز بیعت کی تھی جناب امیر کا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بیعت کرنا مسلسل ہے جو چیز قابل غور ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ پہلی بیعت کب واقعہ کیلئے اسی تعباب کی روایت قیصیں وقت کیلئے بالکل ناکافی ہے۔ اس میں صرف بیعت کرنا لکھا ہے اس کا کہیں تذکرہ نہیں کہ بیعت اول روز واقع ہوئی یا چھ بیعت کے بعد علامہ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ عبارت اول روز بیعت کرنے کی طرف اشارہ کرتی ہے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ اس روایت میں اس بیعت کی طرف اشارہ ہے جو چھ ماہ کے بعد واقع ہوئی تھی الفاظ "فیابعا ابا بکر" (ہم نے ابو بکر سے بیعت کری) اس موقع اور وقت کی تصریح نہیں کرتی اس لئے اس عبارت سے دلوں مطلب لکھنا ممکن ہے جو عمارت علامہ استیحاب کی شیش کی ہے وہ ایک خاص وقت اور واقعہ سے متعلق ہے علامہ کو یہ تو اس پر استدلال نہ کرنا چاہئے تھا اور اگر استدلال کیا تھا تو پھر پورے واقعہ کو لکھنا چاہئے تھا جنکہ محل کے زمانے میں جب حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بصرہ ہوئے پہلے ہی یہ ہے اس تو ان سے عبد اللہ ابن الکواہ و قیس بن سعد بن عمارہ نے ایک سوال کیا تھا استیحاب کی عمارت اسی سوال کا جواب ہے ہم اس سوال و جواب کا ذریعہ ناقصین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔

عبد اللہ ابن الکواہ و قیس بن سعد بن عمارہ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اکیا آپ کو آنحضرتؐ نے اس سفر کے بارے میں کوئی وصیت کی تھی یا آپ سے کوئی وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے یہ کہاں تکمیل ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں کون تقدیر ہو سکتا ہے جناب امیر نے قریباً یہ قواعد ہے میں ہرگز اول ان پر جھوٹ بولنے والا نہ ہوں گا میں نے سب سے اول ان کی صمدیلن کی اب کیسے ان پر جھوٹ تراہوں درحقیقت اگر آنحضرت صلم نے مجھ سے وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابو بکر و عمر کو مجبر پر کوئی کہرا ہوئے دیتا ان دونوں کو سب سے پہلے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا خواہ میر اساتھ دیتے والا ایک بھی نہ ہوتا یہ سکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلم نے شہید کیے گئے اور ان کا وفات احوالہ میں حضرت ابو بکر و عمر کو چند روز علیل رہے یہاں کی طرف گھپلا اور مددوں نے آپ کو فراز کیلئے ہوشیار کیا تو آپ نے حضرت ابو بکر

صدیق کو تاز کیلئے حکم دیا جس سے شہنشہ فرمایا حالانکہ سیرے مال سے واقف تھے اگر بھوٹ سے فرماتے تو میں پیش قدمی کرتا..... چنانچہ حضرت ابو بکر نے تاز پڑھائی جب انحضرت صلم نے وفات پائی تو ان لوگوں نے اپنے معاملات میں خور کیا اور اسی شخص کو دینا کیلئے بھی اختیار کیا جس کو آنحضرت صلم نے دین کے متعلق اختیار فرمایا تھا کیونکہ تازہ دین کی اصل ہے تمام مسلمانوں نے ان سے بیعت کی اور میں نے بھی بیعت کی تھی (مارنے اتنا لفڑا دیہی و خوب کوہ امام)۔

بھارت ہم نے اوپر کی سی ہے اس سے ماظرین کو اس امر کا اہم ازدواج ہو گیا ہو گا کہ جناب امیر نے اس کو موقع پر فرمایا تھا۔ حقیقتاً اس مفتول سے لوگوں کا شہر رفع کرنا مقصود تھا۔ اسی ضرورت سے جناب امیر نے صرف جواب پر اتنا کہیں فرمائی بلکہ اس کیلئے دیل بھی پیش فرمادی۔ علامہ نے بلا کسی بات پر خور کئے اس کو بیعت روز اول کے ثبوت میں پیش فرمادی۔

تیری ہمارت جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے وہ فضیلۃ الطالبین سے مأخذ ہے ہم اس کے متعلق تفصیل سے بحث کر چکے ہیں کہ یہ کتاب خود قابل بحث ہے اس نے اس کی ہمارت سے کسی امر کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا۔ اب صرف اس بحث میں تیاری کی ہمارت باقی رہ جاتی ہے اس کے متعلق پر مرض کریا کہ اس حتم کے مسائل میں اس بات پر بھی تو جو کی جاتی ہے کہ زیادہ تعداد و محدثین دعویٰ نہیں کی کس طرف گئی ہے اور اگر ان لوگوں کے اقوال میں کوئی تفصیل نہیں ہوتا تو اسی کو قول مقبول سمجھا جاتا ہے اور اسی پر عمل کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے پس امر مسلم ہے کہ زیادہ تعداد محدثین و محدثین کی اسی طرف گئی سب سے کہ جناب امیر نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق سے بیعت کی تھی اُنکی صورت میں مولف یامصنف کا یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ دلوں گروہ کے اقوال کو قبول کر دیتا ہے اور قول مقبول کو اختیار کر لیتا ہے۔ علامہ درست جاگیں خلافتے راشدین علی لاحظ فرمائیں اس سے بھی ان کو ہمارے قول کی قدر یقین ہو جائے گی۔

ان عبارتوں کو اپنی تائید میں پیش کرنے کے بعد علامہ نے ص ۱۳۹ پر ایک ہمارت کا تصور بھی پیش کیا ہے اور حضرت مؤلف کو یہ صلاح دی ہے کہ انہیں یہ لکھنا چاہئے تھا کہ بیعت دو مرتبہ واضح ہوئی پہلی بیعت خیریتی اس نے دوسری بیعت تجھش ہام شہ ہوئی ہمارہ نے یہ تو لکھ دیا گیسا بات پر خور نہیں فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق سے کسی شخص نے بیعت خیری طریقہ پر نہیں کی تھی اور بیعت

سقینہ نبی سا عدو اور اس کے دوسرے دن کی بیعت دونوں علاویہ ہوئی تھیں جس روایت پر علامہ استدال فرماتے ہیں اس میں بھی تو خیر بیعت کی تاویل کی مجموعی تھیں نہیں۔ خود بخاری اور مسلم کی روایتیں اس مفروضہ دلیل کے بطلان کیلئے کافی تھیں کہ جناب امیر اس سے قبل بیعت کر چکے تھے اگر علامہ کی روایات کا در تاریخ احتیار کی جائے تو بخاری کے روایات کے القاطع کو علامہ کہاں لے چاہیں گے جو صاف طور سے یہ رثا بیعت کر رہے ہیں کہ بھی بیعت اولیٰ ملاحظہ ہو لفاظ "و کان لعلی من الناس جهہ حیاة فاطمۃ قلمما توفیت استندکو علی وجوہ فالقصص مصالحة ابی بکر و معاویت حمو لم يكن بابع تلک الاشهر" ترجمہ: حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک حضرت علی کرم اللہ وجہ کی وقت لوگوں کے دل میں تھی جب حضرت فاطمہؓ وفات ہوئی حضرت علیؓ نے لوگوں کی نگاہ اپنی طرف سے پھری ہوئی ویکھی تو حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کرنا چاہی اس وقت تک آپ نے بیعت نہیں کی تھی علامہ تبلیغ میں الاحادیث ابی صورت میں کی جاتی ہے کہ ایک روایت دوسری روایت کی تردید و مخالفت کر رہی ہو جیسے کہ بخاری و مسلم کی روایتیں حضرت ابو عیینہ خدری کی روایت کی تردید کرتی ہیں۔ یا تبلیغ میں الاحادیث ایسے موقع پر کی جاتی ہے کہ جب دو مستدر روایتیں دو مختلف شخصوں یا حالتوں کے تعلق انکے ایک ہی امر کو خاہر کرتی ہوں (جیسے سلفیت اسلام کا مسئلہ) ایک روایت کے القاطع دوسری روایت کے معاملی مفہوم کی تردید کرتے ہیں تو تبلیغ کیسے ہوگی۔

اسی صورت پر آگے بڑھ کر علامہ نے اپنے اس استدال کی تائید ایک مقلی دلیل سے بھی کی ہے فرماتے ہیں کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ یہ کر سکتے تھے کہ جو محمدؐ نکل جمعہ و جماعت پڑھ وقت میں حضرت ابو بکر کے پیچھے شریک نہ ہوتے ہوں۔ واضح رہے کہ خیر القرون میں دو دو جماعة یہ شریف میں ہوتا تھا ممکنات سے تھا۔ گویا بالفاظ ادھم علامہ کا مطلب یہ ہوا کہ جناب امیر نے چونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت نہیں کی تھی اس لئے وہ ان کے پیچھے نماز جماعت یا نماز جمعہ پڑھنے کے شرعاً مجاز نہ تھے کیا علامہ کی نظر سے کوئی فہمی جز نہیں اس طریقہ کا گذرا ہے کہ جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑائی ہو اور جس سے یہ پڑھ چتا ہو کہ ایسا فحش جس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت نہ کی ہو ان کے پیچھے نماز جماعت یا نماز جمعہ کا پڑھنے شرعاً مجاز نہ تھا اس لئے کہ ایسے مسئلہ کی عدم موجودگی میں

جناب امیر گو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے نماز جماعت یا نماز جمادا کرنے سے کوئی امر مانع نظر نہیں آتا کیا علامہ کی نظر سے ملائے حقہ میں یا متأخرین میں سے کسی کا نتوی اس سند کے متعلق گذر رہا ہے۔

علامہ اس قسم کے دلائل تو خوش قرار کرتے ہیں مگر یہ غور نہیں فرماتے کہ اس کے تائیگ کیا ہوں گے اگر ان کا ایسا احتمال و تحقق میں یا متأخرین میں سے کسی اور کو نصیب ہوا ہوتا اور انہوں نے مسئلہ شرعی کو ایسی عی قابلیت سے سمجھا ہوتا تو اس کا معمولی تجھید ہوتا کہ ان تمام مسلمانوں کی نماز جو یہا خلیفہ وقت سے بیعت کئے ہوئے اس کے پیچھے جمعہ جماعت میں نماز ادا کیا کرتے تھے ادا نہ ہوا کرتی۔ علامہ اس سے تواریخ ہوں گے کہ اسلامی تاریخ میں ایسی صورتیں اکثر واقع ہوئیں کہ مختلف ہمالک کے اسلامی بادشاہوں نے یہی وقت اپنے آپ کو غلیظ خاہر کیا ہے اور اپنی رعایا سے بیعت خلافت بھی لی۔ اگر علامہ کا پیش کردہ اصول شرعی جزوی ہوتا تو ایک ایسے بادشاہ کی رعایا کا ہر قردد و درست ایسے بادشاہ یا اس کے نایاب ہو کر کے پیچھے نماز ادا کرنے کا شرعاً مجاز شدہ جانا اور جتنے دوں نیک وہ کسی ایسے اسلامی ملک میں کہ جس میں کسی دوسرے بادشاہ نے بیعت خلافت لی ہوئی رہتا اس کی تمام بایہمیت نمازیں شرعاً ناجائز ہو اکریں۔ علامہ درود شرح جامی میں اشنیں اور اسمون (خلافتی نئی عباریہ) کے وقت پر اس جزوی کا اطلاق فرمائیں اور یہ کہیں کہ کن کن مقدار ہستیوں کی نماز اس شرعی جزوی کی خلافت کی بدروت نماز باقی نہیں رہتی۔

بھٹ کے ختم پر علامہ نے ایک طفیل سوال اور فرمایا ہے لکھتے ہیں اور پھر کیا بخاری میں اول روز کی نئی نکوڑ ہے۔ یعنی بالفاظ و مکمل طلب یہ ہے اک امام بخاری کا یہ لکھنا کہ جناب امیر نے بعد وفات حضرت فاطمہ بیعت کی اس امر کا مشترک ہیں کہ بیعت روز اول واقع نہیں ہوتی اس استدلال میں جس خوبی سے علامہ نے امام بخاری کی روایت کے خیوب کو سمجھا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے ہم اس پر کوئی تکمیل کرنا ناظرین کی عجل سلیم اور پاکیزہ نہاد کی صریح توجیہ نہیں ہے اس لئے اس سے احرار اذکر نہیں ہیں البتہ اتنا ضرور کیوں گے کہ نہ ہے باش..... پیش پاو۔

ص ۱۳۲ اپر علامہ نے پہلے سب کے محتی لکھتے ہیں اس کے بعد اس کے متعلق تجھید اور پھر امیر معادیہ کو صحابی رسول ثابت کرتے ہوئے ان کو ان احادیث کے حکم سے لکھنے کی کوشش کی ہے جو

سب کے متعلق دارو ہوئی ہیں اگرچہ انھوں نے سب کے معنی کیلئے خیرالمداری شرح صحیح بخاری پر استدلال فرمائے تھیں بلکہ فرمائی ہے اس لئے کہ جو مبارت انھوں نے لکھی ہے اس سے وہ نتیجہ برآئیں ہوتا جس کو وہ خوش فرمادے ہے یہ ملاحظہ ہے مبارت

”معاذ اللہ کہ اینجا در حملہ نسبت علی و عیام مراد دشتم باشد“

حاشا جنا بهم ساختا مخابهم با کہ سخنهای درشت و سخت و طفر

بودز“

اس مبارت نے سب کے معمول معانی میں کوئی تحریر تبدل نہیں کیا ہے بلکہ اس خاص موقع کیلئے سب کے معانی کو محدود کر دیا ہے جس کو لفظ ”اینجما“ واضح کرتا ہے مگر با این ہر چونکہ موجودہ بحث پر معانی کے محدود غیر محدود ہو جانے سے کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے ہم اس لفظ کے حقیقی معانی و معنوں پر کوئی بحث کرنا ضروری نہیں کیجئے اصل مسئلہ صرف اتنا ہے کہ امیر معاویہ کو ان احادیث کی وعید میں آتے ہیں یا نہیں۔ امیر معاویہ کو ان احادیث کی وعید سے بچانے کیلئے علماء مختلف تدریج انتیار کے پیش سب سے پہلے اس معاملے میں بھی امیر معاویہ ہے۔ اس فلی کی تقدیر کو لفظ لسان کے اصول کے ماتحت روکا چاہا ہے اس کے بعد ان احادیث (متعلق پر سب) کے متعلق تاویل پیش فرمائی ہے کہ ان کا اطلاق صحابہ پر نہیں ہوتا آگے یہ بڑھ کر اس ثبوت پر نظر ڈالی ہے کہ جو امیر معاویہ کے خلاف اسی معاملہ میں موجود ہے اور سلمی روایت کی تاویل فرمائے کے بعد پاہنچی ثبوت کو یہ کہ کردہ فرمایا ہے کہ ایسا ثبوت آپ کی جلالت قد رکو کیجئے ہوئے یقیناً اعتبار سے ساقط ہے اسی ۱۳۹۹ھ ان چیزوں کو فراز و انتظارین کے سامنے پیش کئے جیسے ہیں تاکہ ناظرین کو بھی اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ ان میں سے کوئی چیز امیر معاویہ کو ان احادیث (متعلق پر سب) کی وعید سے بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

(۱) ۱۳۹۹ھ ۱۳۵۵امیر معاویہ صاحبی تھے اور کاف لسان کے اصول کے ماتحت ان کے سب کرنے پر تقدیر کرنا چاہئے۔

اس متصدی کے لئے علماء نے پھر عدیۃ الطائفیں و معاونت محرقد اور سخاۓ قاضی عیاش کی پچھے عبارتوں کو لفظ فرمائے کی وجہت گوار فرمائی ہے مگر اس موقع پر بھی علماء نے اس امر کو نظر انداز

میں امیر معاویہ کو دردستی لانے کی کوشش نہ فرمائی ہوتی تو آج اس حقیقی عالم کی اس تادیل پر استدلال کرنے کی انہیں ضرورت نہ پڑتی۔

درست مقولہ جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے وہ شیخ تاج الدین عطاء اللہ کے مقولہ سے مارکھا ہے جس کو انہوں نے حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے "آنحضرت صلم کو ہر حرم کی جملیات پیش آئی تھیں بعض جملیات میں آپؐ کے سامنے تمام امت پیش ہوئی ان میں وہ بھی تھے جو سب اصحاب میں منہک و مشغول تھے۔ آپؐ نے ان کو خطاب کر کے لا تسموا اصحابی فرمایا تھا" قطع نظر اس امر کے کرشم تاج الدین عطاء اللہ کی شخصیت ایسی ہے یا انہیں کہاں کا یہ مقولہ جو قرار دیا جائے کہ ہم خود انھیں الفاظ کی طرف علاس کی توجہ بندول کرتے ہیں جس میں انہوں نے اس کو ادا فرمایا ہے اس مقولہ کی اہمیت کو سمجھنے کیلئے تمام امت اور ان میں وہ بھی تھے "اور ان کو" کے الفاظ کو خیال میں رکھنا ضروری ہے تمام امت کے الفاظ صحابہ اور غیر صحابہ کو شامل ہیں (طاہر ہو ۳۲۳) فصل الخطاب (الم نقو بائی الفضل هذه الامامة الخ) اس لئے یہ بحث نہیں کی جاسکتی کہ اس جملی میں صحابہ آنحضرت صلم کے سامنے موجود تھے اب یہ دیکھنا ہے کہ الفاظ ان میں وہ بھی تھے اور "اگلو" اپنے معانی سے گروہ صحابہ کو علیحدہ کر دینے میں کوئی مدد و سنبھلی ہے اور ان نہیں چہاں تک موجودہ عبارت کا حل ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ (ان میں وہ بھی تھے اور ان کو) بھی تمام امت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان الفاظ میں بھی صحابہ کو سیاق و ساق عبارت کی وجہ سے شریک مانا ضروری ہو جائے گا تب یہ نئے گا کرشم تاج الدین کے مقولہ کو ملتی ہے واقعیت سمجھنے سے امیر معاویہ کا ایک پیغام تحریر الدین اور دیگر صحابہ پر ایک شخصی الزام عائد ہو جائے گا اگر تمام امت کے الفاظ میں صحابہ شریک نہ ہوتے تو البتہ علامہ اس مقولہ سے یہ تبید نکالتے کہ امیر معاویہ صحابی ہیں اور اس مقولہ سے صحابہ اس گروہ سے جو سب میں مشغول تھا علیحدہ کر لئے گئے ہیں اس لئے امیر معاویہ کی طرف سمت کو منسوب کرنا درست نہیں جب تک علامہ تمام امت کے الفاظ کے کوئی جدید معانی وضع نہ فرمائیں کہ جس سے گروہ صحابہ تمام امت سے علیحدہ ہو جائے اس وقت تک یہ مقولہ علامہ کے مفید ہونے کے بجائے قطعی طور پر ان کیلئے حضرت رسول ہے۔

روایت مسلم:

ما منک ان تسب ابا تراب (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۶۸)

اس حدیث کے سختی طور نے ایک تاویل اور بھی پیش کی ہے اور اپنے استدلال کی تائید میں مجعع بخار الاؤار م ۸۲ کی عمارت کو پیش فرمایا ہے علامہ کاظم خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت سعد ابن ابی و قاسمؑ کو سبب جتاب اسی کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ صرف یہ سوال کیا تھا کہ تم کو سبب کرنے سے کون چیز مانع ہے۔ قبل اسکے کہ میں اس حدیث کے الفاظ کو ناظرین کے سامنے پیش کروں کہ ان میں اس تاویل کی کہانی تک مجبوج نہیں ہے۔ میں پہلے اس عمارت کو جوں ۱۴۹ پر بحوالہ مجعع بخار الاؤار لکھی گئی ہے و رکیے یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔ صاحب مجعع بخار الاؤار کے الفاظ خود اس امر کے مشرب ہیں کہ امیر معاویہ کا حضرت سعد ابن ابی و قاسمؑ کو حکم سبب دینا ممکن نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "ما منک ان تسب ابا تراب هذا لا يسلبكم امر معاویۃ بالسبب" (تحفہ کوس ہاتھ نے روکا کہ حضرت ابیر اب کی سبب کرے اس جملتے امیر معاویہ کا سبب کرنے کیلئے حکم کرنا لازم نہیں آتا) یعنی باتفاقاً و مگر اس امر کا احتال ممکن ہے کہ امیر معاویہ نے اسی حکم دیا اور چنانچہ لازمی تجویز بھی نہیں کھلا جاسکتا ہے۔ آگے بڑھ کر فرماتے ہیں "بل سوال عن سبب اعتقاده تورع او اجلال" (بلکہ سوال یہ ہے کہ سبب کرنے سے رکنے کا کیا سبب ہوا ایا تقویٰ ہے یا بزرگی کا خیال) علامہ نے ان الفاظ پر معلوم ہوتا ہے کہ ای تجویز بھی فرمائی اس لئے کہ اگر امیر معاویہ نے سبب کرنے کا حکم نہیں دیا تھا ای حضرت سعد ابن ابی و قاسمؑ نے سبب کرنے سے پرہیز نہیں کیا تھا تو اس سوال کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ خود سوال کھلا ہوا ثابت اس امر کا ہے کہ حضرت سعد بن ابی و قاسمؑ سے سبب جتاب اسی کی گئی تھی اور یہ باز پر عدم قبول حکم پر تھی۔ کیا علامہ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کو کوئی حکم نہ دیا جائے مگر پھر بھی اس سے یہ پوچھا جائے کہ تم کو کھلان بات کرنے میں کون سا امر بات رہا۔ ہر ذی میں ذی ذی ہوش آؤی کا اصول تو یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے ایک بات کیلئے حکم دیتا ہے اور عدم قبول پر اس کے متعلق وجود و اسباب دریافت کرتا ہے۔

اگر حضرت سعد بن ابی و قاسمؑ سے یہ باز پر عدم قبول حکم پر نہ کسی ہوتی تو وہ بھی اپنے اس فضل (عدم سبب) کیلئے وجود نہ پیش کرتے۔ (ملاحظہ ہو جواب حضرت سعد ابن ابی و قاسمؑ) بلکہ

صالح جواب یہ دیتے کہ تم نے مجھ سے سب کرنے کی کب فرمائش کی تھی جس کی قبول نہ کرنے کے وجوہ دریافت کرتے ہو۔ علامہ نے اس مسئلہ کے متعلق کوئی حقیقت کہا پہنچنے کیلیں فرمایا اور شان کو اس تاویل کی حقیقت شاہ عبدالعزیز صاحب کے ارشاد سے معلوم ہو جاتی اس لئے کہ امیر معاویہ کے افعال کیلئے اس قسم کی تاویلیں صد بیوں پیش کی جاتی ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی ایسا ہی سوال تھا جس کے جواب کا ضروری حصہ ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

”لقط حديث در مسلم و ترمذی این است کہ معاویہ بن ابی سفیان

سعد ابن ابی وقار را گفت : ما منعک ان تسب ابا تراب بعضی

جوانب الاراذن معاویہ بن ابی سفیان این لفظ را تاویل می کہند“

اس کے بعد شاہ صاحب نے تاویل اور اس کے صحیح نہ ہونے کے وجہ لکھتے ہیں اور اپنا فیصل حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔

”بلکہ بہتر ہمین است کہ این لقط را بر ظاهرش جاری باید داشت نہایت کار آنکہ ارتکاب این فعل شنیع یعنی سبب یا امر سبب از معاویہ بن ابی سفیان لازم خواهد آمد چہ مرتبہ سبب کمتر از قتل و قتال است لما روی فی الحديث الصحیح سباب الذم من فسوق و قتاله کفر. و هر گاه قتال و امر بالقتل بقینی الصدرور است از آن گزیر معکن نیست بالحملہ اصلاح ہمین است کہ وی را منکب کبیرہ باید دانست“ (ص ۱۲۰ فتاویٰ جلد اول)

اب میں ناظرین کے سامنے مسلم اور ترمذی کی حدیثیں معاون کے ترجیح کے پیش کیتے جاتے ہوں۔ جن سے ناظرین کو خود اس امر کا احساس ہو جائے گا کہ الفاظ حدیث علامہ کو اس تاویل کی اپیازت نہیں رہیے۔ اس لئے کہ حضرت سعد ابن ابی وقار نے کام پیش جواب میں وہ امور پیش کرنا کہ جن کی وجہ سے وہ اس امر شنیع سے باز رہے مکمل ہوئی دلیل ان کے تاویل کے بطلان کی ہے۔

عن سعد بن ابی وقار ان معاویۃ امروہ سعد ابن ابی وقار سے مردی ہے کہ معاویۃ فقول نہ ما یمنعک ان تسب ابا تراب ان سے کہا کہم الیہ تراب پر سبب کیوں نہیں غقال اما ذکر کرت ثلثا قالہن رسول کرتے۔ سعد نے کہا کہ کیا میں نے تم سے ان

الله صلی اللہ علیہ وسلم فلن اسہ لان
یکون لی واحدہ منهن احبابی من
حضر النعم سمعت من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خلقہ میں بعض
مغازیہ فقال له يا رسول اللہ خلقتی
مع النساء والصبيان فقال له رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم اما نرضی
ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى
الا انه لا نبی بعدی و سمعته يقول
يوم خیر لاعطین لرأیة خدا رجلًا يحب
الله و رسوله فطاولنا فقال دعوا علينا
فاتی به ارمد بصدق فی عنیہ و دفع
الرأیة فی تعالو ندع ایماننا و ایمانکم و
نسائنا و نسانکم و انفسنا و الفسکم
فدعار رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
علیاً و فاطمة و حسناء حسیناً فقال
اللهم هؤلاء اهل بيتي اخرجه احمد
و الترمذی و النساء

تمن ہاتوں کا ذکر نہیں کیا کہ جن کو آنحضرت
نے فرمایا ہے میں ان پر ہر گزست نہیں کر سکتا کیونکہ
ان میں سے اگر ایک بات بھی مجھے ماضی ہوئی
سیرے لئے وہ سرخ اورٹ سے زائد بہتر ہوتی
میں نے آنحضرت سے نا اس وقت جب آپ
نے بعض غزادوں میں ملی گواستھ بیانے سے
چھوڑا تھا انہوں نے آنحضرت سے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ مجھ کو عورتوں اور لڑکوں میں
چھوڑے جاتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کیا
تم اس سے راضی نہیں ہو کر سیرے لئے بکھر لے
ہارون کے جو موئی کیلئے تھے۔ لیکن بخت سیرے
بعد نہیں اور میں نے خیر کے روز آپ کو
فرماتے ہوئے نہ کہ کہ میں ایسے شخص کو علم
دوں گا جو محبت اللہ و رسول ہے ہم لوگ متوجہ
ہوئے آنحضرت نے فرمایا علی کو جا کر وہ بحالت
آشوبی چشم حاضر ہوئے آپ نے اپنا الحساب
وہ کیا اور علم ان کو دیا خدا نے ان کو سچ دی۔ اور
جب یہ آئت (میبلدہ) مازل ہوئی کہہ دوائے
محب بھکرا کرنے والوں سے کہ ہم اپنے لڑکوں
کے ساتھ اور تم اپنے لڑکوں کے ساتھ ہم اپنی
عورتوں کے ساتھ تم اپنی عورتوں کے ساتھ ہم
اپنی جان کے ساتھ تم اپنی جان کے ساتھ اور پھر
آنحضرت نے حضرت علیؓ و فاطمۃ و حضرات

حسین کو بیلکر فرمایا خداوند ای پیر میرے الحبیت
ہیں۔ اس حدیث کی تجزیہ کام احمد اور مسلم اور
ترمذی اورنسائی نے کی)

علام کو جب حدیثوں کی تاویل سے فرصت ملی تو تاریخ کا نمبر آیا تاریخی ثبوت کو جس وجہ سے
انھوں نے رو فرمایا ہے وہ بھی تکمیل داد طلب نہیں۔ فرماتے ہیں: ”اب رہ گئی امیر معاویہ کا نمبر پر
سبت کرنا تاریخوں کے حوالے سے ہے جو آپ کی جلالت قدر کو دیکھتے ہوئے یقینی اعتبار سے مراقب
ہے“ تاریخی ثبوت کو جس بناء پر علماء نے رو فرمایا ہے وہ بھی ان کے اچھا رکا تیجہ معلوم ہوتا ہے اس لئے
کہ حدیث کے مقابل صرف تاریخی ثبوت اگر دیکھا جائے تو مقابل توجہ ہو سکتا ہے مگر بالآخر کو دلیل کے
بھروسہ جلالت قدر کی وجہ سے مسلم تاریخی ثبوت کو رد کرنے کا ذریل ہی ان کے سوا ارکی کے دو مالیں
نہیں آیا۔ علماء نے تاریخی ثبوت کو اس قدر بروج و پچر سمجھتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور دیگر علماء
اس کو اس قدر و قیع سمجھتے ہیں کہ وہ حدیث کے موضوع اور غیر موضوع ہونے کا فیصلہ اسی تاریخی
ثبت سے کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز ”عالاناق“ کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

”باید دانست کہ علامت وضع حدیث و کذب راوی چند چیز است

اول آنکہ مخالف تاریخ مشہور رواہت کند“ (ص ۲۲)

دوسری بات اس مسئلہ میں دیکھنے کے قابل یہ ہے کہ تاریخی ثبوت جس بناء پر دیکھا جا رہا ہے
اس کی خود کیا کیفیت ہے (یعنی جلالت قدر امیر معاویہ) وہ بھی پاپیے ثبوت تک پہنچتی ہے یا نہیں۔
صحابہ کی جلالت قدر معلوم کرنے کے دونوں طریقہ ہو سکتے ہیں اول یہ کہ جلالت قدر کلام اُنکی سے
ماخذ ہو یا احادیث نبوی اس کے شاہد ہاول ہوں۔ جہاں تک امیر معاویہ کی جلالت قدر کا تعلق ہے
سیدنوں پیغمبر یہی خاصوں ہیں۔ کلام اللہ میں کوئی نص امیر معاویہ کی جلالت قدر کے تعلق موجود
نہیں (ملاحظہ ہو سر انجیل شاہ عبدالعزیز) اور ان کے فھائل و مناقب کی کوئی حدیث پاپیے صحیح و
اعتبار کوئی نہیں پیدا ہے۔

”در باب فضائل معاویہ حدیثی صحیح نشد“ (شرح سفر المساعدت و
صحیح صادق شرح منار صلا نظام النہیں فرنگی مجلی) ”معاویہ را ہمین بس

امست کہ سر پسر نجات یابد او را مناقب کجھا۔ (ترجمہ متفوٰہ امام
سالمی)

میں اس بحث پر تفصیل سے بحث کر دیکھا ہوں اور اسی ماتحت ملاحظہ ہوں۔ علامہ نے جلالت قادر کے
القاظ اللہ کرتار بھی ثبوت کو رد فرمائے کی کیوں کوشش فرمائی۔ بھی صاف کیوں نہ فرمادیا کہ ان کی
راسے اور تحریر کے مقابلہ میں تاریخی ثبوت کی کوئی وقعت نہیں یہ بات بھی لفظ سے خالی نہیں کہ
علامہ اس بحث میں تاریخی ثبوت کو رد تو فرمائے چیز گراہی چیز کا (جس کیلئے تاریخی ثبوت رد کیا گیا)
ہے اقبال خود بھی فرماتے ہیں ملاحظہ ہو کہ میں ۱۳۸۶ پر فرماتے ہیں ہالخن ہانے درشت و استھان کرنا
قرین قیاس ہے۔ بہر کیف حضرت علی اور معادیہ میں بد گولی ضرور ہوئی ہو گی۔ کیوں کہ ایسا نہ ہوتا
ایک حال عادی میں سے ہے بالخصوص جب کہ یا تم جگ و جدال کامیدان گرم ہے، کیا علامہ کے
نزدیک ان کی اتنی تحریر بھی امیر معادیہ کے جم کے ثبوت کیلئے کافی نہیں۔ اسلئے کہ ان کے مقولہ کے
مطابق سب تھن ہانے درشت کو کہتے ہیں (ملاحظہ ہوں ۱۳۸۳ نصل الخاتم) اور امیر معادیہ کا تھن ہانے
درشت استھان کرنا علامہ کے نزدیک بھی بعد از قیاس بھی معلوم ہوتا۔ پھر وہ امیر معادیہ کے سب
میں مشغول رہنے کو کیوں بعد از قیاس تصور کرتے ہیں ان کو بحثِ الیت بیتِ الہمڑ سے ہے اس کا
ٹھنی ثبوت اسی صورت میں بھی ملتا ہے چنانچہ جناب امیر کی وفاتِ القدس پر رoshni ڈالنے کیلئے ٹھن
البلاغ نہ تکہ سے مدد لینے میں گریز نہیں کی گئی۔ گری مصطفیٰ اہل سنت والجماعت دعا کے وہ اقوال
جن سے ٹھنی البلاغ کی اس لائیخی عمارت کی ترویج ہوتی ہے بالقصد نظر انداز کر دی گئی کہ جو اس
اتھاہی کی خلیت سے ترویج کرتے ہیں ملاحظہ ہوں امیر اور ترجمہ ائمہ ائمہ خلدوں۔

میں ۱۵۲ کے آخر میں علامہ نے کچھ اشعار درج فرمائے ہیں۔ شاعر کا ثبوت تو علامہ تفصیل
الخطاب کے ہر صفحہ اور صطرے پر چل کر چکے تھے۔ نظم کامیدان رہا جاتا تھا۔ کتاب کے فتح پر اس کی
پامالی کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ اشعار درج فرمائے اس کی کوئی پورا کردیا جو اشعار کہ علامہ نے
چل فرمائے ہیں وہ علامہ اسی طبع مسودہ کا تجویز معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ کسی اور کوئی ایسی نازک
اور یا کیز بندش سے سر ہونا محال معلوم ہوتا ہے۔ کیا علامہ کشا نثر بامکال ہونے میں کسی کو ٹکک رہیہ
کی ٹھنیا کش تھی جو ان کو ان اشعار کے ذریعہ سے اپنے اس کمال کا اٹھا کر تباہ کرنا پڑا اعلامہ نے یہ تکلیف

ناحق کی خود اون کا شخص ان کی شاعری کا بہترین و مکمل ثبوت ہے میدان نظم جس حد تک ان کی بلند پروازی رخصت چلیں، پا کیزہ بندھوں اور بر گلخ حادروں کی داد دینے سے عاری ہے۔ اس کی فریاد ہر کس و ناکس کے کان تک ہوئی بھی ہے اس کتاب میں علامہ شاعری کے پے بھی مٹھ تھوڑا اگر بندھیں فرماتے تو زیادہ مناسب تھامن اجات کی اگر ضرورت تھی تو اسے بھی شرمنی ادا فرمادیتے جن حقائق کا اکھار علامہ نے ان اشعار میں کیا ہے ان کیلئے تو نثری کے بھک حدود کافی تھے علامہ نے اس محاکمہ "شعر گفتہ بھے ضرور" کے مقابلہ کو بھی بھیش نظر نہیں رکھا۔ ہبہ تورع اشعار کی حیثیت و حالت جو کچھ بھی ہوان سے علامہ کی واقفیت اور کمال پر جو روشی پڑتی ہے اس پر توجہ کرنا بھی علامہ کے نزدیک ان کی توجیہ ہو گئی، اس لئے ضرورت کے وقت میں بھی علامہ کی ابازت سے ان میں سے بعض اشعار سے قائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا بھک اس خیال سے کہ ناظرین علامہ کے اس کمال سے ناداقف نہ رہیں میں ایک شرار درد ایک بکڑے اس موقع پر بھیش کئے دھا ہوں۔ ہر ایک شعر کی خوبی پر مفصل تقدیر کی نہ اس مختصر کتاب میں گنجائش ہے اور نہ کسی میں اتنی قوت کہ اس یار کا متحمل ہو سکے لاماحہ ہو کر علامہ نے اپنی ذاتی حیثیت پر کس قدر معمول رہتی ذاتی ہے فرماتے ہیں: میں بد اخلاق بدواہل پر کردار بد اعمال سرپا میں گز ہوں بیری ہے حصیانی اس سے بہتر اور واضح طریقہ سے شاید کسی شاعر نے اپنی حقیقت کا اکشاف نہ کیا ہو گا دوسرے صورجہ میں جو نمرت پہاڑ ہے اس پر کچھ لکھتا مذاق سیم کا سٹھنکہ الٹا ٹا ہے۔ بد احوال، حصیانی زندگی، احسانی بندے، نور ایمانی، باغ رضوانی کے تراکیب بھی اپنی نمرت و لکھنی میں اپنے اپنے نکتھر ہیں۔

مناجات کے خاتمہ پر علامہ نے تذییب کے پردہ میں اپنے اس روپہ دنی کو جو انہوں نے فصل الخطاب میں صرف کی ہے حق پرستی و اکھار حقیقت کے نام سے موسم کرنے کی ایک بہل کوشش فرمائی ہے علامہ لکھتے ہیں کہ زن، زر، زمین خالقات کی بنیاد ہوتے ہیں اور چونکہ ان کے اور حضرت مؤلف احسن الانتساب کے درمیاں ان میں سے کوئی چیز سلسلہ ہناباں نہیں اس لئے علامہ کی تحریر لازمی طور پر ان کے مقولہ کے مطابق حق پرستی و اکھار حقیقت پوتی ہے۔ معلوم نہیں علامہ نے زن، زر، زمین کے الفاظ کو ان کے اصلی معانی میں استعمال فرمایا ہے یا اپنی ضرورت سے ان الفاظ

کے معانی کو بھی کسی مدد و دائرہ میں مقید فرما دیا ہے۔ کیا علامہ کی نظر سے حدیث نبوی 'الا من وصلني و صله الله و من قطعني قطعه الله'(۱) کتب احادیث میں نہیں گذری یا گزری، مگر قائل توجہ نہیں معلوم ہوئی حضرت مولف احسن الاتخاب سے یہ ترک قلعہ کر کسی قسم کا کوئی واسطہ و خوش نہیں کیا علامہ کے نزدیک ان کو اس حدیث کو دعید میں لائے کیلئے کافی نہیں۔ علامہ نے زن۔ زر، زمین کے مختلف قوای میانکی پیش کی مگر یہ امر بخوبی گئے کہ ان سب سے بڑھ کر وجہ خلافت وہ رنگ و حسد ہوتا ہے کہ جو اپنے کسی معاصر کے تقویٰ پر مانگیر ہوا کرتا ہے زن۔ زر، زمین کی وجہ سے جو خلافت پیدا ہوتی ہے وہ اسب کے نایود ہو جانے سے مت بھی جایا کرتی ہے۔ مگر اس رنگ و حسد کی آگ تو کچھ اسکی تھی ہے کہ بجا تھیں بھتی۔ تمام رنگی اس قلیٰ پر خاش کے نزد ہوتی سے اور پھر بھی سکون سے انسان مختلف مزدوں دور رہتا ہے تھیں وہ خلش ہے کہ جو قلب سے کسی طرح نہیں تھی۔ مختلف طریقوں سے اس کا انتہاء ہوا کرتا ہے جو خود حاسد کے نزدیک بالکل پریب معلوم ہوئی مگر جس سے ہر ذی لمب آدمی اصلی راز خلش کا پتہ پا جاتا ہے "استغفر الله المستعان" ہے من حسد پسند باب الانصاف و بیرون عن جمیل الاوصاف"(۲)، ملاحظہ ہو کہ علامہ نے اپنی اس خلش کو کیسے خاص صورت اور شاندار لفاظ میں پیش کرنے کی رحمت فرمائی ہے "جسکے لوگوں نے مشاہدہ پر توجہ دلائی اور جب میں نے کتاب نہ ہونے کا خدر کیا تو کتاب بھی بعض احباب نے فراہم کر دی"۔

ایک طرف تو علامہ اس امر کے ماقریچ کو مغلوب طبیعت کو نادہست ضعیفہ الایمان ہیں اور ان کی رائے قابل اعتماد نہیں اور دوسری طرف احباب کی فرمائش سے مجبور ہو کہ کتاب تکفیر پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ دو قوی خالف چیزیں بھروسہ رنگ و حسد کے جس سے حاسد مجبور ہوا کرتے ہیں اور کسی طریقہ سے بھی بناہی جاسکتی ہیں۔

۱۵۹۱۵۷ء میں علامہ کی رائے کے اعتماد کیلئے وقف فرمائے ہیں ان حضرات کی مانے جس طرح علامہ نے حاصل فرمائی ہے وہ اگر راوی کی روایت قابل اعتماد مانی جائے تو

۱۔ گاؤہ جس۔ ۲۔ بمحکوم طبیعت ایمان کو نادہست اور جس نے بمحکوم طبیعت کیا ایمان کو قطع کر دے۔

۲۔ افسوس سے استغفار کرنا بخوبی اور بخوبی ایمان کیا جائے اور ایمان کو دار کر دے اور ایمان اور مسافر دو کر دے۔

ہرگز مسخن کئے جانے کے قابل نہیں ہو سکتی ہبہ نوع اس امیر پر کہ یہ رائے میں کس طرح حاصل کی گئی ہیں وقت ضائع کرنا غصوں ہے۔ البتہ میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اب یہ قریب وہ طریقہ جو یا یے حق کو احصیت و حقیقت کی صحیح و اطمینان سے روکنے کیلئے تھامنا کافی ہے۔ علامہ نے اس معاملہ میں اس امر کو بالکل نظر انداز فرمادیا کہ یا کار و تجیہ خیز چیز قلمی ہاتھ ہے۔ جس شخص نے اسلامی تاریخ کی اونی ورق گروائی بھی کی ہے وہ بھی اس امر سے واقف ہے کہ تاریخ اسلام کا ایک دور وہ تھا کہ جس میں معنوی گرچاہی سے لمبیز الفاظ سے لوگوں نے بڑے سے بڑے انتقالات صفحات تاریخ میں پیدا کر دیے اور ایک دور یہ ہے کہ الفاظ اُگر چہ ہیں ہیں گرچیہ اتنا عظیم الشان تو در کار اس کا اعشر عصیر بھی پیدا نہیں ہوتا۔ وجہ ظاہر ہے کہ کہنے والوں کی حیثیت و حالت نے الفاظ کو بالکل بے جان بنادیا ہے حقیقت میں کواعلان و نمائش سے کوئی تعلق نہ تھا ان کے ترکیہ نفس و اخلاق و تصنیف، تکب نے ان کو ہرست صدق و راستی بنا دیا تھا اور ان کی زبان اور ان کے الفاظ ان کے حقیقی احساس و تاثر سے متاثر و لمبیز ہوا کرتے تھے اور سننے والے اسی راستی و صداقت سے متاثر و مظلوم ہو کر گردان فلم کر دیا کرتے تھے موجودہ دور کے حضرات میں یہ چیز (صدق و صفا) تا در الوجود ہے اب اعلان و نمائش نے صدق و راستی کی جگہ حاصل کر لی ہے اسلاف کے طریقہ کی متابعت ترقی تقدیم و ترقی تمدن کے مناسی بھی جاتی ہے ترکیہ نفس و اخلاق و تصنیف، قلب و روح کو جاہلیت کی یا رگار سے زاند و قیع نہیں سمجھا جاتا۔ ہرست کوشش اور توجیہ لیڈر بننے کی کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات میں ”ورثة الانبياء اور اصحابین فی العلم“ کی شان و بیفت متفق و ہو گئی ہے ایسے حضرات کیلئے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کا لیڈر و روفیار بر بنانے کے مناسی ہیں زیادہ مناسب یہ ہے کہ پہلے خود اپنے اخلاق و اعمال کا احساس کریں اور اپنے قول کو اپنی حالت کو موالیٰ ہنزا میں اور بجاۓ قائل کے اپنا حال پیش کریں کہ دنیا خود سچائی اور حقیقت سے متاثر ہو کر ان کی تکمیل پر آمادہ ہو جائے اخلاص کی کی کا نتیجہ یہ ہے کہ قلوب متاثر نہیں ہوتے اور بجاۓ برکت و تاثر پیدا ہونے کے بعد وہ تھریز ہتا جاتا ہے۔

حالہ شرع عرب است کہ ارباب صلاح در عمارت گری گنبد دستار خود اند علامہ نے خاتمه کتاب پر جن علاوے کرام کی رائے اپنی تائیہ میں پیش فرمائی ہے ان کی بھوئی تعداد سات تک یہ وہی ہے ان لوگوں کی رائے کی ان حضرات کے مقابلہ میں جو حضرت

مؤلف احسن الاتخاب کی رائے کے ہمراں موافق اور موبہر تین کیا وقت ہے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کے حوالہ ہے۔ قل اس کے کہ میں ان حضرات کے امامتے گرائی درج کروں کہ حضرت مؤلف احسن الاتخاب کے ہم نوازیں، بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں علامہ کی جیش کردہ تحریروں پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لوں ان ساتھ حضرات میں سے صرف دوسرا جو نے کتاب کا حوالہ دیتے کی وجہ گواہ فرمائی ہے۔ میں انھیں دوسرا جو نے کی صحیح حیثیت کو ناظرین کے سامنے پیش کئے رہا ہوں اس سے ناظرین کو مصلحتی حقیقت کا پہنچا جانے کا اور وہ آسانی سے اس امر پر بھی سکیں گے کہ جب ان دو تحریروں کی یہ کیفیت ہے تو اور بقیہ پانچ را کیس جن میں کسی کتاب کا حوالہ بھی درج نہیں کس حد تک قابل قول و مل ہیں۔

سب سے پہلے علامہ مولوی محمد فتحی صاحب مفتی دارالعلوم: یونیورسٹی کی رائے درج فرمائی ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے اپنی رائے ایک طویل عمارت کی صورت میں پیش فرمائی ہے اور اس کے بعد اپنی رائے کو شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک تحریر اور ایک حدیث سے مذکور فرمایا ہے۔ مفتی صاحب موصوف کی رائے کہاں تک صحیح ہے اس کا نامازہ خود ان کی تحریر سے وجہاتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب موصوف نے مسئلہ کے حلقات واقعی خود و خوض نہیں فرمایا۔ جو عمارت خیال میں آئی اس کو درج فرمادیا اور اس کی کوئی گلزاری نہیں کی جدید شریف اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر جس پر وہ استدلال فرماتے ہیں ان کی رائے کی وہ بیداری ہے یا نہیں۔ مفتی صاحب موصوف نے اگر ذرا بھی باتاں سے کامیاب ہوتا تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے وہ مطلب قطعاً اسے آئندگی ہوتا جس کے وہ مدھی ہیں شاہ صاحب نے صاحب کے لفظ سے قل سبق کا لفظ بالقصد اسی ارادہ سے استعمال فرمایا تھا کہ ان کی عمارت کا اطلاق ایسے موافق پڑت کیا جائے جس کے مفتی صاحب مفتی ہیں۔ سلف کے محتی مخت میں جوش بیکاں کے ہیں اس لئے جب صحابہ کے ساتھ سلف کا لفظ استعمال ہو گا تو اس سے مراد حنفیتین صحابہ ہوں گے اور متاخرین اس عمارت کی حد سے قطعاً ملیدہ ہو جائیں گے۔ سیاق عمارت سے بھی صاف صاف اسی معنی و مفہوم کا پڑھ چلا ہے۔ اگر علامہ کی خاطر سے ایک معاویہ صحابہ کے گروہ میں شامل بھی کردئے جائیں تو بھی محکمات کی عمارت سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور مفتی صاحب کا محکمات کے اس معمولی عمارت کا مطلب بھی سے قاصر ہنا یا

بالقصد اس کا ناط اطلاق کرنے والے شمہر چدا کرتا ہے کہ مفتی صاحب کی اور بقیر رائے شایدی اسی قسم کے علاط استدلال کا تجھہ ہو۔ مفتی صاحب نے اگر مولا نام حفظہم و پور بندھی کے لکھنے نہیں مطبوع مطبع بھائی دہلی کے حسن (جس کا حوالہ تم اور میں ۱۳۲۰ء کی تقید کے سلسلہ میں دے پکے ہیں) کی عبارت ملاحظہ فرمائی ہوئی تو ان کو امیر معاویہ کی صحیح حیثیت سمجھنے میں بہت سچھ دل جاتی اور وہ صحیح میات کی عبارت پر ایسا ناط اسلامی استدلال نہ کرتے۔

مولانا محمد قاسم دیوبندی اخلاف یزید کے بارہ میں لکھتے ہیں:

”غایتہ ما فی الباب بحسب سوابیہائی پنهانی کہ داشت حسجو منافقان کہ در بیعت الرضوان شریک بودند و بوجه نفاق رضوان اللہ نصیب ایشان نہ شد“

اس کے پانچ چھ سطر کے بعد لکھتے ہیں۔

”و این طرف امیر معاویہ را از اجله صحابه نمی شماریم کہ به نسبت ترک افضل و اولی هم در این چنان امور معدتر ناخواهیم“

مفتی صاحب موصوف حدیث ”الله اللہ فی اصحابی لا تتحد و هم من بعدی غرضها لمن احیهم فیجی احیهم و من ابغضهم فیغضی ابغضهم“ (۱) تو درج فرمایی مگر شاید اس حدیث شریف کے معانی پر غور کرنے کا خیال نہیں آیا اور شاید اس ارشاد بھی صلم کے خلاف پر نظر رکھنے کی وجہ تو افرادی کا خری جملہ ”لمن احیهم فیجی احیهم و من ابغضهم فیغضی ابغضهم“ کا جعلی مفہوم و مطلب کیا ہے مفتی صاحب اگر اسی کے ساتھ حدیث شریف ”یا علی لایحک الا مؤمن و لایحضک الا منافق“ (۲) پیش نظر رکھنے تو شاید وہ اس حدیث سے ایسے موقع پر اپنی رائے کو مذکور رکھنے کی جگہ دل رکھنے اس لئے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے باطن کو اس حدیث کے تحت میں لانا خود حدیث شریف کی صریح وجہ ہے۔

دوسری رائے جو کتاب سے مأخذ علموم ہوتی ہے وہ فہرست پور رونگ کی گئی ہے۔ اس تحریر کی بنا ایسا لکھتے تو ایسا سے دوسرے کام اور جس سے اس سے لفڑی کامیاب ہو جائے باطن کے ان سے بخشن رکھا۔

میں تک لکھتے تو دوسرے کام اور جس سے اس سے لفڑی کامیاب ہو جائے باطن کے ان سے بخشن رکھا۔

۲۔ اسی لکھنے کے لئے کامیاب ہو جائے مگر جو اس سے لفڑی کامیاب ہو جائے مگر ملاجئ۔

شرح عقائد شیعی عالاستخاراتی کی وہ عبارت ہے جو ص ۱۵۹ پر کی گئی ہے۔ میں اس موقع پر منطقی صاحب کی توجہ اٹھیں مصنف صاحب کی دوسری تصحیف "شرح مقاصد" جلد دوم مطبوعہ مصروف ۳۰۶ کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا فیصلہ ہاظرین خود کر لیں کہ امیر معاویہ کی حالت کی صحیح ترجیح "شرح مقاصد" جلد دوم مطبوعہ مصروف ۳۰۶ کی عبارت سے ہوتی ہے یا اس عبارت سے کہ جو مشقی صاحب نے شرح عقائد شیعی کے حوالہ سے درج فرمائی ہے۔

قال و اما بعد ہم یعنی ان ما و قع بین
الصحابۃ من المحاربات و المشاجرات
ہوئے اور کتب تواریخ میں جس طرح لکھئے
ہوئے یہیں یا ثابتات کی روایت سے مردی ہیں
بظاہر وہ حالات اس امر پر والیں کہ بعض
(صحابہ) طریق حق سے بہت گئے اور حدظل
فتن پر بہت گئے اور اس کا باعث حقد و عناد
و حسد و بعض معلوم ہوتا ہے تیز طلب ملک و
ربا و طلاق و طلاقہ و طلاقہ و
ریاست و لذات و ثبوた کی خواہش بھی اس
لئے کہتے ہیں مخالفی مضمون ہو سکتا ہے اور نہ ہبڑہ
فتن جس نے آنحضرت کو دیکھا ہو، اچھا کہا
کہا جاسکتا ہے البتہ علمانے اصحاب رسول اللہ
کیسا تحریر ہو جا پئے حسن بن کے ان کی باتوں کی
تاویلیں کہیں اور اس طرف گئے کہ وہ ان
امور سے کہ جو باعث تعلیل و تفسین ہیں
اور یہ خیال ان کا کہار صحابہ خصوصاً مہاجرین
و انصار و بشرین بالجزیرہ کے حق میں اس لئے تھا
کہ مسلمانوں کے عقائد میں کبر ای و مگر ای و
شہید ای و مگر ان کے بعد ایں بیت نبی پر جو کچھ

قال و اما بعد ہم یعنی ان ما و قع بین
الصحابۃ من المحاربات و المشاجرات
علی الوجه المسطور فی کتب التواریخ
و المذکور علی السنة الثقة یدل بظاهره
على ان بعضهم قد حاد عن طریق الحق
و بلغ حدًاظلم والفسق و كان
الباعث له الحقد و العناد و الحسد
الدراء و طلاق الملک و الربا و
المیل الى الملاذات و المشهوارات اذ ليس
کل صحابی معصوماً ولا کل من لقى
النبي صلعم بالخير مرسوماً الا ان العلماء
لحسن ظنهم باصحاب رسول الله
صلعم ذکروا لها معامل و تاویلات
بها تلیق و ذہوا انهم محفوظون عما
یوجب التقلیل و التفسیق صوناً لعقائد
المسلمین عن الزیغ و الصلاة فی
حق کبار الصحابة سیما المهاجرین
منهم و الانصار و المبشرین بالثواب

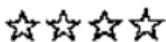
کچھ ٹلم ہوا وہ اس تدریخاً ہے کہ جس کو کوئی چھپا سکتا اور نہ اس میں کسی کو شہید کرنے یا رائے دینے کا حق ہے۔ وہ ایسی بات ہے جس اور حیوانات اور جمادات شبادت دینے ہیں اور آسان و زیمن اس پر روتے ہیں اور پھر اپنی جگہ سے بہت سے گئے اور پھر انہیں ہونگے ہیں اور ان لوگوں کی بدانہ بیشتر ہے وہی ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے خود ٹلم کیا ٹلم پر راضی ہو۔ یا اس میں کوشش کی۔ یہ کب عذاب آفرین نہایت سخت اور یا قی رہنے والا ہے۔

فی دارِ القرار و اما ما جرى ابعدهم من القلزم على اهل البيت النبي صلعم فمن الظهور بحث لا مجال لاخفاء و من الشناعة بحث لا اهتمام على الدلاء از تکاد تشهد به الحمد و العجماء و يبكي له من في الأرض و السماء و تهدى منه الجبال و تنسق الصخور و يبقى سوء عمله على كفر الشهور و من الدهور فلعلة الله على من باشر و رضي او سعى و لعذاب الآخرة اشد و ابقى.

علامہ تمتازی نے ہن الفاظ میں امیر معاویہ کے محابیہ اور اہل بیت نبوی صلعم پر ٹلم کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے۔ کیا اس کے بعد کوئی ذی ہبہ آدی اس پر جو ایک لمحہ بھی ہار کر سکا ہے کہ انہیں علماء تمتازی نے شرح عقائد نسخی کی عبارت سے امیر معاویہ کو بناہ دینے کی کوشش کی ہو گئی۔ صاف تجھ تو یہ نکلا ہے کہ ”شرح عقائد نسخی“ کی ہمارت میں علامہ تمتازی نے ویسے لفوس کوشال نہیں کیا جن کی واقعی حالت کا اظہار شرح مقاصد جلد دوم میں فرمائے تھے اور ”شرح عقائد نسخی“ کی یہ ہمارت جو ص ۱۵۹ پر درج کی گئی ہے صرف ان پریمی حضرات کے متعلق ہے جو ”شرح مقاصد“ کی ہمارت کی زد سے محفوظ ہیں۔ متفق صاحب موصوف تصویر کے ایک رخ کو پیش کرنے میں کہاں تک حساب تھے اور شرمناسی میں صرف ایک پہلو پر نظر ڈال کر نتوی و دینا کہاں تک قریں راتی و صداقت ہے۔ اس کا قیملہ کرنا خود مخفی صاحب اور ناظرین کا کام ہے۔ مجھے تو صرف یہ امر پیش کرنا تھا کہ اس حرم کی تحریریں قول قیصل و قول منصور بھی جانے کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ فتوی دینے والے حضرات نے اس مسئلہ پر بھی غور نہیں فرمایا کہ مشاہدات صحابہ کیمیں والے حضرات بھی علمائے جہلات ہتھے۔ انہوں نے اپنی تصنیف میں اس کا ذکر کیوں کیا اور ان پر

علماء نے مبتدع اور فاسق کے الفاظ کا اطلاق کیوں نہیں کیا۔ کیا ان لوگوں کے نزدیک وہ حضرات کہ جن کے امام اگر ایسی نہیں نے مس ۶۲۷ء درج کئے ہیں یا حضرت استاد الہند افلاطون الدین فرنگی محلی و مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب حدیث دہلوی ورشیدہ علیمین مولوی رشید الدین خاں دہلوی و مولوی حسن بخش علی کا کوروی و مولوی محمد قاسم دیوبندی و مولوی شاہ علیمین الدین ندوی اعظمی گڑھی و مولوی وحید الزمان خاں الخاطب بخاری وقاروار جنگ ترجم صحاح سنت وغیرہ وجہ العظیم جعین۔ جن کی ایجاد حضرت مؤلف احسن الاتخاب نے کی ہے مبتدع و فاسق یاد کرو اہل سنت والجماعت سے خارج کئے جانے کے سختی ہیں

گور مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد وای گور در پس امروز بود فردایں



ختمه

کتاب پرمحمد کو ناظرین سے اس بات کی مذہرات کرنا ہے کہ میں موجودہ کتاب میں اتنی تفصیل سے علامہ کی تحریر کی وادیں دے سکا جلتی کہ ضرورت تھی۔ بہر تو عجوب کچھ لکھ چکا ہوں اس کو پیش کر دیا ہوں اور جو کچھ باقی ہے اسے بھی انشاء اللہ جلد سے جلد ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی فکر کروں گا بہت سے مقامات پر ممکن ہے کہ میرے الفاظ ضرورت سے زائد پر زور ہو گئے ہوں اس کے متعلق مجھ کو صرف اتنا کہنا ہے کہ مجھ کو علامہ کی طرز تحریر نے اس بات پر مجبور کیا اور میری تحریر یہ تغیر الفاظ صرف ان کی تخلیق ہے اگر کوئی الزام عائد ہو سکتا ہے تو وہ علامہ کی طرز تحریر پر نہ وہ یہ طریقہ ذاتیات پر حملہ کرنے کا اختیار کرتے اور ز مجھ کو اس طرز تحریر سے ان کو یہ بتانے کی ضرورت لاحق ہوتی کر سمجھ تختید میں ذاتیات کے مسئلہ کو درمیان میں نہ لانا چاہے۔

یہ سب عرض کرنے کے بعد میں اس کتاب کو حضرت مولانا شاہ عبدالحیم اسی سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جونپور کے ایک قطع اور حضرت حافظ شیرازی کی ایک غزل پر شتم کرتا ہوں۔

قطعہ

چار بیان نبی میں آسی تعبیس نگئے ہر پار کی ہے
طلب راہ خدا میں لیکن عبودی حیدر کردار کی ہے



غزل

پیوسته در حمایت لطف الله باش
مگو کوہ تا بکوه منافق سیاه باش
چون احمدم شفیع بود روز رستمیز
آنرا که دوستی علی نیست کافر است
امروز زندہ ام بولایت تو یا علی ”
قیر امام هشتم سلطان دین رضا ”
دستت نعموسد که به چینی گلی ز شاخ
مرد خدا که زاها، تقوی طلب بود
خواهی سفید جامہ و خواهی سیاه باش
حافظ طریق بندگی شاه پیشه کن
وان گاه در طریق چو مردان راہ باش

ناظرین بالحکیم سے استدعا ہے کہ مطالعہ کتاب میں اگر کہیں کوہ کتابت پائیں تو مأخذات سے مقابلہ فرمائیں۔ اور بندہ عائز کو اسجاہ مطاعن نہ بنا کیں۔ مأخذات یا شر شائخ ہو چکے ہیں اور پہ آسانی حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ کوئی شخص خود تصنیف اعتراضات شروع کر دیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں دیکھا جا رہا ہے کیونکہ تضاد و خیر نہ اے اخلاق حق سبھے کوچھ اور د آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و الصلاوة و السلام على رسوله و نبيه صيد المرسلون و على آله واصحابه و ازواجه و اهل بيته و متبعهم باحسان الى يوم الدين . آمين .

قطعات تاریخ طبع کتاب رقص الحجاب

از مشی عبد الباری صاحب آشنا

کیا محبت تھی اس شخص کو ہم سمجھیں گے جس کو دربار علیؐ میں نہیں پایا ہم نے لاکھ سمجھاتے رہے لاکھ پایا ہم نے لیکن اس شوخ کو پردہ میں دکھایا ہم نے اس کے دروازہ پر یہ لکھ کے لکھایا ہم نے پھر لی اپنی نظر منورہ لکھایا ہم نے دل کو اپنے سبق صبر پڑھایا ہم نے دل کے سمجھانے کو یہ صراغ نہیں نے ہم بھی دق کر لیں بہت ناز دکھایا ہم نے تھے چھپایا نہ ہو ہمیا نہ گھٹایا ہم نے اہم سے چاند کے گھوڑے کو ہٹایا ہم نے ہاتھ ملے لگا جب زور دکھایا ہم نے اب نہ چھپیں گے اسے خوب ستایا ہم نے اسکو ثابت کیا اور لکھ کے دکھایا ہم نے اس کا گھر بھر جائے سونپا ہے خدا یا ہم نے اگر ہارئی نہ کی وقت گھٹایا ہم نے نور حق دوسرے اس بیت کو دکھایا ہم نے کوئی شر ما گھٹا ہر وہ جو دکھایا ہم نے

(روزگار)

صرف بھپتا بھی نہیں سامنے آتا بھی نہیں رعب کہتا ہے ہمارا وہ نہ تھا پردہ نہیں اب نہ کر پردہ کہ اور پردہ نہیں دیکھ لیا نہیں چند ہیں پردہ لکھائیں اس نے چھڑے کوئیں جب اس نکھی فصل الخطاب او یہ قم زندہ کند یار ہے دشائی چند چاہئے کچھ تو سراحد سے گذر جائے کی یہ کم د کاست لکھا حال علیؐ اعلیٰ یعنی اثبات حقیقت میں لکھی رقص حجاب شوق پیو کہ باس ساعد تکیں تھا اسے مصلحتیست کہ از پردہ بروں انقدر راز درود در غفل رہداں خبری نہیں کہیست غفر اللہ له کمہ کے دعا دیتے ہیں آشنا اس دل نازک پر یہ چوٹیں کب تک اللہ الحمد کہ اب چھپ گئی ہے رقص حجاب پھی نظریوں سے پڑگی جائے گی پوری تاریخ

از مولوی محمد عاصم صاحب قصیں

جاں فدا بام علی حیدر است قیس
کلک ولیش چو ذکر شہ بو را ب گفت
ہست از مقلدین نواصی سیر دلی
کوتہت و مثالب آن مسکاب گفت
اچر جزیل از پے ایوب احمد است
کو سر شان مرتضوی را جواب گفت
تاریخ طبع و نشر طلب شد جواب
یعنی چو ذو الفقار سر دشمنان پر پید
رشی چاب قاطع فصل خطاب گفت
(۱۹۰۶ء)



دیگر در ارد و بطور تقریباً

بادہ کوڑ پلا اے ساقی کوڑ مجھے آگئی تیری بہشت محل میں تازہ بہار
ہو مبارک تھو کو تیرا نونہال پا کیا ز
حضرت حافظ علی حیدر قلندر باو قار
جس نے سیرت میں اڑی لکھی کتاب بے بہا
جس کی شہرت کی صداسے گونج اٹھے شہر دریا
دوستوں (۱) کے دل کو جس نے کر دیا باغ بہشت
شمنوں کے سیدوں کو جس نے بیایا خاردار
ساتپ لونے حاصلوں کے دل پاس کو دیکھ کر
ذہر چھکا جسم ایمانی میں ترپے بے قرار
سلکیاں بن چائے (۲) جس کی طعن میں آب حیات
اس کو کیا کہنے بیجو بد بخت برہم روزگار

جب تری مدحت نہ زیر طلق اتری و-تہار
 مقدارے الٰی مت پر کئے ہیں جس میں وار
 کیا گلہ گر معنی آیات ہدلے بے شمار
 کیا گلہ گر چھوٹی تہرت رفض کی دی ہار بار
 کیا گلہ گر صدق کو ملیں کہتا ہے مخوار
 کیا گلہ گر کچھ کے کچھ دکھائے اس سے دعوات
 الٰی حق پر حریث باطل سے کرنا چھپ کے وار
 روشنہ ہیماں میں ڈالیں گھیاں و-مُن ہزار
 تیری بخشش کے ندا اے رحمت پر درودگار
 کر دیا جس کے فدائے آل راحصاں کیاڑ
 قاش پر وہ کر دیا باقی نہ رکھا ایک نار
 پڑھ کے مکاروں کو آجائے گا سرسری بخار
 ایسے خس نہ کر کھانے پھول چکائے اہار
 طبع موزوں قیس گرچھی نہ ہو بے اختیار
 حق نے حق کو مرحمت فرمائی فتح آنکھار
 تیرا کیا منحہ بیاز بان کیا عقل کیا ہوش و قرار
 اے دل آگاہ پہلو سے نکل کر دے صدا
 لا فتن لا علی لا سيف لا ذوالنقار

(۱۹۷۵ء - ۱۹۷۶ء)

از مولوی امیر علی صاحب درود

یہ نوح جو ہے آپ کے سامنے ہوا اس سے ہر واقعہ بے خطا
 ہرئے دور شہرات جتنے بھی تھے مؤلف نے لکھی وہ نادر کتاب
 ملیں ہے معقول و معلقول سے انہی جانچنے شک اگر ہو جناب
 ہوئی دور تاریخی جمل سب جنی چورہ علم سے جب خطا
 ہرئے لا جواب اس کو سن کر خلاف ادھر کچا چھٹا کھلا اور اور
 خیالات میں آگیا انقلاب عیاں ہوئی اس سے راو مواب
 بر اک صفحہ ہے صاف خوشخط صحیح
 لکھائی چھپائی بھی ہے لا جواب
 کہیں من گزہت و نہیں ہیں جناب
 خالوں سے معلوم ہو جائے کا
 مل کتابوں سے ہے اکتاب
 اگر یہیک الفاظ کی ہے انگی
 ہے اس کی حقیقت یہ خود کہہ رہی
 خیالات برحق ہے اس کا خطاب
 کہا درد ہاتھ نے یہ سال طی
 مصرح چھپا خوب رثی الحجاب
 (۱۹۷۰ء)



از مولوی اصطفیٰ علی صاحب

رثی الحجاب حق نما جس میں ہے شان مقداری اک قلت ہے جس سے ملی سب خود روکی خود سری
 جو قدر پر لوگ تھے وہ خوف سے چراگئے کی مددوں کے ظلم کی اس سیف نے پرداہ دری
 جس وقت آپ و تاب سے شائع ہوئی ہے یہ کتاب
 میں نے کیا اس سے خطاب آکر الفقار حیدری
 (۱۹۷۰ء)

از مشی حیدر حسن صاحب نقش

سچین بھرپور کے ذمہ رفع حجاب معنی حکم رسول اللہ
حش پر خاک کھینچ پڑتی ہے بات جو چاہی وہ اتنی چاہی
جو کونا سوت ٹلک کیا تھا ضرور مٹھے پر اپنے وہ پلٹ آتا ہی
غم بھر بھر میں خوطہ کھائے رہی آلوہہ بدبو ماہی
ہوئی نہایت اتنی غالب کہ ہوئی حمل عدم کو راہی
لند جو قوش نظر ہے نقش ہے دوائے مرض گمراہی

(۱۹۵۴ء)

☆ ☆ ☆

از مشی مصلح الدین صاحب ایبر

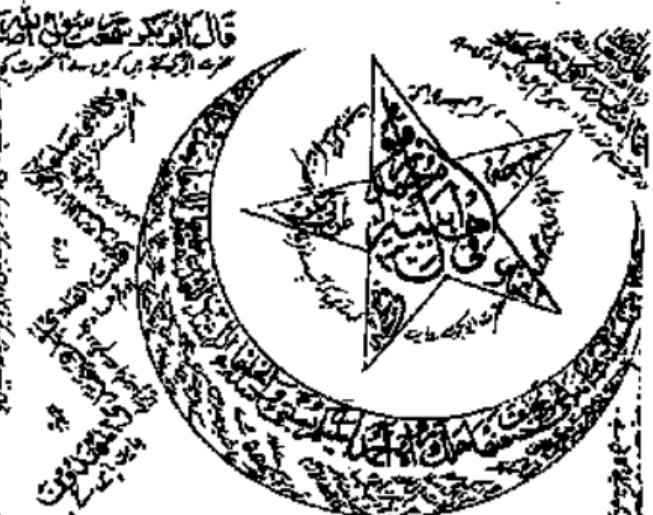
محل چشم مظاہر ہے وہ نورِ ملی آنکھا رہے نظر میں ہر خفی و ہر جلی
بہر تغیر تو آنکھ کھولے غصی غمی ذرہ ذرہ سے ہو پیدا ہے علی "لور علی"
کہرا کے فیض سے سرورِ رہا چائے رفع علائمت لقی سے جانی نظری احوال
بے چباہ در آیا ہے نظر میں آنکاب آنکاب نور حق نور نبی "نور دلی"
چشم بینا ہو اگر تو دیکھ لے رفع الحجاب
جلوہ گر ہے آج بھی خیر مکن پنجھ علی

(۱۹۵۴ء)

☆ ☆ ☆

از مولوی حسین احمد صاحب عباسی

پربت نشین مؤلف فصل الخطاب نے جس دم مطالعہ کیا رفع الحجاب کو
ایوب کیقدم کو پکار کے کیا گلہ اف بے ختاب کر دیا فصل الخطاب کو
(۱۹۵۴ء)



رُفَعَ الْجَابِ

بیانات

فصل الخطاب

(مولف)

مینه کا جو اسی ارجمند ایزدی رہتا ہے صفوی بے اکسے ترضی ملیں گے کیں
جس بیرہ خابہ لا افسوس حیات جسما خلوکا کوئی حتمی نتیجہ دیکھ دیں گے

کتابہ مذاکی قدیم طبع کے شہر قم کی تصویر

